

# فتاویٰ حق سائیں



دارالافتاء

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دہلوی  
ودیکر مفتیان کرام دارالعلوم حقانیہ

بکراتی و مستم

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مہتمم جامعہ حقانیہ

ترتیب

مفتی فخر الدین حقانی

ناشر

جامعہ اربعہ دارالعلوم حقانیہ اگروہ خٹک



وَلَوْ رَدُّهُ إِلَى اللَّهِ سَوَاءٌ لِيَّ الْإِسْلَامُ مِنْهُنَّ لَعَلَّكَ تَعْلَمُ الَّذِي لَا يَسْتَيْطِعونَ بِهِ (الانبیاء)

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے افسانہ نگار کے فاضل و کاتب



# فناوی حقانیہ

جلد چہارم

نگرانی و اہتمام

مولانا سمیع الحق مہتمم و استاذ حدیث

جامعہ دارالعلوم حقانیہ

تفادلت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق و دیگر مفتیان کرام

جامعہ دارالعلوم حقانیہ

ترجیم مفتی مختار اللہ حقانی

شائع کردہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کراچی فوش مارٹر، پاکستان



(جملہ حقوق و اشاعت و طباعت بحق ادارہ محفوظ ہیں)

نام کتاب ..... فتاویٰ حقانیہ (جلد چہارم)

افادات ..... شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
بانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ و دیگر مفتیان کرام جامعہ ہذا

نگرانی و اہتمام ..... شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، مہتمم جامعہ ہذا

ترتیب ..... مولانا مفتی مختار اللہ حقانی استاذ شعبہ التخصّص فی الفقہ والافتاء

ضخامت ..... ۶۱۴ صفحات

تاریخ طبع ہفتم ..... ۱۴۳۱ھ / ۲۰۱۰ء

طالع ..... مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک

Mob:0300-4572899

ناشر ..... جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ



# فہرست مضامین جلد چہارم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۸	صدقہ فطر اور قربانی میں احتیاط	۳۳	کتاب الزکوۃ
۳۸	رمضان کے دوران صدقہ فطر ادا کرنا		باب صدقۃ الفطر
۳۹	کیا فطرانہ میں غلہ کی قیمت دینا جائز ہے	۳۳	صدقۃ الفطر میں غنا و کا نصاب
۳۹	علاقائی سطح پر گندم کی قیمت میں تفاوت		زکوۃ اور صدقہ فطر کے وجوب کا نصاب
	کی صورت میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟	۳۳	صدقہ فطر کی مقدار
۴۰	نصف صاع سے کم اٹما صدقہ فطر میں دینے کا حکم		صدقۃ الفطر میں شرعی صاع معتبر
۴۰	غیر منصوص اشیاء میں فطرانہ کا حکم	۳۳	ہوگا یا مروجہ صاع؟
۴۱	میوہ جات میں گندم کی قیمت کا اعتبار ہوگا	۳۳	حکومت کے جرمانہ کی ادائیگی
۴۱	کم سنی میں بیچی کے نکاح کی وجہ سے	۳۵	میں صدقہ فطر سے تعاون کرنا
	اس کے صدقہ فطر کا حکم		اجرت میں صدقہ فطر دینا جائز نہیں
۴۲	حقیقی بھائی کو صدقہ فطر دینا جائز ہے	۳۴	صدقہ فطر میں تجزی مضر نہیں
۴۲	صدقہ فطر دوسرے شہر کو منتقل کرنا کیسے ہے؟	۳۴	بیوی کا فطرانہ کس کے ذمہ واجب ہے
۴۳	نا بالغ بچے کا فطرانہ اس کے والد پر واجب ہے		کیا قرض معاف کر دینے سے
۴۳	قیدیوں کو صدقہ فطر دینا جائز ہے	۳۴	صدقہ فطر ادا ہوگا یا نہیں؟
۴۴	بچا س روپے کے نصاب پر قربانی فطرانہ کی تحقیق		
۴۴	زکوۃ اور صدقہ فطر کے نصاب میں مال نامی اور غیر نامی کا فرق		







صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۷۵	زکوٰۃ کی رقم سے تقسیم کنندہ کو مزدوری دینا	۶۶	کاروبار کی جگہ ہی مستحقین میں زکوٰۃ تقسیم ہوگی
۷۶	مدارس کے مہتمم زکوٰۃ کو اپنی صوابدید کے مطابق یا حیلہ تملیک کے بعد خرچ کریں	۶۶	زکوٰۃ کی رقم سے دیسی کتاب چھپوانا
۷۶	مدارس دینیہ کے مہتممین کو زکوٰۃ دینا	۶۷	مدارس اور خانقاہوں میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا
۷۷	مالدار کے لیے زکوٰۃ کا لینا صحیح نہیں	۶۸	دینی مدارس یا رفاہی اداروں کے مال پر زکوٰۃ
۷۷	کیا اموال ظاہرہ سے حکومت	۶۸	کسی سیاسی جماعت کو زکوٰۃ دینا
۷۷	زکوٰۃ وصول کر سکتی ہے ؟	۶۹	ٹیکس کی ادائیگی سے زکوٰۃ اور عشر
۷۸	نشہ کرنے والوں کو زکوٰۃ دینا	۶۹	کا وجوب متاثر نہیں ہوتا
۷۸	دینی مدارس میں زکوٰۃ کی تصریح ضروری ہے	۶۹	موقوفہ زمین کے مقدمہ پر
۷۹	نمود برد کرنے والے کو زکوٰۃ کا وکیل بنانا	۷۰	زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا
۸۰	فقیر عالم دین کو زکوٰۃ دینا افضل ہے	۷۰	زکوٰۃ کی رقم سے مشترکہ مفاد
۸۰	مقدار تصاب زکوٰۃ میں دینا مکروہ ہے	۷۰	کے لیے سامان خریدنا
۸۱	گھریلو ملازم کو زکوٰۃ دینے کا حکم	۷۰	کیا سنی العقیدہ شخص کسی شیعہ
۸۱	حکومت کی طرف سے مدارس دینیہ	۷۱	کو زکوٰۃ دے سکتا ہے
۸۱	کو زکوٰۃ دینے کا حکم	۷۱	قسطوں پر کوئی چیز فروخت کرنا
۸۲	سید اور کسی بزرگ کی اولاد میں باعتبار	۷۱	اور اس پر زکوٰۃ کا حکم
۸۲	مصرف زکوٰۃ فاسق ہے	۷۲	جس زکوٰۃ کا حکم
۸۲	عباسی خاندان مصرف زکوٰۃ نہیں	۷۲	زکوٰۃ دینے کے بجائے قرضہ معاف
۸۳	فقیر دائن کو زکوٰۃ لینا جائز ہے	۷۳	کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی
۸۴	قرضہ کو زکوٰۃ میں مجر کرنے کا حکم	۷۳	زکوٰۃ کی رقم چوری ہو جائے یا
۸۴	زکوٰۃ کی رقم سے دینی مدرسہ	۷۳	کوئی چیز اچھین لے تو زکوٰۃ کے ادا
۸۴	کے لیے قرآن مجید خریدنا	۷۳	ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ
۸۵	سید فقیر کے لیے زکوٰۃ	۷۴	منی آرڈر کے ذریعہ زکوٰۃ بھیجنا کیسا ہے ؟
۸۵	کی رقم سے کفن خریدنا	۷۴	کسی دوسری جگہ رہنے والے
		۷۴	رشتہ داروں کو زکوٰۃ بھیجنا



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۱۰	قصر اسلام میں شگاف کے سعی	۸۶	زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کا فقہی جائزہ اور ترامیم و تجاویز
۱۱۰	کیا زکوٰۃ ٹیکس ہے ؟	۸۹	نصاب زکوٰۃ
۱۱۱	ملت حنیفیہ کی حفاظت کے لیے	۹۱	سال گزرنے کا مسئلہ
۱۱۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور کلمہ کی قربانیاں	۹۲	قرضوں کا مسئلہ
۱۱۱	ارکان خمسہ	۹۳	اموال ظاہرہ و باطنہ
۱۱۲	ارکان کا باہمی ربط و تعلق	۹۷	زکوٰۃ کی نیت کا مسئلہ
۱۱۳	کسی ایک رکن سے انکار یا	۹۷	بینک اکاؤنٹ کے قرض ہونے کی حیثیت
۱۱۳	تبدیلی کرنا بھی کفر ہے	۹۸	محتاط طریقہ
۱۱۵	منکرین زکوٰۃ اور فراست صدیقیؒ	۹۸	سودی اکاؤنٹس اور زکوٰۃ
۱۱۶	مانعین زکوٰۃ بھی زکوٰۃ کو	۹۹	نابالغ کی زکوٰۃ
۱۱۶	ٹیکس سمجھ رہے تھے	۱۰۰	ترکے کا مال
۱۱۷	زکوٰۃ کے مقادیر اور مصارف	۱۰۰	کمپنیاں اور شیئرز
۱۱۷	میں قطع برید جائز نہیں	۱۰۰	عشر بصورت نقد
۱۱۷	اسلامی ریاست کے مدت آمدنی	۱۰۱	چوتھائی پیداوار کا عشر سے استثناء
۱۱۸	جاہلی نظریات کی جدید تعبیر	۱۰۱	تاریخ زکوٰۃ
۱۱۹	غفلت یا ملامت کے	۱۰۲	قیمتی پتھروں اور مچھلیوں کی زکوٰۃ
۱۱۹	ہولناک نتائج	۱۰۲	مصارف زکوٰۃ
۱۲۰	نفاق زدہ لوگوں کی	۱۰۳	خلاصہ تجاویز برائے حکومت
۱۲۰	مضحکہ خیز حالت		
۱۲۱	ملت مسلمہ کا فریضہ	۱۰۴	اسلامی قوانین کے نفاذ میں شیعہ سنی تفریق تباہ کن ہے





صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۳۴	ہلال کیٹی کی موجودگی میں عالم دین کے فیصلے کا حکم		کتاب الصوم
۱۳۷	صاف مطلع کے دوران جہم غفر ضروری ہے		باب رؤیۃ الهلال
۱۳۸	رؤیت ہلال کے بارے میں ایک استفسار کا جواب	۱۲۵	انبار رؤیت کیلئے شہادت کی شرائط ضروری نہیں
۱۳۸	استفسار بالا کے جواب پر اشکال کا جواب	۱۲۵	دورین سے ہلال دیکھنے والوں کی گواہی کا حکم
۱۳۲	باب تعریف الصوم و اقسامہ	۱۲۶	اختلاف مطالع شرعاً معتبر نہیں
۱۳۲	روزہ کی نیت کا وقت	۱۳۷	شرعی ثبوت کے بعد عید منانے پر حکومت کا رکاوٹ ڈالنے کی دینی کے مترادف ہے
۱۳۲	روزہ کی فرضیت کے لیے عمر کی حد	۱۳۷	رؤیت اور تکمیل ثلاثین کے علاوہ
۱۳۳	یوم الشک میں نقل کی نیت کے باوجود	۱۳۷	نفس حساب کا اعتبار نہیں
۱۳۳	روزہ فرض شمار ہو گا	۱۳۸	تکمیل شعبان کے لیے ایک شخص کی گواہی قبول نہیں
۱۳۳	پوری زندگی روزہ رکھنے کی منت ماننا	۱۳۸	یوم الشک میں روزہ رکھنے کا حکم
۱۳۴	شہر میں روزہ افطار کرنے کے بعد سوئی جہاز	۱۲۹	طلوع آفتاب کے بعد رؤیت ہلال کی اطلاع آنا
۱۳۴	کے ذریعے سورج دیکھنے سے روزہ دار کا حکم	۱۳۰	دن کے وقت رؤیت کی خبر ہو تو اس کا ضروری ہے
۱۳۵	طویل التہار والے ممالک میں روزہ رکھنے کا طریقہ	۱۳۱	رؤیت ہلال کیٹی کے فیصلہ کی شرعی حیثیت
۱۳۶	عیدین کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے	۱۳۱	ریڈیو اور ٹی وی کی خبر پر
۱۳۷	مجنون پر روزے کا فدیہ واجب نہیں	۱۳۲	فرضیت رمضان کا حکم
۱۳۷	کس چیز سے روزہ افطار کرنا چاہیے؟	۱۳۲	عید اور رمضان کے ثبوت کے لیے ٹیلیفون کی خبر کا حکم
۱۳۷	سحری و افطاری کا مستحب طریقہ	۱۳۳	بذریعہ خط عید یا روزے کا حکم
۱۳۸	کیا اذان فجر اتہار سحری کی دلیل ہے؟	۱۳۳	ٹیلیگرام سے عید و رمضان کا ثبوت
۱۳۹	صرف جمعہ کے دن روزے کا حکم		
۱۳۹	ذی الحجہ میں ایام بیض کے روزوں کا حکم		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۵۸	روزہ ہلدی افطار کرنا بہتر ہے	۱۵۰	حاجی کے لیے یوم النفرۃ کا روزہ [ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ ]
۱۵۸	رمضان میں ادویات سے [ حیض بتدکمرنے کا حکم ]	۱۵۰	یوم عاشورہ کے روزے کا حکم
۱۵۹	زہریلے حشرات الارض کے کاٹنے [ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ]	۱۵۱	رمضان المبارک میں مہمان کی نظر و تواضع کا حکم
۱۵۹	بد رنگاہی سے انزال مفسد صوم نہیں	۱۵۱	عاشورہ کے دن قضا رمضان کا حکم
۱۶۰	منہ میں دروائی کے ذائقہ کا [ احساس مفسد صوم ہے ]	۱۵۲	پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کا حکم
۱۶۰	ملک کی تبدیلی پر روزہ کی تعداد [ میں پہلے ملک کا اعتبار ہوگا ]	۱۵۲	پندرہ شعبان کے روزے کا شرعی حکم
۱۶۱	فصل کی گٹائی کی وجہ سے روزہ [ نہ رکھنا شرعی عذر نہیں ]	۱۵۳	مروجہ افطار پارٹیوں میں شرکت کا مسئلہ
۱۶۲	قاضی کیلئے مسند قضا روزہ نہ [ رکھنے کا سبب نہیں ]	۱۵۳	مطلع صاف نہ ہونے کی صورت [ میں روزہ افطار کرنے کا حکم ]
۱۶۲	روزہ کی حالت میں انجکشن لگانا مفسد صوم نہیں	۱۵۳	روزہ افطار کرتے کیلئے [ وقت مقرر کرنے کا حکم ]
۱۶۳	روزے کی حالت میں شرمگاہ سے کھیلنا	۱۵۴	روزے کی سیت عربی یا مادری [ زبان میں کرنے کا حکم ]
۱۶۳	دانت نکالنے کا وقت نکلنے والے [ خون کے روزہ پر اثرات ]	۱۵۴	جہاز میں سفر کے دوران جباز کا [ وقت روزہ افطار کرنے کے لیے متبر ہوگا ]
۱۶۴	قے کا بلا قصد آنا مفسد صوم نہیں	۱۵۵	شوال کے چھ روزوں کا حکم
۱۶۵	پانی میں غوطہ لگانا مفسد صوم نہیں	۱۵۶	<b>باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد</b>
۱۶۵	روزہ کی حالت میں احتلام ہو جانے کا حکم	۱۵۶	ندی اور ودی کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا
۱۶۵	روزہ میں بیوی سے بوس و کنار کا حکم	۱۵۶	خاندن کی سخت طبیعت کی وجہ سے [ کھانے پینے چیزوں کا چکھنا ]
۱۶۶	روزہ کی حالت میں بھول کر [ کھلے پینے کا حکم ]	۱۵۷	حاملہ کو اگر خون آجائے تو اس [ کا روزہ فاسد نہیں ہوتا ]



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۷۵	ناس کا روزہ اثر انداز ہونے کا حکم	۱۶۶	نوح میں غسل کرتے وقت خروج رجح مفسدِ صوم نہیں
۱۷۵	دھوئیں اور گرد و غبار کے روز پر اثرات	۱۶۷	نسوان کا استعمال مفسدِ صوم ہے
۱۷۶	روزہ رکھنے کی طاقت کے باوجود	۱۶۷	بندوق کی گولی مفسدِ صوم ہے
۱۷۶	قدیم دینا بے سود ہے	۱۶۸	رحم میں دوائی رکھنا مفسدِ صوم ہے
۱۷۶	جبراً روزہ اقطاع کرنے پر قضاء لازم ہے	۱۶۸	روزہ دار کے لیے ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا
۱۷۷	غروب آفتاب سے قبل	۱۶۸	بد نظری سے روزہ نہیں ٹوٹتا
۱۷۷	اقطار موجب قضاء ہے	۱۶۹	دانتوں سے خون آنا مفسدِ صوم نہیں
۱۷۷	بڑھاپے کی وجہ سے روزہ	۱۷۰	انہیلر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے
۱۷۷	نہ رکھنے والے کا حکم	۱۷۰	حالتِ صوم میں آنکھوں میں دوائی ڈالنا
۱۷۸	میت کے ذمہ روزوں کا حکم	۱۷۱	روزہ کی حالت میں بار بار غسل
۱۷۹	روزہ کی حالت میں دانت میں دوائی ڈالنا	۱۷۱	کرنے یا سردھونے کا حکم
۱۷۹	شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے سے روزہ کا حکم	۱۷۱	روزہ کی حالت میں بیوی سے بغل گیر ہونا
۱۸۰	عورت کے لیے کفارہ کا طریقہ		
۱۸۰	کفارہ میں تداخل ممکن ہے		
۱۸۱	روزہ کی حالت میں جماع مع حائل کا حکم	۱۷۲	<b>باب القضاء والکفارة</b>
۱۸۱	اغلام باری موجب کفارہ و قضاء ہے		
۱۸۲	روزہ کی حالت میں زنا کرنے	۱۷۲	سفر پر روانگی سے پہلے افطار
۱۸۲	پر قضاء اور کفارہ کا وجوب		کرنے والے کا حکم
۱۸۲	جانور سے وطی کرنے پر روزہ کا حکم	۱۷۲	قصداً روزہ نہ رکھنے کا حکم
۱۸۲	جماع کے بغیر انزال سے	۱۷۳	رمضان میں دن کے وقت بیوی
۱۸۲	صرف قضاء واجب ہے		سے جماع موجب کفارہ و قضاء ہے
۱۸۳	غیر رمضان میں روزہ افطار کرنے	۱۷۳	کفارہ سے بچنے کا حیلہ
۱۸۳	سے صرف قضاء لازم ہے	۱۷۴	روزہ کی حالت میں منجن کے
۱۸۳	سفر میں نہ رکھنے پر صرف قضاء واجب ہے		استعمال کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۹۰	حائضہ کے لیے امساک ضروری نہیں	۱۸۴	استیماء بالید سے انزال میں
۱۹۱	مسافر کے لیے افطار میں عزیمت	۱۸۴	قضاء واجب ہے
۱۹۱	پر عمل کرنا بہتر ہے	۱۸۴	غلط فہمی سے کھانا پینا موجب کفارہ نہیں
۱۹۱	شدید بیمار کیلئے روزہ افطار کرنا جائز ہے	۱۸۵	سگریٹ نوشی مفطر صوم ہے
۱۹۲	کیا بیماری کی وجہ سے روزہ افطار کرنے	۱۸۶	بے خبری میں طلوع فجر کے بعد کھانا کھانے کا حکم
۱۹۲	پر کفارہ لازم ہے یا قضاء؟	۱۸۶	قدیر دیتے سے عاجز شخص کو کیا کرنا چاہیے؟
۱۹۲	شدت پیاس کی وجہ سے روزہ توڑنے کا حکم	۱۸۶	مسافر یا مریض کو روزہ کی قضاء کا
۱۹۲	محضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی	۱۸۶	موقع نہ ملے تو کچھ مواخذہ نہیں
۱۹۲	سفر میں افطار کیا تھا	۱۸۶	غیر رمضان کا روزہ قصداً توڑنے پر
۱۹۳	کیا سفر میں روزہ افطار کرنا	۱۸۶	صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں
۱۹۳	قصر نماز کی طرح لازم ہے؟	۱۸۸	سگریٹ یا حقہ پینے سے جب روزہ ٹوٹ
۱۹۴	ہمان کے مجبور کرنے پر روزہ افطار کرنا	۱۸۸	جائے تو صرف قضاء کرے یا کفارہ بھی؟
۱۹۴	آدمی جس علاقے یا ملک میں ہو وہاں	۱۸۸	سفر کے ارادہ سے گھر سے نکلنے کے
۱۹۴	چاند کے اعتبار سے روزہ رکھے	۱۸۸	مختور یا دیر بعد گھر واپس آکر روزہ افطار
۱۹۵	شوگر کے مریض کے لیے روزے کا حکم	۱۸۹	کرنے پر قضاء و کفارہ کا حکم
۱۹۵	فلن قالب کی بناء پر مرض بڑھ جانے	۱۸۹	نومسلم خوف کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے
۱۹۵	کے خوف سے روزہ نہ رکھنا	۱۸۹	تو اس پر قضاء و کفارہ دونوں واجب ہیں
۱۹۶	<b>باب الاعتکاف</b>	۱۸۹	قصداً روزہ توڑنے کے بعد مرض
۱۹۶	روزہ کے فاسد ہونے سے اعتکاف کا حکم	۱۸۹	کی وجہ سے روزہ رکھنے کے قابل
۱۹۶	اعتکاف فاسد ہونے پر اس کی قضاء نہیں	۱۹۰	نہ رہے تو صرف قضاء لازم ہے
۱۹۶	اعتکاف کا اہتمام نہ کرنے کے اثرات	۱۹۰	<b>باب العذر المبيحة للإفطار</b>
۱۹۶	مقصد کسی دوسری مسجد میں قرآن کریم	۱۹۰	نا قابل برداشت تکلیف کے وقت روزہ توڑنا
۱۹۶	سننے یا سنانے کے لیے نکلنا		



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
	<b>کتاب الحج</b>	۱۹۸	اعتکاف کے دوران بے قاعدہ باتوں سے احتیاط کا حکم
		۱۹۸	معتکف کی موت پر اعتکاف کی تکمیل کا حکم
		۱۹۹	کیا معتکف کے لیے جنازہ پڑھنا درست ہے
۲۱۳	<b>باب شرائط الحج و ارکانہ</b>	۲۰۰	معتکف کا نماز یا جماعت کیلئے مسجد سے نکلنا
		۲۰۰	معتکف کا غسل جمعہ کے لیے مسجد باہر نکلنا
۲۱۳	حج کی فرضیت کا وقت	۲۰۱	معتکف جمعہ پڑھنے کے لیے کتنی [
۲۱۳	ضرورت سے زائد زمین ہو تو حج فرض ہے		دور تک جا سکتا ہے ؟ ]
۲۱۴	زمین کی آمدنی پر حج کی فرضیت	۲۰۱	اعتکاف کی حالت میں تعلیم کے لیے نکلنا
۲۱۴	صرف تصرف کا اختیار حج کی [	۲۰۲	بوقت ضرورت اعتکاف سے نکلنا
	فرضیت کیلئے کافی نہیں ]	۲۰۳	اخراج ریح کیلئے معتکف کا مسجد سے نکلنا
۲۱۵	مشترکہ مال سے حج کی فرضیت کا حکم	۲۰۳	بھول کر اعتکاف سے نکلنے کا حکم
۲۱۵	حکومت کے خرچ پر حج کرنے سے [	۲۰۴	حقہ پینے کے لیے مسجد سے نکلنا مخص نہیں
	حج کا فریضہ ساقط ہو جاتا ہے ]	۲۰۴	معتکف کا بیرون مسجد باتیں کرنا
۲۱۶	حرام مال سے حج کرنے کا حیلہ	۲۰۵	حالت اعتکاف میں بیوی کا بوسہ لینا
۲۱۶	بیوری کا مال مخلوط ہو جاتے پر حج کا حکم	۲۰۵	حالت اعتکاف میں بیوی سے باتیں کرنا
۲۱۷	حج فرض ہونے کے بعد تکدستی [	۲۰۶	کیا محلے کی ہر مسجد میں اعتکاف ضروری ہے
	سے حج ساقط نہیں ہوتا ]	۲۰۶	معتکف کا اذان دینے کے لیے [
۲۱۸	مکانات تواجیح اعلیہ سے رائے [		خارج از مسجد اذان خانہ کو جانا ]
	ہوں تو حج فرض ہے ]	۲۰۷	معتکف کے لیے اعتکاف کا حکم
۲۱۸	بیٹی کی شادی کرنا مانع حج نہیں	۲۰۸	حالت اعتکاف میں اخبار پڑھنا
۲۱۹	صاحب استطاعت کیلئے مکان [		بحالت اعتکاف جگہ تبدیل کرنا
	کا نہ ہونا مانع حج نہیں ]	۲۰۹	معتکف دھوپ کے لیے مسجد کے [
۲۱۹	اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا [		صحن میں بیٹھ سکتا ہے ]
	وجوب حج سے مانع نہیں ]	۲۰۹	حالت اعتکاف میں گھر سے کھانا لانا

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۲۸	مکروہ اوقات میں احرام کی	۲۲۰	سعودی عرب میں رہ کر بھی حج نہیں کیا تو اب حج فرض ہے یا نہیں؟
۲۲۸	دور کعت پڑھنے کا حکم	۲۲۰	عورت پر حج فرض ہو تو خاوند کی اجازت ضروری نہیں
۲۲۹	احرام باندھنے سے قبل غسل کرنے کا حکم	۲۲۱	عورت کا کراچی سے جدہ تک بغیر محرم کے سفر کرنا اور حج محرم کے ساتھ ادا کرنے کا حکم
۲۲۹	احرام کی چادروں کے رنگ کا مسئلہ	۲۲۱	عورت کے لیے اس کا بہنوئی محرم نہیں
۲۳۰	تیسلیغ پر حج مقدم ہے	۲۲۲	عورت کے لیے خاوند کے بھائی یا بھتیجے کے ساتھ حج کرنے کا حکم
۲۳۰	بلوغت کے بعد دوبارہ حج کی فرضیت	۲۲۲	عورت غیر محرم ہمسایہ کے ساتھ حج کے لیے نہیں جاسکتی
۲۳۰	فقر کی حالت میں حج کرنے کے بعد غنی ہونے کی صورت میں دوبارہ حج کرنا فرض نہیں	۲۲۳	عورت کا دیود یا شوہر کے چچا کے ساتھ حج کے لیے جانا
۲۳۱	حج میں تجارت کی وجہ سے ثواب کم نہیں ہوتا	۲۲۳	رہن کے پیسوں سے حج کرنا
۲۳۱	دن ذی الحجہ کے بعد آئندہ رات کا حکم	۲۲۴	صرف نیت کر لینے سے حج فرض نہیں ہو جاتا
۲۳۲	حائضہ عورت کے لیے حج کرنے کا طریقہ	۲۲۴	خاوند کی اجازت کے بغیر حج کرنا
۲۳۲	حائضہ عورت پر طواف صد لازمی نہیں	۲۲۴	والدہ کی اجازت کے بغیر نقل حج کرنا
۲۳۳	حج میں گرجی کی وجہ سے صرف تہنید پر اکتفاء کرنا	۲۲۵	نقلی حج کے لیے خاوند کی اجازت ضروری ہے
۲۳۳	عورت کی طرف سے مرد کا رمی جمار کرنا	۲۲۶	نقلی حج افضل ہے یا صدقہ؟
۲۳۳	رمی جمرات کے لیے حاجی کنکریاں کہاں سے لے؟	۲۲۶	حائضہ عورت طواف زیارت چھوڑ دے تو زمین حل میں رہنے والے کیلئے طواف قدوم
۲۳۴	عرفات میں نماز مغرب پڑھنے کا حکم	۲۲۶	میقات کے اندر رہنے والوں کے لیے طواف وداع کا حکم
۲۳۴	عرفات میں جمع تاخیر کی صورت میں ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھنے کا حکم	۲۲۷	فجر اور عصر کی نماز کے بعد احرام کی نماز کا حکم
۲۳۵	مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز جمع تاخیر میں پڑھنا		
۲۳۵	میلے احرام کو تبدیل کرنے کا حکم		
۲۳۵	تبلیہ جہراً پڑھے یا سراً؟ کیا مرد اور عورت دونوں اس میں یکساں ہیں؟		



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۳۷	فوت شدہ آدمی کے لیے نفل حج کا ثواب	۲۳۶	احرام باندھنے سے قبل ناخن وغیرہ کاٹنا
۲۳۸	نفلی حج کے لیے والد سے اجازت لینے کا حکم	۲۳۷	قصر کی مقدار کا مسئلہ
۲۳۸	نفلی حج کے لیے پاکستان آنا ضروری نہیں	۲۳۷	حج اور نکاح کی تقدیم و تاخیر کا مسئلہ
۲۳۹	غریب آدمی سے حج بدل کرانا	۲۳۸	حج کے متعلق چند سوالات
۲۵۰	حج بدل میں آمر کی اطاعت کا حکم	۲۳۳	<b>باب التمتع والقران</b>
۲۵۰	حج بدل میں عمرہ کی نیت کا حکم		حج تمتع میں قربانی نہ کرنے کا حکم
۲۵۱	ذیابیطس کے مریض کے لیے حج بدل کا حکم	۲۳۳	تمتع اور قارن کا قربانی
۲۵۱	حج بدل میں خرچہ بیچ و جعت کی طرف سے ہوگا		سے پہلے حلق کرنا
۲۵۱	میقات کے بجائے حرم سے	۲۳۳	حج قران و تمتع کی تعریف
۲۵۱	حج بدل کا احرام باندھنا		تمتع کے لیے عمرہ کرنے کے بعد
۲۵۲	حج بدل میں خرچہ آمر کی طرف سے ضروری ہے	۲۳۴	حج کا احرام باندھنے کا حکم
۲۵۲	حج بدل میں اپنے لیے حج کرنا اور کسی		حج تمتع کرنے والے کے لیے عمرہ
۲۵۲	دوسرے کو حج بدل کیلئے مقرر کرنا	۲۳۴	حج کا احرام کھولنے کا حکم
۲۵۳	سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے	۲۳۵	میقات میں رہنے والے کے
۲۵۳	حج بدل ادا کرنا صحیح نہیں		لیے حج تمتع اور قران
۲۵۳	حج بدل کی شرائط	۲۳۵	حج تمتع کی نیت کرنے کے بعد
۲۵۴	وصیت کے بغیر حج بدل کا حکم		حج قران کی نیت کرنا
۲۵۵	عورت کا مرد کی طرف سے حج بدل کرنا	۲۳۶	حج تمتع افضل ہے یا قران
۲۵۵	غیر وصی کا حج بدل ادا کرنا		
۲۵۶	ایک سال سے بعد حج بدل ادا کرنا		<b>باب الحج عن الغیر</b>
۲۵۶	صاحب عذر کا عذر ختم ہوا	۲۳۷	نفلی حج میں حج بدل کی نیت کرنا ضروری نہیں
۲۵۶	جانے کے بعد حج بدل کا حکم		
۲۵۷	حج بدل کے بعد مندر عمرہ ادا کرنا		
۲۵۸	والدین کی طرف سے حج کرنے میں زیادہ ثواب ہے		





صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۸۲	بیوی کی طرف سے عمرہ کرنا	۲۷۲	دم جنایت سے خود کھانا جائز نہیں
۲۸۳	عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد	۲۷۵	حرم کی حدود میں تحلیل کے لیے
۲۸۳	تلبیہ کتنی مرتبہ پڑھنا ضروری ہے	۲۷۵	یوم النحر سے قبل ذبح کرنا
۲۸۳	عمرہ فرض ہے یا واجب یا سنت؟	۲۷۵	حج سے واپسی کے بعد دم اپنے
۲۸۳	کن ایام میں عمرہ کرنا منع ہے	۲۷۶	وطن میں ادا کرنا
۲۸۳	عمرہ کے کتنے ارکان ہیں؟	۲۷۶	دم جنایت کیلئے وقت یا دن کا مشروط ہونا
۲۸۵	ایام تشریق میں عمرہ کرنے کا حکم	۲۷۶	منیٰ میں قربانی پر عدم قدرت
۲۸۵	ارکان عمرہ میں تقدیم و تاخیر کا حکم	۲۷۶	کی صورت میں کیا کرنا چاہیئے
		۲۷۷	بینک کے ذریعے قربانی کرنا جائز ہے
۲۸۶	<b>باب زیارة قبر النبی ﷺ</b>		
۲۸۶	حج یا عمرہ میں روضہ اقدس کی	۲۷۸	<b>باب العمرة</b>
۲۸۶	زیارت کے لیے جانا لازمی ہے	۲۷۸	عمرہ کے بعد سر منڈانے کا حکم
۲۸۶	زیارت روضہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۷۸	متعدد عمرے کرنے کی صورتیں حلق کیسے کیا جائے
۲۸۶	کے وقت کیا کرنا چاہیئے؟	۲۷۹	عمرہ اور مزدوری
۲۸۷	زیارت روضہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے	۲۷۹	بلسلمہ مزدوری جدہ جانے
۲۸۸	مستحبہ میں داخلہ کے وقت دو رکعت پڑھنا	۲۷۹	والے پر عمرہ واجب نہیں
۲۸۸	حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت	۲۷۹	حج کی بجائے عمرہ ادا کرنا
۲۸۸	کے وقت کیا کرنا چاہیئے؟	۲۸۰	دن میں متعدد عمرے کرنے کا حکم
۲۸۸	قانوناً حجاز میں تہ قیام کم ہونے کی	۲۸۰	شوال اور ذیقعدہ میں عمرہ ادا کرنے کا حکم
۲۸۸	وجہ سے حاجی مدینہ طیبہ جاسکے تو کیا	۲۸۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
۲۸۸	اس کا حج متاثر ہوگا یا نہیں؟	۲۸۱	رمضان المبارک میں کوئی عمرہ نہیں کیا
۲۸۹	اسطوانہ ابولیبابہ کے پاس دو رکعت پڑھنا	۲۸۱	زندہ آدمی کے لیے طواف اور عمرہ کرنا
۲۹۰	روضہ اطہر کی زیارت اور صلوٰۃ و سلام کا طریقہ	۲۸۲	حج بدلے کے بعد کسی ایصال ثواب کیلئے عمرہ کرنے کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۰۰	بالغہ کی اجازت سے والد کا کرایا		کتاب النکاح
۳۰۱	ہووانکاح ناقابل فسخ ہے		باب آداب النکاح وشرائط
۳۰۱	نکاح کا شرعی حکم	۲۹۳	خطبہ نکاح سے پہلے پڑھنا چاہیئے
۳۰۱	نکاح نفلی عبادت سے بہتر ہے		لفظ نکاح کے بجائے بیع کا
۳۰۱	اسلام میں بیک وقت تعدد ازواج کا حکم	۲۹۳	لفظ کہنے سے نکاح کا حکم
۳۰۲	دوسری شادی کے لیے میسلی	۲۹۳	نکاح کے لیے عورت کی زبان پر اعتقاد کرنا
۳۰۲	بیوی کی اجازت کا مسئلہ	۲۹۴	رشتہ منظور ہے، سے نکاح کے اعتقاد کا حکم
۳۰۲	خطبہ نکاح کے دوران	۲۹۴	بغیر گواہوں کے صرف ایجاب و قبول
۳۰۲	باتیں کرنا گناہ ہے	۲۹۵	سے نکاح منعقد نہیں ہوتا
۳۰۳	کورٹ میرج کا حکم	۲۹۵	اثبات نکاح کیلئے شہادت یا التماس کافی ہے
۳۰۳	بالغ اولاد کا نکاح کرنا والدین کی ذمہ داری ہے	۲۹۶	نکاح کی اجازت لینے وقت گواہ بنانا مستحب ہے
۳۰۴	بیوہ کے نکاح ثانی کا حکم	۲۹۶	بذریعہ دف نکاح کا اعلان کرنا
۳۰۵	لڑکیوں کے نکاح میں بلا وجہ تاخیر کرنا گناہ ہے	۲۹۶	ہووان بیٹیوں کو گھر میں رکھ کر بلا عذر
۳۰۵	کیا لڑکی کو از خود نکاح کا حق حاصل ہے؟	۲۹۶	شرعی ان کا نکاح نہ کرنا
۳۰۶	مجلس نکاح میں لڑکی کا نام لینا	۲۹۷	رخصتی کے وقت دوبارہ نکاح پڑھانا جائز ہے
۳۰۶	نکاح میں ایجاب و قبول کا	۲۹۸	منگنی ہو جانے کے بعد لڑکی کا
۳۰۶	تین بار دہرانا ضروری نہیں	۲۹۸	کسی دوسری جگہ نکاح کرنا
۳۰۷	شبہ عورت سے نکاح ثانی	۲۹۸	صرف وعدہ نکاح سے نکاح منعقد نہیں ہوتا
۳۰۷	کیلئے اجازت بالقول کا حکم	۲۹۹	بالغہ عورت سے زبردستی کیے گئے نکاح کا حکم
۳۰۷	زفاف کے وقت دعا پڑھنے کا حکم	۲۹۹	بالغہ عورت کو نکاح کے لیے
۳۰۸	نکاح کے وقت بھول کر کسی		ورہیں کیا جاسکتا
۳۰۸	دوسری عورت کا نام لینا		
۳۰۹	بیوی کو خاوند کے پاس جانے سے روکنا		
۳۰۹	رخصتی میں تاخیر کا حکم		



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۲۸	<b>باب بیوہا النکاح لا یجوز</b>	۳۱۰	بیوی کو وطن سفرو میں ساتھ لے جانے کا مسئلہ
۳۲۸	قضیٰ مشکل سے نکاح کا حکم	۳۱۰	مفقود الغیر کی موت کی خبر کا مسئلہ
۳۲۸	بانچہ عورت سے نکاح کرنا	۳۱۱	نکاح میں تان ولفقہ نہ دینے کی شرط لگانا
۳۲۹	پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری [ شادی کرنا شرعاً جرم نہیں ]	۳۱۱	ٹیلیفون پر نکاح کا حکم
۳۲۹	زانی اور مزنیہ کے درمیان نکاح	۳۱۲	بالغ اولاد کی شادی کرنا والدین کا فرض ہے
۳۳۰	حاملہ عورت سے نکاح کا حکم	۳۱۳	قوت گویائی سے محروم شخص کے نکاح کا حکم
۳۳۰	سو تیلی ماں کی بیٹی سے نکاح کا مسئلہ	۳۱۳	وکیل کے ذریعے تحریری ایجاب نکاح کا حکم
۳۳۱	مخطوبہ الالب سے نکاح جائز ہے	۳۱۴	نکاح کے لیے قاضی کا لانا ضروری نہیں
۳۳۱	بیوہ عورت سے نکاح جائز ہے	۳۱۴	نکاح نامہ پُر کرنے کی شرعی حیثیت
۳۳۲	سو تیلی ساس سے نکاح کرنا	۳۱۵	ایجاب نامے پر دستخط کر دینے [ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا ]
۳۳۲	سو تیلی ماں کی بہن سے نکاح کرنا	۳۱۵	ایجاب و قبول میں مطابقت ضروری ہے
۳۳۳	بیوی کی وفات کے چند دن [ بعد اس کی بہن سے نکاح کرنا ]	۳۱۶	نکاح میں نابینا شخص کی گواہی
۳۳۳	عدت وفات میں کئے گئے نکاح کا حکم	۳۱۶	جلس نکاح میں گواہوں کی موجودگی ضروری ہے
۳۳۴	سو تیلی ماں غیر مدخولہ سے نکاح حرام ہے	۳۱۶	زانی اور مزنیہ کا نکاح پڑھانے [ والے پر کوئی عتاب نہیں ]
۳۳۴	ساس اور بیہو نو نوں کو ایک [ ساتھ نکاح میں رکھنا ]	۳۱۷	نکاح میں صرف آئین کہہ کر قبول کرنا درست ہے
۳۳۵	ثانی اور نواسی کو ایک نکاح میں جمع کرنا	۳۱۸	نکاح پر اظہار مسرت کے بعد ناراضگی کا حکم
۳۳۵	پھوپھی اور بھتیجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا	۳۲۰	حلقان نکاح کا وعدہ کرنے کی شرعی حیثیت
۳۳۵	دو بہنوں کو ایک نکاح [ میں جمع کرنے کا حکم ]	۳۲۰	خطیبہ پر خطیبہ کا حکم
		۳۲۱	بوقت نکاح چھوہائے پھینکنا سنت ہے
		۳۲۱	انحوا سے نکاح متاثر نہیں ہوتا
		۳۲۲	سول میرج کا شرعی حکم
		۳۲۴	حضرت آدم علیہ السلام کے نکاح کے گواہوں کی تحقیق

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۳۶	کسی اسلامی ملک میں مسلمان ہونے والی شادی شدہ عورت کے نکاح کرنے کا طریقہ	۳۳۶	والدہ کو بیوی سمجھ کر ہاتھ لگانے کے اثرات
۳۳۷	ماہوں کی بیوہ سے نکاح کا حکم	۳۳۷	ساس کے ساتھ نکاح کرنا
۳۳۸	بھانجی کی بیٹی سے نکاح کا حکم	۳۳۷	سوتیلی ماں کی بیٹیوں سے نکاح کرنا
۳۳۸	بہنوئی کی دوسری بیوی کی	۳۳۸	قلمی کورٹ سے تیسخ نکاح کے
۳۳۸	بڑی سے نکاح کا حکم	۳۳۸	بعد نکاح ثانی کا حکم
۳۳۹	ایک جگہ منگنی کر دینے کے بعد بڑی کا نکاح کسی دوسری جگہ کرنا	۳۳۸	طلاق مغلظہ میں بغیر حلالہ کے
۳۳۹	کسی بڑی اور اس کی سوتیلی ماں کا ایک مرد کے نکاح میں آنا	۳۳۹	تجدید نکاح کرنے کا حکم
۳۳۹	تلاق میں کیا گیا نکاح منعقد ہو جاتا ہے	۳۳۹	مطلقہ عورت کا وضع حمل سے قبل نکاح ثانی کرنا
۳۴۰	چھوٹی بچی اور بچے کے نکاح کا حکم	۳۴۰	متنعہ کی شرعی حیثیت
۳۴۱	مسیب کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح کرنے کا حکم	۳۴۰	نکاح مؤقت کی تعریف
۳۴۱	عدت کے دوران سالی سے نکاح کرنا صحیح نہیں	۳۴۰	عیسائی اور یہودی عورت سے نکاح کرنا
۳۴۲	منکوحہ کی بیٹی سے نکاح کرنا	۳۴۱	مسلمان عورت کا غیر مسلم مرد سے نکاح
۳۴۳	باپ کی سوتیلی بیٹی سے نکاح جائز ہے	۳۴۱	قادیانی عورت سے نکاح جائز نہیں
۳۴۳	بیٹے کی مزنیہ سے نکاح کا حکم	۳۴۲	خاوند کے مرتد ہو جانے سے نکاح کا حکم
۳۴۴	بیٹے کی ساس سے نکاح کرنا	۳۴۲	لا علمی میں قادیانی سے نکاح کا حکم
۳۴۴	نوسلمہ عورت سے عدت ختم ہوتے سے قبل نکاح کرنا	۳۴۲	شیعہ عورت سے شکی مرد کے نکاح کا حکم
۳۴۴		۳۴۲	لا علمی میں رضاعی بہن سے نکاح کا حکم
		۳۴۳	غیر مسلم عورت کو جبراً مسلمان کر کے اس سے نکاح کرنا
		۳۴۳	کسی عورت کا جن مرد سے نکاح کرنا
		۳۴۴	بھائی کی بیوی سے ناجائز تعلقات نکاح پر اثرات
		۳۴۴	جنسی کمزوری کی صورت میں نکاح کرنے کا حکم



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۶۴	بیٹی کے حق مہر کی رقم سے جہیز [	۳۵۵	<b>باب المہر</b>
۳۶۴	کا سامان خریدنا		
۳۶۴	جہیز کی شرعی حیثیت		
۳۶۵	جہیز کے سامان کی ملکیت کا حکم	۳۵۵	رخصتی سے قبل طلاق دے کر لڑکی [
۳۶۶	مہر معاف کرنے کے بعد دوبارہ مطالبہ کرنا		والوں کو کچھ رقم دینا
۳۶۶	مہر معاف کرنے پر اولیاء کا اعتراض کرنا	۳۵۶	مہر کی کم از کم مقدار
۳۶۶	خلوت صحیحہ کے بعد نامرد شوہر کا مل مہر دے گا	۳۵۶	مہر فاطمی کی مقدار
۳۶۷	تجھے خلع دیا ہے سے سقوط مہر کا حکم	۳۵۶	حلالہ کے بعد نکاح میں مہر مقرر کرنا لازمی ہے
۳۶۸	لڑکے والوں سے شادی کا خرچہ لینا		متعدد ازواج کی صورت میں مہر [
۳۶۸	حق مہر کی تقسیم	۳۵۷	میں مساوات کا سلسلہ
۳۶۹	حق مہر خاوند کے ذمہ واجب ہے	۳۵۸	حق مہر میں تقدی کے بجائے زمین وغیرہ دینا
۳۶۹	حق مہر کے بغیر نکاح کا حکم	۳۵۸	انقضاء نکاح کے بعد حق مہر میں زیادتی کرنا
۳۷۰	مقرر شدہ حق مہر میں اضافہ کرنا جائز ہے	۳۵۹	اپنی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا
۳۷۰	خاوند سے حق مہر کے علاوہ لیے گئے مال کا حکم	۳۵۹	عورت مہر کا مطالبہ کس سے کرے گی۔
۳۷۱	حصول مہر کے لیے عورت اپنے آپ کو [	۳۶۰	عورت کے ورثاء شوہر سے مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں
	خاوند سے روک سکتی ہے	۳۶۰	مہر عورت کے ورثاء کو دیا جاسکتا ہے
۳۷۱	حق مہر قسط وار ادا کرنا جائز ہے	۳۶۱	نابالغ لڑکے کی شادی کے مہر کا حکم
۳۷۲	تقلیل مہر مندوب ہے	۳۶۱	بذریعہ جرگہ طلاق لینے کی صورت میں مہر کا مطالبہ کرنا
۳۷۲	تحدید مہر جائز نہیں	۳۶۲	جبراً مہر معاف کرنا
۳۷۳	جہیز کس کا حق ہے	۳۶۲	مقدار مہر میں اختلاف کا پیدا ہونا
۳۷۳	مطلقہ مہر کی حقدار ہے	۳۶۲	عدالت کے ذریعے مہر کم کر دانا
۳۷۳	خاوند کے مرنے کے بعد بھی [	۳۶۳	تاجیل و تعجیل مہر میں عرف کا اعتبار ہے
	بیوہ مہر کی حقدار ہے		رخصتی سے قبل شوہر کی وفات پر [
۳۷۳	طلاق قبل الدخول میں مہر کی مقدار	۳۶۳	عورت پورے مہر کی حقدار ہے

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۸۲	نکاح میں عاقد کا خود وکیل بننا	۳۷۲	مہر دینے کے لئے باپ کا بیٹے کی طرف ضامن ہونا
۳۸۲	خیار بلوغ میں عدالت سے نکاح فسخ کرانے بغیر دوسری جگہ نکاح کرنا	۳۷۵	<b>باب الاولیاء و الکفاء</b>
۳۸۳	وکیل نکاح کے شرائط		
۳۸۴	ولایت میں قریب بعید کے وراثہ کا اعتبار	۳۷۵	قریشی سادات کے کفو ہیں
۳۸۴	ساوی وراثہ میں سے کسی ایک کا	۳۷۵	غیر عالم کا عالم دین کی لڑکی سے نکاح کرنا
۳۸۴	نابالغ لڑکی کا نکاح کر دینے کا حکم	۳۷۶	فاسق لڑکے کو صالح سمجھ کر رشتہ دینا
۳۸۵	عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کرانے سے حق مہر کا حکم	۳۷۶	غیر سید کا سید زادی سے نکاح کا حکم
	عدالت سے تنسیخ نکاح کی لڑگری حاصل کیے بغیر موت کا دوسری جگہ نکاح کر دینے کا حکم	۳۷۷	بجنون اور دیوانہ عاقلہ عورت کا کفو نہیں
۳۸۶	کفالت ایک جانب سے ہونی ضروری ہے	۳۷۷	نکاح میں ولایت کی ترتیب
۳۸۶	کفو کی شرائط		
۳۸۷	تفریق قاضی طلاق ہے یا فسخ؟	۳۷۸	قریب کے ولی کی موجودگی میں بعید کا ولی نکاح کرے تو اس کا حکم
۳۸۸	کسی لڑکی کا غیر کفو میں اپنی مرضی سے نکاح کرنا	۳۷۸	باپ دادا کے علاوہ کسی ولی کا نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کر دینے کا حکم
۳۸۸	کفو میں وقت کا اعتبار ہے	۳۷۹	کسی ایک ولی کا اپنا حق ولایت استعمال کرنے سے دوسروں کے حق کا حکم
۳۸۹	گوٹھے شخصی کا اشارے سے نکاح کرنا	۳۷۹	نابالغ کا نکاح دادی کے کر دینے سے لڑکی کو خیار بلوغ کا حق ہے
۳۹۰	بالغ لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرنا	۳۸۰	کفالت میں مالدار کے اعتبار کا حکم
۳۹۰	بیوی کو کتنے دنوں کے بعد والدین کے گھر جانے کی اجازت ہے	۳۸۰	شریعت میں بلوغ کی حد
۳۹۱	سورہ کی رسم کا شرعی حکم	۳۸۱	وکیل کے ذریعے نکاح کا حکم
۳۹۲	بیٹی کا غیر کفو میں نکاح کرنا	۳۸۱	نکاح میں نابالغ کی وکالت کا حکم
۳۹۲	غیر کفو میں نکاح پر اولیاء کا اعتراض	۳۸۱	نکاح میں کسی اجنبی کی توکیل کے لئے تصریح ضروری ہے





صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۱۷	حرمت مصاہرت کے اثبات { کے لئے گواہوں کی تعداد	۳۱۰	<b>باب فی حرمت المصاہرۃ</b>
۳۱۸	مزنہ کی بیٹی کا نکاح زانی کے بیٹے سے جائز ہے	۳۱۰	ساس کو بغیر شہوت کے ہاتھ لگانا
۳۱۸	مزنہ کی رضاعی بیٹی یا نواسی { سے نکاح کرنا جائز نہیں	۳۱۰	ساس کو شہوت سے دیکھنا
۳۱۹	مزنہ کی پوتی سے زانی کا نکاح جائز نہیں	۳۱۱	ساس سے زنا کرنے پر بیوی کے حرام ہونے کا حکم
۳۱۹	منکوحہ کی ربیبہ بیٹی کے ساتھ { زنا کرنے سے منکوحہ کا حکم	۳۱۱	بیٹی کو شہوت سے ہاتھ لگانے { سے نکاح پر اثرات
۳۲۰	منکوحہ غیر مدخول بہا کی بیٹی { کے ساتھ نکاح کا مسئلہ	۳۱۲	زانی اور مزنہ کی اولاد کے درمیان نکاح جائز ہے
۳۲۰	بیٹے کی منکوحہ غیر مدخول بہا سے نکاح کرنا	۳۱۲	نابالغ لڑکے کا بالغ سے زنا کرنے سے { حرمت مصاہرت کا حکم
۳۲۱	خسر بِنِقطہ دعویٰ زنا سے بیٹے { پر اسکی بیوی حرام نہیں ہوتی	۳۱۳	بیٹے کی منکوحہ سے نکاح حرام ہے
۳۲۱	مزنہ کے اصول و فروع زانی { پر حرام ہو جاتے ہیں	۳۱۳	سوتیلے بیٹے سے زنا کرنے والی { عورت اپنے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے
۳۲۲	خون دینے سے حرمت مصاہرت کا حکم	۳۱۴	نابالغ لڑکے سے زنا کرنا حرمت { مصاہرت کا سبب نہیں
۳۲۲	سال کے ساتھ زنا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا	۳۱۴	فرج داخل کو دیکھنا موجب حرمت مصاہرت ہے
۳۲۳	<b>باب الخصانۃ</b>	۳۱۵	کم سن بچی کو شہوت کے ساتھ چھونا { حرمت مصاہرت کا سبب نہیں
۳۲۳	چھوٹے بچوں کی پرورش کا حق ماں کو ہے	۳۱۶	ساس سے زنا کے اقرار کے بعد { انکار کی کوئی حیثیت نہیں
۳۲۳	والدہ کے بعد تربیت کا حق نانی کلے	۳۱۶	مزنہ کا فرہ کی بیٹی سے نکاح جائز نہیں
۳۲۴	والد کی بجائے نانی پر ورش کی زیادہ قدر ہے	۳۱۷	ساس کے پستانوں کو پکڑنے سے { بیوی حرام ہو جاتی ہے
۳۲۴	لڑکی کے حق پر ورش کی مدت		



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۳۳	بیوی کا خاوند کے مال سے اپنا حق وصول کرنا	۲۲۵	بیوہ کا نکاح ثانی کرنے سے شیر خوار
۲۳۴	ایک بیوی سے زیادہ محبت رکھنا		بچی کی تربیت کا مسئلہ
۲۳۵	دوسری بیویوں کی حق تلفی نہیں	۲۲۶	بیوہ کا کسی غیر محرم سے نکاح کرنے
	بیوی کے لیے علیحدہ مکان کا انتظار		سے حق تربیت کا ساقط ہونا
۲۳۵	کرنا خاوند کی ذمہ داری ہے	۳۲۶	اخلاقی حالت اور کراوار متاثر ہونے
۲۳۵	خاوند بیوی کی رضا مندی کے بغیر اسے کسی		کی صورت میں والدہ کا حق تربیت
	دوسرے ملک میں ساتھ نہیں لے جاسکتا	۳۲۷	ساقط ہو جاتا ہے
۲۳۶	بیوی سے ہمبستری کرنا کن		ولاء لائنا کی حضانت کس کے ذمہ ہے
	اوقات میں جائز نہیں	۳۲۷	عورت کو بچہ دارا کرب لے جانے کا حق نہیں
۲۳۶	مباشرت کا طریقہ		
۲۳۷	جماع کے آداب	۲۲۸	باب الولیمة
۲۳۸	بیوی کے علاج معالجہ کا خرچہ کس کے ذمہ ہے		ولیمة کی شرعی حیثیت
۲۳۸	حاملہ بیوی سے جماع کرنے کا مسئلہ	۲۲۸	دعوت ولیمة کا سنون وقت
۲۳۸	نا بالغ بیوی سے جماع کرنا	۲۲۹	دعوت ولیمة میں غیر شرعی امور کے ارتکاب
۲۳۹	حالت حیض میں منکوحہ سے جماع		کی وجہ سے شرکت نہ کرنا
	کے علاوہ استمتاع کرنا	۲۳۰	رک کی والوں کی طرف سے کھانا کھلانا
۲۳۹	بیوی سے استمناء بالسیہ کرنا		ولیمة شمار نہیں ہوگا
۲۴۰	بیوی کے برہنہ بدن کو دیکھنا	۲۳۰	ولیمة کئی دن تک کرنا جائز ہے
		۲۳۱	منگنی کے موقع پر سٹھائی وغیرہ تقسیم کرنے کا حکم
	کتاب الطلاق	۲۳۳	باب حقوق الزوجین
۲۴۳	باب شرائط الطلاق		میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق کا حکم
۲۴۳	نکاح سے پہلے دی گئی طلاق کا عدم ہے	۲۴۳	

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۴۵۵	طلاق پر جھوٹی قسم کھانا	۴۴۳	طلاق میں اضافت ضروری ہے
۴۵۶	طلاق کا وقوع ثبوت کا محتاج ہے	۴۴۴	بیوی کو ڈرانے و مہمکنے کے لیے طلاق کا لفظ کہنا
۴۵۶	طلاق کے ثبوت کے لئے ایک گواہ ناکافی ہے	۴۴۴	طلاق کے وقوع کے لئے خاوند کا بلوغ شرط ہے
۴۵۷	بذریعہ ڈاک بھیجی گئی طلاق کا حکم	۴۴۵	ثابا لغو کو دی گئی طلاق کا حکم
۴۵۷	طلاق نامہ پر لاعلمی میں دستخط کرنا	۴۴۶	بجنون کی طلاق کا حکم
۴۵۸	مرض سرسام میں دی گئی طلاق کا حکم	۴۴۶	بیوقوف کی طلاق کا حکم
۴۵۸	خواب کی حالت میں دی گئی طلاق لغو ہے	۴۴۶	بیہوشی کی حالت میں دی گئی طلاق کا حکم
۴۵۹	<b>طلاق الصریح والکنایہ</b>	۴۴۷	معتوہ کی طلاق کا حکم
۴۵۹	تم طلاق ہو میں تین طلاق کی نیت کرنا	۴۴۷	وسوسہ کی بیماری میں مبتلا شخص کی طلاق کا حکم
۴۵۹	سوج و فکر کے عالم میں طلاق کا لفظ ادا کرنا	۴۴۸	نشہ کی حالت میں طلاق کا حکم
۴۶۰	عورت کی عدم موجودگی میں خطاب { کے صیغہ سے طلاق دینا	۴۴۸	غصہ کی حالت میں طلاق دینا
۴۶۰	ایک دو تین کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی	۴۴۹	خافل کی طلاق کا حکم
۴۶۱	بیوی کے نام کی جگہ دوسرا نام لکیر طلاق دینا	۴۵۰	حیض کی حالت میں بیوی کو طلاق دینا
۴۶۲	طلاق رجعی کی عدت گزرنے { کے بعد طلاق دینا مؤثر نہیں	۴۵۰	طلاق کے لئے گواہ ضروری نہیں
۴۶۲	طلاق صریح کے بعد دی گئی طلاق کا حکم	۴۵۱	حمل مانع وقوع طلاق نہیں
۴۶۳	دو دفعہ طلاق دینے کے بعد { رجوع کیا جاسکتا ہے	۴۵۱	حالت نفاس میں طلاق دینا
۴۶۳	دو طلاق کے بعد رجوع کر کے { دوبارہ طلاق دینا	۴۵۲	بھوٹی گواہی کی بنیاد پر طلاق کا ثبوت
۴۶۴	طلاق بائن کے اثرات	۴۵۲	طلاق نامہ پر جبراً دستخط کرنا
		۴۵۲	جبراً طلاق کا حکم
		۴۵۳	بطور استہزاء دی ہوئی طلاق کا حکم
		۴۵۳	کنکریاں پھینکنے کا اعتبار نہیں { بلکہ الفاظ طلاق معتبر ہیں
		۴۵۴	اشارہ سے طلاق کا حکم
		۴۵۵	حائل کی طلاق کا حکم



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۸۲	طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں کہنے سے {	۲۶۴	لفظ مل کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی
	طلاق ثلاثہ واقع ہونے کا حکم	۲۶۴	طلاق کی حکایت کا بیان کرنا
۲۸۴	ایک دو تین، تم آزاد ہو کہنے سے {	۲۶۵	طلاق کی قسم کھانا
	طلاق واقع ہونے کا حکم	۲۶۵	مجھ پر بیوی نا جائز طلاق ہوگی سے طلاق کا حکم
۲۸۵	کئی دفعہ یہ کہنا کہ میں تمہیں طلاق {	۲۶۶	دو بیویوں میں سے ایک کو مبہم طلاق دینا
	دیتا ہوں سے طلاق مغلط کا حکم	۲۶۶	معاہدہ کی خلاف ورزی پر مشروط طلاق کا حکم
۲۸۷	تمہاری بیوی پر طلاق کے جواب میں یاں کا حکم	۲۶۷	غیر مدخول بھاکو طلاق دینا
		۲۶۷	طلاق ثلاثہ کے بیک وقت واقع ہونے کی تحقیق
۲۸۹	<b>باب تعلیق و تفویض الطلاق</b>	۲۶۷	طلاق دیتے وقت منہ بند کرنے کا حکم
		۲۶۷	میرے گھر سے نکل جاؤ کے الفاظ {
۲۸۹	طلاق کو کسی کام سے معلق کرنا		کے طلاق پر اثرات
۲۸۹	کسی کو قتل کرنے سے طلاق معلق کرنا	۲۶۷	مال باپ کے پاس چلی جاؤ کہنے سے {
۲۹۰	جان بچانے کے لئے طلاق پر {		نکاح پر اثرات کا حکم
	جھوٹی قسم کھانا	۲۶۷	میری بیوی نہیں کہنے سے طلاق نہیں ہوگی
۲۹۰	نکاح سے قبل طلاق معلق کا حکم	۲۶۷	بیوی کو اجازت ہے کہ وہ دوسرا خاوند کے
۲۹۱	طلاق معلق سے بچنے کا حیلہ	۲۶۷	مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں کا حکم
۲۹۲	طلاق کلمہ کی حقیقت	۲۶۷	تو مجھ سے آزاد ہے سے طلاق کا حکم
۲۹۲	کلمہ طلاق کے وقوع سے بچنے کی صورت	۲۶۷	تو مجھ سے جدا ہے کا حکم
۲۹۳	میں گھر آیا تو مجھے طلاق ہوگی	۲۶۷	تو مجھ پر حرام ہے کا حکم
۲۹۳	کسی کے گھر جانے سے منع کرنے {	۲۶۷	میں نے اسے جھوٹ دیا ہے کا حکم
	کے لئے طلاق پر قسم کھانا	۲۶۷	وہ مجھے نہیں چاہیے کا حکم
۲۹۴	طلاق کے ساتھ متصل انشاء کہنے کا حکم	۲۶۷	تم چاروں طرف جاسکتی ہو سے طلاق کا حکم
۲۹۴	اگر فلاں کام کیا تو طلاق ہوں گا	۲۶۷	اس کتیا کی بچی کو طلاق
		۲۶۷	بلا قصد و ارادہ طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۱۵	شوہر کا میاں بیوی پر تہمت { زنا سے انکار کرنا	۴۹۴	طلاق کے لئے کسی اور کو حق دینا
۵۱۵	دارالکفر میں بیوی پر تہمت زنا { سے لعان لازم نہیں آتا	۴۹۵	بیوی کو طلاق کا حق دینا
۵۱۶	شبه زنا موجب لعان نہیں	۴۹۶	باب تفریق مفقود الخبر ونحوہ
۵۱۷	باب الظہار	۴۹۶	مفقود الخبر کی بیوی کا نکاح ثانی کرنا
۵۱۷	ظہار میں تشبیہ ضروری ہے	۵۰۵	نامرد شخص کی بیوی کی علیحدگی کا مسئلہ
۵۱۷	اپنی منکوحہ کو بہن کہنے کا حکم	۵۰۸	سز یافتہ قیدی کی بیوی کا حکم
۵۱۸	ظہار میں عقل و بلوغ شرط ہے	۵۰۸	مرتد کی بیوی کا حکم
۵۱۸	ظہار میں بطور کفارہ کیا واجب ہوتا ہے	۵۰۹	معتق کی زوجہ کا حکم
۵۱۹	تیرے قریب آؤں تو اپنی ماں کے قریب آؤں	۵۰۹	دیوث سے بیوی کی نجات کا طریقہ
۵۱۹	اگر میں گھر واپس آؤں تو گویا ماں { کے ساتھ زنا کروں	۵۱۰	مجنون کی بیوی کے فسخ نکاح کا حکم
۵۱۹	بیوی کا خاوند کو بھائی کہنے { سے ظہار لازم نہیں آتا	۵۱۱	باب الایلاء
۵۲۰	بار بار ظہار کے الفاظ منہ سے نکالنے کا حکم	۵۱۱	بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھانا
۵۲۱	اگر تجھے رکھوں تو اپنی ماں کو رکھوں کہنے سے طلاق کا حکم	۵۱۱	بیوی کے قریب نہ جانے کی مشروط قسم کھانا
۵۲۱	دس مرتبہ ظہار سے کفارہ کا حکم	۵۱۲	ایلام میں رجوع کے لئے بیوی کا انکار کرنا
۵۲۲	باب الخلع	۵۱۳	باب اللعان
۵۲۲	لعان کا حکم	۵۱۳	لعان کے بعد دوبارہ نکاح کرنا
۵۲۲	لعان کے بعد عدالت کا میاں بیوی میں تفریق کرنا	۵۱۳	لعان کے بعد عدالت کا میاں بیوی میں تفریق کرنا
۵۲۲	صرف خلع کے وعدہ سے عورت آزاد نہیں ہو سکتی	۵۱۴	



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۲۲	باب العدة	۵۲۲	اجنبی شخص پر بدل خلع کے لزوم کا حکم
۵۲۳		۵۲۳	ناقران عورت سے خلع کرنا
۵۲۳	بیوہ عورت کی عدت	۵۲۳	خاوند کی رضا مندی کے بغیر {
۵۲۳	مطلقة قبل الدخول کی عدت	۵۲۳	قاضی کو خلع کرانے کا حق نہیں {
۵۲۳	نابالغہ کی عدت	۵۲۳	بدل خلع کی مقدار
۵۳۵	معتدہ عدت کہاں گزارے گی	۵۲۵	ناچاکی کی صورت میں خلع بہتر ہے
۵۳۵	دوران عدت خاوند کے گھر رہنا ضروری ہے	۵۲۵	خلع عورت کے قبول پر موقوف ہے
۵۳۶	زنا کے ارتکاب سے عدت متاثر نہیں ہوتی	۵۲۶	بیٹھے کی طرف سے باپ خلع نہیں کر سکتا
۵۳۶	عورت کا خاوند کے گھر میں {	۵۲۶	خلع طلاق بائن کے حکم میں ہے
۵۳۶	عدت گزارنے کی وجہ {	۵۲۶	ایجاب خلع کے بعد شوہر کا {
۵۳۶	عدت کی کم از کم مدت	۵۲۸	رجوع صحیح نہیں {
۵۳۸	باہمی تعلقات منقطع ہونے کے {	۵۲۸	خلع کے بعد تجدید نکاح صحیح ہے
۵۳۸	باوجود مطلقہ کے لئے عدت ضروری ہے {	۵۲۸	صبی و مجنون کا خلع نافذ العمل نہیں
۵۳۸	عدت کی ابتداء زوال نکاح سے شمار ہوگی	۵۲۹	باب العنین
۵۳۹	عدت کے اندر اندر رجوع بالقول کافی ہے	۵۲۹	زوجہ عنین کا حکم
۵۳۹	عدت کے دوران عورت کے جملہ {	۵۳۰	ابتداء رضا منگی سے خیار باطل ہو جاتا ہے
۵۳۹	اخراجات کا خاوند ذمہ دار ہے {	۵۳۰	خیار فسخ کے ختم ہونے کی شرائط
۵۴۰	عدت وفات میں عورت کا نان {	۵۳۱	خصی اور عنین کا ایک ہی حکم ہے
۵۴۰	وتفقه کس کے ذمہ ہے {	۵۳۲	مقطوع الذکر کا حکم
۵۴۰	ایم عدت میں عورت کا پنشن کے لیے جانا	۵۴۲	عقیم مرد سے فسخ نکاح کا حکم
۵۴۱	دوران عدت عورت کا ویزہ {		
۵۴۱	کے حصول کے لئے نکلتا {		
۵۴۲	دار الحرب میں نو مسلم عورت کی عدت کا حکم		



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۵۲	حلالہ کے نکاح میں جماع کے لئے { کنڈوم استعمال کرنا	۵۴۲	عدت و فوات کے دوران حج کے لیے جانا
۵۵۳	حلالہ کے نکاح میں بوقت جماع { انزال کرنے یا نہ کرنے کا حکم	۵۴۳	حیض نہ آنے کی صورت میں مطلقہ { کی عدت کا حکم
۵۵۳	نابالغ سے حلالہ کرانے کا شرعی حکم	۵۴۳	عدت طلاق کے دوران شوہر کا انتقال ہو جانا
۵۵۴	دبر میں جماع کرنے سے حلالہ کا حکم	۵۴۴	حاملہ من الزنا عورت کی عدت
۵۵۴	موت قائم مقام وطی نہیں	۵۴۵	عدت و فوات شوہر کے گھر گزارنا لازمی ہے
۵۵۵	عورت کا قول کہ میں حلالہ کر چکی ہوں	۵۴۵	عدت و فوات کے دوران عورت { کا بیماری کی وجہ سے والدین کے گھر جانا
۵۵۵	حلالہ کے نکاح میں دوسرے خاوند سے ہمستری فروری ہے	۵۴۶	ہر بیوی کے لیے عدت و فوات اپنے { اپنے گھر میں گزارنا لازمی ہے
۵۵۶	<b>باب ثبوت النسب</b>	۵۴۷	حیض والی عورت کی عدت حیض سے ہے
۵۵۶	قبل از وقت پیدا ہونے والے { بچے کے ثابت النسب ہونے کا حکم	۵۴۷	شوہر مزارعی یا عیسائی ہو جائے { تو عورت پر عدت واجب ہے
۵۵۶	مانع حمل ادویات کے استعمال کا حکم	۵۴۸	خلوط صحیحہ کے بعد عدت طلاق کا حکم
۵۵۷	استقاط حمل کے جواز کا حکم	۵۴۸	شادی شدہ حاملہ من الزنا کی عدت
۵۵۸	ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت	۵۴۹	عدت و فوات میں جوڑوں کی تلفی { کے لئے شیمپو استعمال کرنا
۵۵۹	جماع کے وقت کنڈوم کا استعمال کرنا	۵۵۰	عدت و فوات میں چوڑیاں پہننا
۵۵۹	عزل کرنے کی شرعی حیثیت	۵۵۰	دیور کے خوف سے شوہر کا گھر چھوڑنے کا حکم
۵۵۹	خاوند کے مادہ تولید کا کسی اجنبیہ { کے جسم میں نشوونما پانا	۵۵۱	<b>باب الحلاۃ</b>
۵۶۰	جدید نظام تولید کا شرعی حکم	۵۵۱	حلالہ کی شرعی حیثیت
۵۶۱	طلاق رجعی کے دو سال بعد پیدا { ہونے والے بچے کا ثابت النسب ہونا	۵۵۲	حلالہ کے نکاح میں وطی کے بغیر عورت شوہر اول { کے لئے حلال نہیں ہو سکتی
۵۶۱	باپ کا بچے کے نسب سے انکار کرنا		



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۷۲	اپنی ذات یعنی شجرہ نسب بدلنا	۵۶۲	ولد الزنا کا نسب
۵۷۳	غیر کی منی کا انجکشن لگوانے سے پیدا والے بچے کی نسب کا حکم	۵۶۲	حاملہ من الزنا سے نکاح کے بعد بچہ کا نسب
۵۷۳	چودہ پندرہ سال جدائی کے باوجود بچہ ثابت النسب ہے	۵۶۳	داشتہ کی اولاد کے نسب کا حکم
۵۷۳		۵۶۳	گھر سے نکالے جانے کے بعد منکوحہ غیر مطلقہ کے باپ پیدا ہونے والے بچے کا حکم
۵۷۵	مسائل شتیٰ	۵۶۵	خاوند کی طویل غیر حاضری میں بیوی کا حاملہ ہونا
۵۷۵	طلاق مغلفہ سے بچنے کیلئے حیلہ	۵۶۵	مدت حمل
۵۷۵	مضارع کے صیغہ سے طلاق کا حکم	۵۶۵	کم از کم مدت حمل سے پہلے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا حکم
۵۷۶	بلا نیت طلاق بیوی کو "دوسرا خاوند" تلاش کر لو" کے الفاظ کہنا	۵۶۶	حمل کی کم از کم مدت
۵۷۷	تقرمان بیوی کو طلاق دینا مستحب ہے	۵۶۷	ثبوت النسب کیلئے مدت کا اعتبار وقت نکاح سے ہے
۵۷۷	لڑکی پسند نہ آنے کی صورت میں طلاق دینے کا حکم	۵۶۸	ساوات کا نسب اور سیدہ فاطمہ کی فضیلت
۵۷۸	حرف طلاق کا خیال آنے سے طلاق واقع نہیں	۵۶۸	تین سال بعد پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا حکم
۵۷۸	شک کی صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوں گی	۵۶۹	بارہ سال کے لڑکے سے ثبوت نسب کا مسئلہ
۵۷۹	مرض الموت کی طلاق سے حق وراثت ختم نہیں ہوتا	۵۷۰	بغیر حلالہ کے نکاح ثانی سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب
۵۷۹	فاحشہ عورت کو طلاق واجب نہیں سمجھا	۵۷۰	عدت کے دوران سالی سے نکاح کرنا اور اس سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا حکم
۵۸۰	طلاق کے لئے خاوند پر جبر کرنے کا حکم	۵۷۱	سالی سے نکاح کے بعد ہونے والے بچوں کے نسب کا حکم
۵۸۰	والدین کی رضا مندی کے لئے بیوی کو طلاق دینا	۵۷۲	مزینیہ کی بیٹی سے نکاح کے بعد پیدا ہونے والی بچی کے نسب کا حکم
۵۸۱	مطلقہ کی میراث کا حکم		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۹۷	بانجھ پن کے علاج کی ممکنہ صورتیں	۵۸۲	بغیر رجوع کیے عدت گزرنے پر عورت جدا ہوگی
۵۹۸	ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا طریقہ علاج	۵۸۲	مطلقہ مغلطہ کا خاوند کے گھر رہنا
۵۹۹	سد ذرائع اور اسلام	۵۸۳	عدت گزرنے میں عورت کے {
۶۰۰	قرآن کریم کی رو سے قاعدہ کی وضاحت	۵۸۳	بیان پر اعتماد کرنا
۶۰۰	حدیث سے قاعدہ کی وضاحت	۵۸۳	نفا سے کی عدت طلاق
۶۰۱	ٹیسٹ ٹیوب بے بی سے نسب محفوظ نہیں رہتا	۵۸۳	نر مسلم عورت کی عدت کا حکم
۶۰۲	مادہ تولسید کا مذموم کاروبار {	۵۸۵	تجھے طلاق دی، دی، دی سے تین طلاق کا حکم
۶۰۲	روغروہ کا معمول بن جائے گا {	۵۸۵	بنت فلاں کو طلاق ہو کا شرعی حکم
۶۰۲	معاشرہ میں نکاح کی اہمیت {	۵۸۶	لفظ "تلاق" سے طلاق کے وقوع کا حکم
۶۰۲	ختم ہو جائے گی	۵۸۶	طلاق نامہ میں بیوی کے باپ کا نام {
۶۰۲	افزائش نسل انسانی کے فارم	۵۸۶	غلط لکھنا مانع وقوع طلاق نہیں {
۶۰۳	مرد بھی بچے پیدا کر سکیں گے	۵۸۷	کسی جاہل سے "امراتی طلاق" {
۶۰۳	زنا کاری کا بندھن نیا لادو واؤدہ {	۵۸۷	کے الفاظ کھوانے کا حکم
۶۰۳	کھل جائے گا	۵۸۷	تیرا میرا معاملہ ختم کہنے سے نکاح پر اثرات
۶۰۳	انسان کا رشتہ بندروں {	۵۸۸	اثبات طلاق کے لئے باپ کی گواہی کا حکم
۶۰۳	اور کتوں سے جڑ جائے گا {	۵۸۸	تعداد طلاق میں شک ہو تو !
۶۰۴	خاندانی منصوبہ بندی خطرات و نتائج	۵۸۹	رجوع میں بیوی کی رضامندی شرط نہیں
۶۰۷	قومی خود کشی	۵۹۰	موجودہ حج قاضی شرعی کے قائم مقام ہے
۶۰۷	افراد قوت اور یورپ	۵۹۱	برطانیہ میں شریعت کو نسل کی طرف سے {
۶۰۸	سیاسی اور دفاعی ضرورت	۵۹۱	فسخ نکاح کی شرعی حیثیت {
۶۰۹	تعمیر و ترقی کا صحیح راستہ	۵۹۵	ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت
۶۰۹	منصوبہ بندی کا اخلاقی اور سماجی پہلو	۵۹۶	بانجھ پن کے اسباب





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآتَوْا الزَّكَاةَ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہے

لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ  
ان کو ان کے کاموں کا صلہ ہے ہاں ملے گا اور قیامت کے دن ان کو نہ بچہ خوف ہو گا اور نہ غمناک ہو۔

سُورَةُ الْبَقَرَةِ : آيَةُ ٢٤٤



## باب صدقة الفطر

(صدقۃ الفطر کے احکام و مسائل کا بیان)

**سوال :-** اگر ایک آدمی کے پاس کئی قسم کے حیوانات ہوں  
صدقۃ الفطر میں غناء کا نصاب | لیکن ان میں سے ایک صنف بھی نصاب کو نہیں پہنچتی ہو اور تجارت

کے لیے بھی نہ ہوں تو کیا ایسے آدمی پر قربانی اور صدقۃ فطر واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** قربانی اور صدقۃ فطر کے وجوب کے لیے بنیادی طور پر غنایہ کی موجودگی کافی ہے  
اگر ان اموال میں نمونہ ہو ۴ اموال کا نامی ہونا زکوٰۃ کے لیے ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے  
فرمایا ہے کہ اگر ایک آدمی کے پاس ضرورت سے زائد ایک بھینس ہو اور اس کی قیمت مقدارِ نصاب  
کے برابر ہو تو اُس پر صدقۃ فطر اور قربانی واجب ہے جبکہ زکوٰۃ واجب نہیں ہے تاہم اس میں اُس کی  
ضرورت کی رعایت کی جائے گی، زمیندار کو کھیتی باڑی کیلئے دو بیلوں کی ضرورت ہوتی ہے تو تیسرا بیل  
بلا ضرورت شمار ہوگا۔

لما قال فی الہندیۃ: وببقرة واحدة غنی وبثلاثة ثیون اذا ساوی احدهما مائتی  
درہم صاحب نصاب۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۲۹۳ کتاب الاضیعیۃ الباب الاول فی تفسیرہام)

**سوال :-** زکوٰۃ کے وجوب کے لیے  
زکوٰۃ اور صدقۃ فطر کے وجوب کا نصاب | نصاب اور صدقۃ فطر کے نصاب میں

کیا فرق ہے؟

**الجواب :-** دونوں کا نصاب ایک ہے یعنی ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ  
چاندی کی ملکیت ہونے پر زکوٰۃ اور صدقۃ فطر واجب ہوتا ہے، تاہم زکوٰۃ کے لیے حوں تولہ  
یا سال بھر ہونا ضروری ہے جبکہ صدقۃ فطر کے لیے اس کی ضرورت نہیں۔

لما قال العلامة اکمل الدین الباہر قی: ولا یشرط فیہ النماز ولا یشرط ان

لہ قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری: وببقرة واحدة غنی بثلاثة  
ثیون اذا تساوی احدهما مائتی درہم صاحب نصاب۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۱ الفصل الثانی فی نصاب الاضیعیۃ)

يكون النصاب بمال نام لانها وجبت بالقدره الممكنة والنمو انما يشترط فيما يكون وجوبه بالقدره الميسرة كالزكوة على ما عرف في الاصول -

(الغناية على هامش فتح القدير ج ۲ ص ۲۱۹ باب صدقة الفطر) -

**سوال :-** صدقة فطر کی مقدار کیا ہے اور قیمت کی ادائیگی میں بصورت تفاوت کون سی قیمت معتبر ہوگی؟

**الجواب :-** فقہ حنفی کی رو سے نصف صاع یعنی ایک سو چالیس تولہ گندم صدقة فطر کی مقدار ہے، البتہ جو یا کھجور سے ایک صاع یعنی دو سو اسی تولہ ادا کیا جائے گا۔ و فی الہندیہ : وہی نصف صاع من براوصاع من شعیرا وتمر۔ (ج ۱ ص ۱۹۱ باب صدقة الفطر) اس میں انگریزی کلو اور علاقائی سیر متفاوت ہے اس لیے تولہ کی مقدار سے علاقائی سیر کا تعین آسان ہے۔ ادائیگی میں فطر کے مفاد کو مد نظر رکھا جائے، اگر قیمت میں فائدہ ہو تو مروجہ قیمت ادا کی جائے۔ قال علاؤالدین الحصکفی رحمہ اللہ : ویقوم فی البلد الذی المال فیہ۔

(الدر المختار علی صمدیۃ المحتار ج ۲ ص ۲۸۶ باب زکوة الغنم)

**سوال :-** صدقة فطر میں شرعی صاع معتبر ہوگا یا مروجہ صاع؟ اور اگر لوگ مروجہ صاع کے مطابق صدقة فطر ادا کریں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

لے قال حسن بن عمار بن علی : مالک النصاب اعلم ان النصب ثلاثة نصاب يشترط فيه النماء وتعلق به الزكوة وسائر الاحكام المتعلقة بالمال لئلا ينجى ونصاب يجب به احكام اربعة حرمة الصدقة وجوب الاضحية وصدقة الفطر ونفقة الاقارب ولا يشترط فيه النمو بالتجارة ولا حولان الحول ونصاب تثبت به حرمة السؤال وهو ما اذا كانت عندة قوت يومه - الخ (مراقى الفلاح ص ۳۹۲ باب صدقة الفطر)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۹۱ کتاب الزکوة - الباب السابع فصل ما يوضع في بيت المال)

لے قال الشيخ ابن الهمام : (ويقوّمها) أي المالك في البلد الذي فيه المال - الخ

(فتح القدير ج ۲ ص ۱۶۴ فصل في العروض)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۸ الفصل الثاني في العروض -



**الجواب :-** صدقة الفطر ادا کرنے میں اصل اعتبار صاع شرعی کو ہے تاہم اگر مروجہ صاع کی مقدار مجہول ہو تو پھر اس کا اعتبار نہیں اور اگر مروجہ صاع شرعی صاع سے زائد ہو تو پھر زیادہ ادائیگی میں کوئی حرج نہیں، البتہ جب مروجہ صاع کم ہو تو جب تک شرعی صاع کے مطابق ادائیگی نہ ہو تو ذمہ داری فارغ نہیں ہوگی۔

لما قال في الهندية :- ثم يعتبر نصف صاع من بزاز صاع من غيره بالوزن فيما روى أبو يوسف عن أبي حنيفة <sup>رحمہ</sup> لان اختلاف العلماء في الصاع بانه كم رطلاً وهو اجماع منهم بانه معتبر بالوزن وقبل هذه العبارة والصاع ثمانية ابطال بالبيغدادى والوطيل البغدادى عشرون استماراً - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۱ کتاب الزکوۃ۔ الباب الثامن في صدقة الفطر) ۱۷

**حکومت کے جرمانہ کی ادائیگی میں صدقہ فطر سے تعاون کرنا** | **سوال :-** اگر کسی قیدی پر حکومت کے جرمانہ کی ادائیگی لازم

ہو تو اس کو صدقہ فطر دینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** صدقہ فطر اور زکوۃ کا مصرف ایک ہے لہذا مذکورہ شخص کے ذمہ جب حکومت کا جرمانہ واجب الادا ہو تو مدیون ہونے کی وجہ سے اس کو صدقہ فطر دینا جائز ہے۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله :- وصدقۃ الفطر كالزکوۃ في المصارف - الخ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۶ باب صدقة الفطر) ۱۷

**اجرت میں صدقہ فطر دینا جائز نہیں** | **سوال :-** اگر ائمہ مساجد کو امامت کا اجرت میں صدقہ فطر دیا جائے تو کیا اس سے صدقہ فطر ادا ہوگا یا نہیں؟ اور خود امام کے لیے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

۱۷ قال الامام برهان الدين المرغيناني :- ثم يعتبر نصف صاع من بزاز نأ فيما روى عن أبي حنيفة <sup>رحمہ</sup> وعن محمد <sup>رحمہ</sup> انه يعبر كيلاً والدقيق اولى من البر والدرهم اولى من الدقيق - (الهداية على صدر فتح القدير ج ۲ ص ۲۲۹ باب صدقة الفطر)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۵۲ باب صدقة الفطر -

۱۸ وفي الهندية :- وَمِنْ هَذِهِ الصَّدَقَةِ مَا هُوَ مَصْرُفُ الزَّكَاةِ - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۴ باب صدقة الفطر) وَمِثْلُهُ فِي الدُّلْحَانِ عَلَى صَدْرِ رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۸۶ باب صدقة الفطر -

**الجواب :-** صدقہ فطر کی ادائیگی میں یہ ضروری ہے کہ کسی خدمت کے عوض نہ ہو، صدقات واجبہ کی خصوصیت یہی ہے کہ اس میں تملیک بلا عوض شرط ہے۔ امامت یا اذان پر بذات خود اجرت لینے میں اگرچہ کوئی حرج نہیں لیکن صدقہ فطر امامت کی اجرت میں دینا ناجائز ہے، تاہم اگر دیا گیا تو اجرت کی ادائیگی تو ہو جائے گی صدقہ فطر کا ذمہ باقی رہے گا۔ البتہ اگر ایک امام غریب ہو اور اس کے لیے امامت کی اجرت تنخواہ یا فیس مقرر کی گئی ہو تو پھر اضافی تعاون کی صورت میں غریب امام کو صدقہ فطر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: وصدقۃ الفطر کا لزکوۃ فی المصارف الا فی دفع الی الذہنی۔ رد المحتار علی صدرہ المختار ج ۲ ص ۳۶۹ باب صدقۃ الفطر ص ۱۷

**صدقہ فطر میں تجزی مضر نہیں** | سوال :- کیا ایک صدقہ فطر ایک آدمی کو دینا لازمی ہے یا متعدد فقراء پر تقسیم کیا جاسکتا ہے؟

**الجواب :-** صدقہ فطر میں تجزی اور تقسیم مضر نہیں، اس لیے ایک صدقہ فطر متعدد فقراء پر تقسیم کرنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح ایک ہی شخص کو متعدد صدقات فطر دیئے جاسکتے ہیں۔

قال شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمر تاشی الحنفی: وجاز دفع کل شخص فطرته الی مسکین علی المذہب کما جاز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خلاف۔ (تنویر البصار متن الدر المختار علی صدرہ رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۷ باب صدقۃ الفطر ص ۱۷)



۱۷ قال ابن نجیم رحمہ اللہ :- وصدقۃ الفطر کا الزکوۃ فی المصارف۔ الخ

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۶ باب صدقۃ الفطر)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۹۱ باب صدقۃ الفطر۔

۱۸ قال العلامة البو بکرا کاسانی رحمہ اللہ :- ويجوز ان يعطى ما يجب في صدقة الفطر عن انسان واحد جماعة مساکين ويعطى ما يجب عن جماعة مسکیناً واحد۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۷۵ فصل واما ذکرکنها)

وَمِثْلُهُ فِي قِطَاوِي قاضیحات علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۲۳۱ باب صدقۃ الفطر۔



**بیوی کا فطرانہ کس کے ذمہ واجب ہے** | سوال :- کیا بیوی کا فطرانہ شوہر کے ذمہ واجب ہے یا وہ خود ادا کرے گی، جبکہ اس کا مہر یا مال

نصاب کو نہیں پہنچتا ہو ؟

**الجواب :-** جب عورت مالکِ نصاب ہو تو صدقہ فطر کی ادائیگی کی وہ خود ذمہ دار ہوگی شوہر کے ذمہ بیوی کا فطرانہ ادا کرنا لازم نہیں تاہم اگر شوہر نے بیوی کی طرف سے فطرانہ دیدیا تو ادا ہو جائے گا۔ اور اگر وہ نصاب کا مالک نہ ہو تو سرے سے اس پر فطرانہ واجب ہی نہیں۔

لما قال العلامة المرفینانی : ولا یؤدی عن زوجته ولا عن اولادہ الکبار وان کانوا فی عیالہ ولو ادى عنهم او عن زوجته اجزاہم استحساناً۔ (الہدایہ ج ۱ ص ۱۹۱ باب صدقۃ الفطر) لہ

**کیا قرض معاف کر دینے سے صدقہ فطر ادا ہوگا؟** | سوال :- ایک شخص کے ذمہ کچھ قرض ہے، اگر قرض دہندہ وہ قرض اس

غریب آدمی کو صدقہ فطر کی جگہ معاف کر دے تو کیا اس شخص کا صدقہ فطر ادا ہو جائے گا یا نہیں؟  
**الجواب :-** فطرانہ صدقات واجبہ میں سے ہے جس میں تملیک شرط ہے، لہذا صورتِ مسئلہ میں چونکہ تملیک نہیں ہوئی بلکہ بغیر وصولی کے معاف کیا جاتا ہے اسلئے صدقہ فطر ادا نہیں ہوگا۔ تاہم اگر اس طرح کرنا بھی ہو تو پہلے غریب مقروض کو فطرانہ ادا کرے اور اس کے بعد اس سے اپنے قرض کا مطالبہ کرے۔

لما قال العلامة المحصنی : ویشتروط ان یکون الصرف تسلیکاً۔

(الدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۳ باب الصرف) لہ

لہ وفي الہندیۃ : ولا یؤدی عن زوجته ولا عن اولادہ الکبار وان کانوا فی عیالہ ولو ادى عنهم او عن زوجته اجزاہم استحساناً۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۳ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر)

وَمِثْلُہُ فی الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۱۶۳ باب صدقۃ الفطر۔

لہ وفي الہندیۃ : فہی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ہاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ لِّلہ تعالیٰ ہذا فی الشرع۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱ کتاب الزکوۃ۔ الباب الاقل فی تفسیرہ۔

**سوال :-** ایک شخص صاحب جائیداد ہے لیکن اس کی آمدنی صدقہ فطر اور قربانی میں احتیاط (قوت لایموت) کا جو ذریعہ ہے اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی

نقد مال نہیں تو کیا اس شخص پر صدقہ فطر یا قربانی واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اس مسئلہ میں مفتی برائے یہ ہے کہ اس شخص پر قربانی یا فطرانہ واجب نہیں البتہ احتیاط یہی ہے کہ حتی الامکان فطرانہ یا قربانی ادا کرے۔ اور اگر جائیداد کی آمدنی اس کی حاجتِ اصلیم سے زائد ہو تو اس صورت میں بالاتفاق فطرانہ اور قربانی واجب ہے۔

ما قال العلامة ابن عابدینؒ: سئل محمد بن عثمان عن رجل يزرعها او حانوت يستغلها او دار غلتها ثلاثة الاف لا تكفي لنفقته ونفقة عياله سنة يحل له اخذ الزكوة وان كانت قيمتها تبلغ الوفا وعليه الفتوى وعندهما - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۸ باب المصروف) ۱۷

**سوال :-** اگر ایک شخص صدقہ فطر رمضان المبارک میں ادا کرے تو کیا اس سے اُس شخص کا ذمہ فارغ

ہو جائے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** صدقہ فطر کا وجوب عید الفطر کے دن طلوع فجر سے پہلے ہوگا لیکن اگر کوئی شخص عید سے قبل ہی فطرانہ ادا کرتا ہے چاہے وہ رمضان کے کسی بھی دن میں ادا کرے تو اس کا فطرانہ ادا ہو جائے گا، اگرچہ مستحب عید کے دن عید گاہ میں جانے سے قبل ہے۔

ما قال العلامة برهان الدين المرغينانيؒ: والمستحب ان يخرج الفطرة يوم الفطر قبل الخروج الى المصلى..... فان قدمها يوم الفطر جاز لانها ادى بعد تقدر السبب فاشبه التعجيل في الزكوة. (الهداية ج ۱ ص ۱۹۳ باب صدقة الفطر) ۱۸

۱۷ وفي الهندية: وكذا لو كان له حوانيت او دار غلة تساوي ثلاثة آلاف درهم وغلتها لا تكفي لقوته وقوت عياله يجوز صرف الزكوة اليه في قول محمد ولو كان له ضيعة تساوي ثلاثة آلاف الخ - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸۹ الباب السابع في المصارف)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۴۰ باب المصروف -

۱۸ وفي الهندية: والمستحب للناس ان يخرجوا الفطرة بعد طلوع الفجر يوم الفطر قبل الخروج الى المصلى - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۲ باب الثامن في صدقة الفطر)

وَمِثْلُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ النِّيرَةِ ج ۱ ص ۱۶۵ باب صدقة الفطر -



کیا فطرانہ میں غلہ کی قیمت دینا جائز ہے | سوال :- آجکل لوگ فطرانہ میں گندم وغیرہ کی قیمت دیدیتے ہیں، تو کیا فطرانہ میں غلہ کی

قیمت دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- زکوٰۃ اور فطرانہ کا حکم ایک جیسا ہے جس طرح عشر میں پیداوار کی قیمت ادا کرنا جائز ہے اسی طرح فطرانہ میں بھی غلہ کی قیمت دینا درست ہے بلکہ بہتر ہے، بخلاف قربانی کے وہاں جانور ذبح کرنا ضروری ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی :- دفع القيمة ای الدرہم افضل من دفع العین علی المذہب المفتی بہ جوہرۃ وبحر عن الظہیریۃ وھذا فی السعۃ اما فی الشدۃ فدفع العین افضل کما لا یخفی۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ باب صدقۃ الفطر) لہ

علاقائی سطح پر گندم کی قیمت میں تفاوت کی صورت میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا | سوال :- اگر

کی قیمت کم ہو اور سرحد میں زیادہ ہو تو کیا ہم پنجاب میں گندم کی قیمت کا اعتبار کر کے فطرانہ دیں تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

الجواب :- اصل یہ ہے کہ فطرانہ میں گندم یا وہ چیز دی جائے جس کا اعتبار شریعت نے کیا ہے، اور اگر اس کے بدلے میں قیمت دینا چاہیں تو اپنے شہر کی قیمت کا اعتبار کر کے دی جائے، دوسرے علاقے یا شہر کی قیمت کا اعتبار کرنا درست نہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی :- ویقوم فی البلد الذی المال فیہ ولوفی مفازۃ ففی اقرب الامصار الیہ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ باب زکوٰۃ الغنم) لہ

لہ وفي الهندیۃ، والدقیق اولی من البر والدرہم اولی من الدقیق لدفع الحاجة وما سواہ من الحبوب لا یجوز الا بالقیمۃ وذكر فی الفتاوی ان اداء القیمۃ افضل من غیر منصوص علیہ وعلیہ الفتوی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۲ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر)

وَمِثْلُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ النِّبْرَةِ ج ۱ ص ۱۶۴ باب صدقۃ الفطر۔

لہ وفي الہندیۃ :- ویقومہا المالك فی البلد الذی فیہ المال حتی لو بعث عبدًا للتجارة الی بلد آخر محال الحول تعتبر قیمته فی ذلک البلد ولو کان فی مفازۃ تعتبر قیمته فی اقرب الامصار الی ذلک الموضوع۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۱ الباب الثالث فی زکوٰۃ الذهب والفضۃ والعروض)

وَمِثْلُهُ فِي فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۳۸۸ مسائل صدقۃ الفطر۔

**نصف صاع سے کم آٹا صدقہ فطر میں دینے کا حکم** | **سوال :-** اگر گندم کی بجائے آٹا

نصف صاع سے کم اس لیے دیا جائے کہ گندم کے صاف کرنے اور اس کی پسائی پر کچھ رقم بھی خرچ ہوتی ہے، تو کیا اس طرح فطرانہ ادا ہو جائے گا؟

**الجواب :-** فقہی ذخائر کی صریح عبارات نے گندم اور آٹے کو برابر شمار کیا ہے کہ فطرانہ میں نصف صاع گندم یا آٹا یا ستودینا واجب ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں فطرانہ پوری طرح ادا نہیں ہوئے نصف سے جتنا کم آٹا دیا ہوا ہے اتنا آٹا اور دینا ضروری ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی ۱۔ نصف صاع من بر او دقیقہ او سولقہ او زبیب

والدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۴ باب صدقۃ الفطر ۱۔

**غیر منصوص اشیا میں فطرانہ کا حکم** | **سوال :-** ہمارے علاقہ میں چاول کی فصل زیادہ ہوتی ہے، اگر ہم صدقہ فطر میں چاول دیتا چاہیں تو کس مقدار

سے ادا کریں، نصف صاع کے اعتبار سے یا پورے صاع کے اعتبار سے؟

**الجواب :-** فقہاء احناف نے غیر منصوص اشیا سے فطرانہ ادا کرنے کے بارے میں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی غیر منصوص اشیا سے فطرانہ ادا کرنا چاہتا ہو تو منصوص اشیا کی قیمت کا اعتبار کر کے اُس قیمت کے برابر جتنا چاول یا دیگر غیر منصوص اشیا بنتے ہوں دیئے جائیں تو اس طرح فطرانہ ادا ہو جائے گا۔

لما قال العلامة الحصکفی ۲۔ نصف صاع فاعل یجب من بر او دقیقہ او سولقہ او زبیب

..... او صاع تمر او شعیر و لوردیناً و مالہ منین علیہ کذرة وخبز یعبر فیہ قیمۃ۔

والدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۴ باب صدقۃ الفطر ۲۔

۱۔ وفی الہندیۃ :- وہی نصف من بر او صاع من شعیر او تمر و دقیق الخطة والشعیر و سولقہما مثلہما والخیز

لا یجوز الا باعتبار قیمۃ وهو الاصح الخ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۱ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر)

وَمِثْلُهُ فی الہدایۃ ج ۱ ص ۱۹۲ باب صدقۃ الفطر۔

۲۔ وفی الہندیۃ :- ثم الدقیق اولی من البر والدراہم اولی من الدقیق لدفع الحاجة وما سواہ من الحبوب

لا یجوز الا بالقیمۃ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۲ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر)

وَمِثْلُهُ فی الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۱۶۵ باب صدقۃ الفطر۔



**سوال :-** اگر کوئی علاقہ ایسا ہو جہاں گندم وغیرہ میوہ جات میں گندم کی قیمت کا اعتبار ہوگا

منصوص اشیاء کی پیداوار نہ ہو بلکہ وہاں دیگر میوہ جات کے باغات ہوں تو وہاں کے رہنے والے فطرانہ میں گندم کی قیمت کا اعتبار اپنے علاقہ کی قیمت کے مطابق کریں یا جہاں گندم پیدا ہوتی ہو وہاں کی قیمت کا اعتبار کریں؟

**الجواب :-** جہاں گندم وغیرہ منصوص اشیاء پیدا نہ ہوتی ہوں تو فطرانہ میں اپنے علاقہ کی پیداوار کو گندم وغیرہ کی قیمت کے برابر ادا کیا جائے جبکہ گندم کی قیمت کا اعتبار اپنے علاقہ یا شہر کا ہوگا، جہاں گندم پیدا ہوتی ہو وہاں کی قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

لما قال العلامة الحصكفي :- نصف فاعل يجب من براود دقيقه او سويقه او زبيب او صاع تمر او شعير ولو ردنيا ولحينص عليه كذرة وخبر يعتب فيه القيمة -

( الدر المختار علی صدر مراد المختار ج ۲ ص ۳۶۲ باب صدقة الفطر )

وقال ايضاً، ويقوم في البلد الذي المال فيه - الدر المختار علی صدر مراد المختار

جلد ۲ ص ۲۸۶ باب زكاة الغنم )

**سوال :-** بعض علاقوں میں کم سنی میں بچی کے نکاح کی وجہ سے اس کے صدقہ فطر کا حکم

یہ رواج ہے کہ بہت کم سنی میں ماں باپ بچی کا نکاح کر دیتے ہیں، تو شرعاً ایسی بچی کا صدقہ فطر ماں باپ پر واجب ہے یا سسرال والوں پر؟

**الجواب :-** جس بڑی کا نکاح کم سنی میں ہوا ہو تو اس کے صدقہ فطر کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ خود صاحب مال ہو تو صدقہ فطر اُسی کے مال سے دیا جائے گا اور صاحب مال نہ ہو تو اگر خستہ نہ ہوئی ہو تو باپ کے ذمے ورنہ کسی پر بھی واجب نہیں۔

لما قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري رحمه الله : زوج ابنته الصغيرة من رجل وسلمها اليه ثم جاء يومها لفطر ولا يجب على الأب

له وفي الهندية : ثم الدقيق اولي من البر والدرهم اولي من الدقيق لدفع الحاجة وما سواه من الجبوب

لايجوز الا بالقيمة - ( الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۲ الباب الثامن في صدقة الفطر )

وَمِثْلُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ النِّيرَةِ ج ۱ ص ۱۶۵ باب صدقة الفطر -

صدقة الفطر۔ (الفتاوی التاتاریخانیة ج ۲ ط ۲۲ الفصل الثالث عشر فی صدقة الفطر) ۱۷  
**حقیقی بھائی کو صدقہ فطر دینا جائز ہے** | سوال :- کیا اپنے حقیقی بھائی کو صدقہ فطر اور  
 نماز روزے کا فدیہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** بہن بھائی چونکہ اصول و فروع میں داخل نہیں ہیں اس لئے ان کو جملہ صدقات  
 دینا جائز ہیں چاہے زکوٰۃ ہو یا صدقہ فطر وغیرہ، اسی طرح نماز روزے کا فدیہ دینا بھی جائز ہے۔

وفی الہندیۃ : ولا فضل فی الزکوۃ والفطر والندود والصرف اولاً فی الاخوة والاخوات  
 ثم الی اولادہم ثم الی الاعما والعما الخ۔ (الفتاوی الہندیۃ ج ۱۹ باب المصارف) ۲۷

**صدقہ فطر دوسرے شہر کو منتقل کرنا کیسا ہے؟** | سوال :- زکوٰۃ تو ایک شہر سے دوسرے  
 شہر کو منتقل کرنا مکروہ ہے تو کیا صدقہ فطر کا

بھی یہی حکم ہے؟

**الجواب :-** جس طرح زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا مکروہ ہے اسی طرح صدقہ فطر  
 کا انتقال بھی کراہت سے خالی نہیں، البتہ اگر ایک شہر کے لوگ زیادہ جا بجا ہوں تو پھر اس کے  
 انتقال میں کوئی کراہت نہیں۔

وفی الہندیۃ : ویکرہ نقل الزکوۃ من بلد الی بلد الا ان ینقلہا الانسان الی قرابۃ او الی  
 قوم ہم احوج الیہا من اهل بلدہ۔ (الفتاوی الہندیۃ ج ۱۹ باب المصارف) ۲۷

۱۷ لما فی الہندیۃ : زوج ابنتہ الصغیرۃ من رجل وسلمہا الیہ ثم جاء یوم الفطر لا تجب علی الاب صدقۃ الفطر۔  
 (الفتاوی الہندیۃ ج ۱۹ باب صدقة الفطر)

وَمِثْلُهُ فی امداد الفتاوی ج ۲ ص ۸۰ باب صدقة الفطر۔

۲۷ قال العلامة ابن نجیم المصری : قید باصلہ وفرعہ لان من سواہم من القرابة یعون  
 الدفع لہم وهو اولی لما فیہ من الصلۃ مع الصدقة کلاخوة والاخوات والاعمام والعما  
 والاخوان والخالات الفقراء۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۲ باب المصارف)

وَمِثْلُهُ فی امداد الفتاوی ج ۲ ص ۸۰ باب صدقة الفطر۔

۲۸ قال العلامة ابوالبرکات النسی : وکرہ نقلہا الی بلد اخر غیر قریب واحوج۔

رکن الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۰ باب المصارف

وَمِثْلُهُ فی امداد الفتاوی ج ۲ ص ۸۰ باب صدقة الفطر۔



**سوال :-** اگر ایک نابالغ بچہ نصاب مالک نابالغ بچے کا فطرانہ اس کے والد پر واجب ہو یا نہ ہو مگر باپ نے اس کا صدقہ فطر ادا نہ

کیا ہو تو کیا یہ بچہ بلوغ کے بعد اپنا صدقہ فطر ادا کرے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** صدقہ فطر ہر صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے چاہے بالغ ہو یا نابالغ، اور اگر نابالغ بچے کا باپ مالدار ہو تو اُس پر اپنے نابالغ بچے کا فطرانہ دینا واجب ہے۔ اب اگر بچہ خود مالدار ہو مگر اس کے سرپرست نے فطرانہ اس کی طرف سے ادا نہ کیا تو بعد بلوغ بچے پر اپنا فطرانہ ادا کرنا واجب ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: علی کل حر مسلم ولو صغیراً او مجنوناً حتی لو لم یخرجہما ولیہما وجب الاداء بعد البلوغ۔ (الدر المختار علی هامش الطحاوی ج ۱ ص ۳۳۲ باب صدقۃ الفطر) لہ

**سوال :-** اگر جیل میں قیدیوں کو صدقہ فطر دیا جائے تو کیا اس سے صدقہ فطر ادا ہو جائے

گا یا نہیں؟

**الجواب :-** صدقہ فطر کے لیے بھی زکوٰۃ کی طرح فقیر و غریب شخص کو تملیک کرنا لازمی ہے لہذا اگر جیل میں قیدی غریب اور فقیر ہوں تو ان کو صدقہ فطر دینا جائز ہے۔

لما قال العلامة ابوالبرکات النسفی: ہی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ہاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعة من المملک من حل وجہ۔

(کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۱ کتاب الزکوٰۃ) لہ

لہ لما قال الشیخ اشرف علی شاہ القہانوی رحمۃ اللہ علیہ: ہاں اس صبی کو بعد بلوغ صدقہ فطر ادا کرنا ہوگا، اور اگر صبی مالک نصاب نہ ہو مگر باپ صاحب نصاب تھا اور اُس نے ادا نہ کیا تو صبی پر بعد بلوغ واجب ہوگا۔ (امداد الفتاوی ج ۲ ص ۴۸۷ باب صدقۃ الفطر)

لہ قال العلامة علاء الدین الحصکفی: ہی تملیک حرج الا یا حۃ فلو اطعم یتیمًا ناویا الزکوٰۃ لا یجزیہ..... جزء مال..... عینہ الشارع وهو ربع عشر نصاب حولی..... من مسلم فقیر ولو معتوھا غیر ہاشمی ولا مولاہ مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجہ فلا یدفع الاصل بہ وفرعہ للہ تعالیٰ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶ تا ۲۵۸ کتاب الزکوٰۃ)

**پچاس روپے کے نصاب پر قربانی فطرانہ کی تحقیق** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین

اس مسئلہ کے بارے میں کہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۳ میں لکھا ہے کہ جس کے پاس پچاس روپیہ نقد ہو اس پر قربانی اور صدقۃ الفطر واجب ہے، کیا یہ نصاب صحیح ہے؟

**الجواب :** فتاویٰ رشیدیہ میں پچاس روپے کے نصاب سے مراد اس زمانے کے سونے کے روپے ہیں جن کی قیمت نصاب کے برابر تھی۔ آج کل کاغذی نوٹوں کا یہ نصاب نہیں ہے بلکہ چاندی یا سونے کے نصاب کے حساب سے جو پیسے بنتے ہوں اتنے ہی میں زکوٰۃ واجب ہوگی، اس لیے کہ موجودہ دور کے کاغذی نوٹ عروض تجارت کے حکم میں ہیں۔  
وفي الهندية : الزکوۃ واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت اذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب كذا في الهداية - (الفتاویٰ الهندیة ج ۱ ص ۱۷۹)  
الفصل الثاني في العروض

**زکوٰۃ اور صدقۃ فطر کے نصاب میں مال نامی اور غیر نامی کا فرق** | سوال :- ایک شخص نے یہ مسئلہ

بیان کیا ہے کہ جس آدمی پر زکوٰۃ واجب نہ ہو اس پر صدقۃ فطر بھی واجب نہیں، تو کیا یہ بات صحیح ہے یا دونوں کے نصاب میں کچھ فرق ہے؟

**الجواب :-** زکوٰۃ، صدقۃ اور قربانی کا نصاب اگرچہ ایک ہی ہے یعنی جس شخص کے پاس  $5\frac{1}{2}$  تولہ چاندی یا  $2\frac{1}{2}$  تولہ سونا یا دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر موجودہ کرنسی یا دوسرا سامان جو حوائجِ اصلیہ اور قرض سے زائد موجود ہو تو اس پر زکوٰۃ، صدقۃ فطر اور قربانی تینوں واجب ہیں، البتہ زکوٰۃ کے نصاب کے ساتھ نوا اور سال کا گذرنا ضروری ہے جبکہ صدقۃ فطر اور قربانی کے نصاب کے ساتھ یہ دونوں شرطیں ضروری نہیں، لہذا یہ بات درست نہیں کہ جس کے ذمے زکوٰۃ دینا لازم نہ ہو وہ صدقۃ فطر بھی

لے قال العلامة ابن نجيم: وفي عروض تجارة بلغت نصاب ورق او ذهب معطوف على قوله

اول الباب في مآتي درهم - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۸ باب زکوٰۃ المال)

ومثله في الدر المختار ج ۲ ص ۳۳ باب زکوٰۃ المال -



ادانہ کرے بلکہ نفقہ نصاب ہونے کی صورت میں صدقہ فطر واجب ہے۔

قال العلامة الحصکفی: وسببه ای سبب افتراضها مملک نصاب حوطی.... تام....  
 فارغ عن دين له مطالب الخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۷ کتاب الزکوٰۃ)  
 وقال الحصکفی: علی کل حر مسلم.... ذی نصاب فاضل عن حاجته الاصلیه کذینہ  
 وحوالہ عیالہ وان لہینم کما مر.... وانما لہ یشتراط النمولان وجوبها بقدرۃ  
 ممکنۃ۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۷ کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ الفطر)  
**سوال: کیا زکوٰۃ کی**  
**کیا صدقہ فطر کے وصول کے لیے عامل مقرر کرنا ضروری ہے**  
 طرح صدقۃ الفطر کے وصول

کے لیے بھی حاکم وقت عامل مقرر کر کے وصول کرے گا یا نہیں؟  
**الجواب:۔** زکوٰۃ کی وصولی کے لیے اگرچہ حاکم وقت کو اختیار ہے کہ وہ عامل مقرر کر کے  
 لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے مگر صدقۃ الفطر کا حکم اس سے الگ ہے اس کی وصولی کے لیے حکومت  
 وقت عامل مقرر نہیں کر سکتی۔

لما قال العلامة البو بکر البکاسانی: ولا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیاً لان النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم لم یبعث.... الخ (البدائع والفضائل ج ۲ ص ۵۷ فصل صدقۃ الفطر فی آخر الزکوٰۃ)

**سوال:۔** جناب مفتی صاحب! ایک  
 آدمی انگلینڈ میں رہتا ہے اور وہ صدقہ  
 فطر پاکستان میں ادا کرنا چاہتا ہے، تو کیا وہ اس رقم کو پونڈ کی شکل میں یا پاکستانی کرنسی کی  
 شکل میں ادا کرے گا؟ شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

**الجواب:۔** آدمی جہاں بھی ہو صدقہ فطر وہاں کی کرنسی کے حساب سے ادا کیا جائے گا۔

لما قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ: ولا یشتراط فیہ النحو  
 ویعلق بهذا النصاب حرمان الصدقة وجوب الاضحية والفطر۔

(الہدایۃ ج ۱ ص ۱۹۱ باب صدقۃ الفطر)

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۱ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر۔

لما قال ابن نجیم: ولا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیاً لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لم یبعث۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۶ باب صدقۃ الفطر)

بھائی کی طرف سے ادا کردہ صدقہ فطر کی رقم لینے کا حکم | سوال :- میرا بھائی سعودی عرب میں ہے اور اس کے بیوی بچے پاکستان میں ہیں، عید الفطر پر اس کے

پیسے لیٹ ہو گئے تو میں نے اپنی جیب سے اسکے بال بچوں کا صدقہ فطر ادا کر دیا، اب اسکے پیسے پہنچ گئے ہیں اور اُس نے صدقہ فطر ادا کرنے کا کہا بھی ہے، تو کیا میں اُن پیسوں اپنے وہ پیسے لے سکتا ہوں یا نہیں جو میں نے بھائی کی طرف سے صدقہ کیے تھے؟

الجواب :- چونکہ صدقہ فطر آپ کے بھائی پر واجب تھا جو آپ نے اسکی طرف ادا کیا تو یہ پیسے اُسکے ذمہ قرض ہو گئے، اب چونکہ اُسکے پیسے پہنچ گئے ہیں اس لیے آپ اُن پیسوں سے اپنا حق وصول کر سکتے ہیں۔

لما قال المفتی عبدالرحیم: (الجواب) صدقہ کی رقم موصول ہونے سے پہلے اپنی رقم میں بھجانی صدقہ کر دے اور آنے والی رقم خود رکھ لے تو اس کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۲۴۵ احکام صدقہ فطر)

زمیندار کیلئے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک شخص کی بہت زیادہ زمین ہے لیکن اس کے پاس کوئی

نقدی وغیرہ نہیں اور نہ ہی اس زمین سے کوئی خاص آمدنی حاصل ہوتی ہے، تو کیا اس شخص پر صدقہ ادا کرنا لازم ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر یہ زمین اس کے اہل و عیال کے حبلہ نان و نفقہ اور دیگر اخراجات سے نائد ہو اور اس کی قیمت نصاب تک پہنچتی ہو تو اس شخص پر صدقہ فطر ادا کرنا لازمی ہے اور اگر زمین کی حبلہ آمدنی سے بمشکل اس کی گذر بسر ہوتی ہو اور اس کے پاس کوئی نقدی وغیرہ بھی نہ ہو تو پھر اس کے ذمہ صدقہ الفطر لازم نہیں۔

لما قال العلامة الحصكفي رحمه الله: يجب على كل مسلم لو صغيراً مجنوناً  
----- ذى نصاب فاضل عن حاجته الاصلية كدائنه وحوائج عياله -

والدر المختار على الصداقة المختار ج ٢ ص ٣٥٨ ب ٢ باب صدقة الفطر





## باب مصارف الزکوٰۃ

### زکوٰۃ کے مصارف کے بیان میں

**سوال:** اگر ایک شخص کی جائیداد غیر منقولہ کی قیمت لگا کر مال دار کو زکوٰۃ دینے کا حکم حساب لگایا جائے تو قیمت کے اعتبار سے یہ شخص غنی شمار ہو سکتا ہے لیکن اس جائیداد سے حاصل ہونے والی آمدنی اتنی نہیں کہ جس سے اس کی گزراوقات ہو، کیا ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** اس مسئلہ میں غیر منقولہ جائیداد کی قیمت کو اعتبار نہیں بلکہ غنائ میں بنیادی طور پر اس کے گزراوقات کو دیکھا جاتا ہے، اس لیے جب کسی شخص کی جائیداد کی قیمت تو زیادہ ہو لیکن آمدنی کے اعتبار سے اس کے معاش کیلئے یہ ناکافی ہو اور نہ اس کے پاس نقد رقم ہی ہو تو ایسا شخص مصرف زکوٰۃ ہے اور اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

لما قال فی الہندیۃ: وکذا لو کان عندہ من المصاحف وهو محتاج إلیہ وإت کان... وکذا لو کان لہ حیوانیت اوداد غلۃ تساوی ثلثۃ آلاف درہم وغلتہا لا تکفی لقوته وقوت عیالہ یجوز مصرف الزکوٰۃ إلیہ فی قول محمد ولو کان لہ ضعیۃ تساوی ثلثۃ آلاف ولا تخرج ما یکفی لہ ولعیالہ إختلفو فیہ قال محمد بن مقاتل یجوز لہ أخذ الزکوٰۃ۔  
والفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۹ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب السابع فی المصارف ص ۱۷

**سوال:** ایک آدمی کے پاس تقریباً ۲۵ کنال زمین صاحب جائیداد کو زکوٰۃ دینا ہے اور اس کی قیمت نصاب زکوٰۃ یعنی ۵۲۴ تولہ چاندی سے زیادہ ہے اور اس کے پاس رہنے کے لیے اپنا مکان بھی ہے، تو کیا یہ شخص دوسروں سے

۲۷ قال طاہر بن عبد الرشید البخاری: ولو کان لہ ضعیۃ تساوی ثلثۃ آلاف درہم ولا یخرج منها ما یکفی لہ ولعیالہ إختلفو فیہ قال محمد بن مقاتل یجوز لہ أخذ الزکوٰۃ۔  
(خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۲۔ الفصل الثامن فی اداء الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَزَارِيَّةِ عَلَى هَامِشِ الْهِنْدِيَّةِ ج ۲ ص ۱۵۵ الباب الثاني في المصارف

زکوٰۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- صورت مسئلہ میں زمین کی قیمت کا اعتبار نہیں اور نہ قیمت سبب غنا ہے بلکہ زمین کی آمدنی اگر جملہ اخراجات کے لیے کافی ہو تو یہ شخص صاحب جائیداد ہے اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں اور اگر زمین کی آمدنی ضرورت کے لیے کافی نہ ہو تو پھر اس شخص کے لیے زکوٰۃ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

ولو كان له ضيعة قيمتها آلاف ولا يحصل منه ما يكفي له ولعياله اختلف فيه قال ابن مقاتل يجوز صرف الزكاة اليه - (بزازية على هامش الهندية ج ۴ ص ۸۵ الثاني في الصرف)

گائے یا بیل کے مالک کو زکوٰۃ دینے کا حکم | سوال :- اگر ایک آدمی کے پاس ایک پہنچتی ہو تو اس شخص کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی صرف ایک گائے کا مالک ہونے سے وہ آدمی غنی شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- غنا کے لیے حواجج اصلہ سے ۵۲ ۱/۲ تولہ چاندی کی مروجہ قیمت کے مالیت کا مالک بننا ضروری ہے، اگر کسی شخص کی ضروریات سے زائد ایک گائے یا بیل ہو اور اس کی قیمت ۵۲ ۱/۲ تولہ چاندی تک پہنچتی ہو تو اس سے یہ شخص غنی متصور ہوگا اور اس کیلئے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

قال في الهندية: وببقرة واحدة غني وبثلاثة ثيران إذا تساوى أحدها مائتي درهم صاحب نصاب - (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۲۹۳ كتاب الاضحية - الباب الأول في تفسيرها - الخ) ۲

۱۔ قال طاهر بن عبد الرشيد البخاري: وكذا لو كان له ضيعة تساوى ثلثه آلاف درهم ويخرج منها ما يكفي له ولعياله اختلفوا فيه قال محمد بن مقاتل يجوز له أخذ الزكاة -

ر خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۴۲ الفصل الثامن في أداؤ الزكاة

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۸۹ الباب الثالث في زكاة الذهب والفضة والعروض -

۲۔ قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري: وببقرة واحدة غني وبثلاثة ثيران غني إذا تساوى أحدها مائتي درهم صاحب نصاب - (خلاصة الفتاوى ج ۴ ص ۳۱ الفصل الثاني في نصاب الاضحية)



**غنی آدمی کا زکوٰۃ قبض کر کے پھر فقیروں کو دینے کا حکم** | سوال :- ایک صاحب نصاب آدمی اپنے قبضہ میں لینا شرعاً کیسا ہے ؟ استعمال نہیں کرتا ہے بلکہ فقیروں اور مستحقین کو دیدیتا ہے تو اس شخص کے لیے زکوٰۃ کے مال کا

الجواب :- مذکورہ شخص کے لیے دوسروں سے زکوٰۃ لینا جائز نہیں کیونکہ یہ غنی ہے اور غنی آدمی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور اس صورت میں یہ آدمی نہ اسیل ہے اور نہ وکیل، اور مال زکوٰۃ کو اپنے قبضہ میں لے کر دوسروں کو بطور صدقہ دیتا ہے لہذا اس طریقے مال زکوٰۃ اپنے قبضہ میں لے کر محتاجوں اور فقیروں کو دینا مناسب نہیں، تاہم تو کیل قبضہ کر کے فقیروں میں تقسیم کرنا مخلص ہے۔

لما فی الہندیۃ : وکذا لو کان عندہ من المصاحف وھو محتاج إلیہ وإن کان لا یحتاج إلیہ وھو یساوی مائتی درھم لا یجوز صرف الزکوٰۃ إلیہ ولا یجوز لہ أخذھا۔  
والفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۹ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب السابع فی المصارف لہ

**اصول وفروع زکوٰۃ کا مصرف نہیں** | سوال :- اگر کسی شخص کے والدین علیحدہ علیحدہ رہتے ہوں، آدو خرچ کا نظام ایک دوسرے سے الگ ہو، کیا ایسی صورت میں کسی ایک کے غریب ہونے کی صورت میں اس کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اصول وفروع اور میاں بیوی کا رشتہ ایسا قوی رشتہ ہے جو املاک کے الگ ہونے کے باوجود بھی الگ نہیں ہوتا، اس لیے علیحدہ علیحدہ کاروبار کے ہوتے ہوئے ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

قال علی ابن ابی بکر المرغینانی رحمہ اللہ :- ولا یدفع المنکی زکوٰۃ مالہ إلی ابیہ وجده وإن علا ولا إلی ولده وولد وولده وإن

لہ قال الامام برہان الدین المرغینانی : ولا تدفع إلی غنی لقولہ علیہ السلام ولا تحل الصدقة لغنی۔ (الہدایۃ علی صدر فتح القدیر ج ۲ ص ۲۸۸ باب ما یجوز دفع الزکوٰۃ وما لا یجوز) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الزکوٰۃ باب المصارف۔

سفل۔ الخ (الهدایۃ ج ۲ ص ۲۰۶ باب المصارف) لے

**رشتہ دار کو زکوٰۃ دینے میں صلہ رحمی کی رعایت ہے** | سوال :- اگر ایک شخص کے رشتہ دار محتاج ہونے کے باوجود

دیندار نہ ہوں تو کیا کسی اجنبی فقیر (جو دیندار ہو) کو زکوٰۃ دینی چاہیے یا اس قریبی رشتہ دار کو؟  
**الجواب :-** اگر کوئی شخص زکوٰۃ میں ملتے والی رقم بے دینی کے کاموں میں خرچ کرتا ہو تو ایسے شخص کو خواہ وہ رشتہ دار ہو یا اجنبی ہو زکوٰۃ دینا تعاون علی المعصیت کے مترادف ہے، البتہ اگر بے دینی کے کاموں میں خرچ نہ کرتا ہو ذاتی ضروریات میں صرف کرتا ہو تو پھر رشتہ دار کی رعایت اولیٰ ہے، کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے علاوہ اس میں صلہ رحمی کی رعایت بھی ہے۔ البتہ اگر کسی اجنبی کو زکوٰۃ دی گئی ہو تو ذمہ قارغ متصور ہوگا۔

قال ابن عابدین: وقید بالولاد لجوازہ لبقیۃ الاقارب کالاخوة والاعمام  
 واکا خوال الفقراء بل ہم اولیٰ لانه صلة وصدقة وفي الظہیریۃ ویبداء فی الصدقات  
 بالاقارب ثم الموالی ثم الجیران۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۶ باب المصارف) لے

**بہن بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے** | سوال :- اگر بہن بھائی غریب ہوں تو کیا ایک شخص اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے نادار بہن و بھائی کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** میاں بیوی اور اصول و فروع کے علاوہ باقی تمام رشتہ داروں کو

لے قال العلامة ابن عابدین:۔ والای من بینہما ولاد۔ ای اصلہ وان علا کاویہ و اجدادہ  
 وجدّاتہ من قبلہما وقرعہ وان سفل۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۳ باب المصارف)  
 ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۶۲۳ باب المصارف۔

لے قال زین الدین ابن نجیم: وقید باصلہ وقرعہ لان من سواہم من القرابة یجوز فی الواقع  
 لہم وهو اولیٰ لما فیہ من الصلة مع الصدقة کالاخوة والاکوات والاعمام والعماء والاکوال  
 والخلات الفقراء ولہذا قال فی الفتاوی الظہیریۃ ویبداء فی الصدقات بالاقرب  
 ثم الموالی ثم الجیران۔ الخ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۲۳ باب المصارف)  
 ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۱ باب المصارف۔



زکوٰۃ دینا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ وہ صاحب نصاب نہ ہوں۔ اور بہن و بھائی اس زمرہ میں آکر ان کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

قال ابن عابدین: وقید بالوکال جوازہ لبقیۃ الاقارب کالاخوة والاعمام والاعوال الفقراء بل هم اولی کائنۃ صلوۃ وصدقۃ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۶ باب المصروف) لہ

**سوال :-** بعض لوگ زکوٰۃ نہیں لیتے کسی غریب کو ہبہ یا قرض کے نام سے زکوٰۃ دینا

اُن کو ہبہ یا قرض کے نام پر زکوٰۃ دی جائے اور اس میں نیت زکوٰۃ کی ہو تو کیا اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

**الجواب :-** دو اوقات میں کسی ایک وقت کے اندر زکوٰۃ کی نیت ضروری ہے، ایک زکوٰۃ کی رقم کو الگ کرتے وقت اور دوسرے زکوٰۃ دیتے وقت۔ ان اوقات میں جس وقت بھی زکوٰۃ کی نیت کرے اور کسی غریب مستحق کو جس طرح بھی دے دی جائے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ لہذا صورت مسئلہ میں جب کسی مستحق کو ہبہ یا قرض کے نام پر زکوٰۃ دے دی گئی اور نیت زکوٰۃ کی ہو تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، البتہ اگر یہ غریب اُس رقم کو واپس کر دے تو اُس سے لے کر کسی دوسرے مستحق کو دیدی جائے۔

لما فی الہندیۃ :- ومن اعطی مسکیناً دراهم ستمائہ او قرضاً ونوی الزکوٰۃ فانہا تجزیہ وهو الاصح۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۱ کتاب الزکوٰۃ۔ اباب الاول) لہ

**سوال :-** ایک جس شخص کی آمدنی میں بچت نہ ہو تو وہ زکوٰۃ کا ہتدار ہے

معقول ہے لیکن گھریلو اخراجات اتنے زیادہ ہیں کہ بمشکل اس کا گزارہ ہوتا ہے بلکہ عموماً یہ شخص

لہ قال زین الدین ابن نجیم: وقید باصلہ وفرعہ لان من سواہم من القرابة يجوز الدفع لهم وهو اولی لما فیہ من الصلوۃ مع الصدقۃ کالاخوة والاعمام والاعمال والاعوال

والحالات الفقراء الخ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ باب المصروف)

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۱ باب المصروف۔

لہ لما قال العلامة ابن نجیم المصری: من اعطی مسکیناً دراهم وستمائہ او قرضاً ونوی

الزکوٰۃ فانہا تجزیہ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۲ کتاب الزکوٰۃ)

سال بھر مقروض رہتا ہے، کیا ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** واضح رہے کہ گھریلو اخراجات کو اس وقت اعتبار دیا جاتا ہے جب شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے انسان کی ضرورت کا تکفل ہو غیر شرعی اور تبذیر و اسراف کے اخراجات کا کوئی اعتبار نہیں۔ لہذا اگر ایک شخص کے گھریلو اخراجات اس کی آمدنی سے مشکل پورے ہوتے ہوں، نصاب کی مقدار سے بچت ہو کر اس کی ضروریات سے زائد رقم اس کے پاس نہ ہو تو یہ شخص زکوٰۃ کا مصرف و مخذاب ہے اور اس کو زکوٰۃ دینا از روئے شرع جائز ہے۔

قال ابن عابدین: وذكر في الفتاوى فيمن له حوائت ودور للغلة لكن غلتها لا تكفيه وعياله انه فقير ويحل له اخذ الصدقة عند محمد - (رحمه الله)

رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۸ باب المصروف قبل مطلب في جهاد المرأة (۱)۔  
**سوال :-** کسی مالدار شخص کے بچوں کو زکوٰۃ صاحب نصاب شخص کے بچوں کو زکوٰۃ دینا دینے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ بچوں کی کفالت اور خرچ وغیرہ باپ کے ذمہ ہو؟

**الجواب :-** بلوغ کے بعد اولاد اور والدین میں ملکیت کے اعتبار سے اجنبیت محسوس ہونے کی وجہ سے کوئی ملکیتی اتحاد نہیں رہتا اس لیے باپ کی مال داری سے بچے کی حالت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لیے مالدار آدمی کے غریب بالغ بچے کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ لیکن قبل البلوغ بچے کی تمام ضروریات کی ذمہ داری والد پر عائد ہوتی ہے۔ لہذا یہ غنائیں والد کے بالغ رہ کر والد کے غنی ہونے کے وقت اس کے نابالغ بچوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

قال علي ابن ابي بكر المرغيناني: ولا إله ولد غني إذا كان صغيراً لأنه يعد غنياً مال أبيه بخلاف ما إذا كان كبيراً فقيراً لأنه لا يعد غنياً بيسار أبيه وإن كانت نفقته عليه - (المهذب ج ۱ ص ۱۸۸ باب المصروف) ۲۔  
 قال العلامة فخر الدين قاضی خان: وقد لو كان له حوائت ودور غلة تساوي ثلثة آلاف درهم وغلتها لا تكفي لقوته وقوت عياله يجوز صرا الزکوٰۃ في قول محمد (فتاوی قاضی خان ج ۱ ص ۱۸۸ الفصل فيمن يوضع فيه الزکوٰۃ) ومثله في فتاوی المہندیہ ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصروف۔

۳۔ قال علاؤ الدین الحسکفی: ولا إلى طفله مجلاً ولذا الكبير وأبيه قال ابن عابدین: وقوله (وكانت نفقته) أي الغنى فيصرف إلى البالغ ولو ذكر أصحیحاً۔ (رد المحتار ص ۳۴۹ ج ۲ ص ۳۴۹ باب المصروف) ومثله في المہندیہ ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصروف۔



**سوال :-** کیا مہاجرین کو محض ہجرت کی وجہ سے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ کیا اگر کسی مہاجر کے پاس اپنے ملک میں نصاب کی مقدار کے برابر مال ہو لیکن ہجرت کرنے کے بعد غربت کی زندگی گزار رہا ہو تو اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** زکوٰۃ میں بنیادی چیز فقراء کی مشکلات کو آسان کرنا ہوتا ہے، محض اس وجہ سے کہ فلاں مہاجر ہے اس کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

قال علی ابن ابی بکر المرغینانی: ولا يجوز دفع الزکوٰۃ الی من یملك نصاباً من ای مال کاف۔ (الہدایہ باب المصروف ص ۱۸۹) لہ

البتہ جو شخص اپنے ملک میں صاحب نصاب تھا لیکن ہجرت کر کے کسی اور جگہ جانے کے بعد جب یہ شخص صاحب نصاب نہ رہے تو اپنے ملک میں مالدار ہونے کی وجہ سے ہجرت کی جگہ صاحب نصاب نہیں بن سکتا ہے، لہذا ایسے شخص کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ لقولہ تعالیٰ: لِلْفُقَرَاءِ الْمُحَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ۔ (الآیۃ)

**سوال :-** کسی غیر مسلم کو اس کی کسی غیر مسلم کو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ دینے کا حکم | غربت کی وجہ سے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** زکوٰۃ کی صحت ادائیگی کے لیے مصرف کا مسلمان ہونا شرط ہے، اس لیے زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ کسی غیر مسلم کو نہیں دیئے جاسکتے۔

قال علی ابن ابی بکر المرغینانی: ولا يجوز ان يدفع الزکوٰۃ الی ذمی لقولہ علیہ السلام لمعاذ خذها من اغنیائہم وادعها فی فقرائہم ویدفع الیہ ما سوا ذلک من الصدقۃ (الہدایہ ج ۱ باب من یجوز دفع الصدقات لایحیوا) لہ قال المحصفی: ولا الی غنی یملك قد انصاف عن جملہ من ای مال کان۔ (رد المحتار علی صدرة المختار ج ۲ باب المصروف ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۲ باب المصروف۔

لہ قال علاؤ الدین الحصفی: (رو) لا تدفع الی (ذمی) لحديث معاذ (روجاز) دفع (غیرها و غیر العشر) والخراج (الیہ) ای الذمی ولو واجباً کذرو کفارة وفطرة خلا فاللثانی۔ الخ

(رد المحتار علی صدرہ المختار ج ۲ ص ۳۵۱ باب المصروف)

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ باب المصروف۔

**سوال :-** نابالغ کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** زکوٰۃ کے مصرف میں یہ ضروری نہیں کہ جس کو زکوٰۃ دی جائے وہ بالغ ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ قبض کرنے والا عاقل ہو، رقم لینے اور اس کو خرچ کرنے کے بارے میں فہم رکھتا ہو۔ مبراہق بچہ عموماً اس درجہ کا عقل ضرور رکھتا ہے، اس لیے مبراہق عاقل بچے یا بچی کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں، تاہم ایسا نابالغ بچہ غربت و مالداری میں والد تابع ہوتا ہے، اس لیے اگر اس کا والد صاحب نصاب ہو تو پھر اس کے نابالغ بچے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: ودفع الزکوٰۃ الی صبیان آقاریہ بسم عید اوالی مبشر او مہدی الباکوۃ جاز۔ وقال ابن عابدین فتشیریح۔ قوله (الی صبیان آقاریہ) لی العقلاء والافلا یصم الا بدفع الی ولی الصغیر۔ (الدراختار الی صدر رد المحتار ج ۲ باب مصرف) ۱۵

**سوال :-** دینی مدارس کے طلباء کو علم دین کا طالب زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے؟  
**الجواب :-** دینی مدارس کے طلباء شب و روز علم دین کے حصول میں مصروف رہتے ہیں اور دنیوی کاموں کی طرف بہت کم توجہ دے پاتے ہیں، اس لیے زکوٰۃ اور دیگر صدقات کے یہ لوگ زیادہ مستحق ہیں بلکہ دوسرے لوگوں کی نسبت ان کو زکوٰۃ دینا زیادہ بہتر ہے، تاہم کسی مالدار طالب علم کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: وفي المعراج التصديق على العالم الفقير افضل۔ وفي رد المحتار ای من الجاهل الفقير قحستانی۔ (الدراختار علی صدر رد المحتار ج ۲ باب مصرف) ۱۶  
 ۱۵ وفي الہندیۃ: ولو قبض الصغیر وهو مبراہق جائز وكذا لو كان یعقل القبض بان كان لا یرعیہ ولا یخدع عنہ ولو دفع الی فقیر معتوۃ جاز۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱۹ باب مصرف)  
 وَمِثْلُهُ فِي فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۲۸ فصل فیمن یوضع فیہ الزکوٰۃ۔

۱۶ وفي الہندیۃ: التصديق على الفقير العالم افضل من التصديق على الجاهل۔  
 (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۱ الباب السابع فی المصارف)  
 وَمِثْلُهُ فِي الطحطاوی حاشیہ مرقاۃ الفلاح ص ۳۹۲ باب مصرف۔



کسی دینی مدرسہ کے مالدار استاذ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں | سوال : اگر کسی شخص نے اسلامی مدرسہ میں درس و

تدریس کے لیے اپنے آپ کو فارغ کیا ہو اور مالی اعتبار سے اس کی حالت مستحکم ہو یعنی مالکِ نصاب ہو تو کیا ایسے شخص کو علوم دینیہ کا مدرس ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- چونکہ زکوٰۃ کی تملیک میں قبض کرنے والے کا فقیر ہونا شرط ہے اس لیے عامل کے علاوہ زکوٰۃ کے مصرف کی دوسری قسموں میں کسی فقیر کے علاوہ غنی کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ تدریس کرتا کوئی ایسا عمل نہیں جو اس کو زکوٰۃ کا مصرف بنا دے، اس لیے صاحبِ نصاب مدرس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

قال ابن عابدین: هذا الفروع مخالف لاطلاقهم المحرمة في الغنى ولم يعتمد احد - قلت وهو كذلك والا وجه تقييده بالفقير... قال للاتفاق على ان الاصناف كلهم سوى العامل يعطون بشرط الفقر - (رد المحتار ج ۲ منہج ۳۲۳ باب المصروف)۔

سوال :- سادات کے لیے مالِ غنیمت میں خمس الخمس سادات زکوٰۃ کا مصرف نہیں | باقی نہ رہنے کی وجہ سے کیا ان کو زکوٰۃ یا دیگر صدقات

واجبہ دیئے جاسکتے ہیں یا نہیں، خاص کر جب سادات فقراء ہوں ؟

الجواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خاندان کی طرف منسوب سادات حضرات بذاتِ خود ہر وقت تعظیم و احترام کے قابل ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ان کو عظمت و عزت کی نگاہ سے دیکھنا ایمانی جذبہ کا تقاضا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زکوٰۃ نہ دینے کا حکم ان کی عظمت و احترام کی وجہ سے دیا تھا اس لیے ان کا حکم مروی مانہ یا خمس الخمس نہ رہنے کی وجہ سے متاثر نہیں ہوتا تاہم ارباب استطاعت کے لیے ضروری ہے کہ نقلی صدقات اور عطیات سے ان کے ساتھ تعاون کریں تاکہ ان کی حالت بہتر رہے اور صدقاتِ واجبہ و زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ نہ دیا کریں، اگرچہ امام طحاوی سے جواز کا قول مروی ہے۔

قال علی ابن ابی بکر المرغینانی: ولا تدفع الی بنی ہاشمی۔ لقولہ علیہ السلام: یا بنی ہاشم

لما قال علی ابن ابی بکر المرغینانی: ولا یجوز دفع الزکوٰۃ الی من یملك نصاباً من ائمة مال کان۔ الخ۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۲۰۸ باب المصروف)

وَمِثْلُهُ فِي الْمُنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصروف۔

ان الله تعالى حرم عليكم غسالة الناس وادساخهم۔ الخ (الهداية ج ۱ باب المصروف) ۲۰۶  
**سوال :-** اگر کسی فقیر اور مستحق کو اتنی زکوٰۃ دی  
 جیسے مستحق کو مقدار نصاب زکوٰۃ دینا جائز ہے، جائے جو اس کے غنا کا سبب بن سکے اور وہ

اس سے صاحب نصاب بن جائے تو کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟  
**الجواب :-** زکوٰۃ دینے میں بنیادی فلسفہ فقر اور کی حالت بہتر بنانا ہے، اس لیے ان کو اتنا  
 مال دینا مناسب ہے جس سے ان کی غربت دور ہو سکے، لہذا اگر کوئی شخص مقروض ہو تو اس کو  
 قرضہ کی ادائیگی کے لیے جملہ رقم دینا جائز ہے اگرچہ یہ رقم نصاب سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو، لیکن  
 بلاوجہ کسی شخص کو نصاب کی مقدار کی زکوٰۃ دینا مکروہ ہے تاہم زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔

قال علاؤ الدین الحصفیؒ: وکذا اعطاء فقیر نصاباً او اکثره الا اذا كان المدفوع اليه  
 مديون او كان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لا يخص كل او لا يفضل بعد  
 دينه نصاباً فلا يكره الخ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۳ باب المصروف) ۲۰۷

**سوال :-** ایک طالب علم  
 عصری علوم حاصل کرنے والے طالب علم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے کالج یا یونیورسٹی میں پڑھتا

ہو اور تعلیمی اخراجات اس کی استطاعت سے بالا ہوں، تو کیا اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟  
**الجواب :-** عصری علوم کی تعلیم حاصل کرنا کوئی ناجائز نہیں اور نہ اس میں مصروفیت کی  
 وجہ سے انسان کی اہلیت متاثر ہوتی ہے، اس لیے ایسا طالب علم جب مسلمان اور بالغ ہو اور  
 صاحب نصاب نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اگرچہ اس کا والد مالدار ہو، کیونکہ بالغ بیٹا  
 والد کی مالداری سے مالدار نہیں بنتا ہے، تاہم غیر شرعی اخراجات میں تعاون کرنا تعاون علی المعصیت

لہ وفي المہندیۃ: ولا یدفع الی بنی ہاشم وحم آل علیؑ وآل عباسؑ وآل جعفرؑ وآل عقیلؑ  
 وآل الحرثؑ بن عبد المطلب الخ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصروف)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۲۶ باب المصروف۔

۲۰۸ قال زین الدین ابن نجیمؒ: (قوله وکذا الاغنام) ای کوہ ان یدفع الی فقیر ما یصیر بہ  
 غنیاً۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۹ باب المصروف)

وَمِثْلُهُ فِي الْمُهَنْدِيَةِ ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصروف۔



کے مترادف ہے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: ولا الی طفلہ بخلاف ولدہ الکبیر وابیہ۔ الخ۔ وفی رد المحتار: ولا الی طفلہ ای الغنی فیصرف الی البالغ ولو ذکر أصیباً۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۹ باب المصروف) لہ

مالدار طالب علم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں | اگر کوئی طالب علم مالدار ہو تو کیا اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے؟  
الجواب: اگر کسی طالب علم کے پاس اپنے

گھر میں مال موجود ہو اور وہ نصاب کے برابر ہو۔ مگر سفر کی حالت میں اس کے پاس مال نصاب سے کم ہو تو ایسے طالب علم کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ کیوں کہ ملکیت ید کا اعتبار ہے۔

قال ابن عابدین: وابن السبیل اذا کان له فی وطنہ مال بمنزلۃ الفقیر۔

(رد المحتار، باب المصروف ص ۳۴۳)

البتہ اگر طالب علم کے پاس موجود مال اتنا ہو کہ نصاب تک پہنچتا ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، کیونکہ تملیک فقیر زکوٰۃ دینے میں شرط ہے، البتہ عامل زکوٰۃ اس شرط سے مستثنیٰ ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: وهذا الفرع مخالف لاطلاقهم الحرمة فی الغنی ولم یعمدوا حدیث قلت وهو کذا لك والا وجه تقيده بالفقير۔۔۔ ثم قال الاتفاق علی ان الاصناف کلهم سوی العامل یعطون بشرط الفقر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۰ باب المصروف) لہ

لہ قال زین الدین ابن نجیم الحنفی: (قوله وعبدہ وطفلہ) ای لا يجوز دفع الزکوٰۃ وما الحق

بہا لعبد الغنی وولده الصغیر کان المملک فی العبد یقع لمولاه وهو لیس بمصرف۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۶ باب المصروف)

ومثله فی الہندیۃ ج ۲ ص ۱۸۹ باب المصروف۔

لہ قال علی ابن ابی بکر المرغینانی: ولا يجوز دفع الزکوٰۃ الی من یملک نصاباً من ائ مال کان

کان الغنی الشرعی مقدر بہ۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصروف)

وایضاً: وابن السبیل من کان له مال فی وطنہ وهو فی مکان لا شیء له فیہ۔

(الہدایۃ ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصروف)

**سوال :-** مدارس عربیہ کے ذریعہ زکوٰۃ دینا | **مدارس عربیہ کو سفراء کے ذرائع آمدنی نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ و دیگر صدقات**

واجبہ کی رقوم سفراء کی وساطت سے جمع کی جاتی ہیں، کیا مدارس کے سفراء کو زکوٰۃ دیدینے سے انسان کی ذمہ داری فارغ ہو جاتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** زکوٰۃ و دیگر صدقات واجبہ کی صحت ادائیگی کے لیے فقراء اور مساکین کی تملیک شرط ہے، اس لیے جن مدارس میں طلباء کو کھانا دیا جاتا ہے تو تملیک کا کھلانے سے زکوٰۃ کی رقوم کی ادائیگی درست ہے، البتہ جن مدارس میں مطبخ کا انتظام نہ ہو تو زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے طلباء کا اصالتاً یا وکالتاً قبض ضروری ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ علماء اور طلباء کو خود صدقات وغیرہ دیئے جائیں۔ قال علاؤالدین الحصکفی: یصرف المزکی الی کلہم اوالی بعضہم الخ تملیکاً کا اباحۃ۔ الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۲ باب المصروف ہلہ

**سوال :-** کیا خاوند اپنی مسکین میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے | **بیوی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟**

ایسا ہی خاوند کو بیوی زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** میاں بیوی ایک دوسرے کی زکوٰۃ کے لیے مصرف نہیں اس لیے ایک دوسرے کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

قال علی ابن ابی بکر المرغینانی: ولا الی امرأته للاشتراك فی المنافع عادة ولا تدفع المرأة الی زوجها عند الحقیقة۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۸۸ باب المصارف) ۲

**سوال :-** ایک شخص زکوٰۃ قریبی مدرسہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے مدرسہ میں زکوٰۃ دینے کا حکم | **ہمیشہ اپنے قریبی دینی مدرسہ کو**

لہ وقال زین الدین ابن نجیم الحنفی: ہی تملیک المال من فقیر مسلم الخ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب الزکوٰۃ) ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱ کتاب الزکوٰۃ۔

لہ قال علاؤالدین الحصکفی: ولا الی من بینہما ولا دولو مسلوكا لفقیرا و بینہما زوجیۃ ولوہیانۃ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۶ باب المصروف)

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصروف۔



چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کے مدرسہ کو زکوٰۃ دیتا ہے، کیا عند الشرع ایسا کرنا جائز ہے، اور کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** اپنے شہر سے دوسرے شہر کی طرف زکوٰۃ منتقل کرنا عند الشرع مکروہ تنزیہی ہے، البتہ اگر عزیز واقارب کسی دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا اپنے شہر سے دوسرے شہر والے زیادہ حاجتمند ہوں یا وہاں ایسا مدرسہ ہو جو اس قریبی مدرسہ سے زیادہ امانت دار اور حاجتمند ہو تو اس صورت میں کوئی کراہت نہیں اور ایسا کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ اولیٰ ہے۔

قال علاؤ الدین الحصفی: (رو) کره (نقلها الا الى قرابة) بل في الظهيرية لا تقبل صدقة الرجل وقرابته محايج حتى يبداهم فيسد حاجتهم (واحوج) او اصلح او اوسع او انفع للمسلمين۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۳ باب المصروف) لہ

**کسی سیاسی تنظیم یا انجمن کو زکوٰۃ دینے کا حکم** | **سوال:-** ایک تنظیم مذہبی اور سیاسی ہو جو کہ ملک میں نفاذ اسلام کے لیے کوشش

کرتی ہو تو کیا ایسی تنظیم کو زکوٰۃ اور عشر دینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** زکوٰۃ و عشر کی ادائیگی میں مسلمان فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے، لہذا کوئی تنظیم یا انجمن اگرچہ مذہبی ہی کیوں نہ ہو ان شرائط کی وجہ سے زکوٰۃ و عشر اور صدقات واجبہ کی مستحق نہیں لہذا ایسی کسی تنظیم کو زکوٰۃ و عشر اور صدقات واجبہ دینا جائز نہیں۔

قال ابن نجيم:۔ هي تملك المال من فقيو مسلم غير هاشمي ولا مولاة بشرط قطع المنفعة عن الملك من كل وجه لله تعالى الخ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۱ کتاب الزکوٰۃ) لہ

لہ وفي المہندیۃ: ويكره نقل الزکوٰۃ من بلد الى بلد الا ان ينقلها الانسان الى قرابة او الى قوم هم احوج اليها من اهل بلدة ولونقل الى غيرهم اجزاً وان كان مكروها۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۱ الباب السابع في المصارف)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۵۰ باب المصروف۔

لہ قال شيخ الاسلام محمد بن عبد الله التمرشي الحنفی: هي تملك جزء مال عينه لشارع مسلم

فقير۔ الخ (تنوير الابصار متن الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْمُهَنْدِيَةِ ج ۱ ص ۱۹۱ کتاب الزکوٰۃ۔

**زکوٰۃ کی نیت سے غریب کو کھانا کھلانا** | سوال :- اگر کسی غریب اور مستحق زکوٰۃ کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا جائے اور اس کھانے

میں نیت زکوٰۃ کی کر لی جائے تو کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** زکوٰۃ کی ادائیگی میں اہم شرط تملیک کی ہے کہ کسی غریب یا یتیم کو اس کا مالک کر دیا جائے، چونکہ صورت مسئلہ میں غریب کو کھانا کھلانے میں تملیک نہیں بلکہ بابت ہے اس لیے اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، تاہم اگر وہ کھانا کسی غریب کو بطور تملیک دیا جائے تو وہ درست ہے۔

لما قال العلامة المحقق :- فلو اطعم یتیمًا تادیا الزکوٰۃ لایجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعم لانه بالدفع الیہ بذاتہ الزکوٰۃ یملکہ فیصیر اکلًا من مملکہ بخلاف ما اذا اطعمہ معہ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۷ کتاب الزکوٰۃ) ۱۷

**وکیل کا زکوٰۃ کی رقم کو خود استعمال کرنا** | سوال :- اگر کسی شخص کو زکوٰۃ کے پیسے کسی مدرسہ یا غریب شخص کے لیے دیئے جائیں لیکن یہ شخص وہ خود اپنے اوپر خرچ کرے جبکہ یہ شخص (وکیل) خود بھی مستحق ہے تو کیا اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

**الجواب :-** اگر مزکی زکوٰۃ دینے والے نے اس آدمی کو کسی خاص شخص یا مدرسہ کو زکوٰۃ پہنچانے کا وکیل بنا کر زکوٰۃ کے پیسے دیئے ہوں اور اس صورت میں وکیل نے وہ رقم اپنے اوپر خرچ کر لی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور یہ وکیل ضامن ہوگا۔ البتہ اگر مزکی کی طرف سے مطلق اختیار دیا گیا ہو کہ جہاں چاہے اس کو خرچ کرے تو اگر یہ شخص خود مستحق زکوٰۃ ہو اور اس نے وہ رقم بطور زکوٰۃ اپنے لیے قبض کر لی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

لما قال العلامة المحقق :- وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر و زوجته لانتفہہ الا اذا قال ربہا صعبا حیث شئت۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۹ کتاب الزکوٰۃ) ۱۸

لہ قال العلامة ابن نجیم :- وأما الأطعام ان دفع الطعام الیہ یتجوز۔ ایضاً: لہذہ العلة وان کان لم یدفع الیہ ویأکل الیتیم لم یجز لانعدام الرکن هو التملیک۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱ کتاب الزکوٰۃ) ۱۹

۲۰ قال الشیخ و ہبۃ الزحلی: للوکیل ان یدفع الزکوٰۃ لولدہ الفقیر و زوجته الفقیرۃ اذا المرء یا مری بال دفع الی شخص معین ولا یجوز لہ ان يأخذ الزکوٰۃ لنفسہ الا اذا قال لہ الموکل ضعیفا حیث شئت (الفقہ الاسلامی وادلہ ج ۲ ص ۸۹ کتاب الزکوٰۃ۔ ثانیاً التوکیل فی اداء الزکوٰۃ۔



**سوال :-** اگر کسی شخص کو تقسیم زکوٰۃ کی ذمہ داری  
**وکیل کا اپنے اقرباء کو زکوٰۃ دینا** سونپی گئی ہو تو کیا یہ شخص اپنے اصول اور فروع کو زکوٰۃ

کی رقم دے سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** وکیل ذاتی طور پر مالک کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ نہیں لے سکتا ہے لیکن اس کے  
 اصول و فروع جب مصرف زکوٰۃ ہوں تو ان کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال الشيخ الامام حافظ الدين: الوكيل باداء الزكاة اذا صرفه الى ولده الكبير  
 او الصغير او امرأته وهم محاييج جاز ولا يمسك لنفسه شيئاً۔

ربنا ذرية علي هامش الهندية ج ۳ کتاب الزكاة۔ الثانی فی مصرف

**سوال :-** وہ لوگ جو جہاد میں شریک ہوں اگرچہ مالی اعتبار سے  
**غنی مجاہد کو زکوٰۃ دینا** ان کی حیثیت مستحکم ہو لیکن پھر بھی محض اس مقدس کام کی وجہ سے

ان کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ایسا شخص اگر وطن میں مال رکھتا ہو لیکن میدان جہاد میں جاتے وقت اس  
 کے پاس مال نہ ہو تو پھر جہاد کے لیے نکلنے والے اس شخص کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں،  
 تاہم غنی کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

لما قال الكاساني: واما استثناء الغازی فمحمول على حال حدوث الحاجة وسما غنياً على  
 اعتبار ما كان قبل حدوث الحاجة وهو ان يكون غنياً ثم حدث به الحاجة..... ثم  
 يعزم على الخروج في سفر غزو فيحتاج الى آلات سفر وسلاح يستعمله في غزو ومركب يغزو  
 عليه..... فيجوز ان يعطى من الصدقات ما يستعين به في حاجته التي تحدث له في سفره  
 وهو في مقامه غني بما يملكه لانه غير محتاج في حال اقامته فيحتاج في حال سفره فيحصل

لما قال ابن عابدین: رولا الى لطفه (ای الغنی فیصرف الى البالغ ولو ذكراً صحيحاً)..... فافاد  
 ان المراد بالطفل غير البالغ ذكراً او أنثى في عيال ابيه او لا على الاصح لما انه بعد غنياً بغناه بخلاف ولده  
 الكبير فانه لا يعد غنياً بغنا ابيه ولا الاب بغنا ابنته..... ولا الطفل بغنى امه۔

(رد المحتار ج ۲ ۳۲۹ باب مصرف، مطلب فی الحوائج الاصلية)

ومثله في الهندية ج ۱۹ کتاب الزكاة۔ الباب السابع في المصارف۔

قوله لا تحل الصدقة لغنى إلا لغازي في سبيل الله على من كان غنياً في حال مقامه فيعطى بعض ما يحتاج اليه لسفرة لما أحدث السفر له من الحاجة ألا أنه يعطى حين يعطى وهو غنى. (البدائع الصنائع ج ۲ ص ۶۶ فصل الذي يرجع الى المودى) له

**سوال :- کیا کوئی آدمی اپنے غریب اور مفلس داماد کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟**

**الجواب :-** زکوٰۃ کا مال اپنے اُس رشتہ دار کو دینا جائز نہیں جو اصول یا فروع میں داخل ہو، داماد چونکہ بذات خود ان دونوں میں کسی میں بھی داخل نہیں اس لیے اگر وہ غریب ہو تو دیگر رشتہ داروں کی طرح اس کو بھی زکوٰۃ دینا نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے۔

لما قال العلامة ابن نجيم: قيد باصله وقرعته كان من سواهم من القرابة يجوز الدفع لهم وهو أولى لما فيه من الصلة مع الصدقة كالاخوة والاختوات من الاعمام والعمات والاختوال والخالات الفقراء. ولهذا قال في الفتاوى الظهيرية ويبدأ في الصدقات بالاقارب. (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۳ باب المصروف) له

**سوال :- اگر باپ بیٹا دونوں ایک ہی جگہ رہتے ہوں، بہو ریٹے کی بیوی کو زکوٰۃ دینا کھانا پینا آپس میں اکٹھا ہوتو ایسی حالت میں بہو کو زکوٰۃ دینے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ بہو کو زکوٰۃ دینے سے فوائد اس کے گھر میں محصور رہ جاتے ہیں۔**

**الجواب :-** اصول اور فروع کے علاوہ دیگر سب رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے۔ زوجہ اکبر یعنی بہو اصول اور فروع میں نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کا

له لما قال ابن عابدین: رحت قوله ما نسب للواقعات، وفي المبسوط لا يجوز دفع الزكاة الى من يملك نصيباً إلا الى طالب العلم والغازي ومنقطع الحج لقوله عليه السلام يجوز دفع الزكاة لطالب العلم وان كان له نفقة اربعين سنة. (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۲ کتاب الزکوٰۃ) ومثله في المهندية ج ۱ ص ۱۸۸ کتاب الزکوٰۃ. الباب السابع في المصارف.

له وفي المهندية: والا فضل في الزكاة والقطر والندم الصرف اولاً الى الاخوة والاختوات ثم الى اولادهم ثم الى الجيران. (الفتاوى المهندية ج ۱ ص ۱۹ باب المصارف)

ومثله في رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۶ باب المصروف.



مصرف ہے اس لیے اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اگرچہ اس کے فوائد گھریں ہی رہیں بشرطیکہ بہو مستحق زکوٰۃ ہو۔

لما قال ابن نجيم، وقيد با صله وفرعه لان من سواهم من القرابة يجوز الدفع لهم وهو اولي لما فيه من الصلة مع الصدقة كالاخوة والاخوات والاعمام والعمات والاخوال والخالات الفقراء۔ وللهذا قال في الفتاوى الطهرية ويبدأ في الصدقات بالاقارب ثم الموالى ثم الجيران وذكر في موضع آخر معزياً الى ابى حفص الكبير لا تقبل صدقة الرجل وقرابته مما ويح فسد حاجتهم۔ (الجزائر ج ۲ ص ۲۲۳ باب مصرف) لہ  
**امام مسجد کو عشر زکوٰۃ دینا** | سوال :- اگر ایک امام مسجد اپنے مقتدیوں سے جبراً زکوٰۃ وصول کرتا ہو یعنی مقتدیوں پر لازم ہو کہ وہ زکوٰۃ و عشر امام کو دے گا، تو کیا اس سے زکوٰۃ و عشر ادا ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** اُجرت میں زکوٰۃ دینا خواہ جبراً ہو یا رضاً ہو جائز نہیں، ایسی حالت میں قوم کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ تاہم اگر امام غریب ہو تو بطور صلہ اس کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں۔  
 لما في الهندية :- ولو نوى الزكاة بما يدفع المعلم الى الخليفة ولهر يستأجره ان كان الخليفة حالاً لولم يدفعه يعلم الصبيان۔ ايضاً اجزاءه واقتلا وكذا ما يدفعه الى الخدم من الرجال والنساء في الاعياد وغيرها بنية الزكاة۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹ کتاب الزکوٰۃ الباب السابع في المصارف) لہ  
**مالدار امام کو صدقہ فطر دینا** | سوال :- اگر امام کی مالداری اس کے اقدار سے ثابت ہو تو اس کے باوجود اس کو صدقہ فطر دینے کا کیا حکم ہے جبکہ امام امت

لہ قال في الهندية : يكره نقل الزكاة من بلد الى بلد۔۔۔۔۔ والا فضل في الزكاة والفطر والنذور صرف اولاً الى الاخوة والاخوات ثم الى اولادهم ثم الى الاعمام والعمات ثم الى اولادهم ثم الى الاخوال والخالات ثم الى اولادهم۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹ کتاب الزکوٰۃ الباب السابع في المصارف) ومثله في الرد المحتار على الدر المختار ج ۲ ص ۳۵۳ باب مصرف۔

لہ قال ابن نجيم، وفي الملتقط من ابحاث المعلم اذا اعطى خليفته شيئاً ناوياً الزكاة فان كان بحيث يـلـلـه لولم يعطه يصح عنها واقتلا۔ (الاشباه والنظائر ج ۲ ص ۶۷)

کی اجرت لینے کے حق میں ہو؟

**الجواب :-** صدقہ فطر غرابہ، فقراء اور مساکین کو بطور تملیک دیا جاتا ہے، امام جب مالدار ہو تو اس کو صدقہ فطر دینے سے ذمہ داری فارغ نہیں ہوتی، قوم کو چاہیے کہ امام کی خدمت تبادلی طریقے سے کرے، نیز امامت کی اجرت میں صدقہ فطر دینا جائز نہیں خواہ امام غریب ہی کیوں نہ ہو، تاہم اگر ایک امام غریب ہو تو اجرت کی نیت کیے بغیر محض ایک عالم دین کی ضروریات کے تکفل کی نیت سے دینے میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال فی المہندیۃ: ومصرف هذه الصدقة ما هو مصرف الزکوة۔

والفتاویٰ المہندیۃ ج ۱ ص ۹۷ کتاب الزکوة۔ الباب الثامن فی صدقہ الفطر۔ ۱۔

**زکوة میں دینی کتابیں دینا** | **سوال :-** اگر کسی نے زکوة کی رقم سے کتابیں خرید کر طلباء میں تقسیم کیں، تو کیا اس سے زکوة ادا ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** کتابیں بھی دیگر اجناس کی طرح قابل تملیک و تملک ہیں، اس لیے زکوة میں کتابیں دینے سے زکوة ادا ہو جاتی ہے تاہم اس میں طلباء کو تملیکاً دینا ضروری ہے صرف عاریتہ دینا یا مدرسہ کے کتب خانہ میں بطور وقف رکھنے سے تملیک کے فقدان کی وجہ سے زکوة ادا نہیں ہوگی۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: یصرف المزکی الی کلہم اوالی بعضهم الخ تملیکاً لا اباحۃ۔

الدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۷ باب المصروف۔ ۲۔

**عیاشی کی وجہ سے مقروض کو زکوة دینا** | **سوال :-** ایک شخص عیاشی کی وجہ سے مقروض ہو گیا تو کیا اس کو مدیون کے زمرہ میں شمار کر کے زکوة

دینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** مقروض کے قرض میں یہ ضروری نہیں کہ اُس کا دین کسی نیکی کی وجہ سے ہو،

۱۔ قال ابن نجیم، وصدقہ الفطر کا لزکوة فی المصارف۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۶ باب المصارف)

وَمِثْلُهُ فی رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۹ باب المصروف۔

۲۔ قال زین الدین ابن نجیم: ہی تملیک المال من فقیر مسلم الخ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۱ کتاب الزکوة)

وَمِثْلُهُ فی المہندیۃ ج ۱ ص ۱۶ کتاب الزکوة۔



تاہم اگر مقروض کے قرض کی ادائیگی سے اس کے فسق و فجور میں اضافہ ہو سکتا ہو اور بے دینی کے راہیں کھل سکتی ہوں تو ایسی حالت میں کسی نیک آدمی کو زکوٰۃ دینا اولیٰ ہے۔

لما قال فی السہندیۃ : التصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاہل۔  
والفتاویٰ السہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۷ کتاب الزکوٰۃ الباب السابع فی المصارف م ۱

**مقروض پر زکوٰۃ کا حکم** | سوال :- اگر کسی شخص کے پاس اتنا مال موجود ہو جو مقدار نصاب کو پہنچتا ہے لیکن یہ شخص مقروض بھی ہے، اگر قرضہ اس مال سے نکالا جائے تو

نصاب پورا نہیں رہتا، کیا اس مال پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** اگر کسی شخص کے پاس اتنا مال ہو جو مقدار نصاب کو پہنچتا ہو لیکن مقروض ہونے

کی وجہ سے اگر قرضہ اس سے نکالا جائے تو باقی مال سے مال نصاب پورا نہیں ہوتا اس لیے اس شخص پر زکوٰۃ لازم نہیں، البتہ قرضہ نکلنے کے بعد اتنا مال بچے جو مقدار نصاب کو پہنچے تو حوالان حول سے اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی۔

قال علی ابن ابی بکر المرغینانی : وان کان مالہ اکثر من دینہ ذکی الفاضل اذا بلغ نصاباً۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۶۸ کتاب الزکوٰۃ) م ۲

**زکوٰۃ دیتے وقت ظاہری حالت پر اکتفا کرنا** | سوال :- اگر ایک شخص کی ظاہری حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے اُسے فقیر و محتاج سمجھ

کر زکوٰۃ دی جائے جبکہ اس کی اصل حالت سے ناواقفیت ہو تو کیا ایسی حالت میں زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** اس میں دار و مدار زکوٰۃ دینے والے کے غلبہ ظن پر ہے، اگر زکوٰۃ دیتے وقت

۱۔ قال الحصکفی : او اوج او اصلح او اودع او انفع للمسلمین۔۔۔۔۔ او ای طالب العلم وفی المعراج التصدق علی العالم الفقیر افضل۔ (الدر المختار علی صدّر المحتاج ج ۲ ص ۳۵۳، ۳۵۴ باب المصروف)

وَمِثْلُهُ فِي الطَّحطاوی م ۳۹۲ باب المصروف -

۲۔ قال علاؤ الدین الحصکفی : فلا زکوٰۃ علی مکاتب و مدیون للعبد بقدر ما دینہ فی ذی الزائد ان بلغ نصاباً۔ (الدر المختار علی صدّر المختار ج ۲ ص ۲۶۳ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي فتح القدير ج ۲ ص ۱۸ کتاب الزکوٰۃ -

اس کا غالب گمان یہ ہو کہ یہ شخص مصروفِ زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ دی جائے تو اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔  
اگرچہ بعد میں اس شخص کا غنا ثابت ہو جائے۔

لما قال في الهندية: اذا شك وتحرى فوق في اكبر رأيه انه محل الصدقة قد فع اليه  
اوسال منه فدفع اورا كما في صف الفقراء فدفع فان ظهر انه محل الصدقة جازيا لاجماع  
وكذا ان لم يظهر حاله عنده واما اذا ظهر انه غني او هاشمي..... فانه يجوز وتسقط  
عنه الزكاة في قول ابى حنيفة ومحمد الخ (الفتاوى الهندية ج ۱ كتاب الزكاة ابوابها في المصارف)

**کاروبار کی جگہ میں زکوٰۃ تقسیم ہوگی** | سوال :- فقہاء کرام نے جہاں یہ لکھا ہے کہ

زکوٰۃ کا مال اپنے گاؤں کے فقراء کو چھوڑ کر  
دوسری جگہ فقراء کے لیے لے جانا مکروہ ہے، تو اس سے کون سا گاؤں مراد ہے؟ اگر ایک شخص  
وطن اصلی کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کو وطن اقامت بنا کر تجارت کرے تو اس کی زکوٰۃ کی رقم کیلئے  
اس کا وطن اصلی یا وطن اقامت اپنا گاؤں شمار ہوگا؟

**الجواب :-** اس سے وہ مقام مراد ہے جہاں پر کاروبار کیا جاتا ہو خواہ وطن اصلی ہو یا  
وطن اقامت، ممکن ہے کہ ایک انسان اپنی جگہ پیدائش (وطن اصلی) کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ  
مصروف عمل ہو تو اس کو چاہیے کہ کاروبار کی جگہ میں فقراء پر زکوٰۃ تقسیم کرے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: والمعتبر في الزكاة فقراء مكان المال الخ (رد المحتار علی مہر الدجاج ۲ باب المصارف)  
**زکوٰۃ کی رقم سے وہی کتاب چھپوانا** | سوال :- ایک شخص نے وہی کتاب چھپوانے کا ارادہ

لما قال العلامة برن الدين المويناني: قال ابو حنيفة ومحمد اذا دفع الزكاة الى رجل يظنه فقيرا قسم  
بان انه غني او هاشمي او كافرا ودفع في ظلمة فبان انه ابوة او ابنه فلا اعادة عليه..... وهذا اذا  
تحرى فدفع وفي اكبر رأيه انه مصرف اما اذا شك ولم يتحرى او تحرى فدفع وفي اكبر رأيه انه ليس  
بمصرف لا يجزيه الا اذا علم انه فقير هو الصحيح - (الهداية على صمد فتح القدير ج ۲ ص ۲۱۵/۲۱۴ باب  
من يجوز دفع الصدقة اليه - الخ)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۷ باب المصارف -

لما قال زين الدين بن نجيم: والمعتبر في الزكاة مكان المال في الروايات كلها - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۰ باب المصارف)  
ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۹۱ ابوابها في المصارف



ارادہ کیا لیکن وہ مفلس ہے تو اگر لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے کتاب چھپوائے اور پھر مستحقین زکوٰۃ پر تقسیم کرے تو کیا یہ جائز ہے یا نہ؟

**الجواب :-** اگر شخص خود مصرف زکوٰۃ ہو اور زکوٰۃ دہندگان کی اجازت سے طباعت کے بعد یہ کتاب مستحقین میں تقسیم کرے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ ادائیگی زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے اور جہاں تملیک ممکن نہ ہو وہاں زکوٰۃ کا حکم لگانا درست نہیں۔

لما قال الحنفی، ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا اباحۃ فلا یضری بنا منحو المسجد ولا الی کفن میت وقضاء دیتہ۔ (الدر المختار علی صدمہ المعتبر ج ۲ ص ۳۴۲ باب مصرف)۔

**سوال :-** مدارس کے ہتم یا کھانا خانا کے **مدارس اور خاتقاہوں میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا** رئیس کے پاس زکوٰۃ جمع ہو کر مطبخ وغیرہ پر

خارج ہوتی ہے، ایسی حالت میں مطبخ سے کھانے والوں میں یہ فرق نہیں ہوتا ہے کہ یہ کسی مالدار نے کھایا یا غریب نے، تو کیا اس سے زکوٰۃ کی رقم ادا ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** زکوٰۃ کی رقم کی صحت ادائیگی کے لیے کسی فقیر اور مسکین کو مالک بنانا ضروری ہے، مدارس دینیہ میں عموماً غریب اور نادار طلباء ہوتے ہیں جن کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، لیکن خاتقاہوں کے منکر سے کھانے والوں میں صرف مسکین نہیں ہوتے بلکہ مالدار لوگ بھی شامل ہوتے ہیں، ویسے بھی کھانا کھلانے میں جب تک باقاعدہ تملیک نہ ہو تو صرف ایاحت کے طور پر زکوٰۃ کی ادائیگی صحت زکوٰۃ کے لیے کافی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ فقرا و زکوٰۃ قبض کر کے پھر اگر چاہیں تو مطبخ یا منکر میں خرچ کریں، لیکن اس میں بھی فقیر سے جبراً رقم واپس لینا حیلہ تملیک میں ہزل کی نشاندہی کرتا ہے، بہر حال کسی حیلہ تملیک کے بغیر زکوٰۃ کی رقم منکر میں خرچ کرنا نقصان سے خالی نہیں۔

قال فی الہندیۃ: منها الفقیر وهو من له ادنی شیء وهو ما دون التصاب او قدر نصیب

الہ قال فی الہندیۃ: اما تفسیرہ فہی تملیک المال من فقیر مسلم۔ الخ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ کتاب الزکوٰۃ۔ ابواب الاول)

وفیہ ایضاً: ولا یجوز ان یتبى بالزکوٰۃ المسجد وکذا القناطر والسقایات..... وکل ما لا تملیک فیہ۔ الخ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب السابع فی المصارف) ومثلہ فی فتح القدیر ج ۲ ص ۲۰۸/۲۰۹ باب مصرف۔

غير نایم وهو مستغرق في الحاجة فلا يخرج منه عن الفقر ملك نصاب كثيرة غير نائمة اذا كانت مستغرقة بالحاجة۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۸۷ کتاب الزکوة۔ الباب السابع في المصارف) لے

**سوال:** بعض دینی مدارس اور رفاہی اداروں کی کافی آمدنی ہوتی ہے، کیا اس پر زکوة واجب ہوگی یا نہیں؟

**الجواب:** زکوة کے وجوب کے لیے شخصی ملکیت کا ہونا ضروری ہے اس لیے مدارس یا کسی رفاہی ادارے کی آمدنی پر حوالان حول کے باوجود زکوة واجب نہیں ہوگی۔

لما قال ابن عابدین: (قوله ملك نصاب) فلا زکوة (في سوايم الوقف والحبيل والسبلة لعدم الملك۔ رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الزکوة) ۲

**سوال:** دور حاضر میں بعض سیاسی جماعتیں اپنے لیے زکوة اور چرم قربانی جمع کرتی ہیں، کیا ان کو زکوة دینا جائز ہے؟ اور اس سے زکوة ادا ہو جاتی ہے؟

**الجواب:** زکوة یا صدقات واجبہ میں تملیک بلا عوض شرط ہے، چونکہ سیاسی جماعتوں میں یہ چیز مفقود ہوتی ہے اس لیے اموال زکوة کو سیاسی مقاصد، مقدمات، الیکشن یا دیگر کاموں میں استعمال کرنا جائز نہیں اور نہ اس سے زکوة ادا ہوگی بلکہ اس کے بجائے دینی مدارس زکوة کا بہترین مصرف ہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی: ہی تمليك خرج الاباحة فلو اطعم يتيماً ناویا الزکوة لايجزيه الا اذا دفع اليه المطعوم۔۔۔۔۔ جزء ما له اخرج المنفعة فلو اسكن فقيراً داره سنة ناویاً

لے قال العلامة الحصکفی: ای مصرف الزکوة والعشر هو فقير وهو من له ادنى شئ ای دون نصاب او قدر نصاب غير نایم مستغرق في الحاجة۔ (الدر المختار علی صدم رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۹ باب المصروف) ومثله في المراقى الفلاح ۳۹۲ باب المصروف۔

لے قال العلامة کاسانی: واما الشرائط التي ترجع الى المال فمنها الملك فلا تجب الزکوة في سوايم الوقف والحبيل المسبلة لعدم الملك وهذا لان في الزکوة والتبليک في غير الملك لا يتصور۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۹۰ فصل الشرائط التي ترجع الى المال)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِينِ الْحَقَائِقِ شَرْحِ كُنْزِ الدِّقَاتِ ج ۱ ص ۲۵۱ کتاب الزکوة۔



لايجزیه عينه الشارع..... من مسلم فقير ولو عتوها۔

رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۸، ۲۵۹ کتاب الزکوٰۃ ۱۷

**ٹیکس کی ادائیگی سے زکوٰۃ اور عشر کا وجوب متاثر نہیں ہوتا** | **سوال :-** حکومت کاروباری اور صنعتی اداروں سے بھاری ٹیکس وصول کرتی ہے اور ان ٹیکسوں کو رفاہ عامہ کے کاموں میں بھی خرچ کرتی ہے، کیا اس طرح ٹیکس ادا کرنے سے زکوٰۃ کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** مختلف قسم کے ٹیکس حکومت کا ذریعہ آمدنی ہوتے ہیں جن میں عبادت کا عنصر مفقود ہوتا ہے اس لیے اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت ٹیکس ہر شہر ہی سے وصول کرتی ہے خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، جبکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے۔

لما قال العلامة برهان الدین مرغینانی: الزکوٰۃ واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملك نصيباً ملكاً تاماً وحال عليه الحال. (الہدایہ ج ۱ ص ۱۸۵ کتاب الزکوٰۃ) ۱۷

**موقوفہ زمین کے مقدمہ پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا** | **سوال :-** ہماری گاؤں کے قبرستان کی زمین پر ایک آدمی نے ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے، کیا

ہم اس کے مقدمے میں اپنی زکوٰۃ کی رقم خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

**الجواب :-** زکوٰۃ کی ادائیگی میں تملیک بلا عوض شرط ہے، چونکہ اس مقدمہ میں یہ شرط مفقود ہے اس لیے قبرستان کے مقدمے یا دیگر رفاہ عامہ کے کاموں میں زکوٰۃ کے روپے لگانا صحیح نہیں، اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

۱۷ لما قال العلامة ابوالبركات النسفی: هي تملك المال من فقير مسلم غير هاشمی۔

رکن الدقائق علی ہاشمی البحر الرائق ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوٰۃ

۱۸ لما قال العلامة المحصنی: وشرط افتراضها عقل وبلوغ واسلام و

حرية والعلم به ولو حكماً ككونه في دارنا فلا زکوٰۃ۔ قال ابن عابدین:

قوله واسلام فلا زکوٰۃ علی کافر لعدم خطابه بالفروع۔

رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۸ کتاب الزکوٰۃ

ومثله في شرح الوقاية ج ۱ ص ۲۶۹ کتاب الزکوٰۃ۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الحصکفیؒ، ویشتراط ان یکون الصرف تملیکاً لا اباحۃ کما  
لا یصرف الی بناء نحو مسجد ولا الی کفن میت وقضاء دینہ۔

(الدر المختار علی صدمہ رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۳ باب المصروف) ۱۷

**زکوٰۃ کی رقم سے مشترکہ مفاد کے لیے سامان خریدنا** | سوال :- اگر محلہ کے لوگ خوشی اور غم  
اجتماعی طور پر خریدنے کا ارادہ کریں، تو کیا اس کام کے لیے زکوٰۃ کی رقم استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** زکوٰۃ یا صدقات واجبہ میں تملیک بلا عوض شرط ہے، مشترکہ مفاد کے لیے جو اشیاء  
خریدی جاتی ہیں اُن میں چونکہ کسی شخص کی ملکیت نہیں ہوتی اس لیے ایسے مواقع میں زکوٰۃ کی رقم کا  
استعمال جائز نہیں۔

لما قال علاؤ الدین الحصکفیؒ: ویشتراط ان یکون الصرف تملیکاً لا اباحۃ کما مرقا  
یصرف الی بناء نحو المسجد ولا الی کفن میت..... لعدم التملیک وهو الزکات۔

(الدر المختار علی صدمہ رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۳ باب المصروف) ۱۸

**کیا سنی العقیدہ شخص کسی شیعہ کو زکوٰۃ دے سکتا ہے** | سوال :- اگر قرب و جوار میں شیعہ آبادی  
کی اکثریت ہو اور سنی العقیدہ شخص اگر اپنی  
زکوٰۃ شیعہ مسلک سے تعلق رکھنے والوں میں تقسیم کرے تو کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟  
**الجواب :-** زکوٰۃ کے مصرف کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے، جبکہ فالی قسم کے شیعہ اپنے  
عقائد باطلہ کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں اس لیے وہ لوگ سنی العقیدہ شخص کی زکوٰۃ کا مصرف  
نہیں اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، تاہم زکوٰۃ کے علاوہ صدقات نافلہ غیر مسلم کو دینے میں

لہ لما قال العلامة ابن نجیمؒ: تحت قوله ولا الی ذقی وغیرھا وبناء مسجد وتکفیر  
میت قضاء دینہ وشرار قن یعتق..... وعدم الجواز لا لعدم التملیک الذی هو الزکات  
فی الاثر بعۃ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ باب المصارف)

۱۹ قال فی الہندیۃ: ولا یجوز ان ینبى بالزکوٰۃ المسجد وکذا القناطر والتغایات واصلح  
الطرقات..... وکل ما لا تملیک فیہ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب السابع فی المصارف)  
وَمِثْلُهُ فِي السَّهَادَةِ عَلَى صَدْرٍ قَتَمَ الْقَدِيرُ ج ۲ ص ۲۰ باب من یجوز دفع الصدقة الیہ۔ الخ



کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة التمریاشی، وهي تملك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير۔

(الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب الزکوٰۃ) لہ

**سوال :-** ایک شخص نے قسطوں پر کوئی چیز فروخت کرنا اور اس پر زکوٰۃ کا حکم ایک گاڑی نقد ایک لاکھ روپیہ پر

خریدی اور پھر اس کو ایک لاکھ پچیس ہزار (۱۲۵۰۰۰) روپے قسطوں پر اس طرح فروخت کیا کہ ہر سال پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) روپے بطور قسط خریدار ثانی اُسے ادا کرے گا، اس طرح زکوٰۃ مجموعی رقم پر آئے گی یا صرف اقساط پر ہوگی؟

**الجواب :-** اگر کسی نے کوئی چیز تجارت کی نیت سے خریدی ہو اور پھر اس کو قسطوں میں منافع پر فروخت کیا ہو تو ان میں زکوٰۃ ہر قسط وصول کرنے کے بعد واجب ہوگی، جب بھی کم از کم چالیس روپے بطور قسط وصول ہوں تو اس میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینا لازم ہوگا، اگر چالیسویں حصہ سے کم ہو تو اگر اس کے پاس پہلے سے کوئی نصاب موجود ہے تو قسط سے حاصل ہونے والا مال اس کے ساتھ ملا کر کل مال سے زکوٰۃ ادا کرنا لازمی ہے ورنہ چالیس درہم کے پورا ہونے کے بعد زکوٰۃ دینا لازمی ہے۔

قال علاؤ الدین الحصفی: فتجب زکوتها اذا قتم نصیباً وحال الحال لکن لا فوراً بل عند قبض اربعین درهما من الدين القوی كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعین درهما يلزمه درهم۔ (الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۳۵۲ باب زکوٰۃ المال) لہ

**سوال :-** مدارس اور مساجد میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کے لیے عموماً یہ جیلہ زکوٰۃ کا حکم جیلہ کیا جاتا ہے کہ ایک شخص جیلہ رقم زکوٰۃ قبض کر کے تعمیر یا دوسرے امور

لہ قال فی السہندیۃ: واقما الحربی المستامن فلا یجوز دفع الزکوٰۃ والصدقة الواجبة الیہ بالاجماع ویجوز صرف التطوع الیہ۔ (الفتاویٰ السہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ کتاب الزکوٰۃ الباب السابع فی المصارف) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۳ باب المصارف۔

لہ وفي السہندیۃ: وقوی وهو ما یجب بدلا عن سلع التجارة اذا قبض اربعین زکی لہا مضی۔ (الفتاویٰ السہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ کتاب الزکوٰۃ)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰ کتاب الزکوٰۃ۔

میں خرچ کرتا ہے۔ بسا اوقات قبض کرنے والا متولی مسجد یا مہتمم مدرسہ خود زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہوتا ہے، اس صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی سے ذمہ فارغ ہوتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** واضح رہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی صحت کے لیے تملیک شرط ہے لیکن تملیک میں یہ ضروری ہے کہ قبض کرنے والا خود صاحب نصاب نہ ہو۔ اگر مہتمم یا ناظم مدرسہ بذات خود صاحب نصاب نہ ہو تو ان سے قبض جائز ہے اور پھر اس کو مدرسہ یا مسجد میں خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن بہتر صورت یہ ہے کہ اس حیلہ کو اپنانے کی بجائے زکوٰۃ کی رقم طلباء میں تقسیم کی جائے تاکہ بہتر طریقہ سے ادائیگی ہو سکے۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: وحيلة التکفین بها التصدق علی فقیر ثم هو یکن فیكون الثواب لهما وکذا فی تعمیر المسجد۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۵ کتاب الزکوٰۃ ص ۱۵)

**زکوٰۃ دینے کی بجائے قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی** | **سوال:-** اگر دین مدیون کی مفلسی اور حالت زار کو دیکھ کر اپنا دین و قرضہ اس کو زکوٰۃ میں معاف کر دے تو کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** استقاط میں تملیک نہ ہونے کی وجہ سے اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اور اگر اس کو زکوٰۃ کی رقم دے دے اور پھر اپنے قرضہ میں وصول کر لے تو اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

وفي الهندیة: ولو وهب دینہ من فقیر ونوی زکوٰۃ دین الخیرۃ علی رجل اخوا ونوی زکوٰۃ عین له لم یجز کذا فی الکافی۔ (الفتاویٰ الہندیة ج ۱ ص ۱۷۱ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب الاول فی تفسیر حاء الخ) ص ۲۷  
له قال زین الدین ابن نجیم، والحیلة فی الجواز فی هذه الاربعة ان یتصدق بمقدار زکوٰۃ علی فقیر ثم یا مرة بعد ذلك بالصرف الی هذه الوجہ فیکون لصاحب المال ثواب الزکوٰۃ وللفقیر ثواب القرب۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ کتاب الزکوٰۃ)  
ومثله فی الاشیاء والنظار ج ۲ ص ۲۲۳ کتاب الزکوٰۃ۔

له قال فخر الدین الشہر بقاضی خان: وان کان المدیون فقیراً فوهب الدین ینوی به زکوٰۃ مال عین عند الواهب لا یسقط عنه زکوٰۃ ذلك المال وکذا نوی به زکوٰۃ دین اخر علی غیره۔

والفتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیة ج ۱ ص ۲۲۳ فصل فی هبة الدین من المدیون  
ومثله فی خلاصة الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۴۲ جنس فی هبة الدین۔



**سوال :-** اگر کسی نے زکوٰۃ کی رقم الگ کر کے اس غرض سے اپنے پاس رکھی کہ جب کوئی مسکین مل جائے تو اس کو دے دوں گا، پھر کسی پورے اس سے یہ رقم چرائی یا کسی نے اس سے جبراً چھین لی تو کیا اس سے ذمہ داری فارغ ہو جاتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** زکوٰۃ کی ادائیگی میں ادا کرنے والے کی نیت ضروری ہے، بصورتِ جبر جب نیت نہ ہو تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ قال زین الدین ابن نجیم: لو امتنع من ادائها فإلزاماً لا يأخذ منه كرها ولو أخذ لا يقع عن الزکوٰۃ لكونها بلا اختيار۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب الزکوٰۃ) نیت کا ہونا زکوٰۃ دینے کے وقت ضروری نہیں بلکہ اگر کہیں پوری زکوٰۃ منہا کرتے وقت نیت کی ہو تو کافی ہے تاہم اس سے ذمہ داری ساقط نہیں ہوتی جب تک فقر و قبیض نہ کریں، چوری کے وقت چونکہ فقراء کی تملیک مفقود ہے اس لیے ایسی صورت میں مالک پر دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، البتہ اموالِ ظاہرہ میں جبراً زکوٰۃ کی وصولی درست ہے۔

قال علاؤ الدین الحصفی: وشرط صحة ادائها نية مقارنته له ای لا داء ولو حكماً أو بعزل ما وجب كله أو بعضه ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء۔

(الدما المختار علی صدرہ المختار ج ۲ ص ۲۶۸ کتاب الزکوٰۃ) لے

**سوال :-** ایک آدمی کسی دوسرے کے ذریعے زکوٰۃ دیتا ہے تو کیا اس شخص کی دی ہوئی رقم بعینہ دینا وہی رقم نہیں پہنچتی جو زکوٰۃ ادا کرنا چاہنے والے کی ہو؟

منی آرڈر زکوٰۃ کی جو رقم کسی مستحق کو بھیجی جاتی ہے تو بعینہ وہی رقم اس تک نہیں پہنچتی بلکہ تبدیل ہو جاتی ہے تو اس صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** کسی دوسرے آدمی کو زکوٰۃ کی رقم دے کر مستحقین زکوٰۃ کو دینی جائز ہے اور

لے قال زین الدین ابن نجیم: انه لا يخرج بعزل ما وجب عن العهدة بل لا بد من الاداء

الی الفقير۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الطَّحْطَاوِي حَاشِيَةِ الْمَدَارِ الْمُخْتَارِ ج ۱ ص ۳۹ کتاب الزکوٰۃ۔

تبدیلی رقم اگر مزکی کی اجازت سے ہوئی ہو تو یہ آدمی ضامن نہ ہوگا۔ اور بذریعہ منی آرڈر زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن منی آرڈر بھیجتے وقت نیت کرنا لازمی ہے۔ لما فی الشامی لا ینخرج المزکی عن العہدة بالغزل بل بالاداء للفقراء۔

لما قال علاؤ الدین الحسکفی: تبلیک الدین ممن لیس علیہ الدین یا طل الآفی ثلاث حوالہ اود صیۃ واذا سلطہ ای سلط المملک غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصم جنب ومنہ مالو وھبت من بنھا ما علی ابیہ قا۔ لمعتمد الصوۃ للسلط۔

(الدال المختار جلد ۷ ص ۵۲۱) لہ

**سوال :-** ایک شخص اپنی زکوٰۃ کی رقم کسی دوسری جگہ رہنے والے رشتہ دار کو زکوٰۃ بھیجتا ہے۔ اسے کسی رشتہ دار کے لیے دوسری جگہ بھیجنا چاہتا ہے جبکہ وہ خود جس جگہ مقیم ہے وہاں بھی غریب لوگ ہیں، تو کیا قرب و جوار کے غریب کو چھوڑ کر دور رہنے والے رشتہ دار کو زکوٰۃ بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ویسے تو عموماً ایک جگہ سے دوسری جگہ زکوٰۃ منتقل کرنا مکروہ ہے لیکن اگر زکوٰۃ دینے والے کے محتاج رشتہ کسی دوسری جگہ رہتے ہوں تو رشتہ داری کی بنا پر زکوٰۃ منتقل کرنا مخصص ہے، بلکہ زکوٰۃ پہلے رشتہ داروں میں تقسیم کرنا افضل ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: (تحت قوله بل فی الظہیریۃ لا تقبل) عن ابی ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) مرفوعاً الی التبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال یا أمة محمد والذی بعثتی بالحق لا یقبل اللہ صدقة من رجل ولہ قرابة یحتاجون الی صلته ویصرفہا الی غیرہم والذی نفسی بیدہ لا یتظر اللہ الیہ یسوم القیامۃ والمراد بعدم القبول عدم الاصابۃ علیہا وان سقط بیہا الفرض لان المقصود منها سد خلہ المحتاج وفي القرب جمع بین الصلة والصدقة

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: کما اذا وكل رجلاً بدفع زکوٰۃ مالہ ونوی المالك عند الدفع الی الوکیل بلا نية یجزیہ لان المعترینیۃ الامر لانه المودی حقیقۃ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوٰۃ) ومثله فی الہندیۃ ج ۱ کتاب الزکوٰۃ۔



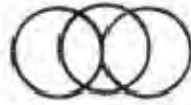
والا فضل اخوته واخواته الخ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۳ باب المصروف) ۱۷

**سوال :-** موجودہ دور میں حکومت وقت بینکوں میں عوام کی جمع شدہ رقوم سے کچھ کٹوتی کرتی ہے

پھر وہ رقم لوگوں کو دی جاتی ہے اور اس کام کے لیے حکومت نے کچھ آدمی مقرر کیے ہوئے ہیں جن کو اس رقم کی تقسیم اور دیگر معاملات کے عوض ماہانہ کچھ رقم بطور تنخواہ والاؤنس کے ملتی ہے۔ کیا ایسے لوگوں کے لیے یہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ حکومت کے بیان کے مطابق یہ زکوٰۃ کی رقم ہوتی ہے اور ان تقسیم کاروں میں اکثریت مصرف زکوٰۃ بھی نہیں ہوتی؟

**الجواب :-** ایسی رقوم پر حکومت کی تمام کٹوتی زکوٰۃ پر نہیں ہوتی بلکہ اس میں سود کا بھی کچھ حصہ شامل ہوتا ہے تاہم اگر زکوٰۃ بھی ہو تو عامل کو زکوٰۃ کی رقم سے مزدوری دینا جائز ہے اگرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو؟

لما فی الہندیۃ: ومنها العامل وهو من نصبه الامام لاستيفاء الصدقات والعشور  
ويعطيه ما يكفيه واعوانه با لوسط مدة ذهابهم وایاہم ما دام المال باقیًا الا اذا  
استغرقت کفایتہ الزکوٰۃ فلا یزاد علی النصف۔ (الفتاویٰ الہندیۃ جلد ۱ ص ۱۸۸)  
کتاب الزکوٰۃ۔ الباب السابع فی المصارف) ۱۷



۱۷ قال ابن نجیم رحمہ اللہ: ویبدا فی الصدقات بالاقارب ثم الموالی ثم الجیران وذكر  
فی موضع اخر معزیاً الی ابی حفص الکبیر لا تقبل صدقة الرجل وقربته محاویم فیسد  
حاجتہم۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ باب المصروف)  
ومثله فی نور الايضاح ص ۱۷ کتاب الزکوٰۃ۔ باب المصارف۔

۱۸ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: وعامل یعم الساعی والعاشرفیعی ولوغنیًا لہاشمیًا  
لانہ فرغ نفسه لہذا العمل فیحتاج الی الکفاية والغنی لا یمنع من تناولہا۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۹ باب المصروف)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۱ باب المصارف

**سوال :-** مدارس کے مہتممین کو جب زکوٰۃ کی رقم مدارس کے لیے دی جائے تو کیا وہ اسے اپنی صوابدید کے مطابق یا جلد تملیک کے بعد خرچ کریں

یا کہ حیلہ تملیک کے بعد خرچ کریں؟

**الجواب :-** مدارس کے اہل اہتمام اگرچہ عاملین کی طرح ہیں مگر جس طرح عاملین مال زکوٰۃ کو اپنی صوابدید کے مطابق غیر شرعی مصارف میں خرچ نہیں کر سکتے تو اسی طرح مہتممین بھی مال زکوٰۃ کو نادار طلباء پر تملیک کے علاوہ ان کے دیگر امور میں خرچ نہیں کر سکتے بلکہ مدرسہ کے متعلق امور میں خرچ کرنے کے لیے حیلہ شرعی ضروری ہے۔

لما قال ابو بکر انکاسانی، ما یوضع فی بیت المال من الاموال فاربعة انواع الاول زکوٰۃ السوائم والعشور وما اخذہ العشار من تجار المسلمین اذا مروا علیہم ومحلہ ما ذکرنا من المصارف ای الفقراء والمساکین۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۶۸ فصل واما بیان ما یوضع۔ الخ)

**سوال :-** لوگ مدارس دینیہ کے مہتممین کو زکوٰۃ دیتے دیتے ہیں حالانکہ وہ خود مالدار ہوتے ہیں تو کیا ان مہتممین کو زکوٰۃ دینے سے مزکی کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا یہ کہ جب تک مہتمم کسی مصرف میں خرچ نہ کرے اس وقت تک زکوٰۃ کی ادائیگی موقوف ہوگی؟

**الجواب :-** موجودہ دور میں مدارس کے مہتممین کی حیثیت عاملین زکوٰۃ کی سی ہے، جب کوئی شخص ان کو زکوٰۃ ادا کرے تو اس کی زکوٰۃ اسی وقت سے ادا ہو جائے گی البتہ مہتممین کے لیے لازم ہے کہ وہ زکوٰۃ کو اپنے ذاتی مصارف میں خرچ نہ کریں بلکہ طلباء علوم دینیہ پر خرچ کریں اور غیر ضروری مصارف سے احتیاط لازمی ہے۔

لما قال العلامة ابن ہمام،۔ فہذہ جہات التکوٰۃ فلما لک ان یدفع الی کل واحد

لہ وفي الہندیۃ، ما یوضع فی بیت المال اربعة انواع الاول زکوٰۃ السوائم والعشور وما اخذہ العاشر من تجار المسلمین الذین یمرؤن علیہ ومحلہ ما ذکرنا من المصارف۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹ کتاب التکوٰۃ۔

ومثله فی رد المحتار ج ۲ ص ۶۳ کتاب التکوٰۃ۔



منہم ولہ ان یقتصر علی صنف واحد۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۵۵ کتاب الزکوٰۃ) لہ  
**سوال :-** بعض علاقوں میں بعض مولوی صاحبان بڑے  
 مالدار کے لیے زکوٰۃ کا لینا صحیح نہیں | مالدار ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ لوگوں سے  
 زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر وغیرہ لیتے ہیں، تو کیا ان علماء کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے؟ اور اس سے زکوٰۃ  
 ادا ہو جائے گی؟

**الجواب :-** زکوٰۃ صرف فقراء و مساکین کا حق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اغنیاء پر مقرر کیا  
 ہے، اس لیے مالدار چاہے وہ مولوی ہو یا غیر مولوی اُسے زکوٰۃ لینا صحیح نہیں، ایسے آدمی کو زکوٰۃ  
 دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

لما قال الشيخ عبد الحی الکنوی، علماء اغنیاء را زکوٰۃ گرفتن بالاتفاق حرام است۔  
 ر مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۸۷ باب تصرف الزکوٰۃ

**سوال :-** کیا آدمی اپنے اموال ظاہر  
 کیا اموال ظاہرہ سے حکومت زکوٰۃ وصول کرے گی؟ | سے زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے یا کہ حکومت  
 کے ذمے زکوٰۃ کی وصولی واجب ہے؟

**الجواب :-** اموال دو قسم کے ہیں (۱) اموال ظاہرہ (۲) اموال باطنہ۔ فقہ حنفی کی رو سے  
 اموال ظاہرہ سے حکومت زکوٰۃ وصول کر سکتی ہے اور اموال باطنہ سے مالک خود زکوٰۃ ادا کرے گا۔  
 ابتداء سے یہی صورت چلی آ رہی تھی لیکن بعد میں حضرت عثمانؓ نے اموال ظاہرہ سے بھی زکوٰۃ ادا کرنا

لہ و ذکر الامام ابو بکر الجصاص الرازی، عن علی و ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اذا اعطى الرجل  
 الصدقة صنفًا واحدًا من الاصناف الثمانية اجزاء و روى مثل ذلك عن عمرو بن الخطاب و حذيفة  
 و عن سعيد بن جبیر و ابراهيم و عمر بن عبد العزيز و ابی العالیة و لا یروی عن الصحابة خلافه فصار  
 اجماعاً من السلف لا یسع احد خلافه لظهوره و استيفاضته فیہم الخ (احکام القرآن ج ۳ ص ۱۳۹)

لہ لما قال العلامة ابوالبرکات النسفی: ہی تمليك المال من فقير مسلم غیر ہاشمی و لا  
 مولاه۔ (کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۱۰۱ کتاب الزکوٰۃ)  
 و منہ فی الدر المختار علی صدم رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶ تا ۲۵۸ کتاب الزکوٰۃ۔

صاحب مال کے سپرد فرمایا لہذا اموال ظاہرہ و باطنہ سے صاحب مال خود زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے ۔  
 لما قال العلامة ابوبکر الکاسانی : قال عامة مشائخنا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 طالب زكوته والابوبكر وعمر طالبا وعثمان طالب زمانا ولما كثرت اموال الناس ورأى ان  
 في تتبعها حرجا على الامة وفي تفتيشها ضررا بارباب اكل اموال فوض الاداء الى اربابها ۔  
 (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۸۹ کتاب الزکوٰۃ ، فصل بیان من له المطالبة )

**نشد کرنے والوں کو زکوٰۃ دینا** | سوال :- اہل کل اکثر ہیرونی اور چرچی قسم کے لوگ زکوٰۃ و  
 خیرات مانگتے ہیں اگر ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دی جائے تو کیا اس  
 طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ۔

**الجواب :-** زکوٰۃ ہر فقیر و مسکین کو دینے سے ادا ہو جاتی ہے چاہے وہ اس مال زکوٰۃ کو  
 معاصی پر خرچ کرے تاہم زکوٰۃ دینے والے کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کسی عاصی و گناہ  
 کے عادی شخص سے معصیت کے کاموں میں تعاون نہ کرے ، لہذا بنا برائیں ہیرونی ، چرچی ، انیمی  
 وغیرہ کو ان امور کے ارتکاب کیلئے زکوٰۃ دینا مناسب نہیں ۔

لما قال العلامة الحسکفی :- ہی تمليك خروج الاباحۃ فلو اطعم يتيمًا نأوى الزکوٰۃ لا تجزئہ  
 الا اذا دفع اليه المطعوم ..... جز مال خوج المنفعة فلو اسكن فقيرا داره سنة نأويا لا يجزيه  
 عينه الشارع ..... من مسلم فقير غير هاشمی لا مولاہ ۔

(الدر المختار علی هامش الطحطاوی ج ۱ ص ۳۸۹ کتاب الزکوٰۃ) لے

**دینی مدارس میں زکوٰۃ کی تصریح ضروری** | سوال :- کسی دینی مدرسہ میں زکوٰۃ دیتے وقت  
 صرف تبت کافی ہوتی ہے یا رسید لکھتے وقت  
 مال زکوٰۃ کی تصریح ضروری ہے ؟

**الجواب :-** مدارس دینیہ میں زکوٰۃ دیتے وقت زکوٰۃ کی تصریح کرنا ضروری ہے تاکہ

لے قال الامام ابوالبركات النسفی :- ہی تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمی ولا  
 مولاہ بشرط قطع المنفعة عن المالك من كل وجه لله تعالى ۔

رکنزالسائق علی هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوٰۃ

و مثلہ فی بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۸۹ کتاب الزکوٰۃ ۔ فصل شرائط الفریضۃ ۔



مدرسے والے اس کو زکوٰۃ کے مصروف میں خرچ کر سکیں، صرف نیت کافی نہ ہوگی۔

قال العلامة الحصکفی: ولا یخرج عن العہدۃ بالعزل بل بالاداء للمفقراد۔ وقال ابن عابدین: فلو ضاعت لا تسقط عنه الزکوۃ۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۱) قبل افتراضہا عمری (۱) لہ

**نردبرد کرنے والے کو زکوٰۃ کا وکیل بنانا** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی مدرسے

کا ہتم زکوٰۃ و صدقات جمع کر کے نردبرد کرتا ہو، طلباء کے نام پر زکوٰۃ و صدقات کی رقم خود کھا جاتا ہو اور مدرسے میں طالب علموں کا نام و نشان نہیں، حالانکہ یہ زکوٰۃ مدرسے کے طالب علموں کے لیے ہتم کو وکیل بنا کر دی جاتی ہے، تو کیا اس طرح کے ہتم مدرسہ کو مدرسہ کے لیے زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

**الجواب :-** جہاں نردبرد کا غلبہ ظن ہو وہاں زکوٰۃ وغیرہ دینا مناسب نہیں اور اگر دی جا چکی ہو اور یہ خدشہ ہو کہ صحیح جگہ پر خرچ نہ کی جائے گی تو دوبارہ ادا کرنا چاہیے تاکہ ادائیگی یقینی ہو جائے۔

قال الحصکفی: دفع بتخری لمن یظنہ مصرفاً.... لا یبعد لانه الى بما فی وسعہ حتی لو دفع بلا تعذر لم یحز ان اخطأ۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۸ باب المصرف) لہ

لہ فی الہندیۃ: واذا وضعها ولم یخطر ببالہ انہ مصرف ام لا فہو علی الجواز الا اذا تبین انہ غیر مصرف..... او غلب علی ظنہ انہ لیس بمصرف فہو علی الفساد۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۱ الباب السابع فی المصارف)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب الزکوٰۃ۔

لہ قال المرتبینانی: قال ابو حنیفۃ ومحمد اذا دفع الزکوٰۃ الى رجل یظنہ فقیراً ثم بان انہ غنی او ہاشمی او کافر.... فلا اعادۃ علیہ۔ وقال ابو یوسف علیہ الاعادۃ.... والظاهر هو الاول وهذا اذا تعری ودفع وفي اکبر رأیہ انہ مصرف اما اذا شک ولحق تعری وتحری فدفع وفي اکبر رأیہ انہ لیس بمصرف لا یجزیہ الا اذا علم انہ فقیر هو والصیحح۔

والہدایۃ ج ۱ ص ۱۸۹ باب من یجوز دفع الصدقات الیہ ومن لا یجوز

وَمِثْلُهُ فِي تَوْرَا لایضاح ص ۱۶ باب المصرف۔

**فقیر عالم دین کو زکوٰۃ دینا افضل ہے** | سوال :- ہمارا ایک مستقل پانخواہ امام مسجد ہے لیکن وہ فقیر بھی ہے تو کیا ہم اس غریب امام کو زکوٰۃ کی

رقم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یا کسی اور فقیر کو دینا ضروری ہے؟

**الجواب :-** اگر امام مسجد کی مستقل پانخواہ ہو لیکن غربت کی وجہ سے زکوٰۃ کا مقدار نہ تو کسی جاہل کو زکوٰۃ دینے کی بجائے اس غریب عالم دین کو دینا بہتر ہے۔

قال العلامة الحصکفی: وفي المعراج التصديق على العالم الفقير افضل. قال ابن عابدین عن القهستانی قوله افضل ای من الجاهل الفقير۔

(الدرا المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۹ کتاب الزکوٰۃ۔ باب المصروف) ۱۷

**مقدار نصاب زکوٰۃ میں دینا مکروہ ہے** | سوال :- میرے ایک دوست کو حج کرنے کا بے پناہ شوق ہے لیکن

استطاعت نہیں رکھتا، کیا میں از روئے شرع اُسے زکوٰۃ کی رقم دے کر حج کرا سکتا ہوں؟

**الجواب :-** اگر آپ کے دوست کی ملکیت میں وہ مال جو اس کی حوائجِ اصلیہ سے نائد ہو اگر ۲/۵ تولہ چاندی کی مروجہ قیمت کے برابر ہو تو وہ زکوٰۃ کا مقدار نہیں اس لیے اُسے زکوٰۃ کے پیسے دینا جائز نہیں، اور اگر فقیر ہو تو مصرف زکوٰۃ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کی اتنی

رقم جو مقدارِ نصاب تک پہنچتی ہو دینا مکروہ ہے لیکن پھر بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ لہذا اگر آپ اپنے دوست کو مقدارِ نصاب سے زیادہ مال زکوٰۃ میں دے دیا اور وہ قبض کرنے کے بعد اس سے حج کر لے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی لیکن اتنی زیادہ مقدار میں زکوٰۃ دینا مجھے

کراہت سے خالی نہیں۔

لما فی الہندیۃ: ویکرہ ان یدفع الی رجل مائتی درہم فصاعداً وان دفعہ جاز۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف) ۱۸

۱۷ وفي الہندیۃ: التصديق على فقير العالم افضل من التصديق على الجاهل كذا في الزاہدی۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف) ۱۸ وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۵ قَبِيلُ بَابِ مَدِّ الْفَطْرِ۔

۱۷ قال العلامة الحصکفی: وکرہ اعطاء فقير نصاباً او اکثر الا اذا کان المدفوع اليه

مديوناً او کان صاحب عیال۔ (الدرا المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۷۰ باب المصروف)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۷۰ باب المصروف۔



**گھریلو ملازم کو زکوٰۃ دینے کا حکم** | سوال :- میرے پاس دو ہزار روپے ماہوار پر ایک گھریلو ملازم ہے، کیا میں اسے زکوٰۃ دے سکتا ہوں؟

الجواب :- فقیر ملازم کو زکوٰۃ اور صدقہ دونوں دینا درست ہے اور ملازم کے لیے لینا بھی جائز ہے تاہم تنخواہ میں زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

لما في الهدية: ويجوز دفعها الى من يملك اقل من النصاب وان كان صحيحاً  
مكتسباً كذا في الزاهدى - (الفتاوى الهندية ج ١ ص ١٨٩) الباب السابع في المصارف له

حکومت کی طرف سے مدارس دینیہ کو زکوٰۃ دینے کا حکم | سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے

میں کہ حکومت بینکوں کی رقم سے دینی مدارس کو کچھ رقم بطور زکوٰۃ دیتی ہے، تو کیا یہ رقم زکوٰۃ شمار ہوگی یا سود یا کوئی تیسری جہت، اور طلباء کو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- یہ بظاہر زکوٰۃ کی رقم ہے، لہذا طلبہ جو مصرفِ زکوٰۃ ہوں ان کے لیے اس رقم سے کھانا لایا ہے، اگرچہ اس میں سودی رقم کے اختلاط کا وہم بھی موجود ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: لو اخرج زکوة المال الحلال من مال حرام ذکر فی الوهبانية انه یجزى عند البعض----- ولونوی فی المال الخبیث الذی وجبت

صدقة ان يقع عن الزكوة وقع عنها. رد المحتار ج ٢ ص ٢٨ مطلب  
في التصديق من المال المحرام) ٢هـ

له قال العلامة ابن نجيم المصري: يجوز دفع الزكاة الى من يملك مادون  
النصاب او قدر نصاب غير تام وهو مستغرق في الحاجة -

(البحر الرائق ج ٢ ص ٢٢٠ باب المصروف)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرَجَةِ الْمُخْتَارَةِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمُخْتَارِ ج ٢ ص ٢٢٢ بَابُ الْمَصْرِفِ -

٢ له قال العلامة ابن اليواز الكردي: والعبرة لنية الدافع لا لعلم المدفوع اليه وبعد اسطر فلا يأخذها لامن لا يجوز له اخذ الصدقة -

فتاوى البزازية على هامش الهندية ج ٧ <sup>٨٨٦٨٤</sup> اباب الثاني في المصروف

وَمِثْلُهُ فِي قَاضِي خَانَ عَلِي هَامَشِ الْهِنْدِيَّةِ ج ٣ مِثْلُ كِتَابِ الْخَطَرِ وَالْإِبَاحَةِ وَمَا يَكُونُ أَكْلُهُ وَمَالًا -

**سید اور کسی بزرگ کی اولاد میں باعتبار مصرف زکوٰۃ فرق ہے | سوال :- ہمارے**

**”میاں“ کی یکساں قدر کی جاتی ہے، ”سید“ تو آل نبی ہیں اور ”میاں“ لوگ کسی بزرگ اور ولی اللہ کی اولاد ہوتے ہیں، تو کیا میاں لوگ مصرف زکوٰۃ ہیں یا میاں اور سید برابر ہیں؟**

**الجواب :-** سید اور میاں میں فرق واضح ہے، اس لیے کہ اگر میاں صاحبان کسی غیر سید بزرگ کی اولاد ہوں تو ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہ ہے اور سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔  
لما فی الہندیۃ : ولا یدفع الی بنی ہاشم وھم آل علیؑ و آل عباسؑ و آل جعفرؑ و آل عقیلؑ و آل الحدیث بن عبد المطلبؑ کذا فی الہدایۃ ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف) لہ

**عباسی خاندان مصرف زکوٰۃ نہیں | سوال :-** جناب مفتی صاحب! میرا تعلق عباسی خاندان سے ہے، کیا میں عباسی خاندان کے مساکین و یتامیٰ کو زکوٰۃ دے سکتا ہوں، یا کوئی ایسا شخص عباسی نہ ہو وہ عباسی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** عباسی فقیر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں کیونکہ آل عباس آل ہاشم سے ہیں اور آل ہاشم مصرف زکوٰۃ نہیں، خواہ زکوٰۃ دیتے والا عباسی ہو یا کوئی دوسرا۔

لما فی الہندیۃ : ولا یدفع الی بنی ہاشم وھم آل علیؑ و آل عباسؑ و آل جعفرؑ

لہ قال العلامة ابن نجیمؒ : قوله وبنی ہاشم وموالیہم ای لا یجوز الدفع لہم لحديث البخاری نحن اهل بیت لا تحل لنا الصدقة ولحديث ابی داؤد مولى القوم من انفسہم وانا لا تحل لنا الصدقة اطلق فی بنی ہاشم فشمیل فان کان ناصراً للنبی ﷺ وموت لم یکن تاصراً لہ منهم کولد ابی لہب فیدخل من اسلم منهم فی حرمة الصدقة لکونه ہاشمیاً..... رواہ ابولہب وابناہ) وروی حدیثاً لا قرابة بینی و بین ابی لہب ونص فی البدائع علی ان الکرخی قید بنی ہاشم بالخمسة الخ

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۶ باب المصارف)

وَمِثْلُہٗ فِی الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلٰی ہَاشِمٍ رَوٰی الْمُخْتَارُ ج ۲ ص ۲۲۶ باب المصارف ۔



وآل عقیل و آل الحارث بن عبدالمطلب کذا فی الهدایۃ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف) لہ

**فقیر دائن کو زکوٰۃ لینا جائز ہے** | سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید فی الحال مسکین ہے لیکن

اس کا عمرو پر اتنا قرضہ ہے کہ اگر وہ وصول ہو جائے تو زید صاحب نصاب بن جاتا ہے لیکن عمرو بھی مسکین ہے اور قرضہ ادا کرنے سے قاصر ہے، تو کیا زید کو زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** اس صورت میں زید کا حکم ابن السبیل جیسا ہے کہ اگرچہ وہ صاحب نصاب ہے لیکن اس کے ہاتھ میں وہ مال موجود نہیں لہذا ایسے مقروض کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے اور اس کو زکوٰۃ دینے سے فریضہ بھی ساقط ہو جائے گا۔

لما فی الہندیۃ: وان کان الذین غیر متوجل فان کان من علیہ الدین معسراً یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ فی اصح الاقاویل لانه بمنزلۃ ابن السبیل۔  
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف ومنها الغارم) لہ

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری: والخمسة المذكورون من بنی ہاشم لان العباس والحارث عمان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وجعفر وعقیل اخوان لعلی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب وهو ابن عتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۶ باب المصارف)

ومثله فی الدر المختار علی ہامش رد المختار ج ۲ ص ۲۴۶ باب المصارف لہ قال العلامة ابن عابدین: قوله من له مال لا معه ای سوا دکان ہو فی غیر وطنہ او فی وطنہ وله دیون لا یقدر علی اخذها کما فی النہر..... قال والحق بہ کل من ہو غائب عن مالہ وان کان فی بلدۃ لان الحاجة ہی المعتبرة وقد وجدت لاته فقیر بدا وان کان غنیاً ظاہراً۔

(رد المختار علی ہامش الدر المختار ج ۲ ص ۶۷۰ باب المصارف)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى الْخَانِيَةِ ج ۲ ص ۲۶۶ باب المصارف۔

**قرضہ کو زکوٰۃ میں مجرا کرنے کا حکم** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک شخص

حضرات اگر اپنا قرضہ زکوٰۃ میں مجرا کریں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت مذکورہ میں اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی دو صورتیں ہیں: (۱) قرض خواہ اپنی طرف سے واجب الادا رقم اس کو زکوٰۃ میں دے کر قرضے میں وصول کرے۔ (۲) مقروض کسی اور سے قرض لے کر قرض خواہ کو دیدے اور قرض خواہ اپنے قرض میں وصول کر کے مقروض کو زکوٰۃ میں واپس کر دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

قال العلامة الحسکفی: واداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لا يجوز  
وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكوته ثم يأخذها عن دينه ولو امتنع  
المديون مديد مواخذها لكونه ظفر بجنس حقه فان مانعه دفعه  
للقاضى - (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲) قبيل افتراضها عمري له

**زکوٰۃ کی رقم سے دینی مدرسہ کے لیے قرآن مجید خریدنا** | سوال :- ہمارے گاؤں

جبکہ گاؤں کے اکثر لوگ غریب ہیں اور مدرسے کو اپنی مدد آپ کے تحت چلا رہے ہیں تو کیا زکوٰۃ کی رقم سے اس مدرسے کے لیے قرآن مجید اور دینی کتب خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک شرط ہے بدون تملیک کے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، تاہم اگر تملیک کے بعد وہ آدمی جسے زکوٰۃ دی گئی ہے اپنی طرف سے مدرسے کیلئے قرآن مجید اور دینی کتب خرید کر وقف کر دے تو جائز ہے۔

له قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: وليستفاد منه ان رجوع المتبرع بقضائه الدين  
عند التصديق على الدائن محمول على ما اذا كان بغير امر المديون اما اذا كان  
بامره فهو تمليك منه فلا رجوع عند التصديق بانه لادين على الدائن وانما يرجع  
على المديون وهو بعمومه.... والحيلة في الجواز في هذه الامثلة ان  
يتصدق بمقدار زكوته على فقير ثم يأمره بعد ذلك بالصرف الى هذه  
الوجوه الخ - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۳ باب المصروف)



قال العلامة الحصكفی: الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يأمره ان يفعل هذا الاشياء  
وهل له ان يخالف امره لحرارة والنظار نعم۔ (الدر المختار على هامش رد المحتار  
ج ۲ ص ۶۳ باب المصروف)

قال العلامة الحصكفی: وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن فيكون  
الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد۔ (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۲  
قبيل افتراضها عمري) له

**سید فقیر کیلئے زکوٰۃ کی رقم سے کفن خریدنا** سوال :- اگر کوئی سید فقیر اور محتاج فوت

ہو جائے اور اس کے پاس کفن وغیرہ کیلئے  
کچھ نہ ہو، تو کیا زکوٰۃ کی رقم سے سید فقیر کے لیے کفن خریدنا جائز ہے، اور اس سے زکوٰۃ کی  
ادائیگی ہو جائے گی یا نہیں؟

**الجواب :-** زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے زکوٰۃ کا مال کسی نادار اور فقیر کو تملیک کر دینا ضروری ہے  
تکفین میت میں چونکہ تملیک کی شرط منقودہ ہے لہذا میت کیلئے چاہے سید ہو یا غیر سید، زکوٰۃ  
کے مال سے کفن خریدنا جائز نہیں، تاہم اگر مال زکوٰۃ کسی فقیر کے قبضے میں دے دیا جائے اور وہ  
اپنی طرف سے میت کے لیے کفن خرید کر اس کو پہنا دے تو زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور فقیر کو بھی  
صدقے کا ثواب ملے گا۔

قال الحصكفی: وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في  
تعمير المسجد وتعمامه في حيل الاشياء۔ (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۲ کتاب الزکوٰۃ) ۲

له قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: والحيلة في الجواز في هذه الاربعة ان يتصدق  
بمقدار زكوته على فقير ثم يأمره بعد ذلك بالصرف الى هذه الوجوه  
فيكون لصاحب المال ثواب الزكوة وللفقير ثواب هذه القرب كذا في المحيط۔  
(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ باب المصروف)

۲ قال العلامة ابن نجيم: والحيلة في الجواز في هذه الاربعة ان يتصدق بمقدار زكوته على فقير ثم  
يأمره بعد ذلك بالصرف الى هذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الزكوة وللفقير ثواب هذه  
القرب كذا في المحيط۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ باب المصروف)

## زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کا فقہی جائزہ اور ترامیم و تجاویز

سابقہ صدر پاکستان اور برصغیر فوج کے سربراہ جناب جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے اپنے دور حکومت میں جب زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کے اجراء کا فیصلہ کیا اور رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے اسے مشہر کیا تو مملکتِ خدا داد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے جید اور مقتدر علماء کرام نے اس آرڈیننس کا جائزہ لیا اور چند خامیوں کو دور کرنے اور اسے عملی طور پر موثر بنانے کے لئے حکومت کو اپنی طرف سے ترامیم و تجاویز پیش کیں۔ اسے بورڈ میں جو علماء شامل تھے ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- (۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ قنک۔
  - (۲) فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی دارالافتاء ناظم آباد کراچی۔
  - (۳) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن دارالافتاء بنوری ٹاؤن کراچی۔
  - (۴) شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نائب رئیس دارالعلوم کراچی۔
  - (۵) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی رئیس دارالعلوم کراچی۔
  - (۶) حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر منتہم جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی۔
  - (۷) شیخ الحدیث حضرت مولانا سبحان محمود دارالعلوم کراچی۔
  - (۸) حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی دارالافتاء دارالعلوم کراچی۔
- انہ تجاویز و ترامیم کو فقہی مباحث سے مناسبت کے بناء پر فتاویٰ دارالعلوم حقانیہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ (از مرقعہ)



## صدر پاکستان کی طرف سے جاری کردہ زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کا فقہی جائزہ اور ترامیم و تجاویز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى وسلاماً على عباده الذين اصطفى أما بعد!  
حال ہی میں حکومت پاکستان نے سرکاری سطح پر زکوٰۃ اور عشر کی وصولی اور تقسیم کے لیے ایک آرڈینینس نافذ کیا ہے جس کے ذریعے مسلمانوں پر واجب الادا زکوٰۃ کا ایک نیا حکمت وصول کر کے اس کی تقسیم کا انتظام کرے گی۔

زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا انتظام اسلامی حکومت کی ایک اہم ذمہ داری ہے اور اگر حکومت یہ انتظام ٹھیک ٹھیک شرعی احکام کے مطابق قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے تو یہ نفاذ شریعت کی طرف ایک نہایت مثبت قدم ہوگا اور انشاء اللہ اس ملک کے مسلمان اس کی دنیوی اور اخروی برکات سے بہرہ ور ہو سکیں گے، لیکن اس نظام کو سرکاری سطح پر جاری کرتے وقت حکومت کو یہ بات پوری طرح ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ نظام زکوٰۃ کا نفاذ اسلامی معیشت کے قیام کے لیے جتنا ضروری اور اہم ہے اتنا ہی نازک اور توجہ طلب بھی ہے۔ زکوٰۃ دوسرے محاصل یا ٹیکسوں کی طرح کوئی ٹیکس نہیں ہے بلکہ یہ وہ عظیم الشان عبادت ہے جو اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن قرار دی گئی ہے۔ لہذا اس میں عبادت اور اطاعت خداوندی کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بُنی الاسلام علی خمس شہادة ان لا اله الا الله وان محمداً عبداً ورسولاً واقام الصلوة وايتاد الزکوة والحج وصوم رمضان متفق علیہ۔ مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۱ کتاب الايمان۔ الفصل الاول  
قال العلامة ابن عابدین: قد مو الزکوٰۃ اقتداء بکتاب اللہ.... جولانها افضل العبادات بعد الصلوة قہستانی۔ (رد المحتار علی هامش الدر المختار ج ۲ ص ۲ کتاب الزکاة)

حکومت زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا انتظام اپنے ذمے لے کر ایک ایسی گرانبار اور نازک ذمہ داری اپنے سر لے رہی ہے جو اس کے دینی جذبے، اس کے اخلاص اور اس کے حسن انتظام کے لیے ایک زبردست آزمائش اور امتحان کی حیثیت رکھتی ہے، اس میں حکومت کو ایک طرف تو اس بات کا پورا لحاظ رکھنا ہوگا کہ کسی مسلمان کے ساتھ زکوٰۃ کی وصولی میں کوئی نا انصافی نہ ہونے پڑے اور دینی رقم اس کے ذمے شرعاً واجب الادا ہے اس سے ایک پائی بھی زائد وصول نہ ہو کیونکہ حدیث پاک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **المعتدی فی الصدقة کما نفعها** یعنی زکوٰۃ وصول کرنے میں زیادتی کرنے والا ایسا ہی گنہگار ہے جیسے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا۔

اور دوسری طرف اس بات پر کڑی نظر رکھنی ہوگی کہ زکوٰۃ سے حاصل ہونے والی یہ مقدس رقوم ٹھیک شریعت کے مطابق اس کے صحیح مستحقین تک پہنچیں اور اس میں کوئی خیانت، خورد برد، بد عنوانی یا شرعی احکام سے تجاوز نہ ہونے پائے، زکوٰۃ کے تقدس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے مصارف کا تعین انبیاء علیہم السلام پر بھی نہیں چھوڑا بلکہ اسے بذات خود قرآن کریم میں متعین فرما دیا ہے۔ چنانچہ جب تک زکوٰۃ کو ان مصارف پر صحیح طور سے خرچ کرنے کا اطمینان بخش انتظام نہ ہو جائے زکوٰۃ کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا، لہذا اگر حکومت زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم دونوں کا نظام صحیح طور سے مقرر کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو یہ اس کا ایک عظیم کارنامہ ہوگا جس کی برکات انشاء اللہ کھلی آنکھوں محسوس ہوں گی۔

اگر خدا نخواستہ زکوٰۃ کی ان مقدس رقوم کو مستحقین تک پہنچانے کا انتظام صحیح نہ ہو سکا تو کروڑوں مسلمانوں کی عبادت خراب ہونے کا وبال بھی دنیا و آخرت میں بڑا سنگین ہو سکتا ہے، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکومت کو اس کڑی آزمائش میں پورا

۱۔ عن النبیؐ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المعتدی فی الصدقة کما نفعها، رواہ ابو داؤد والترمذی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۵۹ باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ الفصل الثانی)  
 ۲۔ قال اللہ تعالیٰ: انما الصدقات للفقراء والمساکین العاملين علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغرمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل۔ (سورۃ التوبۃ آیت ۷۰)



اترنے کی توفیق کامل عطا فرمائے اور اس نازک مرحلے کو اس کے لیے آسان فرمائے۔ آمین  
اس مقصد کے حصول کے لیے پہلا قدم یہ ہونا چاہیے کہ زکوٰۃ و عشر کا جو قانون نافذ  
کیا گیا ہے وہ شرعی اعتبار سے درست ہو اور اس میں شرعی لحاظ سے کوئی سقم باقی نہ ہے  
اور دوسرا قدم یہ ہونا چاہیے کہ اس قانون کے مطابق عمل درست ہو، یہاں تک قانون  
کا تعلق ہے مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کے اجلاس میں حالیہ زکوٰۃ و عشر آرڈینیمنس پر غور کیا گیا  
اور شرعی نقطہ نظر سے اس کا جائزہ لینے کے بعد مندرجہ ذیل تبصرہ اتفاق رائے کے ساتھ  
منظور کیا گیا۔

**(۱) نصاب زکوٰۃ** | اس آرڈیننس کی سب سے زیادہ سنگین غلطی یہ ہے کہ اس میں ہر  
اس شخص پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم کر دی گئی ہے جس کے بینک اکاؤنٹ  
میں زکوٰۃ منہا کرنے کے دن ایک ہزار روپے سے زائد رقم جمع ہو، اور بینکوں کے علاوہ  
دوسرے مالیاتی اداروں میں یہ ایک ہزار روپے کی قید بھی نہیں ہے بلکہ ان اثاثوں کے  
حامل افراد کو ان کے اثاثوں کی مالیت کا لحاظ کئے بغیر لازمی طور پر زکوٰۃ کا مستوجب قرار  
دے دیا گیا ہے، یہ شرعی لحاظ سے انتہائی سنگین غلطی ہے اور عملاً اس قانون سے بہت  
سے لوگوں کے ساتھ یہ زیادتی ہو سکتی ہے کہ ان پر شرعاً زکوٰۃ واجب نہ ہونے کے باوجود  
ان سے زکوٰۃ وصول کر لی جائے، حالانکہ شریعت کی رو سے زکوٰۃ صرف اس شخص پر فرض ہے  
جو نصاب یعنی ۵۲/۲ تولہ چاندی یا اتنی مالیت کی نقدی، سونے یا مال تجارت کا مالک  
ہو یا ان چاروں اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ ۵۲/۲ تولہ چاندی کی قیمت کے  
برابر اس کی ملکیت میں ہو، البتہ اگر کسی شخص کے پاس سونے کے سوا کوئی اور چیز موجود نہ ہو  
تو اس کا نصاب ۵۲/۲ تولہ سونا ہے۔

۱۔ قال العلامة ابن عابدین: قوله نصاب هو ما نصبه الشارع علامة على وجوب  
الزكاة من المقادير۔ (رد المحتار على هامش الدر المختار ج ۲ ص ۳۸ کتاب الزكاة)  
۲۔ قال العلامة الحصكفي: نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم كل  
عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل۔۔۔۔۔ في غرض تجارة قيمته نصاب۔  
الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸ باب زكاة المال

پھر اگرچہ شرعاً زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ہر رقم پر علیحدہ سال پورا ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ سارے سال کم از کم بقدر نصاب مالیت کا مالک رہا ہو، آرڈیننس میں زکوٰۃ کی ان بنیادی شرائط کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا۔

لہذا اگر نظام زکوٰۃ کو واقعہً شرعی اصولوں کے مطابق قائم کرنا ہے تو آرڈیننس میں ایسی ترمیم ناگزیر ہے جس کی رو سے زکوٰۃ صرف انہی افراد سے وصول کی جاسکے جس کے ذمے شرعاً زکوٰۃ فرض ہے، اور اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ دفعہ ۲، ذیل ۲۳ میں ”صاحب نصاب“ کی ہر تعریف لکھی گئی ہے یعنی :

”صاحب نصاب سے مراد وہ شخص ہے جس کے ذمے اس آرڈیننس کی رو سے زکوٰۃ واجب الادا ہو“

اسے تبدیل کر کے ”صاحب نصاب“ کی تعریف اس طرح کی جائے :-

”صاحب نصاب سے مراد وہ شخص ہے جس کی ملکیت میں ۲/۵۲ تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا نقد روپیہ، سونا یا سامان تجارت ہو یا ان چاروں اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ مل کر ۲/۵۲ تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو“

۱۔ قال العلامة ابن عابدینؒ: قوله لحوالته عليه اى لان حوالان لحوالى النصاب شرط لكونه سبباً وهذا اعلة للنسبة وسمى الحول حوالاً لان الاموال تتحول فيه اولانه يتحول من فصل الى فصل من فصوله الاربع - (رد المحتار على هامش الدر المختار ج ۲ ص ۵ مطلب الفرق بين السبب والشرط والعلّة )

۲۔ عن ابى سعيد الخدرى رضى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس فيما دون خمسة اوسق من التمر صدقة وليس فيما دون خمس اواق من الصدق صدقة وليس فيما دون خمس الخ - (مشکوٰۃ المصابيح ج ۱ ص ۱۵۸ باب ما يجب فيه الزکوٰۃ)

۳۔ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل ..... في عرض تجارة قيمة نصاب - (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳ باب زکوٰۃ المال)



پھر ہر سال تاریخ زکوٰۃ سے پہلے ۵۲/۲ تولہ چاندی کی جو قیمت ہو اس کا اعلان کر کے اس قیمت کو وصولی زکوٰۃ کا معیار مقرر کیا جائے یعنی صرف ان لوگوں سے زکوٰۃ وصول کی جائے جن کی اتنی مالیت کی قوم بینکوں یا دیگر مالیاتی اداروں میں جمع ہوں۔

(۲) سال گزرنے کا مسئلہ | زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مقدار نصاب پر پورا سال گزر چکا ہو۔ یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ

جب کوئی شخص ایک مرتبہ صاحب نصاب بن جائے اور سارا سال صاحب نصاب رہے تو سال کے اختتام پر جتنی بھی رقم اس کی ملکیت میں ہوگی اس ساری رقم پر شرعاً زکوٰۃ واجب الادا ہوتی ہے خواہ اس رقم کا کچھ حصہ ایک دن پہلے ہی اس کی ملکیت میں آیا ہو، لہذا ہر رقم پر تو سال گزرنا ضروری نہیں ہے لیکن مقدار نصاب کا پورے سال ملکیت میں رہنا ضروری ہے۔  
موجودہ آرڈیننس کے تحت ایسی صورتیں عملاً ممکن ہیں کہ جس تاریخ میں کسی شخص کے

اکاؤنٹ سے زکوٰۃ وضع کی جائے اس سے صرف چند روز پہلے ہی وہ صاحب نصاب بنا ہو تو ایسی صورت میں اس سال ایسے شخص سے جبراً زکوٰۃ وضع کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ لہذا آرڈیننس میں ایسی گنجائش موجود ہونی چاہیے کہ اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے کہ اسے مقدار نصاب کا مالک بنے ہوئے سال پورا نہیں ہوا تو اس کی زکوٰۃ وضع نہ کی جائے۔

۱۷ قال العلامة الحصکفی: مقوماً باحدھما ان استویا فلو احدثھما روج تعین التقویم بہ ولو بلغ باحدھما نصائباً دون الآخر تعین ما یبلغ بہ الخ

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۲ باب زکوٰۃ المال)

۱۸ قال العلامة الحصکفی: والمستفاد ولو بجهة اوارث وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ فینکبہ بحول الاصل۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۲ باب زکوٰۃ الغنم)  
۱۹ قال العلامة ابن عابدین: فمن انکر تمام الحول ای علی ما فی یدہ وعلی ما فی بیتہ فلو کان فی بیتہ مال اخر قد حال علیہ الحول وما مر بہ لم یحل علیہ الحول واتحد الجنس فان العاشر لا یلتفت الیہ لوجوب الضم فی متعدد الجنس الا لما نفع بحد۔

(رد المحتار علی هامش الدر المختار ج ۲ ص ۲۳۲ باب العاشر)

۲۰ قال العلامة الحصکفی: وسببہ ای سبب افتراضہا ملک نصاب حولی۔  
۲۱ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۷۱ مطلب الفرق بین السبب والشرط والعلة)

(۳) قرضوں کا مسئلہ | آرڈیننس میں قرضہ جات کو قابلِ زکوٰۃ مالیت سے منہا کرنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی، اس سلسلے میں فقہائے امت کے مذاہب

کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر طرح کے قرضے منہا کرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم بھی یہی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرضے اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ سے مانع ہیں اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ سے نہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول جدید یہ ہے کہ کسی بھی طرح کا قرض زکوٰۃ سے منہا نہیں ہوگا۔ لے ملاحظہ ہو المجموع شرح المہذب ج ۵ ص ۳۱۲، ۳۱۳

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو زکوٰۃ آرڈیننس کے جس مسودے کو رائے عامہ معلوم کرنے کے لیے مشتہر کیا گیا تھا اس میں بھی قرضوں کی منہائی کی گنجائش موجود تھی اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ”مجلس تحقیق مسائل حاضرہ“ نے اس وقت بھی یہی رائے پیش کی تھی۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ ”بینات“ ص ۸ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ)

لہذا مجلس کی رائے میں نصاب، حوالانِ حول اور قرضوں کے بارے میں مذکورہ بالا تجاویز کو مدنظر رکھتے ہوئے آرڈیننس کی دفعہ ۳ مجوزہ ترمیم کے بعد اس طرح ہونی چاہیے :-  
”آرڈیننس کے دوسرے احکام کے تابع ہر مسلمان صاحبِ نصاب شخص سے شیڈول ۱ میں دی ہوئی تفصیل کے مطابق ہر سال زکوٰۃ کے اختتام پر لازماً زکوٰۃ وصول کی جائے گی، شرط یہ ہے کہ جو شخص یہ ثابت کر دے کہ تاریخ زکوٰۃ کے دن اس کی قابلِ زکوٰۃ جملہ مملوکات کو نصاب کی مقدار تک پہنچے ہوئے پورا سال نہیں گزرا، اس کے مذکورہ اثاثوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی۔ مزید شرط یہ ہے کہ ”جو شخص یہ ثابت کر دے کہ وہ مقروض ہے اور

۱۔ قال المحقق: فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد -

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵ کتاب الزکوٰۃ)

۲۔ قال العلامة برهان الدین المرغینانی: ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زکوٰۃ عليه - وقال الشافعي: يجب لتحقيق السبب وهو ملك نصاب نام -

(الهداية ج ۱ ص ۱۶۸ کتاب الزکوٰۃ)



اس نے فرضہ کسی پیداواری غرض سے نہیں لیا، تو اس کے قرضے کی رقم کو قابلِ زکوٰۃ رقم سے منہا کیا جائے گا۔“

(۴۲) اموالِ ظاہرہ و باطنہ | بینک اکاؤنٹس اور دوسرے مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ منہا کرنے پر ایک علمی اشکال یہ ہے کہ فقہاء کرام کس تصریح کے مطابق حکومت کو اموالِ ظاہرہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہوتا ہے اموالِ باطنہ سے نہیں لے

عام طور پر فقہاء نے مفت چراگاہوں میں چرتے والے مویشیوں، کھیتوں اور باغات کی پیداوار اور اس مالِ تجارت کو جو شہر سے باہر لے جایا جا رہا ہو اموالِ ظاہرہ میں شمار کیا ہے اور نقدی، زیورات وغیرہ باقی تمام قابلِ زکوٰۃ اموال کو اموالِ باطنہ قرار دیا ہے، بینک اکاؤنٹس چونکہ بصورتِ نقد ہوتے ہیں اس لیے علمی طور پر یہ سوال قابلِ غور ہے کہ حکومت ان سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حق رکھتی ہے یا نہیں؟ تو اس مسئلہ پر غور کرنے کے بعد مجلسِ اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ موجودہ دور میں بینک اکاؤنٹس کو اموالِ ظاہرہ میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہدِ مبارک میں اموالِ ظاہرہ و باطنہ کی کوئی تفریق نہیں تھی بلکہ دونوں قسم

۱۔ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: ان مال الزكاة نوعان ظاهر وهو الماشي والمال الذي يمر به التاجر على العاشر و باطن وهو الذهب والفضة و اموال التجار في مواضعها اما الظاهر فلان ما و نوابه وهم المصدقون من السعاة والعشار ولاية الاخذ الخ قال بخلاف الاموال الباطنة -

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۱ باب العاشر)

۲۔ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: لياخذ الصدقات.... من التجار المارين باموالهم الظاهرة والباطنة عليه - قال ابن عايدین و مراده ههنا بالباطنة ما عد الماشي بقريئة قوله المارين باموالهم - (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ مطلب ما ورد في ذم العشار)

کے اموال سے زکوٰۃ سرکاری سطح پر وصول کی جاتی تھی، لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب قابل زکوٰۃ اموال کی کثرت ہو گئی اور آپ نے یہ محسوس فرمایا کہ اگر عاملین زکوٰۃ لوگوں کے گھروں اور دوکانوں میں پہنچکر ان کی املاک کی چھان بین کریں گے تو اس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی اور اس سے ان کے مکانات، دوکانوں، گوداموں اور محفوظ شخصی مقامات کی کج حیثیت مجروح ہوگی، تو آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ صرف ان اموال کی زکوٰۃ حکومت کی سطح پر وصول کی جائے جن کی زکوٰۃ وصول کرنے میں یہ مضرت لاحق نہ ہو اور جس کا حساب کرنے کے لیے گھروں اور دوکانوں کی تلاشی نہ لینی پڑے۔ ایسے اموال اس زمانے میں صرف دو قسم کے تھے یعنی ”موتی“ اور زرعی پیداوار۔ چنانچہ صرف ان کی زکوٰۃ آپ نے سرکاری سطح پر وصول کرنے کا اعلان فرمادیا اور باقی اموال کو باطنہ قرار دے کر ان کی زکوٰۃ کی ادائیگی خود مالکان کی ذمہ داری قرار دے دی۔

بعد میں جب حضرت عمرو بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دور آیا تو انہوں نے شہروں کے باہر ایسی چوکیاں مقرر فرمادیں کہ جب کوئی شخص مال تجارت لے کر وہاں سے گذرے تو اس سے وہیں زکوٰۃ وصول کر لی جائے، اس مقام پر شہر سے باہر جانے والے مال تجارت کو بھی اموال ظاہرہ میں شمار کر لیا گیا، کیونکہ حکومت کو اس کی زکوٰۃ وصول کرنے اور اس کا حساب کرنے کے لیے مالکان کے گھروں، دوکانوں اور نجی مقامات کی تلاشی کی ضرورت نہیں تھی۔ مذکورہ بالا صورت حال کی وضاحت کے لیے حضرات فقہاء کرام کی تصریحات مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

ظاہر قوله تعالى ”خذ من اموالهم صدقة“ (الآیۃ) ”توجب اخذ الزکوٰۃ مطلقاً للامام، وعلى هذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليقتان بعده فلما ولي عثمان رضي الله عنه وظهر تغير الناس كره ان يفتش السعاع على الناس مستولاً اموالهم ففوض الدفع الى الملاك نياية عنه ولم يختلف الصحابة في ذلك عليه وهذا لا يسقط طلب بها۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۸۷ کتاب الزکوٰۃ)

(۲) اور امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :-

وقوله تعالى ”خذ من اموالهم صدقة“ (الآیۃ) يدل على ان اخذ الصدقات



الی الامام وانه متى اداها من وجبت عليه الى المساكين لم يحجزه لان حق الامام قائد في اخذها فلا سبيل الى اسقاطه وقد كان النبي صلى الله عليه وسلم يوجه العمال على صدقات المواشي ويأمرهم بان ياخذوا على المياه في مواضعها۔  
آگے تحریر فرماتے ہیں :-

اما زكوة الاموال فقد كانت تحمل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر وعثمان ثم خطب عثمان فقال هذا شهر زكوة فمن كان عليه دين فليؤده ثم ليترك بقية ماله فجعل لهم اداها الى المساكين وسقط من اجل ذلك الحق الامام في اخذها لانه عقد عقده امام من ائمة العدل فهو نافذ على الامة لقوله عليه السلام و عليهم اولهم ولهم يبلغنا انه بعث سعاة على زكوة الاموال كما بعثهم على صدقات المواشي والتمار في ذلك لان سائر الاموال غير ظاهرة للامام وانما تكون مخبوة في الدور والخوانيت والمواضع الحريزة ولهم يكن جائزاً للسعاة دخول احرارهم ولهم يحجز ان يكلفوهم احضارها..... ولما ظهرت هذه الاموال عند التصرف بها في البلدان اشبهت المواشي فنصب عليها عمال ياخذون منها ما وجب من الزكوة ولذلك كتب عمر بن عبد العزيز الى عماله ان ياخذوا مما مر به المسلم من التجارات عن كل عشرين ديناراً نصف دينار۔  
(احكام القرآن ج ۳ ص ۵۵۱ مطبوعه استنبول ۱۳۳۵ هـ)  
(۳) اور فقہ حنفی کی معروف کتاب "الاختیار" میں ہے :-

لان الاخذ كان للامام وعثمان رضي الله عنه فوضه الى الملاك وذلك لا يسقط حق طلب الامام حتى علم ان اهل بلدة لا يؤدون نكاحاتهم طال بهم بها ولو مربيها على الساعي كان له اخذها۔ (الاختیار ج ۱ كتاب الزكوة)  
(۴) اور علامہ برہان الدین المرغینانی تحریر فرماتے ہیں :-

ومن مزر على عاشرها بمائة درهم واخبره ان له في منزله مائة اخرى وقد حال عليها الخول لميزك التي مربها لقلته۔ وما في بيته لمريد خل تحت حمايته۔ (الهداية ج ۱ ص ۱۸۱ باب من يزر على العاشر)

فقہاء کرام کی مندرجہ بالا تصریحات سے یہ بات واضح ہے کہ نقد و روپیہ اور سامان تجارت

اُس وقت تک اموال باطنہ رہتے ہیں جب تک وہ پوشیدہ نجی مقامات پر مالکان کے زیرِ حفاظت ہو، ایسے اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے میں چونکہ ان نجی مقامات میں دخل اندازی کرنی پڑتی ہے اسلئے انہیں حکومت کی وصولیابی سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے، لیکن جب یہی اموال مالکان ان نجی مقامات سے نکال کر باہر لے آئیں اور وہ حکومت کے زیرِ حفاظت آجائیں تو وہ اموال ظاہرہ کے حکم میں آجاتے ہیں لہٰذا اور حکومت کو ان سے زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے، گو یا کسی مال کے اموال ظاہرہ میں شمار ہونے کے لیے دو بنیادی امور ضروری ہیں :-

ایک یہ کہ وہ ایسے نجی مقامات پر رکھے ہوئے نہ ہوں جہاں سے ان کا حساب کرنے کے لیے نجی مقامات کی تفتیش کرنی پڑے۔ کما فی العبارة الاولى والثانية۔

اور دوسرے یہ کہ وہ حکومت کے زیرِ حفاظت آجائیں۔ کما فی العبارة الرابعة۔

اگر اس معیار پر موجودہ بینک اکاؤنٹس کا جائزہ لیا جائے تو ان میں یہ دونوں باتیں پوری طرح موجود ہیں۔ ایک طرف تو یہ وہ اموال ہیں جنہیں ان کے مالکان نے اپنی حریرِ حفاظت سے نکال کر خود حکومت پر ظاہر کر دیا ہے اور ان کے حسابات میں نجی مقامات کی تفتیش کی ضرورت نہیں ہے، دوسری یہ حکومت کے زیرِ حمایت ہی نہیں بلکہ زیرِ ضمانت آچکے ہیں، بالخصوص جب بینک سرکاری ملکیت میں ہوں اور ان کو جو سرکاری تحفظ حاصل ہے وہ عاشر پر گزرنے والے اموال کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے، اس لیے مجلس کی رائے یہ ہے کہ بینک اکاؤنٹس اور دوسرے مالیاتی اداروں میں رکھے ہوئے اموال اموالِ ظاہرہ کے حکم میں ہیں اور حکومت ان سے زکوٰۃ وصول کر سکتی ہے۔

اور اگر بالفرض انہیں یا ان میں سے بعض کو اموالِ باطنہ ہی قرار دیا جائے تب بھی

لہ قال العلامة الحسکفی: نصیبة الاما على الطريق ..... لیاخذ الصدقات ..... من  
التجار ..... الما من با موالہم الظاہرة والباطنة علیہ - قال ابن عابدین: ومراة  
هنا بالباطنة ما عدا المواشی بقرینة قوله الما من با موالہم والافکل ما مر به  
على العاشر فهو من نوع ظاہر و سماها باطنة باعتبار ما كان قبل المرور۔  
والدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۴۲ مطلب ما ورد فی ذم العشار  
ومثله فی الہندیة ج ۱ ص ۱۸۳ الباب الرابع فیمن یمر علی العاشر۔



فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جس علاقے کے لوگ از خود زکوٰۃ ادا نہ کریں تو وہاں حکومت اموال باطنہ کی زکوٰۃ کا بھی مطالبہ کر سکتی ہے جیسا کہ فتح القدیر اور "الاختیار" کی عبارتوں سے اس کی تصریح گزر چکی ہے، اور یہی مسئلہ بدائع الصنائع جلد ۲ ص ۷۷ میں بھی موجود ہے۔

(۵) زکوٰۃ کی نیت کا مسئلہ | بینک اکاؤنٹس اور دیگر مالیاتی اداروں سے جبراً زکوٰۃ وضع کرنے کے بارے میں ایک دوسرا علمی اشکال یہ ہو سکتا ہے

کہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور دوسری عبادتوں کی طرح اس کی ادائیگی میں بھی نیت ضروری ہے لیکن جب مذکورہ اداروں سے جبراً زکوٰۃ وضع کی جائے گی تو اس میں مالکان کی طرف سے شاید نیت نہ ہو سکے؟

لیکن فقہاء کرام کی تصریحات میں اس اشکال کا حل موجود ہے اور وہ یہ کہ حکومت کو جن اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہے ان میں حکومت کا وصول کر لینا بذات خود نیت کے قائم مقام ہو جاتا ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں :-

وفي مختصر الكرخي اذا اخذها الامام كرها فوضعها موضعها اجزاء لان له ولاية اخذ الصدقات فقام اخذها مقام دفع المالك وفي القنية فيه اشكال لان النية فيه شرط ولا توجب منه اه قلت: قول الكرخي فقام اخذها الخ يصلح للجواب تامل - (رد المختار معاشیہ الدر المختار ج ۲ ص ۲ مطلب فيما لو صاد السلطان)

(۶) بینک اکاؤنٹس کے قرض ہونے کی حیثیت | بینک اکاؤنٹس سے زکوٰۃ وصول کرنے پر تیسرا شبہ یہ بھی ہو سکتا ہے

کہ بینکوں میں جو رقوم جمع کرائی جاتی ہیں وہ فقہی اعتبار سے قرض کے حکم میں ہیں اور مقروض کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ وہ قرض خواہ کی رقم سے زکوٰۃ وضع کر لے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض بن جانے کے بعد تو یہ اموال مضمون ہونے

کی بناء پر اور زیادہ سرکاری تحفظ میں آگئے ہیں اس لیے قرض ہونے سے حکومت کے وصولی زکوٰۃ کے حق پر کوئی منفی اثر نہیں پڑتا، یہ بلا شک و شبہ دین قوی ہے جس پر بالاتفاق زکوٰۃ قرض ہے اور بینکوں کے سرکاری ملکیت ہونے کی وجہ سے یہ رقوم حکومت کے صرف علم ہی میں نہیں بلکہ اس کے قبضے اور ضمانت میں آجاتی ہیں اس لئے اگر حکومت ولایت عامہ کی بناء پر ان سے زکوٰۃ وضع کر لے تو اس کو کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔

(۷) محتاط طریقہ | لیکن مجلس یہ سمجھتی ہے کہ بینک اکاؤنٹس اور دیگر مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا محتاط طریقہ یہ ہوگا کہ جب کوئی شخص ان اداروں میں اپنی رقم رکھوانے کے لیے آئے تو وہ ایک فارم پر کرے جس میں اس کے طرف سے متعلقہ ادارے کو یہ اختیار دیا گیا ہو کہ وہ تاریخ زکوٰۃ آنے پر اس کی رقم سے زکوٰۃ منہا کر کے زکوٰۃ فنڈ کو دے دے۔ اس طرح یہ ادارے مالکان کی طرف سے باقاعدہ وکیل بآداء الزکوٰۃ بن جائیں گے اور پھر اس میں نہ اموال باطنہ کی بنیاد پر کوئی اشکال باقی رہے گا نہ نیت کی بنیاد پر اور نہ اکاؤنٹس کے قرض ہونے کی بنیاد پر۔

(۸) سودی اکاؤنٹس اور زکوٰۃ | خلیفان بعض ذہنوں میں یہ رہتا ہے کہ یہ تو سودی ہے اکاؤنٹس ہیں اور سود اور زکوٰۃ دونوں کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک اسلامی حکومت میں سودی کاروبار کا وجود اس کے ماتھے پر کلنک کا شرمناک ٹیکہ ہے اور بالخصوص زکوٰۃ کا نظام جاری کرنے کے بعد اس حرام و ناپاک ذریعہ آمدنی کو باقی رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے لہذا یہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ بعجلت ممکنہ مسلمانوں کو سودی نظام کی اس لعنت سے نجات دلائے۔ لیکن جہاں تک زکوٰۃ کی ادائیگی کا تعلق ہے فقہی اعتبار سے اگر کسی شخص کی آمدنی حرام و حلال سے مخلوط ہو اور وہ مجموعہ پر سے زکوٰۃ نکال دے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حلال آمدنی کا ڈھائی فیصد شرعاً زکوٰۃ ہوگا اور حرام آمدنی کا ڈھائی فیصد زکوٰۃ نہیں ہوگا بلکہ وہ صدقہ سمجھا جائے گا، جو حرام آمدنی سے جان چھڑانے کی غرض سے کیا جاتا ہے، اصل شرعی حکم یہ ہے کہ سود لینا حرام ہے، لیکن اگر کوئی شخص سود وصول کرے تو وہ سارے کا سارا

لہ قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی رحمہ اللہ : اما اذا اخذت انسان مائة و مائة اخر مائة و خلطها ثم تصدق لا یکفر لانه لیس بحرام بعینہ۔ قال ابی عابدینؑ بان لم یجد لیس هو نفس الحرام لانه ملکہ بالخلط۔

{ الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۸، ۲۹ }  
{ مطلب فی التصدق من المال الحرام }



واجب التصدق ہے۔ اب اگر حکومت نے اس میں سے ڈھائی فیصد زکوٰۃ فنڈ میں دیدیا ہے جبکہ زکوٰۃ فنڈ میں صدقات ناقلہ اور عطیات بھی شامل ہیں، تو مالکان پر شمرنا واجب ہے کہ باقیماندہ سود بھی پھٹکارا حاصل کرنے کے لیے صدقہ کریں نہ یہ کہ اس کی بنیاد پر اصل مال کی زکوٰۃ بھی ادا نہ کریں۔

مثال کے طور پر ایک شخص کے ایک ہزار روپے بینک میں جمع ہیں اور اس پر سو روپے سود کا اضافہ ہو گیا ہے تو حکومت پورے گیارہ سو روپے پر ڈھائی فیصد کے حساب سے ساڑھے ستائیس روپے وصول کرے گی، ان ساڑھے ستائیس روپوں میں سے پچیس روپے تو اس شخص کے اصل یعنی ایک ہزار روپے کی زکوٰۃ ہے اور ڈھائی روپے زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ سود کی جو رقم پوری کی پوری صدقہ ہونی چاہیے تھی اس کا ایک حصہ ہے، اگر یہ بھی زکوٰۃ فنڈ میں چلا جائے تو اس میں کوئی قیاحت نہیں ہے کیونکہ اس کا مصرف بھی فقراء ہی ہیں۔

(۹) نابالغ کی زکوٰۃ | امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وجوب زکوٰۃ کے لیے صاحب نصاب کا عاقل و بالغ ہونا شرط ہے لہٰذا جبکہ امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک نابالغ اور فاقر العقل کے مال پر بھی زکوٰۃ لازم ہے۔ آرڈیننس میں چونکہ بالغ اور نابالغ کے اکاؤنٹس میں کوئی فرق نہیں کیا گیا، اس لیے اس میں غالباً شافعی مسلک اختیار کیا گیا ہے اور لوگوں کے موجودہ حالات کے پیش نظر اگر ضرورت ہو تو اس کی گنجائش ہے لیکن پھر بھی حکومت کے لیے اس میں بڑی احتیاط کرنا لازم ہے۔

۱۔ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: انما یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی۔ قال ابن عابدین: ای مع رجاء الثواب الناشئ عن استحلاله۔ وقال الحصکفی رحمہ اللہ: فلا زکوٰۃ کما لو کان کل خبیثاً۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۸ مطلب فی

تصدق من المال الحرام)

۲۔ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: وشرط افتراضها عقل وبلوغ واسلام وحرية۔ قال ابن عابدین: فلا تجب علی مجنون وصبی لانها عبادة محضة ویسا مخاطبین بها۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۸ مطلب الفرق بین

السبب والشرط والعلة)

(۱۰) ترکے کا مال | البتہ بینک اکاؤنٹس میں بعض اموال ایسے ہو سکتے ہیں جو کسی مرحوم شخص کا ترکہ ہوں، چونکہ مرحوم کے انتقال کے ساتھ ساتھ ان اموال پر ورثاء کا حق ثابت ہو جاتا ہے اور ورثاء میں سے ہر ایک کا صاحب نصاب ہونا ضروری نہیں اس لیے اس مال سے بھی زکوٰۃ وصول کرنا درست نہیں ہوگا لہٰذا آرڈیننس میں یہ استثناء بھی ہونا چاہیے کہ جو شخص زکوٰۃ وضع کرنے کے دن انتقال پا چکا ہو اس کے اکاؤنٹ سے زکوٰۃ وضع نہیں کی جائے گی۔

(۱۱) کمپنیاں اور شریڈرز | آرڈیننس میں کمپنیوں کو بھی صاحب نصاب قرار دیا گیا ہے اور کمپنیوں کے حصص کو بھی شریڈول ۱ میں درج کر کے ان سے زکوٰۃ وضع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر کمپنی کے بینک اکاؤنٹس سے بحیثیت فرد قانونی الگ زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور اس کمپنی کے حصہ داروں سے ان کے حصص پر الگ زکوٰۃ وصول ہوگی، اگر واقعہ یہی ہے تو یہ طریقہ شریعت کے خلاف ہے کیونکہ اس میں ایک ہی مال سے سال میں دو مرتبہ زکوٰۃ وصول ہونے کا احتمال ہے جو کسی طرح بھی جائز نہیں۔ لہٰذا اگر کمپنیوں سے زکوٰۃ وصول کی جا رہی ہے تو حصہ داروں الگ زکوٰۃ وصول نہ کی جائے، اور اگر حصہ داروں سے وصول کی جا رہی ہے تو کمپنیوں سے وصول نہ کی جائے، ان دونوں صورتوں میں سے مجلس کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ زکوٰۃ حصص پر وصول کی جائے۔

(۱۲) عشر بصورت نقد | آرڈیننس میں عشر کا بھی ایک حصہ لازمًا وصول کرنے سے متعلق رکھا گیا ہے، مثلاً بارانی زمینوں کی پیداوار کا پانچ فیصد ہر قسم کی زمینوں میں کاشتکار کا حصہ وغیرہ۔ لیکن ساتھ ہی یہ تصریح بھی کر دی گئی ہے کہ ان پر شرعاً عشر واجب ہے جسے مالکان اپنے طور پر ادا کریں گے اس حکم میں شرعاً کوئی خرابی نہیں، البتہ آرڈیننس کی دفعہ ۵ ذیل ۵ میں صراحت کی گئی ہے کہ عشر بصورت نقد وصول کیا جائے گا، صرف گندم اور دھان کے بارے میں یہ

لما قال العلامة الحصكفي: ولذا لا يؤخذ العشر من الوصي اذا قال هذا مال اليتيم۔ (الدم المختار علی هامش رد المختار ج ۲ ص ۴۷ قبیل باب الرکاز)



استثناء رکھا گیا ہے کہ اگر صوبائی کونسل چاہے تو اسے بصورتِ جنس وصول کر لے۔  
مجلس کی رائے میں یہ حصہ بھی لائقِ تقسیم ہے کیونکہ شرعاً عشر کو بصورتِ نقد ادا کرنا لازم نہیں بلکہ شریعت نے اس میں مالک پیداوار کی سہولت کو ملحوظ رکھا ہے لہٰذا یہ پابندی ختم کر کے اس معاملے کو مالک پیداوار کی صوابدید پر چھوڑنا چاہیے۔

(۱۳) چوتھائی پیداوار کا عشر سے استثناء | آرڈی ننس میں زرعی پیداوار کے چوتھائی حصہ کو اخراجات کی مد میں عشر سے

مستثنیٰ کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اگرچہ بعض ائمہ کے اقوال اس قسم کے منقول ہیں کہ چوتھائی پیداوار تک اخراجات کی مد سے مستثنیٰ ہو سکتی ہے۔ ملاحظہ ہو فتوح الباری ج ۳ باب خرص التمر لیکن حنفیہ اور اکثر فقہاء کے مسلک میں یہ چھوٹ نہیں ہے لہٰذا اگر حکومت یہ چوتھائی حصہ لازمی وصولی سے مستثنیٰ کرنا چاہتی ہے تو ساتھ ہی یہ اعلان بھی کرنا چاہیے کہ اس حصہ کا عشر مالکان خود ادا کریں گے۔

(۱۴) تاریخ زکوٰۃ | موجودہ آرڈیننس کے مطابق ہر سال زکوٰۃ یکم رمضان المبارک سے شروع ہو کر شعبان کے آخری دن پر ختم ہوگا، اور یہ با اطمینان بخش ہے کہ شریعت کے مطابق زکوٰۃ کی تقسیم کے لیے ہجری سال کو اختیار کیا گیا ہے لہٰذا لیکن

لہ قال العلامة المرغینانی، ویجوز دفع القیم فی الزکوٰۃ عندنا وکذا فی الکفارات وصدقۃ الفطر والعشر والتذکرہ۔۔۔۔۔ ولتان الامر بالاداء الی الفقیر ایصال للرزق الموعود الیہ الخ۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۷۷ فصل فی الخیل)

لہ قال العلامة المرغینانی، وکل شیء اخرجتہ الارض مما فیہ العشر لا یحتسب فیہ اجر العمل وتفقة البقر لان النبی علیہ السلام حکم بتفاوت الواجب لتفاوت المونة فلا معنی لرفعہا۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۸۵ باب زکوٰۃ الزروع والثمار)

لہ قال العلامة المرغینانی، فی قلیل ما اخرجتہ الارض وکثیرہ العشر سواء سقی سبیحاً الخ۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۸۳ باب زکوٰۃ الزروع والثمار)

لہ قال العلامة الحصکفی، وحولہا ای الزکوٰۃ قمری بحر عن القنیۃ لا شمسی۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ من ۲ قلیل باب زکوٰۃ المال)

مختلف اثاثوں کی قیمت لگانے کے لیے پہلے شیڈول میں مختلف تاریخیں مقرر کی گئی ہیں یہ صورتحال شرعاً درست نہیں ہے شرعی صورت یہ ہے کہ جب کوئی شخص صاحب نصاب بن جائے تو اس کی ہر رقم کے لیے الگ سال شمار نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے تمام اثاثوں کے لیے زکوٰۃ کے وجوب کی ایک ہی تاریخ ہوتی ہے لہذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ تمام اثاثوں میں قیمت لگانے کی تاریخ (VALUATION DATE) ایک ہی رکھی جائے۔ البتہ اس قیمت کی بنیاد پر زکوٰۃ وضع کرنے کی تاریخیں (DEDUCTION DATE) مختلف اثاثوں کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہیں۔

(۱۵) قیمتی پتھروں اور مچھلیوں کی زکوٰۃ | آرڈیننس کے شیڈول ۲ میں اشیاء کی فہرست دی گئی ہے جن پر حکومت لازماً زکوٰۃ وصول نہیں کرے گی بلکہ مالکان پر بطور خود ان کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، اس فہرست میں قیمتی پتھروں اور مچھلیوں پر بھی زکوٰۃ عائد کی گئی ہے، حالانکہ ان دونوں اشیاء پر اس وقت زکوٰۃ واجب نہیں ہے جب تک تجارت کی نیت سے انہیں خریدنا نہ گیا ہو لہذا ان دونوں اشیاء کو اس شیڈول سے خارج کرنا چاہئے کیونکہ یہ نیت تجارت خریداری کی صورت میں یہ ”اموال تجارت“ میں شامل ہو جائیں گے جن کا ذکر شیڈول ۲ میں موجود ہے۔

(۱۶) مصارف زکوٰۃ | مصارف زکوٰۃ کے بیان میں آرڈیننس میں براہ راست فقراء کو زکوٰۃ پہنچانے کے ساتھ مختلف اداروں کے توسط سے فقراء کی

۱۔ قال العلامة المرغینانی رحمہ اللہ: ومن كان له نصاب فاستفاد في اثناء الحول من حنبلہ ضمه اليه وزکوٰۃ به۔۔۔ لانا ان المجانسة هي العلة في الاولاد والامباح لان عند هاتين العبارتين اعتبار الحول لكل مستفاد وما شرط الحول الا للتيسير۔ (الهداية ج ۲ ص ۱۷۵ فصل في الخيل)

۲۔ وفي الهندية: ولا شيء فيما يستخرج من البحر كالغدير واللؤلؤ والسمك كذا في فتاوى قاضی خان۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۷۵ قبیل الباب السادس في زکوٰۃ الزرع والثمار) وقال العلامة الحسکفی: لا زکوٰۃ في الآل والجواهر وان سوت الفاء اتفاقاً الا ان تكون للتجارة۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۷۵ قبیل باب السائمة)



امداد کا بھی ذکر ہے، اس میں یہ وضاحت ہونی چاہیے کہ ہر صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی مستحق زکوٰۃ کو باقاعدہ مالک بنا کر کی جائے گی۔

## خلاصہ تجاویز برائے حکومت

- (۱) صاحب نصاب کی موجودہ تعریف کی جگہ حسب ذیل تعریف لکھی جائے۔  
”صاحب نصاب سے مراد وہ شخص ہے جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا نقد روپیہ، سونا یا سامان تجارت ہو، یا ان چاروں اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ مل کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو۔“  
پھر ہر سال تاریخ زکوٰۃ سے پہلے ساڑھے باون تولہ چاندی کی جو قیمت ہو اس کا اعلان کیا جائے اور اس قیمت کو وصولی زکوٰۃ کا معیار مقرر کیا جائے، یعنی صرف ان لوگوں سے زکوٰۃ وصول کی جائے جن کی اتنی مالیت کی رقم بیٹکوں یا دیگر مالیاتی اداروں میں جمع ہوں۔
- (۲) آرڈیننس کی دفعہ ۲ میں ترمیم کر کے اس کو اس طرح بنایا جائے :-  
”آرڈیننس کے دوسرے احکام کے تابع ہر مسلمان صاحب نصاب شخص سے ٹیڈول ۱ میں دی ہوئی تفصیل کے مطابق ہر سال زکوٰۃ کے اختتام پر لازماً زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔“
- شرط یہ ہے کہ جو شخص یہ ثابت کر دے کہ تاریخ زکوٰۃ کے دن اس کی جملہ مملوکات کو نصاب کی مقدار تک پہنچے ہوئے پورا سال نہیں گذرا، تو اس کے مذکورہ اثاثوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی۔

مزید شرط یہ ہے کہ جو شخص یہ ثابت کر دے کہ وہ مقروض ہے اور اس نے قرضہ کسی پیداواری غرض سے نہیں لیا تو اس کے قرضے کی رقم کو قابل زکوٰۃ رقم سے منہا

---

لہ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: الزکوٰۃ شرعاً تملیک خرج الاباحۃ فلو اطعم یتیمًا ناویا الزکوٰۃ لا یجریہ الا اذا دفع الیہ المطعوم۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوٰۃ)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوٰۃ۔

کیا جائے گا۔

مزید شرط یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں باضابطہ ڈیٹہ سرٹیفکیٹ کے ذریعے یہ ثابت ہو جائے کہ وہ زکوٰۃ وضع کرنے کی تاریخ میں انتقال پاچکا تھا تو اس کے اکاؤنٹ سے بھی زکوٰۃ وضع نہیں کی جائے گی۔

(۳) بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں میں رقم رکھوانے والوں سے ایک وکالت نامہ تحریر کرایا جائے جس میں وہ متعلقہ مالی ادارے کو یہ اختیار دیں کہ تاریخ زکوٰۃ آنے پر وہ ادارہ ان کی طرف سے زکوٰۃ وضع کر کے زکوٰۃ فتنہ میں جمع کما دے۔

(۴) کمپنیوں اور ان کے حصص پر ملک الگ زکوٰۃ وصول نہ کی جائے بلکہ اگر کمپنیوں سے وصول کی جا رہی ہے تو حصص پر وصول نہ ہوا اور اگر حصص پر وصول کی جا رہی ہو تو کمپنیوں پر وصول نہ ہو، ان دونوں صورتوں میں سے بہتر یہ ہے کہ حصص پر وصول کی جائے۔

(۵) عسکر کے بصورت نقد وصول کرنے کی پابندی ختم کی جائے بلکہ یہ امر مالک پیداوار پر چھوڑا جائے کہ وہ چاہے تو بصورت جس ادا کرے اور چاہے تو بصورت نقد ادا کرے۔

(۶) ہرزگی پیداوار میں سے چوتھائی حصہ جو کہ حکومت بطور منہائی اخراجات چھوڑ رہی ہے اس کے بارے میں یہ اعلان کیا جائے کہ اس حصہ کا عسکر مالکان خود ادا کریں۔

(۷) شیڈول ۱ کے تحت تمام اثاثوں کے لیے قیمت مقرر کرنے کی تاریخ (VALUATION DATE) ایک ہی مقرر کی جائے اور مختلف اثاثوں کے لیے مختلف تاریخیں نہ رکھی جائیں البتہ زکوٰۃ وضع کرنے کی تاریخیں مختلف اثاثوں کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہیں بشرطیکہ اثاثوں کے اسباب مختلف ہوں۔

(۸) قیمتی پتھروں اور مچھلیوں کو شیڈول ۲ سے خارج کیا جائے۔

(۹) شیڈول ۲ میں مویشیوں کی زکوٰۃ کی شرح بیان کرتے ہوئے پانچ سے پچیس اونٹ تک کی شرح بہت مجمل ہے جس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پانچ سے پچیس اونٹوں تک ایک اونٹ واجب ہے۔ اس کی اصلاح کر کے واضح پر یہ لکھنا چاہیے کہ پانچ سے پچیس اونٹوں تک ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری واجب ہوگی۔

(۱۰) مصارف زکوٰۃ میں یہ وضاحت کی جائے کہ ہر صورت میں مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کا



مالک وقایف بتایا جائے گا، اور ادارے یہ قسمیں تعمیرات اور اساتذہ کی تنخواہوں میں صرف نہیں کر سکیں گے۔

— یہ چند تجاویز ہیں جو آرڈیننس کے فوری مطالعے سے سامنے آئیں۔ —

ولعل الله يحدث بعد ذلك أمراً - وان خرد عوننا ان الحمد لله رب العلمین -

(۱) بندہ عبدالحق مہتمم دارالعلوم خفائیہ اکوڑہ خٹک ریشا ور ۲۴/۹/۱۲۰۰ھ

(۲) رشید احمد عفا اللہ عنہ، دارالافتاء دارالعلوم کراچی - ۲۱/۸/۱۲۰۰ھ

(۳) محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۲۱/۸/۱۲۰۰ھ

(۴) اہقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ خادم " " " " " "

(۵) مفتی ولی حسن دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوی ٹاؤن کراچی ۲۱/۸/۱۲۰۰ھ

(۶) عبدالرزاق اسکندر " " " " " "

(۷) بندہ سبحان محمود، دارالعلوم کراچی ۱۲

(۸) بندہ عبدالرؤف سکھروی، دارالافتاء " " " "

# اسلامی قوانین کے نفاذ میں شیعہ کی تفریق تباہ کن ہے

وفاقہ مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۷ اور ۹ فروری ۱۹۸۳ء میں نظام عشر اور قاضی عدالتوں کے مسودوں پر مولانا سمیع الحق صاحب نے دس منٹ کے محدود وقت میں مختصر خطاب کے دوران دو اہم امور پر توجہ دلائی، مولانا کے اس خطاب کو قاضی عشر خراج کے ساتھ مناسبت کم وجہ سے وفاقہ مجلس شوریٰ کے کچھ رپورٹنگ سے منہ پھرتے نکلے کر کے افادہ عام کیلئے قاضی صاحب کی جگہ کیا جا رہا ہے (درجہ ۱)

**جناب چیئرمین | مولانا سمیع الحق صاحب !**

**مولانا سمیع الحق |** الحمد للہ ونصلی علی رسولہ الکریم و بسم اللہ الرحمن الرحیم

**جناب چیئرمین صاحب |** عشر کے بارے میں ہمارے دوستوں نے نہایت فاضلانہ گفتگو کی ہے اور اس کے شرعی حیثیت سے جو نکات تھے وہ ہمارے علماء کرام نے بالتفصیل واضح کئے ہیں۔ اس محدود وقت میں مختصر اکتین نکات کے بارے میں کچھ عرض کروں گا جن کی طرف بعض حضرات نے اشارہ بھی کیا ہے۔

**عشر کے ساتھ خراج بھی ہے |** پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ اراضی کے متعلق زمینوں کے متعلق اسلام کا جو نظام محاصل ہے وہ دو چیزوں سے عبارت ہے، عشر اور خراج۔ تو ہم اس سمت میں جب قدم اٹھا رہے ہیں اور یہ ایک نہایت قابل تحسین قدم ہے، انشاء اللہ اس راستے میں جو خامیاں اور رکاوٹیں ہیں وہ آہستہ آہستہ ختم ہو جائیں گی۔ لیکن ہم نے نظام عشر کے ساتھ ساتھ خراج کے نظام کو بالکل یکسر نظر انداز کر دیا ہے، خراج معنی یہ ہے کہ جو اراضی غیر مسلموں کی ہیں ان پر بھی عشر کی طرح ایک خاص شرح سے ٹیکس لگایا جائے، عشر تو عبادات میں شامل ہے اور غیر مسلموں سے حاصل ہونے والے محاصل کو ہم عشر نہیں کہہ سکتے، لیکن اسلام کی نظر میں ایک اسلامی مملکت کے تمام شہری حقوق کے لحاظ سے بھی برابر ہوتے ہیں اور تراویلوں کے لحاظ سے بھی۔ زمین جب اسلامی مملکت کی کسی مسلمان کے پاس ہے یا



دیئے جائیں گے اور اس کے محاصل بھی متعین ہیں اور جہاں جہاں اس کو خرچ کیا جائے گا وہ مصارف بھی متعین ہیں۔ لہذا موجودہ طریقہ تو بے حد خطرناک ہے کہ جس کی سارے عالم اسلام میں کوئی مثال نہیں ملتی، اتوال شخصیت کا معاملہ الگ ہے۔ پرسنل لازمی ہم فقہی اختلافات کی گنجائش اور رعایت رکھیں گے لیکن جہاں مسئلہ آئے گا احوال عامہ اور پبلک لازماً تو اس معاملے میں تفریق کسی جگہ بھی اختیار نہیں کی جائے گی۔ اس کے ایک خطرناک پہلو کا میں نے بحث کے موقع پر بھی ذکر کیا تھا۔ ہم سنی حضرات یا شیعہ حضرات کے لیے اس طرح اپنے مسلک بدلنے کا راستہ نکالیں، مالی مفادات کی وجہ سے ایک شخص فارم میں یہ لکھے کہ میں فلاں مسلک سے تعلق رکھتا ہوں اور جہاں اُسے نقصان ہے وہ لکھے گا کہ میں فلاں مسلک سے تعلق رکھتا ہوں، اور جناب صدر صاحب نے خود ایک میٹنگ میں وعدہ کیا کہ غلط ڈیکلریشن پر سخت سزا مقرر کی جائے گی۔ مگر زکوٰۃ کے مسئلہ میں ایسا ہوا کہ ہزاروں لوگوں نے غلط ڈیکلریشن دیدیئے اور سنی نے اپنے آپ کو شیعہ لکھ دیا، تو کیا کسی ایک ڈیکلریشن کو بھی شریعت کورٹ میں چیلنج کیا گیا ہے؟ نقصان اس کاسینیوں کو ہے جو بد قسمتی یا خوش قسمتی سے اکثریت میں ہیں لیکن وہ گھلے میں جا رہے ہیں، سنی محض مالی مفادات کی خاطر ایسا کر رہے ہیں کیونکہ یہ لوگوں کی کمزوری ہے۔ تو کئی لکھ دیتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں۔ زکوٰۃ کے مسئلے میں بھی ایسا ہی ہوا، یہی فارم کل ہمارے خلاف دلیل بنیں گے کہ شیعہوں کی اتنی بڑی تعداد ہے۔ تو تم شیعہ کو سنی اور سنی کو شیعہ بننے کا راستہ کیوں کھولتے ہو؟ اس کو اسلامی اصطلاح میں الحاد اور زندقہ کہا جاتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اگر حکومت نے اسلامی نظام نافذ کرنا ہے تو خدا را ان کے اصول کے مطابق، ان کے مسلک کے مطابق، ان کی رائے کے مطابق بھی کوئی طریق کار وضع کیا جائے، ان کو کھلا نہیں چھوڑ دینا چاہیئے۔ کمال تو یہ ہے کہ مصارف زکوٰۃ اور مصارف عشر کی تقسیم میں تو آپ نے کوئی تمیز متعین نہیں کی کہ اس میں شیعہ یا سنی کا امتیاز کس طرح کیا جائے جائے گا؟ لیکن لیتے تو آپ ایک خاص طبقہ (اہلسنت) سے ہیں اور تقسیم کرنے میں فراخ دلی اختیار کرتے ہیں، لینے والا خواہ شیعہ ہو یا سنی وہ لے سکتا ہے۔

مراعات کے لیے حکومت عادلہ ضروری نہیں تو ذمہ دار یوں کے لیے کیوں؟ ہمارے شیعہ دوست کہتے ہیں کہ جب حکومت عادلہ ہوگی تب یہ چیزیں ہم پر لازم ہوں گی حکومت عادلہ کی یہ زراعی منطق ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ اگر دنیاوی عہدوں کیلئے، مناصب کے لیے، مراعات کے لیے حکومت، حکومت عادلہ

کسی کافر کے پاس ہے تو اسلام یہ نہیں کہتا کہ غیر مسلم کی زمین اسی طرح چھوڑ دو اور صرف مسلمانوں پر ٹیکس لگا دو یا عشر لگا دو۔ تو جو اراضی غیر مسلم حضرات اور شہریوں کے پاس ہے اس پر بھی خراج لگایا جائے اگر ہمیں اسلامی اصطلاحات سے شرم آتی ہے اور ہم احساس کہتری میں ضرورت سے زیادہ مبتلا رہتے ہیں تو ہم خراج کی بجائے اس کا نام کوٹی اور بھی رکھ سکتے ہیں، لیکن خدا کی ساری زمین برابر ہے، یہ جن لوگوں کی ملکیت ہے ان میں کسی کو مستثنیٰ قرار دینا اور کسی کو پابند بنانا اس کی اسلامی تاریخ میں کہیں بھی مثال نہیں ملتی۔

**پبلک لاء میں تفریق تباہ کن ہے** | اس کے علاوہ ایک دوسری بات بھی بڑے درد اور افسوس سے کہتا ہوں، اسے کوئی غلط معنی نہ پہنچایا جائے جناب وزیر خزانہ صاحب نے کل بڑے مدلل جواب دیئے لیکن اس مسئلے کو انہوں نے ہلکا سمجھا اور گول مول کے انداز میں اسے چھوٹ دیا۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم ایک مسلم ملک کے مسلمان شہری ہیں تو ہمیں مکمل فکری یکجہتی اور یکگانگت کی ضرورت ہے، ہماری حمزہ کیٹی کی رپورٹ میں بھی اس جانب مناسب انداز سے توجہ دلائی گئی ہے کہ عشر کے معاملے میں یا کسی بھی اسلامی قانون کے بارے میں دو طریقے اختیار کرنا اور فقہی مسائل کو راستے کی رکاوٹ سمجھ کر کچھ لوگوں کو مستثنیٰ قرار دینا ایہ چیز آگے چل کر ملک کے لیے بڑی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ خدا کی قسم میں یہ کسی تعصب کی وجہ سے نہیں کہتا ہوں بلکہ شیعہ حضرات کی خیر خواہی میں کہتا ہوں جنہوں نے خود مجھ سے بات کی ہے، یہاں میرے بھائی نصرت علی شاہ صاحب اور کئی دوسرے حضرات بھی ہیں جنہوں نے اس وقت بھی اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا کہ چند سیاسی طالع آزمائوں کی وجہ سے (اور وہ ہر فرقہ میں ہوتے ہیں) ملک کی گاڑی کو ایسی پٹری پر ڈالا جا رہا ہے جس کا انجام بالآخر انتشار و افراق ہوگا، یہ بہت خطرناک چیز ہے۔ حدود آرڈیننس کے مسئلہ میں ایسے ہی ہوا اور پھر زکوٰۃ کے مسئلہ میں بھی یہی کچھ ہوا۔ اگر کسی فرقہ کو ہمارے فقہی مسلک سے اختلاف ہے تو ہم بڑی فراخ دلی سے اس کا خیر مقدم کریں گے، لیکن ان کے ہاں بھی ایک نظام ہے، کچھ قوانین ہیں، کچھ احکام ہیں جبکہ شریعت اسلامیہ نے کسی بھی فرقے کو بالکل آزاد نہیں چھوڑا۔

مثلاً ہمارے شیعہ حضرات کی فقہ میں بھی چار چیزوں پر عشر ہے، گہو، کھجور، کشمش اور جو میں، ان کی فقہ میں بھی ان چار چیزوں پر عشر ہے، اور جن چیزوں پر وہ عشر کے قائل نہیں ہیں ان کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ان کا خمس دینا چاہیے، ان کا عقیدہ ہے کہ سو من میں سے بیس من



ہے تو حکومت کی طرف سے جو ذمہ داریاں رعایا پر عائد ہوتی ہیں تو اس کے لیے وہ حکومت کیوں حکومت عادلہ نہیں سمجھی جاتی؟ تو میں کہتا ہوں کہ اس طرح بدقسمتی سے ایک چیز عوام کے دلوں میں پیدا ہو رہی ہے، ہم تو یہی کہتے ہیں کہ شیعہ اور سنی ہمیشہ بھائیوں کی طرح رہیں اور ملک یہ آواز نہ اٹھے اور لوگ یہ نہ کہیں کہ آج اس معاملہ میں شیعہ ہم سے جدا ہو گئے ہیں تو آخر کار سنیوں کی طرف سے بھی یہ آواز اٹھے گی کہ بھائی جب یہ الگ ہو رہے ہیں تو ہمیں بھی الگ کر دو اور انہیں بھی الگ کر دو۔ خدا نہ کرے خدا نہ کرے اگر ایسا ہو گیا تو یہ ملک و قوم کیلئے نہایت خطرناک ہوگا۔

کل جناب وزیر خزانہ نے کہا کہ یہ مسئلہ علماء کی افہام و تفہیم کا ہے۔ کمال یہ ہے کہ کیا علماء میں افہام و تفہیم سے ایسے احکامات لاگو ہو سکتے ہیں جو حکومت لاگو نہیں کر سکتی، علماء کیسے بیٹھ کر کیسے افہام و تفہیم کریں؟ علماء تو آپ کو کہتے ہیں کہ بھائی عشر نافذ ہی نہ کرو، آپ کے جو علماء ہیں ان کی اکثریت آپ کے خلاف ہے۔ میں آپ کو یہ حقیقت بتاؤں کہ علماء کہتے ہیں کہ عشر نافذ ہی مت کرو ورنہ حکومت نافذ کرو، لیکن اس مسئلے میں تو آپ علماء کو نہیں دیکھتے اور اس مسئلے میں آپ علماء کو کہتے ہیں کہ آپس میں افہام و تفہیم پیدا کریں جو علماء کے پس کی بات نہیں۔ باہمی مفاہمت پیدا کرنا، کچھتی کو قائم کرنا ان قوانین میں یہ حکومت کا اولین فرض ہے اور انشاء اللہ دونوں طبقوں میں معتدل، سنجیدہ اور مخلص حضرات موجود ہیں وہ اس چیز کو گوارا نہیں کریں گے۔ تو انشاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ آپ کیلئے یہ راستہ آسان بنادے گا ورنہ کہاں کہاں آپ یہ دو عملی اور تفریق کا سلسلہ جاری رکھیں گے؟

**عشر اور نصف العشر** | تیسری میری گزارش یہ تھی کہ اخراجات کے سلسلے میں مسئلہ کو خواہ مخواہ اُلجھا دیا گیا ہے، شریعت نے خود کھیتی باڑی پر اٹھنے والے مصارف پر عایت رکھی، بارانی زمینوں پر زیادہ اخراجات نہیں اٹھے اسلئے اس پر عشر یعنی دسواں حصہ اور نہری یا چاہی زمینوں پر نصف العشر یعنی بیسواں حصہ، یعنی عشر کی اس کو رعایت دیدی گئی ہے۔ تو یہ ایک عجیب صورت حال ہے کہ اخراجات کو منہا کرنے کی کو منہا کرنے کی پوری اسلامی تاریخ میں مثال نہیں ملتی کہ عشر نافذ کیا گیا ہو تو اس میں اخراجات کو منہا کیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی رعایت رکھی ہے، تو اس مسئلے کو اتنا نہ الجھایا جاتا اور عشر اور نصف العشر پر چھوڑ دیا جاتا۔ تو جناب والا امیری بنیادی بات وہ ہے جو درمیان میں میں نے کہہ دی کہ فقہی اختلافات کا یہ سلسلہ نہ ایران میں ہے نہ عراق میں، نہ مصر میں اور نہ شام میں ہے، خدا کے لیے اس سلسلے کو روکا جائے اور اس کی اب بھی تلافی کی جائے۔ شکریہ!

## زکوٰۃ — اور متجددین قصر اسلام میں شگاف کی سعی

زکوٰۃ ایک عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ نے صاحبِ نصاب مسلمانوں پر فرض کی ہے، بلکہ اس کو اسلامی عمارت کا ایک اہم ستون قرار دیا ہے۔ عصرِ حاضر میں بعض ”روشن خیال“ اور ”متجددین“ مثلاً ڈاکٹر فضل الرحمن سابق ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی پاکستان وغیرہ نے حکمرانوں کے سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لیے علماء اسلام، مدارس دینیہ اور دین کا درد رکھنے والوں کے نام نہام مہم شروع کی تھی۔ اس ضمن میں زکوٰۃ کو عبادت سے نکال کر ٹیکس قرار دینے کے لیے تحریریں طویل پر آغاز کر دیا گیا۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحبِ مدظلہ العالی نے اسے باطل نظریے اور متجددین کے تحریرات کا تعاقب کرتے ہوئے ”قصر اسلام میں شگاف کی سعی“ کے عنوان سے ایک جاندار مضمون لکھا جو ماہنامہ الحق میں شائع بھی ہوا، جسے اب ”فتاویٰ حقانیہ“ میں اضافہ عام کے لیے شامل کیا جاتا ہے۔ (مرتب)

وہ ملک جو ایک طویل اور پیہم جدوجہد اور امتیاز قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا جس کی خاطر لاکھوں مسلمانوں کو آگ اور خون کے طوفانوں سے گزرنا پڑا۔ ہزاروں غصمتوں کے چراغ بجھے اور لاکھوں مظلوم زندگیاں اغیار کے ہاتھوں لٹ گئیں۔ غرض مسلمان زندگی کی ہر متاع اور عمر بھر کی پونجی اس کی راہ میں لٹا کر بھی مسرور و شادان تھے کہ

حاصل عمر نثارِ رہ یار سے کرم

شادم از زندگی خویش کہ کلام سے کرم

اب اگر کوئی بد بخت ہے اور نا عاقبت اندیش اٹھے اور اس کی بنیادوں کو ہی ڈالنا بیٹ

کمرے، اس کی دیواروں میں شگاف ڈالے تو کیا اس کے ایسے عذارانہ حرکات کو لمحہ بھر برداشت



کیا جائے گا۔ کیا ایسا شخص قومی غدار کہلانے کا مستحق نہ ہوگا جو اس مضبوط حصار میں نقب لگا کر قومی قتل کا مجرم بنے؟

ملت حنیفیہ کی حفاظت کیلئے | امت مسلمہ کا وہ مضبوط اور آہنی حصار جس کے استحکام پر نہ  
حضورؐ اور صحابہؓ کی قربانیاں | صرف ہمارے بلکہ رستی دنیا تک سسکتی ہوئی انسانیت کا  
مدار ہے اور جسے ہم اسلام اور ملت حنیفیہ کے پیارے نام سے تعبیر کرتے ہیں، کی خشتِ اول  
معمارِ اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں رکھی گئی اور تکمیل نوا میں فطرت کے  
سب سے بڑے علمبردار اور کامل و اکمل رستی بنی اثر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہوئی۔ آپ  
نے دن کا سکھ اور رات کا چین اس راہ میں قربان کر دیا۔ اس گھر کی تکمیل میں وہ عینیتیں جھیلیں جو  
مخلوق میں سے کسی نے اس سے پہلے نہ سہیں۔ اذیت فی اللہ مالم یروا احدا و کما قال  
ان کے معصوم اور پاکیزہ دل کی ہر دھڑکن اور ہر آنند اس حصار کے استحکام اور مضبوطی سے  
والبتہ رہی کہ اب قیامت تک آنے والی مخلوق کی حقیقی فلاح و بقا اس "خدائی قلعہ" کی مضبوطی سے  
والبتہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس صحابہ سمیت اپنی زندگی، مال و جان، عزت و  
آبرو، گھر بار، ملک و وطن، غرض سب کچھ اسی اسلام کی حفاظت و اشاعت اور مدافعت میں قربان  
کر دیا اور جس وقت وہ ذاتِ قدسی صفات اس عالمِ خاکی سے روپوش ہوئی تو دین کا یہ "قصر"  
ایک حسین و جمیل کامل و مکمل مرقع کی شکل میں دنیا کے سامنے موجود تھا۔ اس میں ذرہ بھر خامی نہ  
تھی جس کی تکمیل و تعبیر کے لئے کسی دوسرے معمار کی ضرورت پڑے

## ارکانِ خمسہ

ہر عمارت ستونوں، چھتوں اور در و دیوار سے عبارت اور اپنی مضبوط اور راسخ بنیادوں  
پر استوار ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلام کی عظیم الشان عمارت بھی ان بنیادوں اور ستونوں پر قائم  
ہے جسے ہم ارکانِ خمسہ (شہادتین، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج) کے نام سے جانتے اور

پہچانتے ہیں اور جسے حضور اقدسؐ نے وعالم الاسلام (اسلام کے ستون) سے تعبیر کیا۔  
 (ملاحظہ ہو عمدة القاری جلد ۱ ص ۱۴۱ بحوالہ مصنفہ عبد الرزاق) اگر ان بنیادی ستونوں میں  
 سے ایک کو ہٹا دیا جائے یا ذرا ٹیڑھا کر دیا جائے تو پوری عمارت دھڑام سے گر جائے گی  
 جو بالآخر اس کے تمام مکینوں کی تباہی اور ہلاکت پر منتج ہوگی۔ اگر کوئی فرد یا محضہ شخص اس  
 عمارت کی بنیادوں پر ضرب لگاتا اور اسے اپنی جگہ سے ہلاتا ہے تو عاقبت اندیشی یہی  
 ہے کہ اس عمارت کے تمام باشندے اٹھ کر ان ہاتھوں کو توڑ دیں جو پوری ملت کے  
 نقصان اور تباہی کا سبب بن رہے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ تمام ہاتھ بھی شل کر دیئے  
 جو پس پردہ اس "ملی چوڑ" کی پشت پناہی کر رہے ہوں۔ یہ ایک بڑی اور سچی حقیقت ہے جو اسلام اور  
 دین محمدیؐ کی اہمیت، اس کی عظمت اور نزاکت کے بارہ میں خود حضور اقدسؐ نے ایک سیدھی سا  
 مثال سے ذہن نشین کرادی اور بار بار فرمایا جسے بے شمار صحابہ نے مختلف طرق سے نقل کیا۔

شی الاسلام علی خمس	اسلام کا یہ عظیم الشان کارخانہ پانچ
شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمداً	ستونوں پر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ
رسول اللہ و اقام الصلوٰۃ	کی وحدانیت اور رسالت محمدیؐ کا
وایتاء الزکوٰۃ و الحج	اقرار نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا
و صوم رمضان	اور رمضان کے روزے رکھنا۔

عن عبد اللہ بن عمر - بخاری - مسلم - ترمذی - نسائی

کہیں ان ارکان کو عالم الاسلام کہا گیا اور کہیں عباد کے لفظ سے ان کی اساسی حیثیت  
 پر روشنی ڈالی گئی۔ خود قرآن مجید کے اکثر مضامین، احکام اور اوامر و نواہی قصص و آداب امثال و  
 مواعظ کا مرکزی نقطہ بھی یہی ارکان پنجگانہ ہیں کہ ان ہی پر دین و آخرت اور غیب کا سارا عالم استوار ہے  
 ارکان کا باہمی ربط و تعلق | پھر نہ صرف یہ کہ اس قصہ دین کی بقا و ان ارکان کی مجموعی حیثیت  
 پر موقوف ہے بلکہ یہ سارے ارکان آپس میں ایسے مربوط اور وابستہ ہیں کہ اگر ان میں ایک نہ ہو تو باقی



تمام ارکان میں اضمحلال رونما ہو اور پوری عمارت کا توازن برقرار نہ رہ سکے۔ اگر ان میں سے ایک کی ضرورت و اہمیت بھی محسوس نہ ہو یا اسے فالتو سمجھ لیا جائے یا اس کی ہیئت اساسی میں تبدیلی کی سعی کی جائے خواہ وہ ایمان باللہ ہو یا نماز زکوٰۃ ہو یا حج اور روزہ تو ایسا شخص اس پوری عمارت کا دشمن ہے کیونکہ اس قصر متین کا ہر جز دیگر اجزاء و ارکان کو سنبھالے ہوئے ہے، جس معمار نے ہدایات ربانی کی روشنی میں یہ عمارت تیار کی اور اس کا نقشہ بنایا۔ اس نے ان ارکان کا یہ یا ہی ربط و تعلق اور اس کی اہمیت بھی ان الفاظ میں بتلادی کہ :-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم	(ایمان لانے کے بعد) چار چیزیں ہیں جنہیں
اربعة فرضهن الله في الاسلام	اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض قرار دیا
فمن جاء بثلاث	ہے۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ اور بیت
لم يغني عنه	اللہ کا حج جو شخص ان میں سے تین بھی
شيئا حتى يأتى بهن	ادا کرے (اور کسی ایک کی فرضیت کا
جميعاً الصلاة والزكاة	بھی منکر ہو) تو وہ اس کے کام نہیں
وصيام رمضان وحج البيت	آسکتیں جب تک سب کے سب
(ترجمان السنہ بحوالہ احمد و طبرانی)	نہ کرے (یعنی سب پر ایمان و یقین نہ ہو)

ان چاروں ارکان میں زکوٰۃ بھی اتنی ہی اہم ہے جتنی کہ نماز (اور اس وجہ سے قرآن نے ہر حکم اتم الصلوٰۃ کے بعد آتو الزکوٰۃ کا حکم دیا۔) روزہ بھی ایسا ہی فرض ہے اور بنیادی عبادت ہے جیسا کہ حج۔

کسی ایک رکن سے انکار	اگر کوئی شخص ایمان کا مدعی ہے۔ مگر نماز یا زکوٰۃ سے انکار
یا تبدیلی کرنا بھی کفر ہے	کرتا ہے یا اس خاکہ میں تبدیلی و ترمیم کی ناروا جرات

کرتا ہے جو اس کے معمار اول نے ان عبادات کے لئے تیار فرمایا تو اسے اس قصر محمدی میں رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں اور نہ اس کا دعویٰ ایمانی قابل اعتناء ہے خواہ وہ ہزار بار اس کے استحکام دے

تعمیر کی رٹ لگاتا رہے اور ہمارے اس دعوے کا ماخذ خود قرآن کریم، سنت رسول اور صحابہ کرام و  
 خلفاء راشدین کا طرز عمل ہے۔ ارشاد ربانی ہے :-

فَاتْلُوا الشُّرُكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ  
 فَانْتَالُوا فَا قَامُوا الصَّلَاةَ وَالْأَقْرَبَ  
 فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ (توبہ)

ان مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو پس  
 اگر وہ تائب ہو کر نماز قائم کریں اور  
 زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 کہ جب تک لوگ توحید اور رسالت کا اقرار اور نماز و زکوٰۃ ادا نہ کریں تو مجھے حکم دیا گیا ہے کہ  
 میں ان سے جنگ کرتا رہوں۔ جب وہ ایسا کرنے لگیں تب وہ اپنے مال و آپر کو مجھ سے محفوظ  
 کر سکیں گے۔ (بخاری و مسلم)

پھر ان ارکان کے باہمی ارتباط کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ عیب بنو ثقیف کے ایک  
 وفد نے طائف سے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے کا ارادہ ظاہر کیا مگر اس شرط پر کہ  
 اسلام کے ایک اہم رکن نماز سے ہمیں معاف رکھا جائے تو حضور نے بڑی سختی اور حقارت سے  
 ان کی یہ درخواست ٹھکرا دی اور فرمایا کہ :-

لَا خَيْرَ فِي دِينٍ لَا صَلَاةَ فِيهِ  
 بھلا وہ دین ہی کیا کہ جس میں نماز ہی نہ ہو

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس مفہوم کو ان الفاظ میں ظاہر فرمایا :-

مَنْ لَمْ يَزَلْ فَلَا صَلَاةَ لَهُ  
 (ترجمان السنۃ ص ۵۵)

جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی قبول نہیں

خلیفۃ الرسولؐ سیدنا صدیق اکبرؓ نے صحابہ کے بھرے مجمع میں اعلان فرمایا کہ :-

وَاللَّهِ لَا تَلَيْتُ مِنْ  
 فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ  
 وَالزَّكَاةِ

خدا کی قسم جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق  
 کرے گا۔ (ان میں سے ایک کی تعبیر  
 حیثیت سے انکار کرے گا) تو میں اس  
 سے قتال کروں گا۔



منکرین زکوٰۃ اور فراست صدیقی | عہد رسالت کے فوراً بعد حبیب بعض غیر راسخ الایمان قبائل - عیس و  
ذبیان - بنو کنانہ - غطفان اور بنو فزارہ نے زکوٰۃ ادا کرنے سے

انکار کیا تو خلیفۃ المؤمنین سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنی ایمانی فراست کی بنیاد پر اس باغیانہ اور  
کافرانہ جہارت کے مہلک اثرات اور نتائج کو فوراً بھانپ لیا کہ اگر اس وقت قصر محمدی کی  
بنیادوں پر یہ پہلی کاری ضرب برداشت کر لی گئی تو آگے چل کر ہر باطن منافقین، زائفین اور  
مخرفین کے ہاتھوں یہ پوری عمارت پیوند خاک ہو کر رہ جائے گی (ولا نعلی اللہ  
کذلک الی یوم القیامت) حضرت صدیق اکبرؓ نے جرات ایمانی سے کام لے کر تلوار نیام  
سے نکالی اور ایک خونریز جنگ کے بعد اس فتنہ کو تہ خاک کر دیا — جزاہ اللہ عن  
الاسلام والمسلمین —

حضرت صدیق کو زکوٰۃ یا اس کے تعمیدی حیثیت سے کام کرنے والوں کے اقدام  
کے کفر و ارتداد ہونے میں ذرا بھر تردد نہ ہوا اور یہ اس لئے کہ بقول امام العصر حضرت علامہ  
الورشاہ صاحب کشمیری علیہ الرحمۃ :-

ان الذی مات اسمہ لا التزام  
کل الدین فمن فرق بین  
الصلوة والزکوٰۃ - فکانہ لم یمن  
بالکل ومن لم یؤمن بالکل  
فہو کافر قطعاً  
(فیض الباری ص ۱۸)

بنابریں کہ ایمان نام ہے پورے  
دین کے التزام کا - پس اگر کوئی نماز  
اور زکوٰۃ میں تفریق کرتا ہے - گویا  
وہ پورے دین پر ایمان نہ لایا اور  
جو پورے دین پر ایمان نہ لایا وہ  
شخص قطعاً کافر ہے -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی حیب اندازہ ہوا کہ ان لوگوں کی جہارت محض حکومت سے سرکشی  
یا بغاوت نہیں بلکہ سرے سے دین کے ایک اہم رکن کا انکار یا اس میں تحریف اور غلط  
تاویل کرنا ہے جس کے تباہ کن اثرات پورے دین پر پڑ سکتے ہیں تو اس کا سینہ بھی اس بارہ میں

کھل گیا اور نہ صرف حضرت فاروق اعظم بلکہ تمام صحابہ نے حضرت صدیق کا قولاً و عملاً ساتھ دیا اور اس طرح ایک رکن اسلام (زکوٰۃ) کی قطعیت میں صحابہ کا اجماع متفقہ ہوا۔ اور ایسا اجماع جس کے نفاذ میں مخالفین کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔

مالغین زکوٰۃ بھی زکوٰۃ کو | مالغین زکوٰۃ کے اس اقدام کے اسباب و عوامل کی تلاش میں  
ٹیکس سمجھ رہے تھے | ہمیں یہ بات بھی مل جاتی ہے کہ منکرین زکوٰۃ نہ صرف سیدنا  
صدیق اکبرؓ کو زکوٰۃ دینے کے مخالف تھے بلکہ اپنی ایک من گھڑت رائے اور نظریہ کی بناء پر  
زکوٰۃ کو صرف ایک ٹیکس سمجھنے لگے تھے اور اس طرح اس کی عبادتی حیثیت سے انکار کر رہے  
تھے۔ محدث جلیل علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں :-

والہما زعموا ان الزکوٰۃ جباية	منکرین زکوٰۃ کا گمان تھا کہ زکوٰۃ ایک
مال کما یجبی السلطان من	مالی ٹیکس ہے۔ جیسا کہ بادشاہ اپنی
الرعا یا جبايات من جبايات	رعایا سے کسی طرح کے ٹیکس وصول
فکانت الی النبی صلی اللہ علیہ	کرتا ہے۔ پس حضورؐ کے زمانہ میں
وسلم فی عہدہ و اذا اولیٰنا	تو اس ٹیکس کی وصولی حضورؐ کا حق تھا
نحن ولا یمتسق	اور جب ہم نے اپنوں میں سے والی اور
د بقیت کسائر الجبايات	حاکم بن لے تو زکوٰۃ ہم سے ساقط ہوئی
علی رافعی الوالی	اور دیگر ٹیکسوں کی طرح اب زکوٰۃ کا
(فیض البار ص ۱۰۹)	معاملہ بھی حاکم کی رائے پر ہے۔

ٹھیک چودہ سو سال بعد قرن اول کے مالغین زکوٰۃ کا یہی استدلال اور ارکان اسلام سے بغاوت کا اعادہ ہے جو آج اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے سربراہ ڈاکٹر فضل الرحمان اور اس کی لادینی ریسرچ و تحقیق کی صورت میں ہمارے سامنے ہو رہا ہے۔



زکوٰۃ کے مقادیر اور مصارف میں قطع برید جائز نہیں | ڈاکٹر فضل الرحمان فرماتے ہیں: "معاشرہ کی ضروریات کے لئے زکوٰۃ کی موجودہ شرح کافی نہیں۔ حکومت کو

اس میں اضافہ کا حق حاصل ہے (فکر و نظر اکتوبر ۱۹۹۴ء) پی پی اے کے نمائندہ کو اپنے انٹرویو میں بتایا۔ قرآن مقدس میں مسلمانوں پر مملکت کو صرف ایک ہی ٹیکس لگانے کا اختیار دیا گیا ہے اور وہ زکوٰۃ ہے۔ یہ ٹیکس بنیادی طور پر اس لئے وضع کیا گیا تھا کہ اسے مملکت کی مختلف ضروریات پوری کرتے ہوئے مسلم معاشرہ کی سماجی ترقی بلکہ مملکت کی دفاعی اور دیگر ضروریات سول سروس ٹرانسپورٹ اور بیرونی قرضے وغیرہ پر بھی لگایا جائے۔ الخ

کیا خوب فرمایا ڈاکٹر صاحب نے خدا نے تو قرآن میں زکوٰۃ کے خرچ کے لئے مصارف ہشتگانہ مخصوص فرمائے۔ رسولؐ نے اس کے نصاب اور مقادیر متعین کئے اور اس کے تقسیم و خرچ میں اتنا اہتمام برتنا کہ ایک بار جب ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ دینے کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا: "اے شخص اللہ تعالیٰ نے مال زکوٰۃ کی تقسیم میں کسی انسان کو بلکہ خود پیغمبر تک کو خود اختیار نہیں دیا ہے بلکہ اس کی تقسیم خود اپنے ہاتھ میں رکھی ہے اور اس کے آٹھ مصارف بیان کر دیئے ہیں۔ اگر تم ان آٹھ مصارف میں داخل ہو تو میں تم کو دے سکتا ہوں۔"

(ورنہ نہیں) (ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ)

اسلامی ریاست | پھر یہ بات مضحکہ خیز ہے کہ اسلام میں زکوٰۃ کے علاوہ ملکی ضروریات کے مات آمدنی کے لئے کوئی اور آمدنی مقرر نہیں کی گئی۔ آخر ڈاکٹر ایسے "محقق" کے بارہ میں یہ بات نادانی پر محمول کی جائے گی یا سجاہل عارفانہ پر۔ اسلام نے ایک اسلامی ریاست کے مصارف اور ضروریات کے لئے بے شمار ذرائع متعین فرمائے ہیں۔ آمدنی کا ایک ذریعہ خراج ہے جو غیر مسلموں کی ان اراضی سے لیا جائے گا جس پر مقابلہ یا صلح کے بعد مسلمانوں کا تسلط قائم ہوا ہو اور جو زمین کی پیداوار، زرخیزی اور وسائل آبپاشی کی سہولت کو ملحوظ رکھ کر پیمائش یا بٹوارے کے طریقے پر لگایا جائے گا۔ امام ابو یوسفؒ کے الفاظ میں اس کی وصولی کے لئے وہ امن مقرر ہوں گے جو فقیر عالم،

پاکستان، مصنف مزاج، متدین اور خود رانی سے اجتناب کرنے والے ہوں۔

ایک ذریعہ جزیہ ہے جو غیر مسلم اہل ذمہ سے وصول ہوگا اور اسلامی ریاست ان کے شہری حقوق اور مال و جان کی محافظ ہوگی۔ اس طرح غنیمت کا مخصوص حصہ جو غیر مسلموں سے جنگ کے دوران قیدیوں اور مال و دولت کی صورت میں حاصل ہوگا۔ فتنے وجود دشمن سے بغیر جنگ و جدال کے مسلمانوں کے ہاتھ آئے گا معاون اور رکاز۔ مدفون خزانہ یا معدن کا پانچواں حصہ بھی بیت المال میں داخل ہوگا اس طرح لگان، اجارہ یا ٹھیکہ کی آمدنی کہ زمین کا کوئی قطعہ کسی کاروبار کے لئے کسی شخص کو اس شرط پر دے دیا جاتا ہے کہ وہ اس کے منافع میں سے ایک مخصوص قسط بیت المال میں داخل کرے گا۔ اس کے علاوہ عشر کی شکل میں زمین پر محصول یعنی پیداوار کا ایک حصہ یا دوسری قسم اراضی پچھت عشر یعنی ایک حصہ جس میں کمی یا زیادتی کا اختیار نہیں اور جس کے مصارف اور مقدار بھی مقدار اور معین ہیں۔ ان کے علاوہ غیر ملکی درآمد پر محصول (امپورٹ ڈیوٹی) جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لگایا گیا جبکہ دوسرے ممالک مسلمان تاجروں کے اموال پر اس قسم کی ڈیوٹی لگانے لگے۔ اگر ایک اسلامی حکومت واقعی اسلامی بنیادوں اور حقوق پر قائم ہو۔ اسلامی نظام کا احیاء اور نفاذ کرتی ہو اور محاصل و مصارف میں قرآن و سنت کی ہدایات کی سختی سے پیروی کرتی ہو تو ایسی حکومت مذکورہ اشیاء کے علاوہ دوسرے محاصل اور ٹیکس بھی لگا سکتی ہے۔ فقہائے اسلام نے تصریح کر دی ہے کہ ملکی دفاع، فوجی قوت کے استحکام، پولیس کے اخراجات یا رہا ہی امور بہروں کی کھدائی، پلوں کی تعمیر، قیدیوں کی رہائی وغیرہ کے لئے مقررہ اور تنگامی دونوں قسم کے محاصل وصول کئے جاسکتے ہیں۔ ہدایتہ کتاب الکفالتہ اور دیگر کتب فقہ (نہ کہ زکوٰۃ کی ہیئت سالمہ کو بدل کر ٹیکس بنا دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے مقدر و معین مصارف کے علاوہ اسے دیگر ضروریات پر خرچ کیا جائے۔

جہلی نظریات | عہد حاضر کے ان نام نہاد محققین نے آج ان تمام جہلی نظریات کو دجل و تبلیس کی جدید تعبیر اور تحریف و تاویل کے حربوں سے مسلح ہو کر اسلام کی جدید تعبیر کے روپ میں دوبارہ پیش کر دیا ہے جن کو اسلام نے سختی سے غلط ٹھہرایا اور جسے اس کے پیغمبر عظیمؐ نے



قدموں کے نیچے پاؤں مال کیا۔ جاہلیتِ اولیٰ کے منحوس دیو کی وہی روح بد ہے جو کبھی مرزا غلام احمد قادیانی کے بھیس میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی غلام احمد پرویت کا روپ دھار لیتی ہے اور کبھی ڈاکٹر فضل الرحمان اور ان جیسے محققین اور مغرب زدہ دانشوروں میں جلوہ گر ہو جاتی ہے اور پھر تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ اسلام کے ایک ایک رکن اور ایک ایک اساس پر حملہ آور ہوتی ہے۔ اپنے وقت کے شیطانی ذرائع اور وسائل اس کی پشت پر ہوتے ہیں۔ کبھی اس کا دار رسالت محمدی کی بنیاد ختم نبوت پر ہوتا ہے تو کبھی آپ کی سنت کی تشریعی حیثیت اور منصب رسالت پر۔ کبھی تنجید اور نئی روشنی کے نام پر مسلمانوں کے پرسنل لاء کو مسخ کیا جاتا ہے تو کبھی ظاہری ترقی اور مغربیت کی چمک دمک سے اسلام کے پورے معاشرتی نظام، طلاق، نکاح، عدۃ، میراث وغیرہ میں دست درازیاں کی جاتی ہیں اس صدی میں اس طاغوتی روح نے مسلمانوں کے پورے اقتصادی ڈھانچہ، تجارت اور صنعت کو اسی حیاہلی نظام، سود، قمار، حرام کاروبار، معاشی دستبرد اور ظلم و تعدی کی بنیادوں پر کھڑا کر دیا ہے اور سارے عالم اسلام کی ہیئت حاکمہ اور قوت نافذہ کو اپنے ڈگر پر ڈال دیا ہے۔ اس کا منحوس سایہ مسلمانوں کے پورے نظام اخلاق و کردار، تمدن اور طرز معاشرت پر پڑ چکا ہے اور اس کی جگہ مغربی خود غرضی، نفس پروری، مادہ پرستی، جنسی ہیجان اور اباحت نے قدم جمائے ہیں اور بدۃ الاسلام غریباً و سیریباً غریباً کا منظر سامنے ہے۔

غفلت یا مدامت | ان حالات میں اگر ملت مسلمہ لمحہ بھر بھی غفلت اور مدامت یا رواداری سے ہولناک نتائج سے کام لے اور اسلام کی ایک ایک بنیاد اور اصول پر شیطنت کا یہ وار سہتی رہے تو ظاہر ہے کہ اس کے نتائج کتنے مہلک اور کتنے تلخ ہوں گے؟ پھر معلوم نہیں یہ سلسلہ آخر کہاں جا کر ختم ہو گا۔ اگر آج زکوٰۃ کی شرعی حیثیت کو غتر بو کیا گیا کہ زکوٰۃ کی موجودہ شرح حکومت کے مصارف کے لئے کافی نہیں تو کل نمازوں کی تعداد اور مقدار میں بھی یہ کہہ کر قطع و برید کی جائے گی کہ آج کل کی مصروف زندگی میں اس پنج وقتہ ضیاع وقت (نارش بدہن) کی فرصت کہاں؟ اور یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ اس صنعتی اور مشینی دور میں مہینہ کے پورے تیس دن روزے رکھ کر ملک کی مادی

حیثیت کو نقصان پہنچایا جائے؟ اور ”حج و زیارت“ کے نام پر ہزاروں میل کا سفر کر کے ملک اور قوم کا وقت اور ریاست کا زرمبادلہ ضائع کرنا کہاں کی عقلندی ہے؟ والہیاء باللہ العظیم۔ اگر آج سود کے حلال ٹھہرائے جائے تو گوارا کر لیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ کل زنا اور خمر کو حلال نہ کہنا پڑے اور اگر آج مسلمانوں کے معاشرتی معاملات میں تحریف و تبدیلی پر صبر کر لیا جائے تو کوئی ضمانت ہے کہ کل عبادات اور اعتقادات تک سے ہاتھ نہ دھونے پڑیں؟

نفاق زدہ لوگوں کی | اوپر جو کچھ بیان کیا گیا اس سے دیگر ارکان کے علاوہ زکوٰۃ کی  
مضحکہ خیز حالت | بنیادی اور تعمیدی حیثیت پر بھی روشنی پڑتی ہے اور یہ بھی معلوم  
ہوتا ہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمان اور اس قماش کے دیگر ثقافتی اور ریسرچ ”ارباب فکر و نظر“ کے تحقیقات  
کی زد کہاں جا کر پڑتی ہے۔

در اصل جو قلوب اسلام کے بارہ میں سو وطن، سطحیت یا حسد و عناد کے شکار ہیں اور اسلام کی موجودہ ”عہد جاہلیت“ کے لئے ایک رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ بعض سیاسی اور مادی اغراض کی وجہ سے نہ تو کھل کر اسلام کے ”ذین ابدی“ اور صالحہ حیات ہونے کا انکار کر سکتے ہیں اور نہ اندرونی نفاق کی وجہ سے اسلام کی جامعیت اور دین حنیفی کی سچائیوں کا اقرار۔ اس گوموگو حالت نے انہیں تضاد، تعارض اور تذبذب و نفاق کے ایک عجیب مضحکہ خیز مقام پر کھڑا کر دیا ہے۔ کبھی وہ سرمایہ دارانہ نظام پر اسلام کا ٹھپہ لگائیں گے تو کبھی کمیونزم اور مارکیٹ کو دنیا کا کامیاب مذہب قرار دیں گے۔ کبھی کہیں گے کہ سائنس و حکمت اور دین و مذہب کا کوئی جوڑ ہی نہیں ہو سکتا کبھی کہیں گے کہ اسلام کا مقصد ہی صرف سائنسی ترقی اور مادی عروج و ارتقاء ہے۔ کبھی سرے سے سنت رسولؐ کے حجت ہونے سے انکار کر بیٹھتے ہیں تو کبھی ہر زمانہ کے ماوث یا استشرق زدہ دل و دماغ کے اجتہادات کو بھی سنت جاہلیہ کا نام و مقام دیں گے۔ گویا ان کی کیفیت ٹھیک اس  
ارشاد خداوندی کی مصداق ہے :

فَكَانَ خَرَابًا مِمَّا خُرِبَ السَّمَاءُ      گویا وہ آسمان سے گر پڑا۔ پھر اسے



فتخطفه الطیر او تھدی بہ  
 پرندے اچک لیتے ہیں یا اسے ہوا  
 الدیح فی مکان صحیح (حج ۱۱۷ ع ۱۱)  
 اڑا کر کسی درجہ تک میں پھینک دیتی ہے

پھر یہ لوگ اپنی نت نئی "اختراعات" اور تحریفیات کے اثبات کے لئے جو دلائل و براہین پیش کرتے ہیں کوئی عقل سلیم اور قلب مومن تو اسے کیا قبول کرے گا خود ان کا صنمیر بھی ان کی سنسی اڑاتا ہے۔ علم و تحقیق کی دنیا اس تحریف و تبلیس پر مہر چٹینے لگتی ہے مگر تحقیق و ریسرچ کے یہ دعویدار پوری ڈھٹائی سے اپنے تبخرو تھمق کا شور مچاتے رہیں گے اور ہر طرح دین کو باز سیر اطفال بناتے رہیں گے ملت مسلمہ کافر لیقہ | اگر ملت مسلمہ کو اسلام کے "شجرہ طوبی" کے سایہ عاطفت اور قصر محمدی کی پناہ میں رہنا ہے اور اس کی ہر دیوار اور بنیاد کو اعداء و اغیار کی نقب سے بچانا ہے تو ضرورت ہے کہ اس ملت کا ہر نام لیوا خواہ عامی ہو یا عالم، جاہل ہو یا مقتدار اپنے تمام اغراض اور مصلحتوں سے دست بردار ہو کر سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی فراست اور فاروق اعظمؓ کی جرات سے کام لے کر میدان میں کود پڑے اور جو زبان و قلم اور جو ہاتھ بھی اس قصر محمدی میں شگاف پیدا کرنے کی سعی کرے۔ اسے ہمیشہ کے لئے خاموش اور مفلوج کر دیا جائے کہ بقول کسے یہ وقت "بدر و جنین" کا ہے جمل و صفین کا نہیں۔ واللہ فی عونکم ماد متم فی عون الاسلام







يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
 كُنُوا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ  
 وَمِنْ مَعْرُوفٍ مُعْتَدِلٍ  
 ذُو الْفُلِّ الْكَافِي



## باب رؤیۃ الهلال

(چاند دیکھنے کے احکام و مسائل)

**سوال :-** اگر ایک گاؤں میں  
اخبارِ رؤیت کے لیے شہادت کی شرائط ضروری نہیں | رؤیتِ ہلال ثابت ہو جائے اور گاؤں

والے اس پر یقین کر کے روزہ رکھ لیں تو دوسرے گاؤں کے لوگوں کو خبر دینے کے لیے کن شرائط کی رعایت ضروری ہے تاکہ وہاں کے لوگ اس کے مطابق روزہ رکھ سکیں ؟

**الجواب :-** شہادت اور اخبار میں نمایاں فرق ہے، دوسرے گاؤں والوں کو رؤیت کی خبر دینے کے لیے شہادت کی شرائط کی ضرورت نہیں بلکہ جب بھی کسی شخص کی خبر غلبہ ظن کے لیے مفید ہو تو یہ خبر کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں کتاب القاضی الی القاضی کی شرائط کی رعایت بھی ضروری نہیں۔

قال عالم بن العلاء رحمہ اللہ :- وتقبل شهادة الواحد علی شهادة الواحد فی هلال  
 رمضان ولا تشترط فیہ لفظ الشهادة - (فتاویٰ تاتاریخانیہ ج ۲ ص ۲۵۲ کتاب الصوم - الفصل  
 الثانی فی رؤیۃ الهلال)

قال عالم بن العلاء :- وذكر الامام الاکثمة الحلواني: ان الصیحیح من مذهب اصحابنا ان  
 الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین اهل احد البلدین يلزمهم حکم اهل هذا البلدة -  
 (فتاویٰ تاتاریخانیہ ج ۲ ص ۳۵۵ کتاب الصوم - الفصل الثانی رؤیۃ الهلال) لہ

**سوال :-** اگر کچھ لوگ دُور بین  
دُور بین سے ہلال (چاند) دیکھنے والوں کی گواہی کا حکم | سے ہلال (چاند) دیکھ کر گواہی

دیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے، تو کیا اُن کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے یا نہیں ؟

لہ قال ابن عابدین :- (تحت قوله بخیرهم وهو مَفْوُضٌ اِلَى رَأْيِ الْاِمَامِ) والصیحیح من هذا کله انه  
 مَفْوُضٌ اِلَى رَأْيِ الْاِمَامِ ان وقع فی قلبه صحته ما شهدوا به وکثرت شهودا مربيا لصوابه او کثرا  
 صححه فی المذاہب - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۸ کتاب الصوم - فصل فیما یتثبت به الهلال الخ)  
 وَمِثْلُهُ فِي مَرَاتِي الْفَلَاحِ عَلَى صَدْرِ الطَّحَاوِيِّ ص ۵۳۸ کتاب الصوم - فصل فیما یتثبت به الهلال الخ

**الجواب :-** موجودہ دور میں طرح طرح کے جدید آلات وجود میں آ رہے ہیں جن میں دور بین بھی ایک ایسا آلہ ہے کہ جس کے ذریعے چاند دیکھنے والوں کی گواہی سے غلبہ ظن حاصل ہو جاتا ہے، اس لیے ان کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے۔

قال العلامة الحصكفي ج :- ولو كانوا ببلدة لاحاكم فيها صاموا بقول ثقة وافرطوا بافطار عدلين مع العلة للضرورة الى ان قال وقيل بلا علة جمع عظيم يقع العلم الشرعي هو غلبة الظن يخبرهم وهو الامام انك يكتفي بشاهدين واختاراه في البحر۔

(المدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۷ کتاب الصوم) لہ

**اختلاف مطالع شرعاً معتبر ہے یا نہیں | سوال :-** اختلاف مطالع کی شرعی حیثیت کیا ہے؟  
**الجواب :-** اختلاف مطالع کے بارے میں فقہاء کرام کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں اور یہی ظاہر المذہب ہے اور اسی قول پر فتویٰ منقول ہے اسلئے جہاں کہیں شرعی قواعد و ضوابط کا لحاظ رکھتے ہوئے نمبر پہنچ جائے تو وہاں روزہ رکھنا اور عید منانا چاہیئے۔

قال في الهندية : ولا عبرة الاختلاف المطالع في ظاهر الرواية وعليه الفتوى الفقيه ابن الليث وبه كان يفتي شمس الأئمة الحلواني قال لو رأى أهل مغرب هلال رمضان يجب الصوم على أهل المشرق - كذا في الخلاصة ثم انما يلزم الصوم على متأخرى الرؤية اذا ثبت عند روية اولئك بطريق موجب - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۸-۱۹۹ الباب الثاني في روية الهلال) لہ  
لہ قال عالم بن العلاء :- وقبل الامام شهادة شاهدين عدلين وقد سكن قلب القاضي على قولهما جاز وثبت حكم رمضان - (فتاوى تاتارخانية ج ۲ ص ۳۵ کتاب الصوم روية الهلال)  
وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۹۸ الباب الثاني في روية الهلال -

لہ قال محمد بن عبد الله ج :- واختلاف المطالع ورويته نهما راقبل الزوال وبعد غيم معتبر على ظاهر المذهب وعليه اكثر المشائخ وعليه الفتوى بحر من خلاصة (فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب) اذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب كما مر۔

قال ابن عابدين ج :- (قول بطريق موجب) كان يحتمل اثنان الشهادة او يشهدا على حكم القاضي وليستقيض الخبر - (رشاى ج ۲ ص ۳۹۳-۳۹۴ کتاب الصوم مطلب اختلاف المطالع)  
وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۲ ص ۳۷۳ کتاب الصوم۔

**سوال :-** جہاں کہیں علاقائی علماء شرعی  
تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے عید کا اعلان کریں  
لیکن حکومت اپنی انا نیت پر اتر کر لوگوں کو عید  
منانے سے منع کرے تو اس کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** عید اور رمضان کا ثبوت رؤیت ہلال کے اعلان پر موقوف ہے اگر علاقائی  
علماء شرعی تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے اعلان کریں تو عام لوگوں کے حق میں خواہ وہ سرکاری ملازم  
ہوں یا غیر سرکاری تمام پر روزہ رکھنا یا عید منانا واجب ہو جاتا ہے، ایسی حالت میں حکومت کا عید منانے  
میں رکاوٹ ڈالنا بے دینی کے مترادف ہے اور نہ ایسی صورت میں حکومت کی تابعداری کرنا  
ضروری ہے۔ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ (رواہ فی الشرح السنۃ مشکوٰۃ ج ۱)  
قال ابو محمد محمود العینی :- ولا عبرة باختلاف المطالع بل اذا ثبت فی مصر لزوم الناس -  
(شرح کنز عینی ج ۱ ص ۱۸۷ کتاب الصوم) لہ

**سوال :-** اگر کسی جگہ رؤیت نہ  
رؤیت اور تکمیل ثلاثین کے علاوہ نفس حساب کا اعتبار نہیں ہو اور نہ شعبان کے تیس دن پورے  
ہوں تو کیا کسی حساب کو اعتبار دے کر روزہ کا حکم دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ حساب ماہ میں  
تطبیق قائم ہو کر غلبہ ظن کے لیے مفید بھی ہو ؟

**الجواب :-** روزہ کا ثبوت رؤیت یا تکمیل ثلاثین شعبان پر موقوف ہے۔ لحديث النبي  
صلى الله عليه وسلم : صوموا لرؤية وافطروا لرؤية۔ اس کے علاوہ کسی حساب و کتاب کی وجہ  
سے روزہ فرض نہیں ہوتا اگرچہ غلبہ ظن کے لیے مفید کیوں نہ ہو۔

قال عالم بن العلاء رحمه الله عليه :- يجب صوم رمضان برؤية الهلال  
او باستكمال شعبان ثلاثين ولا يجوز ما تقلد المنجم في حاسبه لا في الصوم

لہ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی رحمہ اللہ : واذا ثبت الهلال (فی) بلدة  
(مطلع قطر) هارلزم سائر الناس فی ظاهر المذهب وعليه الفتوى -

(مرآۃ الفلاح علی صمد الطحاوی ج ۱ ص ۵۲ کتاب الصوم، فصل فیما لا یثبت بہ الهلال الخ)

ومشئلہ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷ کتاب الصوم۔



ولا في الاطمار - (فتاوى تاتارخانية ج ۲ ص ۳۵۴ کتاب الصوم الفصل الثاني روية الهلال) له

**تکمیل شعبان کے لیے ایک شخص کی گواہی قبول نہیں** | سوال :- شعبان کے تیسویں دن کی خبر اگر ایک شخص دے دے تو

اس کی گواہی معتبر ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** روية هلال میں رمضان کے علاوہ ہر ماہ کے ثبوت کے لیے آسمان پر علت کے دوران دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی بخلاف رمضان کے کہ اس کے ثبوت کے لیے ایک فرد کی گواہی مقبول ہے، لہذا شعبان کے تیسویں دن کی خبر ایک آدمی کے مقبول نہ ہوگی۔

لما قال العلامة الحصكفي: وهلال الاضغى وبقية الاشهر التسعة كالقمر على المذهب - قال ابن عابدین: وقوله وبقية الاشهر التسعة فلا يقبل فيها الاشهادة رجلين او رجل وامرأتين عدول احرار غير محدودين - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۱ کتاب الصوم - مطلب ما قاله السكي من الاعتماد على قول الحساب مردود) ۲

**يوم الشك میں روزہ رکھنے کا حکم** | سوال :- رمضان کی پہلی اور شعبان کی تیس تاریخ کو اشتباہ کی صورت میں اس دن روزہ رکھنے کا

له قال العلامة الكاساني: - واما صوم رمضان فوقته شهر رمضان لا يجوز في غيره فيقع الكلام فيه في موضعين احدهما في بيان وقت صوم رمضان والثاني في بيان ما يعرف به وقته اما الاول فوقت صوم رمضان شهر رمضان لقوله تعالى: **مَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ** اي فليصم في الشهر وقول النبي صلى الله عليه وسلم وصوموا شهر كراي في شهر كمر لان الشهر لا يصام وانما يصام فيه واما الثاني وهو بيان ما يعرف به وقته فان كانت السماء مصحية يعرف بروية الهلال وان كانت متغيمة يعرف باكمال شعبان يومًا ثم صوموا - (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۸ کتاب الصوم) ومثله في تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۱۶ کتاب الصوم -

له قال في الهندية: وان كان بالسماء علة لا تقبل الاشهادة رجلين او رجل وامرأتين ويشترط فيه الحرية ولفظ الشهادة كذا في خزنة المفتين - وتشترط العدالة هكذا في النقاية - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۸ کتاب الصوم - الباب الثاني في روية الهلال)

ومثله في الطحطاوى على مراقب الفلاح ج ۱ ص ۵۳۳ کتاب الصوم فصل فيما ثبت به الهلال

کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** فقہی کتابوں میں اس دن جب باقاعدہ رؤیت نہ ہو اور نہ شعبان کے تیس دن پورے ہوں تو اس کو یوم الشک کہا جاتا ہے۔ بسا اوقات رمضان کے احتمال کی وجہ سے اس دن بھی فرض روزہ نیت کر کے رمضان کا روزہ رکھا جاتا ہے، اسی طرح بعض لوگ نفل اور فرض میں تردید کر کے روزہ رکھتے ہیں، ایسی حالت میں روزہ رکھنا ممنوع ہے۔

درودی عمران بن حصین : انه عليه الصلوة والسلام قال الرجل هل صحت من

صوم شعبان قال لا۔

البتہ اگر خواص کہیں نفل کی نیت کر کے روزہ رکھیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، ایسا ہی اگر کہیں اس دن میں اتفاق سے کوئی قضاء روزہ آجائے تو اس دن روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔  
قال عالم بن العلاء وفي التهذيب :- والمختاران يفتي بالتطوع في حق الخواص والانتظار والتلوم في حق العوام وفي السفناني :- والفاصل بين الخاصة والعامة هو ان كل من يعلم فيه صوم يوم الشك فهو من الخواص والا فهو من العوام۔

رفقاوی تاتارخانیۃ ج ۲ ص ۳۹۲ الفصل الثامن۔ الاوقات المکروه فیہا الصوم (۱) لہ

**سوال :-** رمضان کی خبر اگر زوال طلوع آفتاب کے بعد رؤیت ہلال کی اطلاع آتا ہے تو جن لوگوں نے صبح

کے بعد کھانا کھایا ہو ان کے لیے اس خبر پر عمل کرنے کا کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** یوم الشک کے دن تمام اہل اسلام کو چاہیے کہ زوال تک کھانے پینے اور روزہ کے منافی کاموں سے اجتناب کریں، اگر رؤیت کی اطلاع ہو جائے تو روزہ پورا کریں اور اطلاع نہ آئے تو خواص کے لیے اجازت ہے اور عوام افطار کر لیں، البتہ جن لوگوں نے کچھ کھایا یا پیا ہو ان پر

لہ قال ابن الحمام رحمه الله :- كان المختاران يصوم المفتي بنفسه اخذ ايا الاحتياط ويفتي

العامة بالتلوم الى وقت الزوال ثم بالا فطار حما للمادة اعتقاد الزيادة ويصوم فيه المفتي سرا لئلا يتلهم بالعصيان فانه افتاهم بالا فطار بعد التلوم لحدیث العصیان وهو مشہور بین العوام

فاذا خالف الى الصوم انهم موع بالعیبة۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴۱ کتاب الصوم)

ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۸ کتاب الصوم فصل شرائطها فنوعان۔

رمضان کے تقدس کی خاطر امساک واجب ہے، اگر کوئی اس کے باوجود رعایت نہ رکھے تو صرف قضاء واجب رہے گی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

قال قاضیخانؒ: غلام بلغ فی النصف من رمضان فی ای نصف النهار وانصرافی اسلم فانه لا یأکل بقیة یومه۔ (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۹۷ کتاب الصوم) ۱۷

**سوال:** نصف النهار یعنی دن کے وقت رویت کی خبر ہو تو امساک ضروری ہے | آدھا دن گزرنے کے بعد اگر

رمضان کے روزے کی فرضیت کی اطلاع آجائے تو مغرب تک امساک کا کیا حکم ہے؟  
**الجواب:** اگر نصف النهار کے بعد روزے کی فرضیت ثابت ہو جائے تو جن لوگوں نے ابھی تک روزے کے منافی چیزیں استعمال نہ کی ہوں تو وہ اپنے امساک کو مغرب تک برقرار رکھیں اس کے ساتھ بقیہ مسلمانوں پر بھی امساک واجب ہے، البتہ اگر نصف النهار سے قبل روزے کی نیت نہ کی ہو تو کھانے پینے سے کفارہ واجب نہ ہوگا اور بقیہ دن امساک رکھنے کا حکم رمضان کے ہیبت کی وجہ پر خاص ہے، تاہم جن لوگوں نے رمضان کے منافی اشیاء کے استعمال کے بغیر امساک کیا ہو ان کا امساک رمضان کا روزہ متصور ہوگا جبکہ بقیہ لوگوں پر اس دن کی قضاء لازمی ہے۔

لما قال العلامة محمد النور شاہ الکشمیریؒ: لو شهد رجل بائی رأیت الهلال فی النهار لاعتبر قوله اصلاً سواء شهد قبل نصف النهار او بعده ولو قال رأیتہ فی اللیل الماضية فان کان هلال رمضان وکان قبل نصف النهار فمن لحر یا کل بعد الصبح یصوم ومن اکل یقضیه۔

(عرف الشذی علی الجامع الترمذی ج ۱ ص ۱۲۹ باب ماجاء فی الصوم بالشهادة) ۲

۱۷ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی رحمہ اللہ: (يجب علی الصائم وقيل يستحب الامساك بقیة اليوم علی من فسد صومه) ولو بعد ما شر زال وعلی حائض ونفساء ظهرا بعد طلوع الفجر۔ (مراقی الفلاح علی صد الطحطاوی ج ۱ ص ۵۵۸ کتاب الصوم)

وَمِثْلُهُ فی التاتارخانیة ج ۲ ص ۳۲۷ کتاب الصوم۔ فی بیان وقت الصوم وما یصل بہ۔  
۲۷ لما قال العلامة السید محمد یوسف البنوریؒ: لو شهد بوؤیتہ فی اللیلة الماضية فان کان هلال رمضان فلیصم بقیة یومه ویقضیه ان اکل وان لحر یا کل وکان قبل الفصوة الکبری صام ولا قضاء۔ (معارف السنن ج ۵ ص ۳۲۵ مسئلة رؤیة الهلال نهائراً)



**سوال :-** رویت ہلال کمیٹی کا اعلان عموماً علاقائی فیصلوں سے مختلف ہوتا ہے، ایسی حالت میں کمیٹی کے

**رویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کی شرعی حیثیت**

فیصلوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

**الجواب :-** رویت ہلال کمیٹی جو با اعتماد علمی اشخاص مشتمل ہو، ایسی کمیٹی کے اعلان کو ساقط الاعتبار کہنا دشمندی نہیں، یہ الگ بات ہے کہ بعض انتظامی کمزوریوں کی وجہ سے ان کا اعلان عموماً غلط فہمی کا شکار ہوتا ہے اگر حکومت اس کے سدباب کے لیے کوشش کر کے علاقائی علماء کی رویت کو اعتبار دے تو شاید یہ اختلاف دور ہو جائے، تاہم جہاں کہیں علاقائی اعلان اگر شرعی تقاضوں کو مدنظر رکھ کر کیا جائے تو رویت ہلال کمیٹی کے اعلان نہ ہونے کے باوجود علاقائی علماء کے فیصلہ کا پابند رہنا ضروری ہے۔

وفي الهندية :- لما في الفصل الثاني من اول الكراهية من الهندية يقبل قول الواحد في المعاملة عدلاً كان او فاسقاً حراً كان او عبداً اذ كراً كان او انثى مسلماً كان او كافراً دفعاً للخروج والضرورة ومن المعاملات الوكالات والمضاريات والرسالات في الهدايا والاذن في التجارات كذا في الكافي اذا صح قول الواحد في اخبار المعاملات عدلاً كان او غير عدل فلا بد في ذلك من تغليب رايه فيه ان اخبره صادق فان غلب على رايه ذلك عمل عليه ولا فلا كذا في السراج الوهاج - (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۱ الفصل الثاني في العمل بنحو الواحد في المعاملات) ط

**سوال :-** ریڈیو اور ٹی وی کی خبر فرضیت رمضان کا حکم

ریڈیو اور ٹی وی کی خبر فرضیت رمضان اور عید کے ثبوت کے لیے ذریعہ

بن سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جب قاضی یا ہلال کمیٹی کسی شہادت پر مطمئن ہو کر عید یا رمضان کا اعلان ریڈیو اور

لے قال العلامة ابن عابدین :- قال العيون والفتاوى على قولهما اذا اتيقن انه خطه سواء كان في القضاء او الروية او الشهادة على الصك وان لم يكن الصك في يد الشاهد كالات الغلط نادر واثرا تغیر ممکن الاطلاع عليه قلما يشبه الخط من كل وجه فاذا اتيقن جازا الاعتماد عليه توسعة على الناس - ۱۴ (شامی ج ۵ ص ۳۷ کتاب القاضی الی القاضی - مطلب في دفتر البیاع) ومثله في فتاوى قاضی خان ج ۳ ص ۱۱۶ کتاب القاضی الی القاضی -

ٹی وی پر نشر کرے تو یہ اعلان ثبوتِ رمضان و عیدین کا ذریعہ بن سکتا ہے، قدیم زمانہ میں توپ، دف اور قنادیل کی روشنی کو اعلانِ رمضان یا عیدین کے لیے استعمال کیا جاتا تھا تاہم یہ ضروری ہے کہ ریڈیو اور ٹی وی پر صرف قاضی یا ہلال کیٹی کا اعلان انتہائی احتیاط سے سنانا چاہیے۔

لما قال العلامة ابن عابدین: «والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع والرواية القناديل من المصر» لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما مر صوابه۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۶ بحث فی صوم یوم الشک) ۱۰

**عید اور رمضان کے ثبوت کیلئے ٹیلیفون کی خبر کا حکم** | **سوال:** - فرضیتِ رمضان اور ثبوت کیا ہے؟

**الجواب:** - اگر ٹیلیفون کے ذریعے خبر غلبہ ظن کے لیے مفید ہو اور کسی کے دھوکہ دینے کا اندیشہ نہ ہو تو ٹیلیفون کی خبر پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة ابن الھمام: «لو سمع من وراء حجاب كیف لا يشف من ورائه لا يجوز له ان يشهد لان النعمة تشبه النعمة الا اذا احاط بعلم ذلك لان السمع هو العلم غير ان روية متكلمًا بالعقد طريق العلم به فاذا فرض تحقق طريقه اخرجنا۔

(فتح القدير ج ۶ ص ۲۶۳ کتاب الشهادة - فصل ما يتعلق بكيفية الشهادة) ۱۱

۱۰ لما قال الشيخ مفتي محمد شفيع صاحب: «البتة من شهرين باقاعه قاضي یا ہلال کیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو، اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات و دیہات کے لوگوں کو اس ریڈیو کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے، شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کیٹی نے اس کو دیا ہے۔

(آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۷۱ باب ہلال کے معاملہ میں آلات جدیدہ کی خبروں کا درجہ)

وَمِثْلُهُ فِي اَمْدَادِ الْمُفْتِيِّينَ الشَّهِيرِ بِفَتَاوَى دَارِ الْعُلُومِ دِيُونِ بَنْد ج ۲ ص ۲۷۷ کتاب الصوم -

۱۱ قال ابن عابدین: «قال في العيون والفتوى على قولهما اذا اتقن انه خطه سواء كان في القضاء او الرواية او الشهادة على الصاك وان لم يكن الصاك في يد الشاهد لان الغلط تادروا اثر التغيير يمكن الاطلاع عليه ولما يشبه الخط من كل وجه فاذا اتقن جاز لا اعتماد عليه توسعة على الناس۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۲۳۷ کتاب القاضی الی القاضی)

وَمِثْلُهُ فِي اَمْدَادِ الْفَتَاوَى ج ۲ ص ۹۴ کتاب الصوم -

**سوال :-** جہاں کہیں رویت ثابت ہو اور دوسری جگہ بذریعہ خط عید یا روزے کا ثبوت

اس سے روزے کی فرضیت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ کیا اس کے لیے کتاب القاضی الی القاضی کی شرائط کی رعایت ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** دینی معاملات کا تعلق عموماً غلبہ ظن پر مبنی ہے۔ اگر کسی کا خط ثبوت رمضان اور عیدین کے لیے اطمینان کا ذریعہ بنے اور خط لکھنے والا عادل ہو اور اس کے خط کی شائستگی ہو تو اطمینان کے بعد ثبوت رمضان و عیدین کا سبب بن سکتا ہے۔ شریعت مقدسہ میں خط کے حجیت کے کافی نظائر موجود ہیں۔

لما قال العلامة ابن الھمام: الكتابة الرسوۃ بحلا خط السمار والصرا لانهجة للعرف الجاری۔ (فتح القدیر ج ۶ ص ۶۳۷ کتاب الصوم) لے

**سوال :-** از روئے شرع عید و رمضان کے ٹیلیگرام (تار) سے عید و رمضان کا ثبوت

بارے میں ٹیلیگرام کی خبر کی تصدیق کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ٹیلیگرام یعنی تار چونکہ کوئی بھی شخص دے سکتا ہے اس لیے یہ پتہ چلنا ہی دشوار ہے کہ یہ تار کس شخص نے دیا ہے، اسی وجہ سے دور حاضر کے جید فقہاء کرام اس کے خبر یعنی اطلاع کا اعتبار نہیں کرتے۔

لما قال الشیخ عبدالحی الکنھوی: بحسب ضوابط فقہیۃ تار کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ (مجموعۃ الفتاویٰ (اردو) ج ۱ ص ۳۵۳ باب رؤیۃ الهلال) لے

لے لما قال العلامة ابن عابدین: صرف کتب علی نفسہ بمال و خطہ معلوم بین التجار و اهل البلد ثبوتات فجامعون یمطلب المال من الورثۃ و عرض خط الیمیت بحیث عرف الناس خطہ یمکن بذلک فی ترکۃ ان ثبت انه خطہ و قد جرت العادۃ بین الناس بمثلہ و هو حجة۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۴۳۷ کتاب فی الی القاضی) ومثله فی امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۹۲ کتاب الصوم۔

۲ لے قال الشیخ اشرف علی التھانوی: چونکہ تار میں اس کی کوئی علامت نہیں کہ کس کا تار ہے نیز اس میں غلط اور غلط بھی کثیر ہوتا ہے اس لیے معتبر نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۹۳ کتاب الصوم والاعتکاف، تحقیق خبر تار)

ومثله فی عزیز الفتاویٰ الشہیر فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۲۱ کتاب الصوم۔



**ہلال کیٹی کی موجودگی میں عالم دین کے فیصلے کا حکم** | سوال :- ہمارے علاقے قومی اسمبلی حلقہ این اے ۱۹۸ پشین جس میں کچلاک

پشین بازار، یادو بازار، جنگل پیر، علی زئی بازار، قلعہ عبداللہ بازار، چمن بازار، گلستان زار سے زئی اڈہ بازار کے علاوہ دیگر بڑے بڑے گاؤں مثلاً کربلا، حرمرئی، کانگڑی، ٹانگڑی، ٹانگی، کلی ملک وغیرہ چھوٹے بڑے علاقے شامل ہیں، ان علاقوں پر حکومت پاکستان کا قانون لاگو ہے اور یہ تمام علاقے صوبائی حکومت کے کنٹرول میں ہیں لیکن یہاں عید اور روزہ بڑے عجیب طریقہ سے منایا جاتا ہے کہ ایک بستی میں عید دوسری میں روزہ، ایک گھر میں عید دوسرے گھر میں روزہ یہاں تک کہ گھر کے ایک فرد کا روزہ اور دوسرے لوگوں کی عید ہوتی ہے۔ جبکہ علاقہ کے معروف عالم دین مولانا عبدالغنی صاحب شرعی گواہان پر عید اور روزے کا فیصلہ فرماتے ہیں، تو کیا ان کے فیصلے پر عمل کیا جائے یا حکومت کی طرف سے قائم ہلال کیٹی کے فیصلے پر عمل کیا جائے؟ نیز بعض لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ کیا ہم افغانستان کے اعلان کے مطابق عید اور روزہ کا اہتمام کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ازراہ کرم شریعت مقدسہ کی روشنی میں اس مسئلہ کی تفصیلاً وضاحت فرمائی جائے؟

**الجواب :-** اسلام لوگوں کو اجتماعیت کی دعوت دیتا ہے اسلئے مسلمانوں کے ذمے اجتماعی احکام فرض کئے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اس کی مثالیں ہیں، اسی طرح عیدین بھی اجتماعیت کی داعی ہیں، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایک ساتھ روزہ رکھیں اور ایک ساتھ عید منائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: صوموا لرؤیۃ الهلال فاطر وابد۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷۲ باب رؤیۃ الهلال۔ الفصل الاول)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صومکم یوم تصومون واضعاکم یوم تضحون وفطرکم یوم تفطرون۔ (مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ ج ۲۵ ص ۱۵۵ فصل مسأله رؤیۃ بعض البلاد الخ)

یہی وجہ ہے کہ فقہاء مذہب ثلاثہ بالاتفاق اور مذہب شافعیہ کے بعض فقہاء اور مذہب اہل حدیث، زیدیہ، ظاہریہ وغیرہ کا اجتماعی فیصلہ ہے کہ اختلاف مطایع کا کوئی اعتبار نہیں، اہل غرب کی رؤیت اہل شرق کے لیے قابل حجت ہے۔ لہذا رمضان یا عیدین کا چاند جب نظر آجائے تو قاضی وقت، ہلال کیٹی یا علاقے کے معتبر عالم دین کو چاہیے کہ وہ اس شہادت کو قبول کر کے اس کے مطابق روزہ یا عیدین کا حکم صادر کرے، وہ حساب و کتاب

یا کمپیوٹر کی اطلاع عدم احکام کو نہ دیکھے۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حتی لو اخبروا بجل عدم القاضي بمجي رمضان  
يقبل ويأمر الناس بالصوم يعني في يوم الغيم ولا يشترط لفظ الشهادة وشرائط  
القضاء۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۹ کتاب الصوم۔ مطلب في رؤية الهلال)۔

وايضاً قال بان المعمول به في المسائل الثلاث ما شهدت به الينة لان  
الشهادة نولها الشارع منزلة اليقين۔ وما قاله السبكي مردود ردة عليه جماعة  
من المتأخرين وليس في العمل بالينة مخالفة لصلاته صلى الله عليه وسلم۔  
ووجه ما قلنا ان الشارع لم يعتمد الحساب بل الغاية بالكية بقوله نحن امة  
امية لانكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا۔ وقال ابن دقيق العيد الحسا  
لا يجوز الاعتماد عليه واصلاً۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۹ کتاب الصوم۔ مطلب في رؤية الهلال)

اس لیے کہ قاضی شرعی کو بدون وجہ شرعی کے کسی شہادت کو رد کرنے کا کوئی حق حاصل  
نہیں بلکہ وہ شہادت کے حوالہ سے فیصلہ کرے گا۔

علامہ علاؤ الدین الحصکفی فرماتے ہیں: رأى مكلف هلال رمضان او الفطر  
ورقوله بدليل شرعي۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۴ کتاب الصوم)۔  
(۲) اگرچہ قاضی شرعی کی موجودگی میں کسی دوسرے شخص کا فیصلہ عیدین و رمضان میں ناقابل قبول  
ہے، احکام شرعی کے بارے میں صرف قاضی شرعی کا فیصلہ قبول ہوگا۔

لما قال العلامة وهبة الزحيلي: القيام على شعائر الدين من اذان واقامة واقامة  
الصلوة الجمعة والجماعة والاعيا ودوصيام وصبحم (الفقه الاسلامي وادله ص ۶ کتاب الامارة)۔  
لیکن جہاں کہیں قاضی شرعی نہ ہو یا وہ شرعی دلائل کی روشنی میں حکم صادر نہ کرتا ہو تو عیدین  
رمضان وغیرہ عبادات کے قیام میں علاقے کا معتمد عالم دین قاضی شرعی کے قائم مقام ہو  
سکتا ہے۔

احسن الفتاویٰ میں ہے کہ: جہاں مسلم حاکم موجود نہ ہو یا وہ فیصلہ شرعی نہ کر سکتا ہو وہاں اگرچہ  
جميع معاملات میں تو عالم قاضی کے قائم مقام نہیں ہو سکتا البتہ رؤیت ہلال وغیرہ بعض  
جزئیات میں اس کا فیصلہ حکم قاضی کے قائم مقام ہو جائے گا۔

قال العلامة ابن عابدین: وفي الفتح اذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقليد منه كما هو



فی بعض بلاد المسلمین غلب علیہم الکفار کقرطبة الآن یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منهم۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۳۲۲ کتاب الجہاد)

وفی عمدة الرعاية: والعالم الثقافة فی بلدة للاحکم فیہا قائم مقامہ۔ (ج ۱ ص ۳۹)  
احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۶۶ کتاب الصوم)

موجودہ ہلال کمیٹی کا اعلان اگرچہ قابل اعتبار ہے، اس پر مسلمان عید و رمضان جیسے امور انجسام دے سکتے ہیں، مگر اس کے علاوہ علماء کی کمیٹی یا ایک معتد عالم دین بھی اس بات کا مجاز ہے کہ وہ شہادت یا دیگر اطلاعات کی بناء پر رمضان و عیدین کا فیصلہ کر سکے، یہ بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہے، اعلان رمضان و عیدین کا حق صرف ہلال کمیٹی کو حاصل نہیں۔ چنانچہ علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

واعلم ان بلاد الهند اليوم لیست فیہا حکومت اسلامية ولیس فیہا دارالقضاء للمسلمین فالحکم فی مثلها الصوم باخبار ثقة والفطر بقول ثقتین ولا ینبغی لعلماء العصر من المفتیین المشغول علی ما هو شان قضاء دارالاسلام من الشهادة وغیرها۔ (معارف السنن ج ۵ ص ۳۲۵ کتاب الصوم)

اس لیے کہ ہلال کمیٹی دیگر تمام ممالک کے ساتھ ساتھ شہادت شرعی کو بھی اپنی مفروضہ رائے اور عدم رؤیت کے اعلان کے بعد قبول نہیں کرتی اور شہادت کو کمپیوٹر کے حساب سے پرکھا جاتا ہے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی، جس پر گزشتہ عیدین (عید الفطر، عید الاضحیٰ) کا اعلان واضح دلیل ہے جو کہ سب کے سامنے ہے اور اخبارات و جرائد میں اس کے خلاف کافی مدلل و مفصل مضامین لکھے گئے۔ اس کے ساتھ قاضی شرعی کا حکم بھی تب نافذ ہوتا ہے جب وہ شریعت کے موافق ہو۔

لہذا جب ایک علاقہ میں رؤیت چاند ہو جائے تو رؤیت جہاں بھی ہو ثبوت شرعی کے ساتھ ثابت ہونے پر ہلال کمیٹی یا علاقے کا معتد عالم دین روزہ یا عیدین کا فیصلہ (اعلان) کر دے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس فیصلہ پر عمل کریں۔ اختلاف کو ختم کرنے کے لیے آسان سی تجویز یہ ہے کہ ہلال کمیٹی صرف مخصوص وقت تک شہادت یا اطلاع کی پابندی نہ کرے بلکہ رات گئے تک ملک و بیرون ملک رابطہ کرتی رہے جہاں پر بھی رؤیت ہلال شرعاً ثابت ہو جائے تو رمضان یا عید کا اعلان کر دیا جائے۔

ہلال کمیٹی کمپیوٹر کے حساب پر شہادت کو نہ پرکھے اس لیے کہ ممکن ہے پاکستان میں طول البلد اور



عرض البلد کے حساب سے امکانِ رویت نہ ہو اور دیگر ممالک میں امکانِ رویت ممکن نہ ہو اس لیے شہادت کو شرعی اصول پر پرکھا جائے۔

لیکن اگر ہلال کیٹی والے اپنے خود ساختہ اصولوں پر قائم رہتے ہوئے رابطہ سے روگردانی کرتے ہوں تو مسلمانوں پر لازمی ہے کہ وہ علاقے کے معتد عالمِ دین کے اعلان پر رمضان و عیدین کا اہتمام کریں تاکہ اختلاف ختم ہو کر لوگوں میں وحدت پیدا ہو جو کہ اسلام کا فلسفہ ہے، لہذا ہلال کیٹی یا علاقے کے معتد عالمِ دین کو ثبوت شرعی کے ساتھ رویتِ ہلال کی اطلاع مل جائے تو اس کے اعلان پر علاقے کے مسلمانوں کو رمضان کا روزہ یا عیدِ افطار کر لینا چاہیے، اس طرح اللہ تعالیٰ وحدت قائم ہوگی۔

کسی دوسرے ملک کے صرف اعلان پر روزہ یا افطار (عید) کرنا شرعاً صحیح نہیں جب تک وہاں کی رویت دوسرے طرق شرعی (شہادۃ علی الرویت یا شہادۃ علی القضاء یا استفاضہ) کے ساتھ ثابت نہ ہو جائے اور علاقے کا معتد عالمِ دین یا علماء کیٹی وغیرہ اعلان نہ کرے۔

**سوال :- اگر مطلع بالکل صاف ہو تو پھر کتنے آدمیوں کی رویت صاف مطلع کے دوران حجمِ تخفیر ضروری ہے** پر اعتماد کر کے روزے یا عیدین کا اعلان کیا جائے؟ اگر بالفرض

تین یا چار آدمی چاند دیکھنے کی گواہی دیں تو کیا ان کی گواہی قابلِ قبول ہوگی یا نہیں؟  
**الجواب :-** شریعت مقدسہ میں چاند کی رویت کے لیے قانون یہ ہے کہ اگر ۲۹ کی رات کو مطلع بالکل صاف و شفاف ہو تو پھر حجمِ تخفیر کی رویت روزہ اور عید کے لیے ضروری ہے، حجمِ تخفیر کی تعداد کے بارے میں مختلف اقوال ذخیرہ فقہ میں درج ہیں، بعض سے ۵۰ اور بعض سے ۵۰۰ وغیرہ مروی ہے۔ البتہ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے تعداد سے قطع نظر کر کے قاضی صاحب کے مطہن ہونے کو ترجیح دی ہے، لیکن قاضی کا اطمینان بھی دو شرائط کے ساتھ مشروط ہے،  
 (۱) امکانِ رویت (۲) کثرتِ شہود۔

اس لیے صاف مطلع کے دوران تین یا چار آدمیوں کی گواہی ناقابلِ قبول ہے۔  
 کذا فی رد المحتار ج ۲ ص ۲ کتاب الصوم۔

## رویت ہلال کے بارے میں ایک استفسار کا جواب | سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین

مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں :-

(۱) ۲۳ جنوری ۹۶ء کو حکومت پاکستان کی وزارت داخلہ کی طرف سے جو عید کا اعلان کیا گیا ہے کیا یہ اعلان شریعت کے اعتبار سے درست تھا یا نہیں؟

(۲) جن لوگوں نے اس اعلان کے مطابق عید کی نماز پڑھی ہے ان کا نماز عید پڑھنا شرعاً جائز تھا یا نہیں؟

(۳) اور جن لوگوں نے اس دن روزہ نہیں رکھا یا رکھ کر توڑ دیا ہے اُن پر اس روزہ کی قضا واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** (۱) ہمارے ہاں اکوڑہ خٹک میں خود بندہ کے پاس رویت ماہ شوال حائر کی شہادت گزری اور آٹھ گواہوں سے شرعی طریقے پر شہادت لی گئی، ہر ایک گواہ نے بلفظ شہد رویت ماہ شوال حائر کی شب اتوار بعد از نماز مغرب مع وجود علت زکوٰۃ وغبار اور بادل کے شہادت دی، جس پر ہم نے بروز اتوار عید کا اعلان کیا اور ان سب واقعات شہادت اور اعلان عید کی اطلاع مقامی تھانے کے ذریعے ڈپٹی کمشنر اور کمشنر پشاور کو بھی دے دی گئی، اور انہوں نے وزارت داخلہ کے ہوم سیکرٹری کو اطلاع دی۔ اب وزارت داخلہ نے جو ہلال کمیٹی مقرر کی ہے وہ اگر ثقات عادل علماء پر مشتمل ہو اور انہوں نے ہماری اس اطلاع کو اور اسی طرح دوسری جگہوں سے جو اطلاعات ان کو دی گئیں اُن کو قبول کر کے عید کا فیصلہ کیا ہو اور پھر حکومت کی نگرانی میں یہ فیصلہ اور حکم مختلف ریڈیو سٹیشنوں سے ثقات کے ذریعہ کیا ہو تو یہ اعلان شریعت کے اعتبار سے درست ہے۔

(۲) اب جن لوگوں نے اس اعلان کے مطابق (یعنی اتوار کے دن) نماز عید پڑھی ہے وہ بالکل جائز اور درست پڑھی ہے۔

(۳) مذکورہ طریق پر اعلان عید کے بعد جن لوگوں نے اس دن روزہ رکھا نہیں یا رکھ کر توڑ دیا ہے ان پر قضاء واجب نہیں ہوگی۔

## استفتاء مندرجہ بالا کے جواب پر اشکال اور اس کا جواب | سوال: محترم مفتی صاحب! گزشتہ عید کے خلفشار

میں آپ سے میں نے ایک فتویٰ منگوایا تھا جو کہ مجھے وصول ہو چکا ہے، اس کو مکرر مطالعہ



فرمانا چاہیں تو اس کا نمبر ۲۹۶ ہے۔ اس سلسلہ میں چند باتیں وضاحت طلب ہیں۔  
 (۱) آپ کے فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکوڑہ ٹنک میں چاند کا ثبوت شرعی طور پر ہو گیا تھا اس صورت میں بصورت ابر و غیرہ آپ کا جو فیصلہ تھا وہ اگر شرعی شرائط کے ساتھ نشر ہوا، ہو تو کیا یہ اُن لوگوں کے لیے بھی حجت ہے جہاں مطلع صاف تھا یا وہاں پھر جرمِ غفیر کی علیحدہ شہادت معتبر ہوگی؟

(۲) اگر حکومت کی نگرانی ہی میں موجودہ اعلان ہونا فرض کیا جائے تو کیا یہ اعلان پاکستان کے دونوں حصوں میں واجب العمل ہو گیا نہیں؟ اور اگر نہیں تو اس کا اندازہ کیا ہوگا؟  
 (۳) میرے گذشتہ استفتاء کے سوال ۳ کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مذکورہ طریق پر اعلان عید کے بعد جنہوں نے روزہ نہیں رکھا ان پر اس کی قضاء واجب نہیں، یہ تو تب درست ہو سکتا ہے جبکہ خود آپ کے فتویٰ میں مذکورہ شرائط پائی جائیں۔ تو کیا آپ کے علم میں حکومت کے اعلان سے پہلے یہ تمام شرطیں پائی گئی ہیں یا نہیں؟ قابلِ حوالہ باتوں میں حوالہ بھی ضرور تحریر فرمائیں؟

نوٹ: آپ کی عید سے ہمیں تعرض نہیں ہے، عرض صرف یہ ہے کہ آپ کا فیصلہ صحیح ہونے کی صورت میں ہم تک شرعی طریق سے پہنچا ہے یا نہیں۔ (مولوی محمد یونس ساکنی لورہ ضلع راولپنڈی)  
**الجواب:** بخیر و محرم جناب مولانا محمد یونس صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوں گے، آپ کے دونوں نوازش نامے ایک بنا حضرت شیخ الحدیث صاحب اور دوسرا اس بندہ عاجز (قاضی انوار الدین) کے نام مشتمل برچند استفسارات بوقت سعید شرف صدور لائے، حالات و کوائف سے مطلع ہوئے، گوناگوں مصروفیات اور مشاغل کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی، امید ہے اُن محترم محسوس نہ فرمائیں گے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب کو درس حدیث اور اہتمام کے کام سے بالکل فرصت نہیں ملتی جو کسی کے ساتھ اس طرح خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھ سکیں، جس طرح کہ اُن محترم نے مطالبہ کر کے تحریر فرمایا ہے، اس لیے وہ آپ کے اشکالات کا جواب نہیں دے سکیں گے، البتہ دارالافتاء سے آپ اپنے اشکالات حل فرما سکتے ہیں وہ بھی مناظرہ کی شکل میں نہیں بلکہ تشفی اور تسلی حاصل کرنے کی غرض سے، اور اگر دارالافتاء کے جواب سے آپ کی تسلی نہ ہوتی، ہو تو پاکستان کسی بھی دوسرے دارالافتاء سے اپنی تشفی کرا سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ کا ایک شعبہ ہے، کسی مسئلے کا جو جواب یہاں سے جاری ہوتا



وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کی نظر ثانی اور ذمہ داری سے نکلتا ہے، وہ بحیثیت مہتمم دارالعلوم حقانیہ اور شیخ الحدیث اس کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ واقعی حضرت مولانا حسین الدین صاحب خطیب سبزی منڈی راولپنڈی جمع تین اور ساتھیوں کے یہاں تشریف لائے تھے اور رویت ہلال عید کے متعلق انہوں نے شرعی طور پر اپنی تسلی کرائی تھی، جو کچھ انہوں نے یہاں اپنے آنے کے متعلق لکھا ہے وہ درست ہے اور واقعہ صحیح ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے نام آپ کا جو نوازش نامہ ہے اس کے جواب میں اتنا ہی کافی ہے، بندہ کے نام نوازش نامہ کے جواب میں یہ عرض ہے کہ:-

(۱) رویت ہلال میں شہروں کی دوری کا اعتبار نہیں اور اکثر فقہاء کرام نے اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ جیسا کہ کتب فقہ کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شہر کی رویت کی وجہ سے دوسرے شہر میں ثبوت رویت کا فتویٰ دیا جائے گا، جیسا کہ الدر المختار میں ہے: *فيلزم اهل المشرق بروية اهل المغرب اذا ثبت عندهم روية اولئك بطريق موجب* (در المختار ج ۲ ص ۳۹۳) یہ دوسری بات ہے کہ جو بلاد قواعد ہیئت کے اعتبار سے اختلاف مطالع رکھتے ہوں ان میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا، جیسا کہ محققین کے نزدیک ثابت ہے۔ مگر ہمارے بلاد میں قواعد ہیئت کے اعتبار سے بھی اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ایک شہر کی رویت کا ثبوت بطریق موجب ہو جائے جس تین صورتیں فقہاء نے بیان کی ہیں: *شهادة على الروية - شهادة على شهادة الروية - شهادة على قضاء الحاكم الشرعي*۔ ایک پوچھتی صورت بھی ہے جس کو استفاضۃ الخبر کہا جاتا ہے۔ ان چار صورتوں میں جس صورت سے بھی رویت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو وہ حجت ہوگا۔

اس تحقیق کے بعد آپ کے اصل سوال کا جواب یہ ہے کہ ہمارے ہاں جو شہادت رویت ہلال کی گزری تھی جس کی بناء پر ہم نے روز اتوار عید کا اعلان کر دیا اور بالواسطہ اس کی اطلاع مرکزی رویت ہلال کمیٹی کو دیدی، اب اگر مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے ارکان نے اس کو منظور کر کے حکومت کی نگرانی میں شرائط کے ساتھ نشر کیا ہو تو یہ استفاضۃ الخبرین کہ ان لوگوں کے لیے بھی حجت ہوگا یہاں مطلع صاف تھا اور انہوں نے چاند دیکھنے کا اہتمام نہیں کیا یا کیا تو ہو لیکن نظر نہیں آیا ہو تو جم غفیر کی علیحدہ شہادت کی ضرورت اس کے بعد نہ ہوگی۔

(۲) جی ہاں اگر حکومت کی نگرانی میں شرائط مذکورہ فتویٰ سابقہ کے ساتھ یہ اعلان ہونا فرض کیا

جلے تو پاکستان کے دونوں حصوں کے لیے واجب العمل ہوگا۔

(۳) اپنے علم کی حد تک جتنا کہ مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے حکومت نے وزارت داخلہ کے ماتحت ایک مرکزی رویت ہلال کمیٹی مقرر کی ہے جس کے اعلیٰ رکن (ممبر) ڈسٹرکٹ جلیب وینڈی مولانا فیض علی فیضی ہیں اور وہ رویت ہلال کے متعلق کمیٹی کے دوسرے ارکان کی معیت میں فیصلہ کر کے حکومت کی نگرانی میں ریڈیو اور ٹی وی پر نشر کرتے ہیں، اس لیے بندہ نے سابق فتویٰ میں آپ کے سوال ۳ کے جواب میں لکھ دیا تھا کہ مذکورہ طریق پر اعلان عید کے بعد جنہوں نے اس دن روزہ رکھا نہیں یا رکھ کر توڑ دیا ہے ان پر قضاء واجب نہیں ہے اور بجائے نہیں ہوگا کے صرف ”نہیں“ لکھ دیا، اگر آپ کے علم میں یہ اعلان شرائط کے ماتحت نہیں کیا جاتا ہو اور یہ استفاضۃ الخبر میں داخل نہ ہو تو میں بجائے صرف ”واجب نہیں“ کے ”واجب نہیں ہوگا“ لکھ کر بری الذمہ ہو جاؤں گا۔

[التماس] جناب من! آپ کے عید نہ کرنے سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں۔ ہم تو اپنی معلومات کی حد تک یہ مسئلہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اعلان عید یا روزہ بذریعہ ریڈیو حجت ہے یا نہیں؟ تو میری رائے میں جو اطلاعات رویت اور شہادت ہلال عید کے متعلق ہم نے مرکزی رویت ہلال کمیٹی کو پہنچائی تھیں اور کمیٹی والوں نے اس پر فیصلہ کر کے بذریعہ ریڈیو نشر کر کے اعلان عید کیا ہے وہ استفاضۃ الخبر ہے اور جنہوں نے اس اعلان کو سن لیا ہے ان پر حجت ہے۔ اب اگر ہماری اس رائے کے ساتھ آپ کو اتفاق نہ ہو تو ہم آپ کو مجبور نہیں کر سکتے۔ (فقط والسلام)



## باب تعریف الصوم و اقسامہ و شرائطہ (روزہ کی تعریف، اقسام اور شرائط کے بیان میں)

**سوال** :- اگر رات کو روزہ کی نیت کرنی بھول جائے تو کس وقت تک نیت کر کے روزہ رکھنا درست ہے؟

**الجواب** :- اگر طلوع فجر کے بعد روزہ دار سے روزہ کے منافی کسی امر کا ارتکاب نہ ہوا ہو تو نصف النہار سے قبل تک نیت کر کے روزہ رکھ سکتا ہے، البتہ نصف النہار گزرنے کے بعد نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔

قال عبد الرحمن الجزائوی :- ویسن له ان یلتقط بہا۔ وقتہا کل یوم بعد غروب الشمس الی ما قبل نصف النہار والنہار الشرعی : من انتشار الضومی اکفوق الشرقی عند طلوع الفجر الی غروب الشمس فیقسم ہذا الزمن نصفین وتكون النیة فی النصف الاقل بحیث یکون الباقی من النہار الی غروب الشمس اکثر مما مضی من کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة ج ۱ ص ۵۲۵

**سوال** :- ایک مسلمان پر روزہ کس عمر میں فرض ہوتا ہے؟

**الجواب** :- بنیادی طور پر بالغ ہونے پر روزہ فرض ہو ہو جاتا ہے جس کی پہچان رط کے کو احتلام ہونے اور لڑکی کو حیض آنے سے ہوتی ہے، البتہ اگر کسی بچے پر بلوغت کے آثار نمایاں نہ ہوں تو پھر پندرہ سال کی عمر تک پہنچنے کی صورت میں روزہ رکھنا واجب ہے۔

قال العلامة الحسکفی رحمہ اللہ :- فان لم یوجد فیہما شیء منها فحتی یتکم کل منہما

لہ قال العلامة سید احمد طحاوی :- ولونہاراً الی ما قبل نصف النہار المراد انہ من اللیل الی ہذا الوقت طرف النیة وفمتمی حصلت فی جزء من ہذا الزمان صح الصوم لما ذکرہ المصنف وان نوى الصوم من النہار ینوی انہ صائم من اولہ حتی ینوی قبل الزوال انہ صائم من حیث نوى، لا من اول النہار لا یصیر صائماً حموی وانما تجوز قبل الضحوة اذ لم یوجد قبلہا ما ینافی الصوم کما کل وشرب وجماع۔ (مراقی الفلاح علی هامش الطحاوی ج ۱ ص ۵۳ کتاب الصوم) ومثله فی فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۹۵ کتاب الصوم۔



تیس عسرة سنة وبه لفتى - (الدر المختار على صدره المختار ج ۶ ص ۱۵۳ کتاب الحج) لہ  
**سوال :-** اگر شک والے دن یوم الشک میں نفل کی نیت کے باوجود روزہ فرض شمار ہوگا  
 مگر بعد میں شرعی ثبوت سے یہ معلوم ہو جائے کہ آج تو یکم رمضان ہے، تو عند الشرع اس نفل روزے کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** یکم رمضان ثابت ہونے پر یہ دن یوم الشک کا نہیں بلکہ رمضان کا شمار ہوگا، چونکہ ماہ رمضان فرض روزوں کے لیے مقرر ہے اس لیے کسی نفل کی نیت سے فرض روزہ متاثر نہیں ہوتا بلکہ یہی روزہ رمضان کا روزہ شمار ہوگا اور اس پر قضاء بھی لازم نہیں۔  
 قال عالم بن العلاء :- فان ظهر انه من رمضان كان صائماً عن رمضان۔  
 وفي الخانية وقيل على قول محمد لا يكون صائماً۔ (فتاوی تاتارخانية ج ۲ ص ۳۹۲ کتاب الصوم، الفصل الثامن، الاوقات التي يكثف فيها الصوم) لہ

**سوال :-** اگر کسی شخص نے تمام عمر روزہ رکھنے کی پوری زندگی روزہ رکھنے کی منت ماننا  
 نذر مان لی تو اس کے لیے افطار کرنے کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** تمام عمر روزہ رکھنے کی نذر مان لینا بلاشبہ درست ہے مگر بہتر نہیں اسلئے کہ انسان ہر حالت میں ایک جیسا نہیں ہوتا ہے۔ تمام عمر روزہ رکھنے کی نذر ماننے میں کبھی بھی افطار

لہ قال العلامة فخر الدين :- بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والاذن والافتحى يتم له ثمانى عشر سنة والحارية بالحيض والاحتلام والحبل والافتحى يتم لها سبع عشرة سنة وبقضى بالبلوغ فيها خمس عشرة سنة۔ (تبين الحقائق ج ۵ ص ۲۰۳ کتاب الحج) وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۸ ص ۱۵ کتاب الحج۔

لہ قال ابن نجيم :- واعلم انه يتفرع عن كيفية النية ووقتها مسألة الاسير في دار الحرب اذا اشتبه عليه رمضان فتحرى وصام شهراً عن رمضان فلا يخلو ما ان يوافق او لا بالتقديم او بالتأخير فان وافق جاز وان تقدم لم يعق۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الصوم) وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۲ ص ۲۴۴ کتاب الصوم۔

کرنے کی گنجائش نہیں البتہ آیام منہیات میں روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے، اس لیے افطار کرنے کے بعد ہر سال پانچ روزے اس کے ذمہ باقی رہیں گے، فراغتِ ذمہ کے لیے فدیہ کی ادائیگی کی وصیت کرنی ہوگی۔

قال طاهر بن أحمد: رجل قال لله على صوم هذه السنة فإنه يفطروا الفطر ويوم النحر وإيام التشريق ويقضى تلك الايام وعليه كفارة اليمين -

(خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲ کتاب الصوم، الفصل الرابع في المنذر) -

**سوال :-** شہر میں سورج غروب ہونے کے بعد روزہ افطار کر لیا مگر اس کے فوراً بعد ہوائی جہاز میں سفر کے دوران سورج دوبارہ دیکھنے سے روزہ دار کیلئے کیا حکم ہے؟

دوبارہ دیکھ لیا تو کیا اس سے قضا لازم ہوگی یا نہیں؟ اور امساک کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** چونکہ اس شخص کو یقینی طور پر سورج کے غروب ہونے کا علم ہو گیا تھا جسکی وجہ سے اس نے روزہ افطار کر لیا اب جبکہ دوبارہ سورج دیکھ لیا تو اس کو امساک (یعنی سوچ کے غروب ہونے کا انتظار) کرنا چاہیے تاکہ حقیقی طور پر سورج غروب ہو جائے، یہ امساک فقط روزہ داروں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ضروری ہے ورنہ اس کا روزہ تو ادا ہو گیا ہے اس پر کوئی قضا لازم نہیں۔

قال العلامة الحصكفي: قال في شرح التنوير فلو غربت ثمر عادت هل يعود الوقت بانظا هر نعم۔ وقال ابن عابدين: (قوله انظا هر نعم) بحث صاحب النهر حيث قال ذكوا الشافعية ان الوقت يعود الى قوله قلت على ان الشيخ اسمعيل رد ما بحثه في النهوت بها للشافعية

له قال عالم بن العلاء: - واذا قال والله على صوم الا بد يفطر ايام العيد ويطعم عن كل يوم مسكيناً نصف صاع من خنطة - هشام عن محمد: فيمن جعل على نفسه صوم الا بد فافطر يوماً ففطر يوماً الا اضحى - لا يطعم هذه الايام في حياته وعليه ان يوصى ان يطعم - الخ - (فتاویٰ تاتارخانية ج ۲ ص ۲۸ کتاب الصوم، الفصل الحادی عشر فی المنذور) -

ومثله في الهداية ج ۱ ص ۲۸ کتاب الصوم، فی ما یوجبہ علی نفسه -

بان صلوة العصر بغيبوبة الشفق تصير قضاءً ورجوعها لا يعيدها اداؤها في الحديث  
خصوصية لعلي رضي الله تعالى عنه كما يعطيه قوله عليه الصلوة والسلام انه كافي طاعتك  
وطاعة رسولاك ام - عود الوقت بعودها للكل، والله تعالى اعلم -

(مراد المحتار ج ۳۶، ۳۷ - کتاب الصوم) له

**طویل النهار (لمبے دن) والے ممالک میں روزہ رکھنے کا طریقہ** | سوال :- دنیا کے  
بعض خطے اور ممالک کے

ہیں جہاں دن بہت لمبے ہوتے ہیں، وہاں روزے رکھنے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟  
الجواب :- جن ملکوں میں دن چوبیس گھنٹوں سے بڑا ہو تو ان ممالک میں رہنے والے  
مسلمانوں کو قریب ملک اور علاقے کے وقت کی پابندی کا لحاظ رکھنا ہوگا، کیونکہ عام طور پر انسان  
چوبیس گھنٹے کا روزہ رکھنا برداشت نہیں کر سکتا، البتہ اگر چوبیس گھنٹے سے دن اس قدر چھوٹا ہو  
کہ سحری اور افطاری کھانے کا وقت ملتا ہو اور طلوع وغروب بھی ہوتا ہو تو اس ملک کے وقت کے موافق  
روزے رکھنے ہوں گے، تاہم یقیناً بیماروں کے لیے شریعت میں مراعات پائی جاتی ہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: (تتمّة) لہار من تعرض عندنا  
لحكم صومهم فيما اذا كان يطلع الفجر عندهم كما تغيب الشمس او بعد  
بزمان لا يقدر فيه الصائم على ما يقيم نيته ولا يمكن ان يقال بوجوب الصوم  
مؤاكلة الصوم عليهم لانه يؤدى الى الهلاك فان قلنا بوجوب الصوم يلزم  
القول بالتقدير وهل يقدر ليلهم باقرب البلاد اليهم. كما قاله الشافعية  
هنا. ايضاً ام يقدر لهم بما يسع الاكل والشرايم يجب عليهم القضاء فقط

۱۔ لما قال العلامة الكاساني رحمہ اللہ :- وكذا من وجب عليه الصوم في اول النهار لوجود  
سبب الوجوب والاهلية ثم تغدر عليه المضيق فيه بان افطر متعمداً او أصبح يوم  
الشك مفطراً ثم تبين انه من رمضان وتسحر على ظن ان الفجر لم يطلع ثم تبين  
له انه طلع فانه يجب عليه الامساك في بقية اليوم تشبهاً بالصائمين -

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۰۲، ۱۰۳ - کتاب الصوم - الفصل ام حكم الصوم الموقت)

ومثله في مراعى الفلاح على هامش طحطاوى ج ۵ ص ۵۸ - کتاب الصوم -



دون اکلا داکل محتمل فليتا مل - (رد المحتار ج ۳۳۹ کتاب الصلوة - مطلب في طلوع الشمس من مغربها) ۱

**سوال :-** اگر کوئی شخص عید کے دن روزہ رکھے تو عیدین کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** احادیث مبارکہ اور کتب فقہ سے یہ حکم واضح ہے کہ پورے سال میں پانچ دن روزہ رکھنا ممنوع ہے جن میں دو دن عیدین (یعنی عید الاضحیٰ اور عید الفطر کا پہلا دن) کے بھی شامل ہیں لہذا ایسے شخص کو عیدین کے دن روزہ نہیں رکھنا چاہیے ورنہ گنہگار ہو جائے گا۔

قال عبد الرحمن جزري: - الصوم المكروه يتقسم الى قسمين مكروه تحريماً وهو صوم أيام الأعياد والتشريق فاذا صامها انعقد صومه مع الاثم - (فقہ مذاہب اربعہ ج ۱ ص ۵۵۹) ۲

۱۔ قال العلامة كمال الدين: - ولا يرتاب متامل في ثبوت الفرق بين عدم محل الفرض وبين سببه الجعلي الذي جعل علامة على الوجوب الخفي الثابت في نفس الامر وجوانب تعدد المعرفات للشي فانتهاء الوقت انتهاء للعرف وانتهاء الدليل على الشيء لا يستلزم انتهاء الجواز دليل اخر وقد وجد وهو ما تواطت عليه اخبار الاسرار من فرض الله الصلوة خميساً بعد ما امروا ولا بخمسين ثم استقر الامر على خمس شرعاً عاماً ما لاهل الافاق تفصيل فيه بين اهل قطر وقطر وما روى ذكر الدجال رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا ما لبثت في الارض قال اربعون يوماً يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر أيامك كأيامكم فقل يا رسول الله فذلك اليوم الذي كسنة ايكفيننا فيه صلوة يوم قال لا اقدر والة (رواه مسلم) فقد أحب فيه ثلثمائة عصر قبل صيرورة الظل مثلاً او مثليين وقس عليه فاستفدنا ان الواجب في نفس الامر خمس على العموم غير ان توثر يعنها على تلك الاوقات عند وجودها فلا يسقط بعدها الوجوب - وكذا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس صلوة كتبهن الله على العباد ومن افترى بوجوب العشاء يجب على قوله التواتر ۳

(حاشیہ شبلی علی تبیین الحقائق ج ۱ ص ۸ کتاب الصلوة - باب المواقیف)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۱ ص ۲۲۶ کتاب الصلوة باب المواقیف -

۲۔ قال ابن نجيم: - وعندنا يكره الصوم في يوم العيد وایام التشريق - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۸)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲ کتاب الصوم - الباب الثالث في ما يكره للصائم -

**سوال ۱۔** اگر مجنون روزہ کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو مجنون پر روزے کا فدیہ واجب نہیں اس کے اولیاء فدیہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

**الجواب ۱۔** احکام شرعیہ کا مکلف عاقل و بالغ انسان ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مجنون مکلف بالعبادات نہیں ہوتا، اس لیے اس کے مرنے کے بعد وراثت پر فدیہ دینا بھی لازم نہیں، بشرطیکہ یہ عارضہ ممتد ہو یعنی رمضان کا پورا مہینہ مجنون ہو، اور اگر عارضہ غیر ممتد ہو تو اس صورت میں ما فات کی قضاء لازمی ہے، اور اگر قضاء سے قبل مر جائے تو بصورت وصیت فدیہ نیا لازمی ہے۔ قال العلامة کاسانی: ولا وجوب علی المجنون لان الوجوب بالخطاب ولا خطاب علیہ لانعدام

القدرتین ولهذا المرجب القضاء فی الجنون المستوعب شهراً ووجه قول اصحابنا... فی الجنون العارض ما اذا افاق فی وسط الشهر او فی اوله حتی لو جن قبل الشهر ثم افاق فی آخر یوم منه یلزمه قضاء جمیع الشهر۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۸۸، ۸۹ کتاب الصوم فصل شرائط الصوم)

**سوال ۲۔** شرعاً روزہ کس چیز سے افطار کرنا کس چیز سے روزہ افطار کرنا چاہیے؟ افضل ہے؟

**الجواب ۲۔** بہتر یہ ہے کہ روزہ دار کھجور سے روزہ افطار کرے اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پھر پانی سے افطار کرنا بہتر ہے، تاہم اس کے علاوہ بھی دیگر اشیاء سے روزہ افطار کرنا جائز ہے۔ اخروح ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ: عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم من وجد تمرًا فلیفطر علی ما دفان الماء طهور۔ (الجامع الترمذی ج ۱ ص ۱۲۹)

**سوال ۳۔** سحری اور افطاری میں تعجیل و تاخیر کا حکم سحری و افطاری کا مستحب طریقہ ایک ہے یا ان میں کچھ فرق ہے؟

لہ قال ابن نجیم: (قوله و یجنون غیر ممتد) ای یقضیہ اذ فاتہ بجنون غیر ممتد و ہوان لا یتوعب الشهر والممتد ہوان یتوعب الشهر و هو مستقط للخرج۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۹۰ کتاب الصوم فصل فی العوارض)

و مثله فی فتاویٰ تاتارخانیة ج ۲ ص ۳۹۶ کتاب الصوم۔ الفصل العاشر فی الجنون۔

لہ محمد بن یزید: عن سلیمان بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فان لم تجد فلیفطر علی الماء فانہ طهور۔ ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۲۲ باب ما یجاء علی ما یتحب الفطر و مثله فی ابی داؤد ج ۱ ص ۳۲۱ باب ما یتحب الفطر۔



**الجواب:** شریعت مقدسہ میں سورج غروب ہونے کے فوراً بعد افطاری کرنا مستحب ہے اور سحری میں آخر وقت تک تاخیر کرنا اولیٰ ہے، تاہم احتیاط اسی میں ہے کہ ظن غالب پر طلوع فجر سے چند منٹ پہلے سحری بند کر دینی چاہیے۔

قال العلامة سید احمد طحاوی: النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق الى غروب الشمس وهو قول اصحاب الفقه واللغة (قوله الى الغروب) هو اقل زمان بعد غيبوبة تمام جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة في جهة المشرق - وفي البخاري عنه صلى الله عليه وسلم: اذا قبل الليل من ههنا فقد افطر الصائم - اي اذا وجدت الظلمة حسا في جهة المشرق فقد دخل وقت الفطر اوصار مفطر في الحكم - لان الليل ليس طرفا للصوم قهستاني -

(مواق الفلاح على هامش طحاوی ج ۱ ص ۵۲ کتاب الصوم) ۱۷

**کیا اذان فجر انتہاء سحری کی دلیل ہے** | **سوال:** سحری کا آخری وقت معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ کیا فجر کی اذان انتہاء سحری کی دلیل بن سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب:** روزہ بند کرنے میں بنیادی اعتبار انتہائے وقت کا ہے اسلئے طلوع فجر سے قبل روزہ رکھنا واجب، البتہ اگر اذان صحیح وقت پر دی جاتی ہو تو پھر یہ انتہائے وقت کی دلیل بن سکتی ہے وثر تقدیم و تاخیر کی صورت میں اسے انتہاء سحر سمجھنا درست نہیں۔ ہمارے علاقوں میں اذان گونا گونا وقت داخل ہونے کے بعد دی جاتی ہے اسلئے اس دوران کھانا پینا جائز نہیں بلکہ اس سے چند منٹ پہلے ہی کھانا پینا بند کر دینا چاہیے۔

قال العلامة علم بن العلاء: قال اصحابنا وقت الصوم حين يطلع الفجر الثاني. وهو الفجر المستطير المنتشر في الاقوال الى غروب الشمس، واذا غربت الشمس خرج وقت الصوم ولم ينقل عنهم ان العبرة لا بطلوع الفجر الثاني ولا استطارته وانتشاره. وقد اختلف المشايخ فيه قال بعضهم: العبرة لا اوله. وبعضهم قالوا العبرة لا استطارته. قال الشمس الامم العلواني: القول الاول احوط والثاني اوسع - (فتاوى تاج تانيه ج ۲ ص ۳۳۶ کتاب الصوم - الفصل الاول في بيان وقت الصوم) ۱۸

۱۷ قال طاهر ابن احمد بن السنيدي: وليستحب للصائم تعجيل الفطر قبل طلوع النجوى وتأخير السحور في يوم النعيم لا يستحب التعجيل ولا يفطر ما لم يقلب على ظنه غروب الشمس. (علامه الفتاوى ج ۱ ص ۲۶۶ کتاب الصوم - الفصل الخامس في الخطر والاباحة)

وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۲ ص ۲۱۹ کتاب الصوم مطلب في حديث التوسعة على اعيال النجى -

۱۸ قال ابن عابد: (قوله وهو يوم) اي اليوم الشرعي من طلوع الفجر الى الغروب وهل المراد اول زمان الطلوع وانتشار الضوء؟

فيه خلاف كالمخلاف في الصلوة والاول احوط والثاني اوسع. (رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۱ کتاب الصوم)

وَمِثْلُهُ فِي الهنديه ج ۱ ص ۱۹۲ کتاب الصوم - الباب الاول تعريفه وتقسيمه -



**سوال:** حنفیہ کثر اللہ سواد ہم کے نزدیک صرف جمعہ  
صرف جمعہ کے دن روزے کا حکم کے دن روزہ رکھنا کیسے ہے ؟

**الجواب:** علماء احناف کے ہاں رائج مذہب یہ ہے کہ تنہا جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ نہیں  
البتہ جن احادیث میں نہیں وارد ہے وہ ضعف اور کمزوری وغیرہ پیدا ہو جانے پر محمول ہے کہ جن  
کی وجہ سے جمعہ کی ادائیگی میں فرق آتا ہو۔

قال العلامة ابن عباہ: ولا بأس بصوم يوم الجمعة عند أبي حنيفة وعبد  
لما روى عن ابن عباس أنه كان يصومه ولا يفطر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۹ کتاب الصوم) ۱۵

**سوال:** آیام بیض کے روزوں کا حکم  
ذی الحجہ میں آیام بیض کے روزوں کا حکم  
شرعاً مستنون ہیں جو ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵  
تاریخ کو آتے ہیں، کیا ماہ ذی الحجہ میں بھی انہی تاریخوں کو روزے رکھے جائیں یا دوسری تاریخوں  
کو رکھے جائیں؟

**الجواب:** شریعت مقدسہ میں آیام عید الاضحیٰ یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کے روزے رکھنا  
منوع ہیں اس لیے ماہ ذی الحجہ میں ۳ تاریخ کا روزہ رکھنا جائز نہیں بلکہ بجائے ۱۳ کے ۱۴،  
۱۵، ۱۶ کے روزے رکھے جائیں۔

قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری رحمہ اللہ، یکرہ الصوم فی العیدین  
وایام التشریق لانقطاع الاجماع ولو صام یکون صائماً مسیئاً ولو افسده لا یقضى  
عند أبي حنيفة۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیة ج ۲ ص ۳۸۸ کتاب الصوم) ۱۶  
فصل فی بیان الاوقات التي یکرہ فیہا الصوم

۱۷ قال الشیخ وھبۃ الزحیلی: ومنہ صوم يوم الجمعة ولو منفرداً فلا بأس بصيامه عند  
ابی حنيفة وعبد۔ (ما روى عن ابن عباس أنه كان يصومه ولا يفطر۔

(الفقه الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۵۹۲ مسائل صوم مندوب)

وَمِثْلُهُ فِي خَلَاصَةِ الْفَتَاوَى ج ۱ ص ۲۶۵ کتاب الصوم: الفصل الخامس فی الخطر والاباحة۔

۱۸ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: والثانی الذی کرہ تحریمًا صوم عیدین الفطر والنحر ومنہ صوم  
ایام التشریق۔ وقال السيد احمد الطحاوی: قوله (منہ صوم ایام التشریق) ہی ثلاثة يعد ایام النحر۔  
(طحاوی ص ۳ کتاب الصوم) ومثله فی الفقه الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۵۸۲۔

عاجی کے لیے یوم عرفہ کا روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں | سوال :- احادیث مبارکہ میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنا منقول

ہے کیا یہ حکم حاجی کے لیے بھی ہے یا نہیں؟

الجواب :- یوم عرفہ کا روزہ رکھنا شرعاً مسنون ہے اور یہ حکم سب کے لیے یکساں ہے البتہ اگر حاجی کو روزہ رکھنے سے ضعف لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے مناسک حج میں خلل واقع ہونے کا احتمال ہو تو اس صورت میں عرفہ کے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

قال العلامة الحصكفي: المستحبة وعرفة ولولحاج ليرضعفه الخ۔ قال ابن عابدین: قوله ليرضعفه صفة لحاج ای اكان لا يضعفه عن الوقوف بعرفات ولا يخل بال دعوات يحيط فلو اضعفه كره۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۹۱ كتاب الصوم) لہ

یوم عاشورہ کے روزے کا حکم | سوال :- محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا ہوگا یا اس سے پہلے یا بعد والے دن کا روزہ بھی ملنا ہوگا؟

الجواب :- یوم عاشورہ یعنی دس محرم الحرام کا روزہ رکھنا مسنون ہے مگر اس روزے کے ساتھ ایک دن پہلے یا بعد والے دن کا روزہ ملانا ضروری ہے اس لیے کہ صرف دس محرم کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري: واما صوم يوم عاشوراء فيستحب ان يصوم قبله يوماً وبعده يوماً۔ (خلاصة الفتاوى ج ۲ ص ۲۶۵ كتاب الصوم۔ باب الخطر والاباحة) لہ

لہ قال الشيخ الدكتور وهبة الزحيلي: ومنه صوم يوم عرفة ولولحاج ليرضعفه عن الوقوف بعرفات ولا يخل بالدعوات فلو اضعفه كره۔

والفقه الاسلامي وادلتہ ج ۲ ص ۵۹۲ اراء المذاہب في الصوم المنذور

ومثله في الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۳۸۹ الاوقات التي يكره فيها الصوم۔

۲ قال العلامة عالم بن علاء الانصاري: وكاتوا يستحبون ان يصوموا قبل عاشوراء او

بعده يوماً۔ (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۳۹۰ كتاب الصوم في الاوقات التي يكره فيها الصوم)

ومثله في الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۲ ص ۵۹۰ النوع الرابع، صوم التطوع۔

رمضان المبارک میں مہمان کی خاطر تواضع کا حکم | سوال :- جناب محترم مفتی صاحب ! میں بسلسلہ روزہ کار انگلینڈ میں مقیم ہوں

وہاں میرے کچھ انگریز دوست ہیں اگر وہ میرے پاس رمضان المبارک میں دن کے وقت ملاقات کے لیے آئیں تو کیا میں ان کی خاطر تواضع کر سکتا ہوں یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب :- اسلام نے مہمان کی خاطر مدارات کے لیے نفلی روزہ تک توڑ دینے کی گنجائش رکھی ہے، اس لیے اگر کوئی شخص مہمان کی خاطر تواضع کے لیے نفلی روزہ توڑ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں البتہ اس روزہ کی قضاء کرنا ضروری ہے، جب غیر رمضان میں مہمان کی خاطر نفلی روزہ افطار کیا جاسکتا ہے تو پھر رمضان المبارک میں ایسا کرنا بدیہیڑ اولیٰ جائز ہے اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ تاہم آپچے لئے مہمان کی خاطر رمضان کا روزہ توڑنا جائز نہیں۔

لما قال العلامة اشرف علی التھانویؒ کسی کے گھر مہمان گئی یا کسی نے دعوت کر دی اور کھانا نہ کھانے سے اس کا جی برا ہوگا دل شکنی ہوگی تو اس کی خاطر سے نفلی روزہ توڑ دینا درست ہے اور مہمان کی خاطر سے گھر والی کو بھی توڑ دینا درست ہے۔

(بہشتی زیور ص ۲۰۴ کتاب الصوم)

عاشورہ کے دن قضاء رمضان کا حکم | سوال :- جناب محترم مفتی صاحب ! یوم

عاشورہ (دش محرم الحرام) کو قضاء رمضان کا روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی رکھ لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فقہ حنفی کی روشنی میں مسئلے کا حل بیان فرمائیں؟

الجواب :- اسلام نے سال بھر میں صرف پانچ دن روزہ رکھنے کو موجب گناہ قرار دیا ہے، اس کے علاوہ باقی ایام میں جس دن چاہے قضاء رمضان کا روزہ رکھا جاسکتا ہے ایسا کرنے سے ذمہ فارغ ہو جائے گا۔

لما فی الہندیۃ : لو نوى قضاء رمضان والتطوع كان من القضاء۔

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ کتاب الصوم)



پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کا حکم | سوال :- جناب محترم مفتی صاحب! میری

والدہ صاحبہ کئی برسوں سے پیر اور جمعرات کا روزہ رکھ رہی ہیں، کیا قرآن و سنت میں اس کے بارے میں کوئی فضیلت آئی ہے یا نہیں؟  
الجواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں اعمال نامے پیش کیے جاتے ہیں، مجھے یہ پسند ہے کہ میرے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزہ سے ہوں۔ لہذا پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنا کارِ ثواب ہے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتحرى صوم الاثنين والخميس۔ (الجامع الترمذی ج ۱ ص ۱۵۸ باب ما جاء فی صوم الاثنين والخميس) ۱

پندرہ شعبان کے روزے کا شرعی حکم | سوال :- جناب محترم مفتی صاحب! ۱۵ شعبان کے روزے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ نیز اس روزے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب :- فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مرغوب روزوں میں سے ۱۵ شعبان (شبِ برات) کا روزہ بھی ہے، لہذا اس قسم کا روزہ رکھنا موجبِ اجر و ثواب ہے۔

لما فی الہندیۃ: المرغوبات من الصیام انواع اولہا صوم المحرم والثانی صوم رجب والثالث صوم شعبان۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۷۱)

۱۔ عن حفصۃ قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم ثلثۃ ايام من لشہر شعبان والخميس والاثنين من الجمعة الاخری۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۲ باب من قال الاثنين والخميس)

وَمِثْلُهُ فِی مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۷۹ کتاب الصوم، باب صیام التطوع۔  
۲۔ لما قال العلامة اشرف علی التہانوی رحمۃ اللہ علیہ: شبِ برات کی پندرہویں اور عید الفطر کے چھ دن نفل روزہ رکھنے کا بھی اور نفلوں سے زیادہ ثواب ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۲۷ کتاب الصوم)

**سوال ۱:** رمضان المبارک میں بعض سیاحی لوگ **مروجہ افطار پارٹیوں میں شرکت کا مسئلہ** ایک دوسرے کو افطار پارٹیوں میں مدعو کرتے

ہیں جن میں عموماً بکیرہ گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے۔ شرعاً اس قسم کی افطار پارٹیوں میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** اگرچہ کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے، احادیث مبارکہ میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے، مگر مروجہ افطار پارٹیوں میں چونکہ اکثر کبار کا ارتکاب ہوتا ہے اس لیے اس قسم کی افطار پارٹیوں میں شرکت نہیں کرنی چاہیے تاکہ از تکاب گناہ سے بچا جاسکے۔

لما قال علیہ السلام: من فطر صائماً کات له مغفرته لذنوبه وعقوبته من النار وکان له مثل اجره من غیر ان ینقص من اجره شیء۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷۳ کتاب الصوم۔ الفصل الثالث) لہ

**سوال ۲:** ماہ رمضان میں اگر **مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں روزہ افطار کرنے کا حکم** کسی دن آسمان پر بادل ہوں

اور سورج غروب ہونے کا صحیح اندازہ نہ ہو سکتا ہو تو ایسے میں روزہ افطار کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟  
**الجواب:** مستحب تو یہ ہے کہ جیسے سورج ہو فوراً روزہ افطار کر لیا جائے، اور اگر مطلع صاف نہ ہو یا آسمان پر بادل وغیرہ ہوں تو پھر روزہ افطار کرنے میں اتنی دیر کی جلے کہ سورج ہونے یا نہ ہونے کا شک ختم ہو جائے۔ اور آجکل تو ویسے بھی تقریباً ہر آدمی کے پاس گھڑی ہوتی ہے اس کے حساب سے سورج ہونے کا یقین ہو جانے کے بعد روزہ افطار کر لینا چاہیے۔

لما قال العلامة المرغینانی، ولو شک فی غروب الشمس لا یجوز له الفطر۔

والھدایۃ ج ۱ ص ۱۸۷ کتاب الصوم) لہ

۱۔ لقولہ علیہ السلام، من فطر صائماً قلہ مثل اجرہ۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۷۷ کتاب الصوم باب فیمن فطر صائماً)

۲۔ لما قال العلامة اشرف علی التھانوی، جب تک سورج کے ڈوبنے میں شبہ ہے تب تک

(روزہ) افطار کرنا جائز نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۲۰۹ کتاب الصوم)

**روزہ افطار کرنے کیلئے وقت مقرر کرنے کا حکم** | سوال :- افطاری کتنے منٹ تک ہوئی چاہیئے؟ بعض لوگ افطاری کے وقت پورا کھانا کھاتے ہیں اور اس کے بعد نماز پڑھتے ہیں، شریعت مطہرہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** افطاری کے لیے شرعاً کوئی وقت مقرر نہیں، ضروری امر یہ ہے کہ مغرب کی نماز ادا کی جائے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ مختصر افطاری کر کے پہلے مغرب کی نماز ادا کر لی جائے اس کے بعد کھانا کھایا جائے۔ تاہم اگر پورا کھانا کھانے کے بعد نماز وقت پر ادا کی جاسکتی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

**روزہ کی نیت عربی یا مادری زبان میں کرنے کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب! رمضان المبارک کے روزوں کی نیت عربی زبان میں کرنا ضروری ہے یا اپنی مادری زبان میں کرنا بھی صحیح ہے؟

**الجواب :-** نیت کا تعلق دل سے ہے، نفس ارادہ کرنے سے روزہ صحیح ہو جاتا ہے، تاہم زبان سے نیت پر تلفظ کرنا بہتر ہے چاہے عربی زبان میں ہو یا مادری زبان میں دونوں طرح سے صحیح ہے۔

لما فی الہندیۃ، والنیۃ معرفتہ بقلبہ أن یصوم کذا فی الخلاصۃ و محیط السرخسی والسنة ان یتلفظ بها کذا فی النہد الفائق۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۵ کتاب الصوم۔ الباب الاول فی تعریفہ)۔

**سوال :-** ایک آدمی ہوائی جہاز میں سفر کر رہا تھا، زمینی وقت کے لحاظ سے سورج غروب ہو چکا تھا مگر جہاز کی بلندی کی وجہ سے ابھی تک سورج افق پر چمکتا نظر آ رہا تھا، تو کیا یہ آدمی زمینی وقت کے لحاظ سے روزہ افطار کرے یا حالت سفر

۱۔ قال العلامة المفتی عبد الرحیم: روزہ کی نیت میں زبان سے بولنا ضروری نہیں صرف دل کا ارادہ کافی ہے، اپنی مادری زبان یا عربی میں زبان سے بھی کہے تو بہتر ہے منع نہیں۔

فتاویٰ رحیمیۃ ج ۸ ص ۲۶۳ کتاب الصوم



میں جب سورج غروب ہو تب افطار کرے؟  
**الجواب:-** قاعدہ یہ ہے کہ روزہ اور نماز میں اُس مقام کا وقت معتبر ہوگا جہاں پر آدمی ہو، چونکہ صورتِ مسئلہ کے مطابق یہ شخص جہاز میں ہے اس لیے جب اس حالت میں سورج غروب ہو جائے تو پھر روزہ افطار کرے۔

قال العلامة ابن عابدین: المراد بالغروب زمان غيبوبة جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة في جهة الشرق۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۸۸ کتاب الصوم) ۱۷

**سوال کے چھ روزوں کا حکم** | سوال:- جناب مفتی صاحب! کئی سالوں سے بندہ عید الفطر کے دوسرے دن سے شوال کے چھ روزے رکھ رہا ہے میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ شوال کے چھ روزے مکروہ ہیں اور یہ اخاف کا مذہب ہے، اس نے ایک رسالہ بھی مجھے دیا ہے جو اسی موضوع پر لکھا ہوا ہے، اپنے دوست کی باتیں سن کر اور رسالہ دیکھ کر سخت الجھن کا شکار ہوں، مہربانی فرما کر اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

**الجواب:-** احادیث مبارکہ میں شوال کے چھ روزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو بہت بڑے اجر و ثواب کا باعث قرار دیا ہے۔ اس لیے فقہاء حنفیہ کی تقریباً ہر کتاب میں ان روزوں کو مستحب قرار دیا ہے، جہاں تک کراہت کے قول کا تعلق ہے تو اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ سے ایک شاذ قول مروی ہے، اخاف کا مذہب نہیں، ورنہ فقہاء کرام اس کو بڑے اہتمام سے ذکر کر کے منہی بہ قرار دیتے۔

لما قال العلامة ابن نجيم: ومنه ايضا صوم ستة من شوال عند ابى حنيفة متفرقا كان او متتابعاً وعن ابى يوسف كراهته متتابعاً لا متفرقاً لكن عامة المتأخرين لم يروا به بأساً وقال ابن عابدین: (تحت قوله ولم يروا به بأساً) قد سرد عباراتهم العلامة قاسم في فتاواه وردد قول من صحح الكراهية فراجعہ۔

(البحر الرائق ومنحة الخالق ج ۲ ص ۲۵۸ کتاب الصوم)



۱۷ قال الشيخ السيد احمد الطحطاوى: تحت (قوله وهو اليوم) أى هو من اقل زمان يصبح الصادق الى المغرب أى زمان غيبوبة تمام جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة في جهة المشرق۔ (الطحطاوى على مراقى الفلاح ص ۳۲۶)

## باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد

(کن کن اشیاء سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور کن سے نہیں)

**سوال :-** بیوی کے ساتھ لمس و تقبیل یا **منی اور ودی کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا** ملا عجمہ کرتے وقت اگر کسی پانی نکل جائے تو

اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں اور اگر پیشاب کے ساتھ کچھ قطرے گرجائیں تو روزہ پر اس کے کیا اثرات پڑیں گے؟

**الجواب :-** لمس و تقبیل کی صورت میں اگر انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ کر قضاء واجب ہے اور کفارہ نہیں، البتہ کسی کمزوری کی وجہ سے پیشاب کرتے وقت کچھ قطرے گریں تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

قال فی الہندیۃ :- واذا قبل امرأۃ و انزل فسد صومہ من غیر کفارۃ - ایضاً فی الہندیۃ و کذا لا یفطر یا لفکر اذا منی ھکذا فی السراج الوھاج -

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۳۹۶ کتاب الصوم - الباب الرابع فیما یفسد

**سوال :-** روزہ کی **خاوند کی سخت طبیعت کی وجہ سے کھانے پینے کی چیزوں کا چکھنا** حالت میں خاوند کے خوف سے عورت کے لیے پکی ہوئی اشیاء کا چکھنا کیسا ہے، کیا یہ عمل روزہ پر اثر انداز ہوتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** روزہ کی حالت میں عموماً چیزوں کا چکھنا مکروہ ہے اور بعض اوقات منفسد صوم بھی بن جاتا ہے، لیکن اگر کسی عورت کا خاوند بد مزاج اور تلخ طبیعت کا مالک ہو اور عورت کو

الہ قال محمد بن عبد اللہ :- ادوی امراتہ میتۃ او بہیمۃ او فحدا او یطناً او قبل (اور لمس) فانزل قید للکل حتی لم یمنزل لم یفطر کما مر - قال محمد بن عبد اللہ :- (او قبل) ولم یمنزل (او احتلم) او انزل بنظر او یفکر الخ

(شامی ج ۲ ص ۳۹۶ کتاب الصوم - باب ما یفسد الصوم)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۲ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد -

اس سے مار کھانے اور گالی گلوچ کا خطرہ ہو تو ایسی عورت کے لیے پکی، موٹی چیزیں چکنا بلا کر بہت جائز ہے۔

قال قاضی خان رحمہ اللہ :- اذا كان الزوج سيئ الخلق لا بأس للمرأة ان تذوق المرققة بلسانه - (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۹۸ کتاب الصوم) لہ

**سوال :-** حاملہ کو اگر خون آجائے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا | کو کبھی کبھار خون آجائے تو اس سے

روزہ پر کیا اثر پڑتا ہے؟  
**الجواب :-** مفیداتِ صوم میں سے ایک مفید تھقیق و نفاس کا آجانا بھی ہے اور جو خون عورت کو حمل کی حالت میں آئے تو وہ بیماری کا خون ہے جو روزہ رکھنے کے منافی نہیں لہذا اس سے روزہ متاثر نہیں ہوتا۔

قال عبد الرحمن الجزائوی :- ان الدم الذي يخرج عند خروج اكثر الولد هودم نفاس كالدم الذي يخرج عقب خروجه اما الدم الذي يخرج بخروج اقل الولد او قبله فهو فساد ولا تعتبر نفساء ويفعل ما يفعله الطاهرات -  
(الفقة على المذاهب الاربعہ ج ۱ ص ۱۳۱ باب الحيض) لہ

لہ قال عالم بن العلاء :- ان كان زوجها سيئ الخلق يذى اللسان يضايقها في ملوحة الطعام فلا بأس به - (فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۲۸ کتاب الصوم - الفصل لاس فی الاسباب المبيحة)  
وَمِثْلُهُ فِي شاحي ج ۲ ص ۲۱۶ کتاب الصوم بمطلب فيما يكره للصائم -

لہ قال کمال الدین :- لما كان الحيض أكثر وقوعاً قدمه ثمر أعقبه الاستحاضة لانها أكثر وقوعاً من النفاس باعتبار كثرة أسبابها فانها تكون مستحاضة بما رأت الدم حالة الحمل او زاد الدم على عشرة او زاد على معروضها وجاوز العشرة او رأت مادون الثلاث او رأت قبل تمام الطهر او رأت قبل ان تبلغ تسع سنين على ما عليه العامة بخلاف النفاس فان سببها شيء واحد وقد حكم المستحاضة ومن بمعناها على تعريضها لان المقصود وبيان الحكم - قال برهان الدين :- يتوضئون لوقت كل صلوة - (العناية على هامش فتح القدير ج ۱ ص ۱۵۹ باب الحيض)  
وَمِثْلُهُ فِي البحر الرائق ج ۱ ص ۲۱۵ باب الحيض -



**سوال :-** افطار میں احتیاط کے لیے تاخیر کرنے کا  
**روزہ جلدی افطار کرنا بہتر ہے** | شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** غروب آفتاب قطعی اور بدیہی امر ہے اس کے بعد غلبہ ظن اور احتیاط کا  
 دعویٰ کرنا بے بنیاد ہے یہی وجہ ہے کہ از روئے شرع روزہ افطار کرنے میں تعجیل افضل ہے ۔  
 قال عالم بن العلاء :- وليستحب للمصائم تعجيل الافطار قبل طلوع النجوم ۔

(فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۳۸ کتاب الصوم، الفصل السادس في الاسباب المبيحة له

**سوال :-** کئی عورتیں رمضان میں روزہ  
**رمضان میں ادویات سے حیض بند کرنے کا حکم** | کی محرومی سے بچنے یا غیر رمضان میں نماز  
 کے فوت ہونے سے بچنے کے لیے مانع حیض ادویات استعمال کرتی ہیں، کیا از روئے شرع عورت  
 کے لیے یہ اقدام مخلص ہے یا نہیں، نیز شرعی احکام پر اس کے کیا اثرات پڑتے ہیں ؟

**الجواب :-** عورت کے لیے حیض کا آنا ایک طبعی اور فطرتی امر ہے اس لیے شریعت مطہرہ نے  
 ان ایام میں عورت کو معذور سمجھ کر عبادات کی ذمہ داری اس سے اٹھائی ہے، یہی وجہ ہے کہ  
 جدید اور قدیم طب میں حیض عورت کی صحت اور تندرستی کی نشانی سمجھی جاتی ہے، اگر کوئی عورت  
 ادویات کے ذریعے اس کو بند رکھے تو شرعی احکام اس سے متاثر نہیں ہوتے، یعنی حیض نہ  
 آنے پر روزہ اور نماز کی ادائیگی ضروری ہے لیکن عورت کی صحت کے لیے نقصان دہ ہونے  
 کی وجہ سے ایسا کرنے سے احتراز بہتر ہے، تاہم اس طرح حیض بند کرنے سے روزہ  
 درست رہے گا۔

قال عالم بن العلاء :- وشرط صحة الأداء وهو الوقت القابل وهو اليوم المتعزى عن  
 الاكل والشرب وطهارة المؤدين من الحيض والنفاس ۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۳۸ کتاب الصوم) ۳۸  
 له قال طاهر بن احمد :- وليستحب للمصائم تعجيل الافطار قبل طلوع النجوم ۔

ر خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۶۶ کتاب الصوم۔ الفصل الخامس في الخطر والاباحة )

وَمِثْلُهُ فِي مَرَاقِ الْفَلَاحِ عَلَى صَدْرِ الطَّحْطَاوِي ص ۵۶۲ کتاب الصوم ۔

۳ قال طاهر بن احمد بن عبد الرشيد :- اعلم بان الصوم هو الكف عن المفطرات شرعاً في وقته  
 بنسبة يشترط من اهله واهله العاقل البالغ المسلم وفي المرأة الطهارة من الحيض والنفاس ۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵۱ کتاب الصوم۔ الفصل الثاني في المقدمة)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الصوم ۔

زہر بے حشرات الارض کے کاٹنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا | سوال :- کیا بچھو اور بھڑکے کاٹنے سے روزہ پر کوئی اثر پڑتا ہے یا

نہیں جبکہ ایسی حالت میں عموماً کاٹنے والے بچھو وغیرہ کا زہر روزہ دار کے بدن میں داخل ہو جاتا ہے؟  
**الجواب :-** کسی چیز کا معدہ یا دماغ میں پہنچنا مفسدِ صوم تب بنتا ہے کہ وہ چیز جو ف دماغ یا جوفِ معدہ میں بطریق منفذ (نالی کے ذریعے) داخل ہو، اگر وہ چیز بصورت ترشح (ذریعہ پسینہ) جوفِ دماغ یا جوفِ معدہ میں پہنچ جائے تو مفسدِ صوم نہیں، چنانچہ صورتِ مسئولہ میں زہر چونکہ معدہ میں بصورت ترشح پہنچ جاتا ہے اس لیے مفسدِ صوم نہیں۔

لما قال العلامة برهان الدین المرعینیؒ: ولو اکتحل لم یفطر لانه لیس بین العین والدماغ منفذ والد مع یتترشح کالعرق والداخل من المسام لایتافی کما لو اغتسل بالماء البارد - (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۹۷ کتاب الصوم - باب ما یوجب القضاء والکفارة) لہ

سوال :- کسی حسین عورت کو دیکھنے سے شہوت کا شکار ہو کر اگر روزہ دار کا انزال ہو جائے تو اس سے روزہ پر

کیا اثر پڑتا ہے؟

**الجواب :-** انزال سے فسادِ صوم کے لیے جماع حقیقی یا معنوی کا ہونا ضروری ہے، چونکہ شہوانی نظر سے انزال میں دونوں کا فقدان ہے اس لیے فقہاء کرام نے عدم افطار کا فتویٰ دیا ہے۔

قال ابن الہمام رحمہ اللہ: اذا نظر الی امرأة بشهوة الی وجهها او فرجها کرد النظر ولا یفطر اذا انزل لما بینا انه لم توجد صورة الجماع ولا معناه وهو لا انزال

لہ قال العلامة عبد اللہ بن محمود بن مودود الموصلیؒ: واما الاقطار فی الاحلیل فعندہما لا یفطر۔ وقال ابو یوسفؒ: یفطر بناء علی ان یتہ و بین الجوف منفذ بدلیل الخروج البول والاصح ان لیس بینہما منفذ بل البول یتترشح الی المثانة ثم یرج و لیرج رشحا لا یعود رشحا فلا یصل۔

والاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۱۳۳ کتاب الصوم فصل فی وجوب الکفارة والقضاء الخ

ومثله فی فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴۹ کتاب الصوم - باب ما یوجب القضاء والکفارة -



عن مباشرة وهو حجة على ما لك في قوله اذا كرهه فانزل افطر-

(فتح القدیر ج ۲ ص ۲۵۲ کتاب الصوم - باب ما یوجب القضاء والكفارة) لہ

**منہ میں دوائی کے ذائقہ کا احساس مفسدِ صوم ہے** | **سوال :-** دوائی کھانے کے بعد اگر طلوع فجر کے وقت یا بعد منہ میں

دوائی کا اثر محسوس ہو تو کیا اس سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** منہ میں دوائی کے ذائقہ کا احساس فسادِ صوم کا ذریعہ نہیں بشرطیکہ حلق سے نیچے نہ جائے لیکن جب حلق سے اتر کر پیٹ کے اندر پہنچ جائے تو پھر روزہ باقی نہیں رہتا۔

قال ابن نجيم :- وفي المحيط يجوز ان يقال لا يائس به كي لا يغبن والمضغ بعذر بان لم تجد المرأة من يمضغ لصبياها الطعام من حائض او نفساء او غيرها ممن لا يصوم ولم تجد طبيعاً ولا لبناً حليباً لا يائس به للضرورة الا ترى انه يجوز لها الا فطار اذا خافت على الولد فامضغ اولي واطلق في الصوم فشمّل الفرض والنفل

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۱ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد) لہ

**ملک کی تبدیلی پر روزہ کی تعداد میں پہلے ملک کا اعتبار ہوگا** | **سوال :-** اگر ایک شخص رمضان کے دوران سفر کر کے

کسی ایسے ملک چلا جائے جہاں چاند کی رؤیت مقدم ہونے کی بناء پر اس کے تیس روزے پورے نہ ہوئے ہوں تو ایسی حالت میں اس شخص کو کیا کرنا چاہیے؟ کیا روزہ کی تعداد میں موجودہ ملک کا

لہ لما قال العلامة بد الدين العيني: وكذا لا يفطر اذا نظر الى امرأة فامنى اي انزل المنى لما بينا وهو قول لانه لم

يوجد صورة الجماع ولا معناه ثم انه سواء اذا نظر الى وجهها او فرجها بخلاف حرمة المصاهرة فانها

ثبت بالنظر الى فرجها - (البنية شرح الهداية ج ۴ ص ۲۸۲ باب ما يوجب القضاء والكفارة)

ومثله في طحاوی ص ۳۶۱ باب في بيان ما لا يفسد الصوم -

قال العلامة محمد عبد الحی: ودخوله شيء في فمه فانه لو دخل شيء من الخارج في فمه لا يفسد صومه

ما لم يدخل في حلقه وهذا آية كونه خارجاً فانه لو كان داخلًا لفسد صومه في هذه الصورة لان

دخل شيء من الخارج الى الداخل مفسد له - (السعاية ج ۱ ص ۲۷۱ کتاب الطهارة وفرض الغسل)

ومثله في الشافعي ج ۲ ص ۲۷۱ کتاب الصوم - مطلب فيما يكره للصائم -



اعتبار ہوگا جہاں پر مثلاً ۲۹ روزے ہوں یا اپنے علاقے کا اعتبار ہوگا جہاں پر ۳۰ روزے پورے ہوئے ہوں ؟

**الجواب :-** جہاں تک عید منانے کا حکم ہے تو یہ موجودہ ملک کا تابع ہے لیکن روزہ کی تعداد میں اس ملک کا اعتبار ہے جہاں پر اس شخص نے ابتدائی روزہ رکھا ہے، اور اگر اس ملک کی حالت معلوم نہ ہو تو پھر از روئے احتیاط تیس روزے پورے کرے بشرطیکہ اس کے روزے پورے نہ ہوئے ہوں۔

قال فی الہندیۃ : اذا صام اهل مصر تسعة وعشرين يوماً للرؤية وفيهم مريض لم يصم فعليه القضاء تسعة وعشرين يوماً فان لم يعلم هذا الرجل ما صنع اهل مصر صام ثلاثين يوماً يخرج عن العہدة بيقين كذا فی المعیط۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۹ کتاب الصوم۔ الباب الثانی فی رؤیۃ الہلال)۔

**فصل کی کٹائی کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا شرعی عذر نہیں** | **سوال :-** اگر رمضان میں

اور رمضان کے گزرنے کا انتظار کرنے کی صورت میں اس کے ضائع ہونے کا خطرہ بھی ہے، تو فصل کی کٹائی کے لیے روزہ نہ رکھنے کا شرعاً کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** موجودہ دور میں فصل کی کٹائی کے لیے جدید ترین طریقے موجود ہیں مثلاً ہارویسٹر مشین وغیرہ، البتہ اگر خود کٹائی کی طاقت نہ ہو تو اجرت پر بھی کٹائی ممکن ہے اس لیے فصل کی کٹائی روزہ نہ رکھنے کے لیے عذر شرعی نہیں۔

قال ابن نجیم رحمہ اللہ :- وفي القنیۃ لا يجوز للخازن يخبز خبزاً يوصله الى ضعف مبيع للفطر بل يخبز نصف النهار ويستريح في النصف فيبذل له لا يكفيه اجرته او ربحه

اے قال عالم بن العلام رحمہ اللہ :- اذا صام اهل مصر تسعة وعشرين يوماً للرؤية وفيهم مريض لم يصم فعليه القضاء تسعة وعشرين يوماً فان لم يعلم هذا الرجل ما صنع اهل مصر صام ثلاثين يوماً يخرج عن العہدة بيقين۔

(فتاویٰ تاتارخانیۃ ج ۲ ص ۳۵۲ کتاب الصوم۔ رؤیۃ الہلال)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الصوم ویشیت رمضان۔ الخ

فقال هو كاذبٌ وهو باطل باقصر ايام الشتاء۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۲ باب في فساد الصوم وما يفسد له)  
**قاضي کے لیے مسند قضاء روزہ نہ رکھنے کا سبب نہیں** | سوال :- اگر کوئی قاضی مسند  
 ہو کہ فیصلہ کرتے وقت روزہ اس کے لیے تکلیف کا باعث بنتا ہو تو کیا اس کے لیے افطار  
 جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** یہ کوئی ایسا شرعی عذر نہیں کہ جس سے روزے کا افطار مرخص ہو اس لیے اس  
 پر روزہ واجب ہے۔

قال في الهندية : شرط وجوبه الاسلام والعقل والبلوغ وشرط وجوب  
 الاداء الصحة۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۵ کتاب الصوم الباب الاول تعریفه الخ) لہ  
**روزہ کی حالت میں انجکشن لگانا مفطر صوم نہیں** | سوال :- روزہ میں انجکشن لگانے کے  
 بارے میں کیا حکم ہے ؟ کیا رگ والے  
 اور دوسرے انجکشن میں کوئی فرق ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** فقہاء کرام کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ مطلق کسی چیز یا اس کے اثرات کا

لہ قال عالم بن العلام رحمہ اللہ :- سألت ابا حامد عن خبار يخبرني شهر رمضان  
 وليضعف في آخر النهار هل يجوز له ان يعمل هذا العمل فقال لا يجوز له بان  
 يعمل ما يوصله الى هذا النوع من الضعف ولكن يخبر نصف النهار وليس ترييح  
 في النصف الباقي قبل له : اذا كان لا يقيه ما ياخذ في نصف النهار فقال هو كاذبٌ  
 فان ايام الشتاء قصر الايام فما يفعل في تلك الايام يفعل اليوم۔

رفتاوی تاتارخانیة ج ۲ ص ۳۸۵ کتاب الصوم الفصل السابع الاسباب المبيحة للفطر  
 ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱ کتاب الصوم فصل في فساد الصوم۔

لہ قال عالم بن العلام رحمہ اللہ : شرط نفس الوجوب وهو الاسلام والعقل والبلوغ وشرط  
 وجوب الاداء وهو الصحة والاقامة وشرط صحة الاداء وهو الوقت القابل۔

رفتاوی تاتارخانیة ج ۲ ص ۳۲۵ کتاب الصوم

ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۵ کتاب الصوم الفصل الثاني في المقدمة۔

بدن تک پہنچنا مفطر صوم نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت مفطر صوم ہے جب مقدار ذرائع سے بدن میں داخل ہو کر پیٹ یا دماغ تک پہنچے۔ جدید تحقیقات کی روشنی میں انجکشن کے اثرات معدہ یا دماغ تک نہیں پہنچتے بلکہ یہ رگوں میں حلول کر کے بدن کو راحت پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں اسلئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، چونکہ یہ علت ہر قسم کے انجکشن میں موجود ہے اس لیے کسی بھی انجکشن (خواہ رگ والا ہو یا عام) سے روزہ متاثر نہیں ہوتا جیسا کہ پیاس کے وقت مسامات کے ذریعے بردت کا پہنچنا مفطر صوم نہیں تاہم حتی الامکان روزہ کی حالت میں رگ والے انجکشن سے اجتناب کیا جائے۔

قال فی الہندیۃ: ومن اغتسل فی ماء وجد بوردۃ فی باطنہ لا یفطر۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲ کتاب الصوم۔ الباب الرابع فیما یفسد)

قال ابن نجیم: وفي التحق ان بین الجوفین منفذا اصلیا قما وصل الی جوف الرأس یصل الی جوف البطن۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۹ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد) لے

**سوال:** کیا رونے کی حالت میں شرمگاہ سے کھینا جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب:** روزہ کی حالت میں شرمگاہ سے کھینا کوئی ایسا عمل نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے، تاہم اس عمل سے اجتناب بہتر ہے کیونکہ اس سے روزہ جانے کا خطرہ ضرور ہے۔

قال المرغینانی: ولا یأثم باللس بالقبلہ اذا اُمن علی نفسه ای الجماع والا نزال ویکر اذا لم یأثم۔ (المہدیۃ ج ۲ ص ۱۹۹ کتاب الصوم۔ باب ما یوجب القضاء والکفارة) لے

**سوال:** تکلیف کی وجہ سے دانت نکالتے وقت نکلنے والے خون کے روزہ پر اثرات  
روزہ دار کیلئے دانت نکلنا شرعاً

لے قال اکمل الدین محمد بن محمود:۔ اذا علم ان الدواء الیابس وصل الی جوفہ الی جوفہ لم یفسد صومہ عندہ الا انه ذکر الرطب والیابس بناء علی العادة۔  
(العناية علی هامش فتح القدیر ج ۳ ص ۲۶۶ باب ما یوجب القضاء والکفارة)

وَمِثْلُهُ فِي خِلَاصَةِ الْفَتَاوَى ج ۱ ص ۲۵۳ کتاب الصوم۔ الفصل الثالث فیما یفسد الصوم۔  
لے قال محمد بن عبد اللہ:۔ (راوقیل) ولم یَنزل (واحتلم) وانزل بنظر) ولوالی فرجہا مراراً (راوبکر) وان طال مجمع۔ (رشامی ج ۲ ص ۳۹۵، ۳۹۶ کتاب الصوم۔ باب ما یفسد الصوم)  
وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۴۲ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد۔



کیسا ہے؟ اگر دانت نکالتے وقت یا بعد میں خون نکل آئے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟  
**الجواب:** - معالجہ کی صورت میں دانت نکلواتا جائز ہے، البتہ دانت نکالتے وقت یا ویسے  
 منہ سے خون بہہ جائے اور نکل لیا جائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

قال ابن نجيم: - اذا خرج من اكل اسنان ودخل الحلق ان كانت الغلبة للبذاق لا يفسد  
 صومه وان كانت للدم فسد - (بحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۳ - باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد - ۱۷)

**سوال:** - روزہ دار کو اگر قے آجائے اور اس کا کچھ  
 قے کا بلا قصد آنا مفسدِ صوم نہیں | حقہ اندر چلا جائے تو اس کے روزے کی صحت کا شرعاً  
 کیا حکم ہے؟

**الجواب:** - قے کا خود بخود آ جانا فسادِ صوم کا سبب نہیں، البتہ اگر چنے کی مقدار یا اس سے  
 زائد حصہ خوراک لوٹا دی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا البتہ بلا قصد قے کے اندر جانے سے روزہ  
 نہیں ٹوٹتا۔

قال العلامة الحصكفي: - وان ذرعه القئ وخرج، ولم يعد ولا يفطر مطلقاً، ملاؤلا  
 (فان عاد) بلا صغره (و) لو هو مل الفم مع تذكرة للصوم لا يفسد (قال ابن عابدين: -  
 ان كان مل الفم واعاده او شيئاً منه قدر الحصة فصاعداً افطرا جماعاً لانه خارج  
 ادخله جوفه ولو جود الصنع - (شامی ج ۲ ص ۴۱۲ - کتاب الصوم - باب مطلب في الكفارة) ۲۷

۱۷ قال العلامة الحصكفي: - اذا خرج الدم من بين اسنانه ودخل حلقه (يعني ولم يصل الى جوفه) اما  
 اذا وصل فان غلب الدم او تساوى فسد والا لا، الا اذا وجد طعمه -

رد المحتار على الدر المختار ج ۲ ص ۳۹۶ - کتاب الصوم - باب ما يفسد الصوم -

وَمِثْلُهُ فِي فتاوى تاتارخانية ج ۲ ص ۳۶۹ - کتاب الصوم - باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد -

۲۷ قال ابن الهمام رحمه الله: - والكل امان خرج او عاد او اعاده فان ذرعه وخرج  
 لا يفطر قل او كثر لا طلاق ما روينا وان عاد بنفسه وهو ذاك للصوم ان كان مل الفم فسد صومه عند  
 ابي يوسف لانه خارج شرعاً حتى انتقصت به الطهارة وقد دخل وعند محمد لا يفسد وهو الصحيح -

(فتح القدير ج ۲ ص ۲۵۹ - باب ما يوجب القضاء والكفارة -)

وَمِثْلُهُ فِي البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۲ - باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد -

**سوال :-** اگر روزہ دار کسی تالاب یا حوض میں غوطہ پانی میں غوطہ لگانا مفید صوم نہیں لگائے، اس طرح اس کا روزہ کہاں تک متاثر ہوتا ہے؟

**الجواب :-** اگر منہ میں پانی داخل نہ ہو بلکہ کان میں پانی یا بدن میں برودت (ٹھنڈک) کا احساس ہو تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا البتہ اگر پانی بدن میں داخل ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا تاہم ایسے عمل سے اجتناب مناسب ہے۔

قال عالم بن العلاء :- ولو اغتسل - وفي الفتاوى الغتابية او خاض الماء فدخل الماء اذنه لا يفسد صومه بخلاف - (فتاوى تاتارخانية ج ۲ کتاب الصوم - الفصل الثانی ما یفسد الصوم الخ) لہ  
**سوال :-** روزہ دار کو اگر احتلام ہو جائے تو روزہ کی حالت میں احتلام ہو جانے کا حکم اس کے روزہ کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** احتلام ہو جانا ایسا عمل نہیں جو روزے کے منافی ہو، اس لیے روزہ کی حالت میں احتلام ہو جانے سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

قال برهان الدین رحمہ اللہ :- فان نام فاحتلم لم یفطر لقوله صلى الله عليه وعلى اله وسلم ثلث لا یفطرن الصیام الفی والحجامہ والاحتلام الخ (الہدایہ ج ۱ کتاب الصوم) ۱۹۹

**سوال :-** روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے روزہ میں بیوی سے بوس و کنار کا حکم کس درجہ کا انتفاع شرعاً جائز ہے؟

**الجواب :-** طرفین کے امن کی صورت میں لمس و تقبیل اور بوس و کنار میں کوئی حرج نہیں تاہم اگر فساد کا خطرہ ہو تو ایسا کرنا بھی مکروہ ہے۔

قال محمد رحمہ اللہ :- (روکۃ قبلۃ) ومس ومعاقلۃ ومباشرة فاحشة

لہ قال ابن نجیم المصری :- ان خاض الماء فدخل اذنه لا یفسد۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۸ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِيحِ الْحَفَاتِقِ ج ۱ ص ۲۳۰ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد

لہ قال العلامة الحسکفی :- اواحتلم او انزل بنظر ولو الى فوجها مرارا او بفکر

..... لم یفطر۔ (الدر المختار علی صدرہ المختار ج ۲ ص ۳۹۶ کتاب الصوم - باب ما یفسد الصوم)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِيحِ الْحَقَائِقِ ج ۱ ص ۳۲۲ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد۔

(ان لہریا من) المفسد وان امن لا بأس۔ (فتاویٰ شامی ج ۲ کتاب الصوم) مطلب فیما یکرہ للصائم) لہ  
**روزہ کی حالت میں بھول کر کھانے پینے کا حکم** | **سوال** :- اگر کوئی شخص روزہ کی حالت  
 کرے تو اس سے روزہ کی حقیقت پر کیا اثر پڑتا ہے؟

**الجواب** :- روزہ تب فاسد ہوتا ہے جب روزہ کے منافی کوئی کام دیدہ دانستہ  
 کیا جائے محض بھول کر کھانے پینے یا جماع کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

قال عبد الرحمن الجزيري: - اما النسيان فانه لا يفسد الصيام اصلاً فلا يجب قضاءه  
 ولا كفارة. (كتاب الفقه المذاهب الاربعه ج ۱ ص ۵۵۵) باب ما يوجب القضاء ودون الكفارة... الخ  
**حوض میں غسل کرتے وقت خروج ریح مفسدِ صوم نہیں** | **سوال** :- کسی تالاب میں نہانے

استرخا کی وجہ سے پانی اندر جانے کا احتمال پیدا ہو جائے تو کیا صرف اس احتمال کی وجہ سے روزہ  
 پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

**الجواب** :- محض استرخاء مفاصل کی وجہ سے پانی کے اندر جانے کے احتمال سے روزہ  
 فاسد نہیں ہوتا تاہم مکروہ ہونے کی وجہ سے اجتناب ضروری ہے۔

قال في الهندية: - ولو فسد الصائم او ضرط في الماء لا يفسد الصوم ويكره له  
 ذلك هكذا في معراج الدراية۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۹) کتاب الصوم: باب الثالث فیما یکرہ للصائم

لہ ولا بأس بالقبلة اذا امن على نفسه الجوع والانزال ويكره ان لم يأمن۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲ کتاب الصوم۔ الباب الثالث فیما یکرہ)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۲۔ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده۔

لہ قال برهان الدين رحمه الله: اذا اكل الصائم او شرب او جامع ناسياً لم  
 يفطر۔ (الهداية ج ۱ ص ۱۹۹) کتاب الصوم

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲ کتاب الصوم۔ الباب الرابع فیما یفسد۔ الخ

لہ قال العلامة سيد احمد طحاوی: - ولا صام سبعة اشياء: (قوله ذوق شیء) مثله مثله

فساءه او ضرطه في الماء۔ (طحاوی حاشیة مراقی الفلاح ص ۵۵۹) کتاب الصوم



**سوال :-** کیا نسوار منہ میں ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نسوار استعمال کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا!

**الجواب :-** نسوار منہ میں ڈالنے سے لعاب کے ساتھ مل کر پیٹ کے اندر چلی جاتی ہے جو کہ فسادِ روزہ کا ذریعہ ہے بلکہ نسوار کے عادی لوگ تو اس کو غذا کا نعم البدل سمجھتے ہیں، ایسے نسوار منہ میں ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: - اختلفوا فی معنی التغذی قال بعضهم ان یبیل الطبع الی اكله وتنقی شهوة البطن به وقال بعضهم هو ما یعود لفعله الی صلاح البدن وفائدته فیما اذا مضع لقمته ثم اخرجها ثم ابتلعها - فصل الثانی یقول علی اکول وبالعکس فی الحیثیة لانه لا نفع فیها للبدن وربما تنقص عقله ویبیل الیها الطبع وتنقی به الشهوة البطن - (رد المحتار ج ۲ من کتاب الصوم - باب ما یفسد الصوم) ۱۷

**سوال :-** بندوق کی گولی پیٹ میں لگنے سے روزہ پراس کا کیا اثر پڑتا ہے؟

**الجواب :-** بندوق کی گولی اگر پیٹ میں لگ کر باہر نکل جائے تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا، البتہ اگر گولی پیٹ میں ہی رہ جائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

قال العلامة شمس الدینؒ: - ولوطن برمح حتی وصل الی جوفه لم یفطره لان کون الریح بید الطامن من یمنع وصوله الی باطنه حکماً فان بقی الزبح فی جوفه فسد منہ (المسوال سرخی ج ۲ ص ۹۸) ۱۸

۱۷ قال شیخ الاسلام ابی یکرین علیؒ: قوله ومن ابتلع الحصة او الحدید افطر ولا کفارة علیه ذکوة بلفظ الابتلاع لان المضغ لا یتافیه وانما افطر لوجود صورة الفطر ولا کفارة علیه لعدم المعنی وهو قضاء شهوة البطن - (الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۲۵۳ فصل فیما یفسد الصوم) ومثله فی مرقی الفلاح علی صدر الططاوی ص ۳۶۱ باب فی بیان ما لا یفسد الصوم -

۱۸ قال طاہر ابن احمد ابن عبدالرشیدؒ: - ولوطن برمح فوصل الی جوفه ثم نزاعه لا یفسد صومه ولو بقی الریح فی جوفه اختلف المشائخ والصیغ انہ لا یفسد صومه هذا فی نسخة الامام فخر الدین وفی التجربة یفسد - (خلاصة الفتاوی ج ۱ ص ۲۵۳ کتاب الصوم - الفصل الثالث فیما یفسد الصوم) ومثله فی فتح القدر ج ۲ ص ۲۶۶ باب ما یوجب القضاء والکفارة -

**سوال :-** اگر عورت کسی بیماری کی وجہ سے رحم میں بطور  
 علاج دوائی رکھے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** علاج کے طور پر رحم میں دوائی رکھنا جائز ہے بشرطیکہ کسی دوسرے طریقہ سے  
 علاج ممکن نہ ہو، تاہم جب دوائی روزہ کی حالت میں اندر رکھی جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، البتہ  
 فرج کے بیرونی حصہ پر دوائی لگانا فسادِ صوم کا ذریعہ نہیں۔

قال طاہر بن احمد :- وتكلم المشائخ في الاطراف في اقبال النساء منهم من قال على  
 الخلاف ومنهم من قال تفسد بلا خوف وهو الصحيح - (علامۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۳ کتاب الصوم - الفصل الثالث فیما یفسد الصوم)

**سوال :-** روزہ دار کیلئے ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا  
 جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** ٹوتھ پیسٹ میں معجون کا ذائقہ چکھا جاتا ہے بلکہ بسا اوقات دوائی کا  
 حلق سے نیچے اترنے کا بھی احتمال ہوتا ہے اس لئے روزہ کی حالت میں اس کا استعمال مکروہ  
 ہے اور اگر حلق سے اندر چلا جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

قال قاضی خان :- وكذا اذا ذاق شيئا بلسانها لان فيه تعريض الصوم  
 للفساد - (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۹۷ الفصل الرابع فیما یکرہ للصائم وما لا یکرہ) ۷

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اگر روزہ  
 کی حالت میں نظر بے جا استعمال ہو تو اس سے

۱۔ قال عالم بن العلاء :- وتكلم المشائخ في الاطراف في اقبال النساء منهم من قال هو على  
 هذا الاختلاف، ومنهم من قال: يفسد الصوم بلا خلاف كالحقنة وهو الصحيح -

(فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۳۴۵ کتاب الصوم - الفصل الرابع ما یفسد الخ)

وَمِثْلُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ النِّيْرَةِ ج ۱ ص ۱۴۲ باب ما یفسد الصوم -

۲۔ قال ابن الھمام :- (قوله لما یبیتا) من انه تعريض للصوم على الفساد اذ قد  
 یسبق شیء منه الى الحلق فان من حام حول الحمی یوشک ان یقع فیہ -

(فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۱ باب ما یوجب القضاء والكفارة)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۸ باب ما یفسد وما لا یفسد -

روزہ پر کیا اثر پڑتا ہے۔

**الجواب :-** روزہ کی حالت میں نظر کی حفاظت بھی ایک ضروری امر ہے، نظر میں بے احتیاطی سے روزہ کی حقیقت لازمی طور پر متاثر ہوتی ہے لیکن اس سے فسادِ صوم لازم نہیں آتا۔

قال ابن نجيم: كان عينه ليس بمفطر. (البحوالائق ج ۲ ص ۲۴۲ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد له)  
**سوال :-** جناب مفتی صاحب! میرے وانتوں سے خون آنا مفسدِ صوم نہیں؟  
 وانتوں سے ہر وقت خون آتا رہتا ہے تو کیا اس سے میرے روزوں پر کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** وانتوں سے صرف خون کا نکل آنا مفسدِ صوم نہیں بلکہ اس میں قدرِ تفصیل ہے کہ اگر خون قلیل مقدار میں ہو اور تھوکِ خون پر غالب ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا تاہم اگر خون کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اسی طرح اگر خون تھوک پر غالب ہو یا مساوی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا مگر صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں۔  
 وفي الهندية: الدم اذا خرج من اللسان ودخل حلقه ان كانت الغلبة للبزاق لا يضرة وان كانت للغلبة للدم يفسد صومه وان كان سوا ذلك يفسد ايضا استحياءاً.  
 (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۰۳ کتاب الصوم۔ الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد) <sup>لہ</sup>

لہ قال العلامة فخر الدين: وما اذا نزل بنظر فلعدم المباشرة: ولنا ان النظر مقصور عليه متصل بهما فصار كالانزال بالتفكر. (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۲۳ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)  
 ومثله في فتح القدير ج ۲ ص ۲۵۵ باب ما يوجب القضاء والكفارة۔

لہ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: او خرج الدم من بين اسنانه ودخل حلقه يعنى ولم يصل الى جوفه اما اذا وصل فان غلب الدم او تساويا فسد والا لا اذا وجد طعمه بزازية۔

{ الدر المختار على صمد مراد المختار ج ۲ ص ۳۹۹ }  
 { کتاب الصوم۔ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده }

ومثله في البرازية على هامش الهندية ج ۳ ص ۹۸ کتاب الصوم، الثالث فيما يفسد وما لا يفسد۔



**انہیلر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے** | سوال :- جناب مفتی صاحب !

عصر حاضر میں طب کے میدان میں کافی ترقی ہوئی ہے، خاص کر ذمہ جیسی خطرناک بیماری کے علاج میں انہیلر (ایک خاص قسم کی گیس) کامیاب ایجاد ہے جسے ذمہ کے مریض بوقت ضرورت سانس کی رکاوٹ ختم کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ تو کیا اس کا استعمال روزے پر اثر انداز ہوتا ہے یا نہیں؟ وضاحت سے بیان فرمائیں؟

**الجواب :-** مذکورہ انہیلر پمپ کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر روزہ کی حالت میں انتہائی مجبوری کے وقت اس کو استعمال کیا گیا تو رمضان کے بعد اس روزے کی صرف قضا کرنا ہوگی کفارہ نہیں۔ تاہم اگر مریض کی حالت ایسی ہو کہ اس کے بغیر اس کا گذارہ نہ ہوتا ہو تو وہ روزہ نہ رکھے صرف ذریعہ دینا ہوگا۔

**حالتِ صوم میں آنکھوں میں دوائی ڈالنا** | سوال :- اگر کسی کی آنکھوں میں بہت سخت تکلیف ہو تو کیا وہ روزہ کی حالت میں دوائی استعمال

کر سکتا ہے؟ جبکہ دوائی ڈالنے کے بعد اس کا اثر حلق میں محسوس ہوتا ہے؟

**الجواب :-** اسلام نے حالتِ اضطرار یعنی انتہائی تکلیف کے وقت رمضان کا روزہ اقطاع کرنے کی گنجائش بھی دی ہے کہ حاذق اور مسلمان طبیب کے مشورہ سے روزہ توڑ دیا جائے، البتہ آنکھوں میں دوائی ڈالنے سے روزہ متاثر نہیں ہوتا، اس لیے اگر تکلیف کے وقت روزہ کی حالت میں آنکھوں میں دوائی ڈالنا جائز ہے، اس عمل سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اگرچہ اس دوائی کا اثر حلق کے اندر محسوس ہو۔

لما فی الہندیۃ: لو افطر شیئاً من الدواء فی عینیہ لایفطر صومہ عندنا و ان وجد طعمہ فی حلقہ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۳ کتاب الصوم، باب ما لایفسد الصوم) لہ

لہ لما قال العلامة الحسکفی: او ادھن او اکتحل او وان وجد طعمہ فی..... لم یفطر حلقہ۔ قال ابن عابدین: قوله ان وجد طعمہ فی حلقہ ای طعم الکحل او الدهن کما فی السراج و کذا لو یزق فوجد لونه فی الاصح۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۵ کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم الخ)

**روزہ کی حالت میں بار بار غسل کرنے یا سردھونے کا حکم | سوال :-** اگر رمضان کے موسم میں آجائیں تو کیا روزہ دار آدمی گرمی کی شدت کی وجہ سے بار بار غسل کر سکتا ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** شدت حرارت (سخت گرمی) کی وجہ سے حالت صوم میں بار بار غسل کرنا یا بار بار سردھونا بشرطیکہ پانی کے قطرات پانی کے قطرات حلق میں نہ جائیں جائز اور مخصص ہے ایسا کرنے سے روزے پر کوئی برا اثر نہیں پڑے گا۔

عن بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر الناس فی سفرہ عام الفتح بالفتح والقطر وقال اتقوا وبعثوا کما وصا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر قال الذی حدثنی لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالعرج یصب علی رأسہ الماء وهو صائم من العطش او من الحر۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۲) باب الصائم یصب علیہ الماء من العطش، کتاب الصوم)

**روزہ کی حالت میں بیوی سے بغلیگر ہونا | سوال :-** اگر کوئی شخص رمضان کے مہینے میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کے ساتھ بغلیگر ہو کر سو جائے اور دونوں میں سے کسی کو انزال نہ ہو تو کیا اس سے روزہ متاثر ہوگا یا نہیں ؟ برائے مہربانی فقہ حنفی کی رو سے جواب عنایت فرمائیں ؟

**الجواب :-** روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا، ایک دوسرے کے ساتھ چٹنایا بغلیگر ہو کر سو جانا ممنوع نہیں بشرطیکہ اپنے اوپر پوری قدرت ہو اور اگر قدرت نہ ہو تو ایسا نہیں کرنا چاہیے تاکہ کسی محظور میں نہ پڑ جائے۔ لہذا صورت مسئلہ میں اگر میاں بیوی دونوں میں سے کسی کا انزال نہ ہوا ہو تو روزہ فاسد نہیں البتہ دونوں میں سے جس کا بھی انزال ہو جائے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر اس روزہ کی قضاء لازم ہوگی۔

لما قال العلامة قاضی شفاء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ، یا زن را بوسہ کرد یا مس بشتہوت کرد اگر انزال شد روزہ فاسد شود والا فاسد نہ شود۔

(ماکلا بد منه ص ۹ کتاب الصوم)

## باب القضاء والكفارة

(قضاء اور كفارة کے احکام و مسائل)

**سوال :-** کیا سفر کا ارادہ کرنے والے سفر پر روانگی سے پہلے افطار کرنے والے کا حکم کے لیے روانگی سے پہلے گھر میں کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی شخص نے ایسی حالت میں گھر میں کچھ کھاپی لیا تو اس پر قضاء لازم ہے یا كفارة واجب ہے؟

**الجواب :-** سفر پر نکلنے سے قبل افطار مخص نہ ہونے کی وجہ سے اگر کسی شخص نے گھر میں کھانا کھایا اور پھر سفر پر روانہ ہوا تو اس پر كفارة اور قضاء دونوں واجب ہیں، سفر کا ارادہ كفارة پر اثر انداز نہیں ہوتا، تاہم اگر خروج کے بعد روزہ افطار کیا تو صرف قضاء لازم ہوگی كفارة نہیں۔  
لما قال الشيخ ابواللیث السمرقندی: ولو افطر ثم سافر فعليه الكفارة۔

(فتاویٰ نوازل ص ۹۹ کتاب الصوم۔ فصل فیما یفسد الصوم) ۱۷

**سوال :-** اگر ایک شخص رمضان المبارک کی عظمت اور تقدس میں شک ڈال کر قصداً و عمداً روزہ نہ رکھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** رمضان المبارک کے روزہ کو قصداً و عمداً توڑنے سے قضاء و كفارة دونوں لازم ہو جاتے ہیں۔ شریعت مقدسہ نے كفارة میں اقلاً غلام آزاد کرنا مقرر کیا ہے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے اور اگر روزوں کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو دو وقت کا کھانا کھلائے یا صدقہ کی مقدار کے برابر ہر مسکین کو غلہ یا رقم دے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ قضاء کا روزہ اس کے علاوہ ہے جس کا رکھنا تینوں صورتوں میں ضروری ہے۔

لما قال العلامة برهان الدین مرغینانی: ولو اكل او شرب ما يتغذى به او يتداوى

لما قال العلامة محمد کامل الطرابلسی: ان سافر بعد طلوع الفجر ففطر ذلك اليوم لانه لزمه صومه او هو مقيم فلا يبطله باختياره فان افطر قبل الخروج فعليه القضاء والكفارة بخلاف ما لو افطر بعد الخروج فعليه القضاء دون الكفارة۔ (الفتاویٰ الکاملیة ص ۱۷ کتاب الصوم) وَمِثْلُهُ فِي فتاویٰ تارخانیة ج ۲ ص ۳۸۵ کتاب الصوم۔ الاسباب المبيحة للقطر۔



بہ فعلیہ القضاء والكفارة ..... وكفارة الظهار۔ قال العلامة بدر الدين العيني: تحت قوله مثل كفارة الظهار ای الكفارة التي تجب بالوقوع مثل كفارة الظهار وهي عتق رقبة فان لم يجد فصيام شهرين متتابعين فان لم يستطع فاطعام ستين مسكيناً كل مسكين نصف صاع من براوصاع من تمر الخ (البنایة شرح الهدایة ج ۳۸ باب ما توجب القضاء والكفارة) لہ

**سوال: اگر ایک شخص ماہ رمضان میں**

**رمضان میں دن کے وقت بیوی سے جماع موجب کفارہ و قضا ہے**  
دن کے وقت اپنی بیوی سے روزہ کی حالت میں جماع کرے اور اس عمل پر نادم بھی ہو تو اس کو کیا کرنا چاہیئے؟ کیا عورت پر بھی کفارہ واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں دن کے وقت جماع کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے جس کے بدلے میں قضاء و کفارہ دونوں لازم ہیں، ایسے عمل پر اگر میاں بیوی دونوں راضی ہوں تو دونوں پر کفارہ و قضاء واجب ہے ورنہ بیوی کو مجبور کرنے کی صورت میں بیوی پر صرف قضاء اور خاوند پر قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

قال طاهر بن أحمد: إذا جامع امرأته متعمداً في نهار رمضان فعليه القضاء والكفارة إذا توارت الحشفة أنزل أو لم أنزل۔ (خلاصة الفتاوى ج ۲ ص ۲۵۹ کتاباً بصلاً) الفصل الثالث فيما يفسد الخ (۲) لہ

لہ لما قال العلامة التمریاشی: ان جامع فی رمضان اداء او جر مع فی احد السبیلین او اکل او شرب غداء او دواء عمدًا او اجتمع فطن فطرة به فاكل عمدًا اقضى وكفر ككفارة المظاہر۔ قال العلامة ابن عیین: تحت قوله لكفارة المظاہر مرتبط بقوله وكفر ای مثلها فی الترتیب فیعتق او لا فان لم يجد صام شهرين متتابعين فان لم يستطع اطعم ستين مسكيناً۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۱ مطلب في الكفارة م)

وَمِثْلُهُ فِي طحطاوى ص ۶۶ فصل في الكفارة وما يسقطها عن الذمة بعد الوجوب

لہ قال برهان الدين: ومن جامع في احد السبيلين عمدًا فعليه القضاء استدراك المصلحة

الفائنة والكفارة لتكامل الجنابة۔ (الهداية ج ۱ ص ۲۰۱ كتاب الصوم)

وَمِثْلُهُ فِي بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۱ كتاب الصوم فصل ركنه۔



کالمیقن - رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۶ مطلب فیما یکرہ للصائم ۲۱۷

**سوال :-** ناس کے سونگھنے سے روزہ پر کیا اثر پڑتا ہے اور ناس کی حقیقت کیا ہے ؟

**الجواب :-** ناس ہندی زبان کا لفظ ہے، فیروز اللغات میں اس کا معنی نسوار لکھا ہے اور اس کا استعمال ناک کے ذریعے ہوتا ہے۔ چونکہ اس نسوار کے ذرات اتنے باریک ہوتے ہیں کہ سانس کے ذریعے جوف دماغ یا جوف معدہ میں پہنچ جاتے ہیں جو کہ مفسدِ صوم ہے لہذا ناس سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

لما قال فی الہندیۃ :- وفي دواء الجائفة والامۃ اکثر المشاۓخ علی ان العبرة للوصول الى الجوف والدماغ لا بكونه رطباً او يابساً حتی اذا علم ان اليابس وصل يفسد صومه ولو علم ان الرطب لم يصل لم يفسد - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱۰ باب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد) ۲۱۷

**سوال :-** دھواں اور گرد و غبار اگر حلق کے اندر چلا جائے تو اس سے روزہ پر کیا اثر پڑتا ہے ؟

**الجواب :-** دھواں یا گرد و غبار اگر حلق کے اندر بلا قصد چلا جائے تو روزہ متاثر نہیں

لما قال الامام برهان الدین المرغینانی :- ومن ذاق شيئاً بفسده لم يفطر لعدم الفطر صورة و معنى يكره له ذلك لما فيه من تعريض الصوم على الفساد - قال العلامة بدر الدين العيني: تحت قوله من تعريض الصوم على الفساد لانه لا يؤمن ان يصل الى جوفه .... قال ايضاً تحت قوله ومضغ العلك لا يفطر بالصائم لانه لا يصل الى جوفه وقيل اذا لم يكن ملتصقاً بفسد لانه يصل اليه اي الى جوفه بعض اجزائه لانه اذا لم يكن ملتصقاً يتفتت فيدخل في حلقه من ذلك شيء يفسد صومه - (البنایۃ شرح لہدایۃ ج ۲ ص ۲۱۸، ۲۱۹ باب ما یوجب القضاء والكفارة) ومثله فی امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۴۱ کتاب الصوم -

لما قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری :- وما وصل الى جوف الرأس والبطن من الأذن والآنف والدبر فهو مفطر باجماع وفيه القضاء -

خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵۳ الفصل الثالث فیما یفسد الصوم وفيما لا یفسد

ومثله فی امداد المفتیین ج ۱ ص ۱۹۲ المعروف بفتاویٰ دارالعلوم دیوبند



ہوتا البتہ اگر قصد عمدتاً اذکار کی صورت ہو تو روزہ فاسد ہو کر قضاء کا موجب بن جاتا ہے۔

لما قال العلامة الحصكفی:۔ اودخل حلقه غبار او ذباب او دخان ولو ذكراً استحباً لئلا  
لعدم امکان التحرر عنه ومفاده انه لو ادخل حلقه الدخان افطرای دخان كان ولو عوداً  
او عنبراً لو ذكراً لا مكان التحرر عنه۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۳۹۵ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده) <sup>۱</sup>

**سوال :-** کفارہ کے وجوب کی  
روزہ رکھنے کی طاقت کے باوجود فدیہ دینا بے سود ہے

ہو تو کیا فدیہ کی ادائیگی مفید ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** روزہ رکھنے کی استطاعت کے باوجود فدیہ دینا بے سود ہے ایسی حالت  
میں روزہ رکھنا ضروری ہے تاہم اگر روزہ رکھنے کی استطاعت نہ ہو تو فدیہ دینا جائز ہے۔

لما قال العلامة بدر الدین العینی: والكفارة مثل كفارة الظهار رأی الكفارة التي تجب  
بالوقاع مثل كفارة الظهار وهي عتق رَقَبَةٍ فان لم يجد فصيام شهرين متتابعين فان لم  
يستطع فاطعام ستين مسكيناً الخ۔ (البنایة شرح الهدایة ج ۳ ص ۳۸۵ باب ما یوجب القضاء والكفارة) <sup>۲</sup>

**سوال :-** اگر ایک شخص پر جبر کر کے روزہ افطار  
جبراً روزہ افطار کرانے پر قضاء لازم ہے

کرایا جائے تو کیا اس پر کفارہ لازم ہو گا یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر کسی نے زبردستی کر کے دوسرے کا روزہ افطار کرایا تو کھانے پینے والے پر

۱۔ لما قال العلامة عبد العلی البحر العلوم:۔ ولو دخل ملا يستطاع الاحتراز عنه في الجوف بلا صنع منه كالدخان  
والغبار لا يفسد الصوم لان التكليف بحسب الوسع واما لو ادخل الدخان كما يقعد اليوما في اكثر الناس فينبغي  
ان يفسد به الصوم خصوصاً دخان التباك لانه يورث الفرح وتحصل التسكين للمعتادين ودخول  
الذباب في الخلق من قبيل الدخان عندنا۔ (مسائل الاركان ص ۲۱ بیان دخول الدخان في الجوف)  
وَمِثْلُهُ في حاشية الهداية ج ۲ ص ۲۱۰ باب ما يوجب القضاء والكفارة۔

۲۔ لما قال العلامة ابن عابدین:۔ تحت قوله بكفارة المظاهر مرتبط بقوله وكفى اي مثلها في الترتيب  
فيعتق ادلاً فان لم يجد فصيام شهرين متتابعين فان لم يستطع اطعم ستين مسكيناً الخ۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۳۹۵ مطلب في الكفارة)

وَمِثْلُهُ في طحاوی ص ۴۶۶ فصل في الكفارة وما يسقطها عن الذمة بعد الوجوب۔

کفارہ واجب نہیں البتہ اسی دن کی قضاء لازم ہوگی۔

قال شمس الدین سرخسی:۔ ولو اکره علی اکل وشرب فعليه القضاء دون الکفارة۔

(مبسوط سرخسی ج ۳ ص ۹۸۳ باب ما یفسد الصوم) ۱۷

**سوال :-** ایک شخص نے غروب آفتاب سے قبل افطار موجب قضاء ہے

آج عید کا دن ہے اور یہ چاند دوسری رات کا ہے اس لیے آج ہمارا روزہ جائز نہیں، پھر اس نے فوراً روزہ توڑ کر دوسروں کو بھی افطار کرنے کی دعوت دی، تو ایسے شخص کے روزہ کا کیا حکم ہے؟ کیا اس پر صرف قضاء واجب ہے یا کفارہ یا دونوں؟

**الجواب :-** روزہ اور عید کا دار و مدار باقاعدہ چاند کی رؤیت پر ہے، حساب و کتاب کی روشنی میں عید منانا از روئے شرع مریض نہیں۔ صورت مذکورہ میں شخص چاند کی کمیت و کیفیت سے روزہ توڑنا مناسب نہیں، اگر پہلے دن کی باقاعدہ رؤیت نہ ہو تو اس شخص پر قضاء و کفارہ دونوں واجب ہیں۔

قال طاهر بن احمد رحمه الله:۔ ولو افطر واكثر من ایه ان الشمس لم تغرب فعليه القضاء والكفارة لان النهار كان ثابتاً وقد انضم اليه اكبر ایه فصار بمنزلة اليقين۔ (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۵۶ کتاب الصوم۔ الفصل الثالث فيما یفسد الصوم) ۱۸

**سوال :-** اگر ایک شخص ضعف و بڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے والے کا حکم

کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر ہو تو کیا

۱۹ قال برهان الدین رحمه الله:۔ ولو كان عتياً او مكرها فعليه القضاء۔

(الهدایة ج ۱ ص ۱۹۹ کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء والكفارة)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۲ ص ۲۵۵ کتاب الصوم۔

۲۰ قال العلامة الحصکفی رحمه الله:۔ (الفجر طالع والشمس لم تغرب) عملاً بالأصل

فیہما۔ قال ابن عابدین رحمه الله: ای فی الاول والثانی فان الاصل فی الاول بقاء اللیل،

فلا تجب الکفارة وفي الثانی بقاء النهار فتجب علی احد الروایتین کما علمت۔

(رشاعی ج ۲ ص ۲۰۵ کتاب الصوم۔ باب ما یفسد الصوم)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۱ ص ۲۲۵ باب ما یفسد الصوم۔

فدیہ دے کر اس کا ذمہ فارغ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ایسا شخص جو ضعف و پیرائہ سالی کی وجہ سے روزہ کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے روزہ کی جگہ فدیہ ادا کرنا جائز ہے جو کہ ایک روزہ کے بدلہ نصف صاع یعنی ایک سو چالیس تولہ گندم یا اس کی مروجہ قیمت کی ادائیگی ہے۔

قال عبد الرحمن جزری :- الشیخ الفانی الذی لا یقدر علی الصوم فی جمیع فصول السنۃ یفطر و یجب من کل یوم فدیۃ طعام مسکین - (کتاب الفقہ علی المذاهب ربعة ج ۱ ص ۵۷۶ کتاب الصوم) **سوال :-** اگر بیمار کو بیماری سے شفا ملنے کے بعد اتنا وقت ملا ہو کہ اس میں میت کے ذمہ روزوں کا حکم وہ قضاء روزے رکھ سکتا تھا لیکن سستی کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکا اور

اپنا تک و فات پا گیا، ایسی صورت میں پسماندگان و ورثاء کے لیے کیا کرنا چاہیے؟  
**الجواب :-** مذکورہ صورت کے مطابق اگر روزے رکھنے کا موقع نہ ملے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ورثاء پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، البتہ اگر موقع ملا ہو اور قدرت کے باوجود روزے نہ رکھے تو عِدَّة مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرِ ملنے کی وجہ سے روزے واجب رہیں گے۔ اگر مرتے وقت وصیت کی ہو تو ورثاء کو ثلث مال سے وصیت کے مطابق عمل کر کے فدیہ ادا کرنا ضروری ہے، وصیت نہ کرنے پر میت گنہگار ہے، تاہم تبرع اور احسان کر کے ورثاء بلا وصیت بھی فدیہ ادا کر سکتے ہیں۔

قال محمد بن اسرائیل :- لو اقطر المریض یقضى بلا فدیۃ ولو مات قبل البیڑ لاشی علیہ اذ لم یدرك عِدَّة مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرِ علیہ ان یوصی بفدیۃ مکان کل یوم نصف صاع من یجوز فیہا ما یجوز فی صد الفطر و صد الفطر و یعتبر ذلک من ثلث مالہ و لو لم یوص و تبرع عنہ و رثۃ جاز و لا یلزمہم بلا ایضاً عندنا (مجموع الفصول ج ۲ ص ۱۶۸ کتاب الصوم) ۲۔

۱۔ قال فی الہندیۃ :- فالشیخ الفانی الذی لا یقدر علی الصیام یفطر و یطعم کل یوم مسکیناً کما یطعم فی الکفارة - (الفتاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۰۷ کتاب الصوم - الباب الخامس فی الاعذار التي تیسح الافطار) وَ مِثْلُهُ فی بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۵۷ کتاب الصوم - فصل فی حکم الصوم الموقت -

۲۔ قال ابن نجیم :- ولا قضاء ان ماتا علیہما ای ولا قضاء علی المریض و المسافر اذا ماتا قبل الصیۃ و الاقامۃ لانہما لیرید کاعِدَّة مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرِ فلم یوجد شرط وجوب الاداء فلم یلزم القضاء قید بہ لانه لو صح المریض و اقام المسافر و لم یقض حتی مات لزمہ الا یضاً یقدر ۱۔ و هو مصرح بہ فی بعض نسخ المتن لوجود الاداء بمقتدار - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۳ فصل فی العوارض)

وَمِثْلُهُ فی خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۶۲ کتاب الصوم - الفصل الرابع النذر -



**روزہ کی حالت میں دانت میں دوائی ڈالنا** | سوال :- شدت درد کی وجہ سے اگر دانتوں میں دوائی ڈالی گئی یا دانت نکلوانے کے بعد تکلیف ناقابل برداشت ہو تو روزہ افطار کیا جاسکتا ہے یا نہیں، اور کیا اس روزے کی قضاء واجب ہوگی یا کفارہ؟

**الجواب :-** دانت کا درد اگر برداشت سے باہر ہو تو ایسی حالت میں دوا استعمال کر لینا جائز ہے اور اس کے لیے روزہ افطار کرنا مریض ہے جس کی وجہ سے قضاء واجب ہے کفارہ نہیں۔

قال قاضی خان :- لا فرق بین الرطب واليابس اذا وصل الجوف فسد صومه وان لم يصل لا يفسد وذكر في الاصل انه يفسد الصوم مطلقاً بناء على الغالب والغالب هو لو وصل الى الجوف وذكر الشرط في تفسير المجدد - (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ الفصل الحاشی فیما لا یفسد الصوم) ۱

**شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے سے روزہ کا حکم** | سوال :- اگر عورت اپنی قبل میں یا مرد اپنی دُبر میں انگلی داخل کرے تو کیا اس

سے روزہ پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر انگلی داخل کرتے وقت خشک ہو تو روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا البتہ تیل یا پانی سے اگر تر کر کے داخل کیا جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء واجب ہوگی کفارہ نہیں تاہم اس سے اجتناب ہر حالت میں ضروری ہے۔

قال فخرالدین الزیلعی :- لو ادخلت الصائمة اصبعها في فرجها او دبرها لا يفسد على المختار اللان تكون مبلولة بماء او دهن - (تبیین الحقائق ج ۳۳ باب ما یفسد الصوم) ۲

۱۔ قال عالم بن العلاء :- ان فعل ذلك به من غير اختياره او باختياره لان به عذر الاتذامه الكفارة - (فتاویٰ تاتارخانیة ج ۲ ص ۳۶۵ کتاب الصوم الفصل الرابع فیما یفسد الصوم) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۲ فصل في العوارض۔

۲۔ قال العلامة الحصکفی :- (واذا دخل اصبعه اليابسة فيه) ای دبرہ او فرجہا ولو مبتلہ فسد - (رشاعی ج ۲ ص ۳۹۷ کتاب الصوم۔ باب ما یفسد الصوم)

ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۶ کتاب الصوم - الفصل الثالث فیما یفسد الصوم

**عورت کے لیے کفارہ کا طریقہ** | **سوال :-** اگر عورت کو روزے کا کفارہ ادا کرنے کے دوران حیض آجائے تو کیا وہ دوبارہ از سر نو روزے رکھے گی یا نہیں؟

**الجواب :-** ادا کئے کفارہ کے دوران اگر عورت کو حیض آجائے تو اس کے غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے روزوں کی توالی (پے درپے) پر کوئی اثر نہیں پڑتا تاہم حیض کے ختم ہوتے ہی فوراً روزہ رکھا جائے گا تاخیر کی صورت میں استیناف لازم ہوگا۔

قال العلامة شمس الدین سرخسی :- فان كانت امرأة فافطرت فيما بين ذلك للحيض لم يكن عليها استقباله - (مبسوط سرخسی ج ۳ کتاب الصوم) ۱۷

**سوال :-** ماہ رمضان میں متعدد بار روزہ افطار کرنے یا پھر متعدد ماہ رمضان میں کئی مرتبہ جماع یا افطار کر کے ان میں تداخل کفارہ ممکن ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** تداخل کفارہ کے بارے میں فقہاء کرام کے متعدد اقوال ہیں، ظاہر روایت اور محتاط قول یہ ہے کہ ہر روزے کا الگ الگ کفارہ ادا کیا جائے، تاہم اکثر فقہاء کرام نے تداخل کفارہ کی صورت اختیار کی ہے اس لیے کفارہ میں تداخل مخصص ہے۔

قال العلامة الحصكفي :- ولو تكرر فطرة ولم يكفر لاؤل يكفيه واحدة ولو في رمضائين عند محمد وعليه الاعتماد بزيادة ومعتبى وغيرهما واختار بعضهم للفتوى ان الفطر يعيد الجماع تداخل والا لا - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۱ کتاب الصوم مطلب في الكفارة) ۲۷

الحل ابن نجيم :- وكذا في كفارة القتل وانظار النفس على امتناع الاعتذار الحيض لانها لا تجد شهريين عادة لا تحيض فيهما لكنها اذا تطهرت تصل بما مضى فان لم تصل استقبلت - (البحر الرائق ج ۲ باب يفسد الصوم...) الخ ومثله في فتاوى قاضى خان ج ۱ ص ۱۱ الفصل الخامس فيما يفسد الصوم -

۱۷ قال ابن نجيم :- ولو جامع مرارا في ايام من رمضان واحد ولم يكفر كان عليه كفارة واحدة لانها شرعت للزجر وهو يحصل بواحدة ولو جامع وكفر ثم جامع مرة اخرى فعليه كفارة اخرى في ظاهر الرواية للعلم بان الزجر لم يحصل بالاول ولو جامع في رمضانين فعليه كفارتان وان لم يكفر لاؤلى في ظاهر الرواية وهو الصحيح - (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۱ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد) ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۱ کتاب الصوم فصل في حكم فساد الصوم -

روزہ کی حالت میں جماع مع حائل کا حکم | سوال :- رمضان میں اگر بیوی سے جماع کرتے وقت کوئی چیز حائل ہو تو کیا اس سے کفارہ ساقط

ہوتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر کسی چیز کے حائل ہونے کے باوجود حرارت اور لذت محسوس ہو تو جماع بلا حائل اور مع حائل دونوں کا حکم ایک ہے، قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوں گے، تاہم بصورت حائل اگر حرارت محسوس نہ ہو تو صرف قضاء واجب ہوگی۔

قال ابن نجيم :- كذا في المعراج والمراد باللمس اللمس بلا حائل فان مسحها وراء الثياب فمضى فان وجد حرارة جلد فافسد والا فلا۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۲، ۲۴۳ باب ما يفسد الصوم)

اعلام رلو اطت موجب کفارہ وقضاء ہے | سوال :- کیا لو اطت جیسا قبض کام کرنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے یا صرف قضاء کافی ہے ؟

الجواب :- قضاء شہوت کا محل مشتبہات ہوتا ضروری ہے جو احدا البسیلین ہے، ایسی جگہوں کو جب بھی روزہ کی حالت میں استعمال کیا جائے تو کفارہ و قضاء دونوں واجب ہو جاتے ہیں، لہذا صورت مسئلہ میں دونوں لازم ہیں۔

قال العلامة فخر الدين الزيلعي :- وقوله اوجومع نص على انها تجب على المفعول به وعلى المرأة ان كان بطوعها۔ (تبيين الحقائق ج ۱ ص ۳۲۴ باب ما يفسد الصوم)

له قال العلامة ابن عايدین :- قوله ولو بجائل لا يمنع الحرارة (نقيض ما بعد لو وهو عدم الحائل المذكور اولى بالحكم وهو وجوب القضاء لكن لا تظهر الاولوية بالنظر الى عدم الكفارة مع ان الكلام فيما يوجب القضاء دون الكفارة وقيد الحائل بكونه لا يمنع الحرارة لما في البحر لو مسحها وراء الثياب فامضى فان وجد حرارة جلد فافسد والا فلا۔

(شامی ج ۲ ص ۲ کتاب الصوم۔ باب ما يفسد الصوم)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲ کتاب الصوم۔ الباب الرابع فيما يفسد الصوم۔ الخ  
له قال العلامة قاضی خان :- وان جامعها في دبرها متعمداً عليه لقضاء والكفارة انزل اولها انزل۔ (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱ الفصل الخامس في ما يفسد الصوم)  
وَمِثْلُهُ فِي الْأَشْبَاهِ وَالنِّظَائِرِ ج ۲ ص ۴۹ کتاب الصوم۔



**روزہ کی حالت میں زنا کرنے پر قضاء اور کفارہ کا وجوب** | سوال :- بظاہر زنا کرنے سے انسان پر حد جاری ہوتی ہے تو

کیا حد کے اجراء کی وجہ سے کفارہ کے وجوب پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع یا کسی اجنبیہ سے زنا کرنے میں وجوب قضاء اور کفارہ میں کوئی فرق نہیں جبکہ حد کا اجرا الگ مسئلہ ہے جس کا کفارہ و قضاء کے وجوب پر کوئی اثر نہیں پڑتا، تاہم جبر و اکراہ کی صورت میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

قال العلامة طاہر بن احمد :- وان كانت المرأة مكرهة فعليها القضاء دون الكفارة ولو كان الرجل مكرها على الجماع فعليه الكفارة في قول ابى حنيفة <sup>رح</sup> الاول ثم رجع وقال عليه القضاء دون الكفارة وهو قولهما وعليه الفتوى -

(خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵۹ کتاب الصوم - الفصل الثالث فيما يفسد الصوم) <sup>لہ</sup>

**بہیمہ سے وطی کرنے سے روزہ کا حکم** | سوال :- کسی جانور کے ساتھ وطی کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جانوروں کے ساتھ وطی کرنے سے روزہ یقیناً فاسد ہو کر قضاء لازم ہو جاتی ہے اور کفارہ لازمی نہیں تاہم نفس دخول سے روزہ فاسد نہیں ہوتا لیکن یہ فعل ہر صورت میں حرام ہے۔

قال العلامة قاضی خانؒ: وكذا اذا جامع بهيمة ولهرينزل او ميتة ولهرينزل الخ وان انزل في هذه الوجوه كان عليه القضاء دون الكفارة - (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۲۵۹ الفصل الخامس فيما يفسد الصوم) <sup>لہ</sup>

**جماع کے بغیر انزال سے صرف قضاء واجب ہے** | سوال :- احد السبیلین کے علاوہ اگر کسی حرکت سے

لہ قال فی الہندیۃ: ولو مکنک نفسہا من صبی او عجوز فزنی بہا فعليہا الکفارة بالاتفاق - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۵۹ کتاب الصوم - النوع الثانی ما یوجب القضاء و الکفارة)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِينِ الْحَقَائِقِ ج ۱ ص ۳۲۱ باب ما يفسد الصوم -

لہ قال عالم بن علاء رحمہ اللہ :- ولو جامع ميتة او بهيمة فلا كفارة عليه انزل او

لهرينزل - (فتاویٰ تاتارخانیۃ ج ۲ ص ۳۷۱ کتاب الصوم - الفصل الرابع فيما يفسد)

وَمِثْلُهُ فِي شَامِي ج ۲ ص ۳۹۹ کتاب الصوم - مطلب فی حکم الاستمناء یا الکف -

انزال ہو جائے تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں یا صرف قضاء؟  
**الجواب:-** کفارہ چونکہ ایک عظیم جرم مانا ہے اور جرم کی نوعیت کو دیکھ کر اس کا حکم لگایا جاتا ہے، اہل السبیلین کے علاوہ کسی اور طریقہ سے انزال میں چونکہ قضاء شہوت کامل طریقہ سے نہیں پایا جاتا اس لیے اس میں صرف قضاء واجب ہے اور کفارہ کی ضرورت نہیں۔

قال العلامة الحصکفی:- اوجامع فیما دون الفرج ولم یُنزل یعنی فی غیر السبیلین کسرة وفخذ وکذا الاستمنا بالکف (او ادخل ذکوة فی بهیمة) او میتة من غیر انزال او متی فرج بهیمة او قبلها فانزل او اقطر فی احلیلہ۔

واللہ المآثر علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۸، ۳۹۹ کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم) ۱۰  
**سوال:-** اگر کوئی شخص غیر رمضان میں روزہ افطار کرنے سے صرف قضاء لازم ہے رمضان کے علاوہ روزہ

(بلا عذر شرعی) افطار کرے تو اس پر صرف قضاء لازم ہے یا کفارہ بھی لازم ہے؟  
**الجواب:-** رمضان کے علاوہ کسی دوسرے موقع پر روزہ توڑنے سے فقط قضاء واجب ہے خواہ روزہ فرض ہو یا نفل یا نذر ہو کفارہ واجب نہیں ہوتا، یہ صرف رمضان کے ساتھ خاص ہے۔  
 وفي الہندیۃ:- ولا کفارة بافساد صوم غیر رمضان کذا فی الكنز۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۵ کتاب الصوم۔ باب المتفرقات) ۲  
**سوال:-** اگر ایک شخص سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھنے پر صرف قضاء واجب ہے یا کفارہ بھی لازم ہے؟

۱۰ قال العلامة الکاسانی:- ولو جامع بهیمة فانزل فسد صومه وعليه القضاء ولا کفارة علیہ لانه وان وجد الجماع صورة ومعنی وهو قضاء الشهوة لکن علی سبیل القصور لسعة المحل ولو جامعها ولم یُنزل لا یفسد۔ الخ ردائع الصنائع ج ۲ ص ۹۲ کتاب الصوم۔ فصل فی ترکہ) وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۹۲ باب ما یفسد وما لا یفسد الصوم۔

۲ قال العلامة برهان الدین:- ان الکفارة تعلقت بجناية الافطار فی رمضان علی وجه الکمال۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۲۱۹ باب ما یفسد الصوم) الخ

وَمِثْلُهُ فی فتاویٰ قاضیخان ج ۱ ص ۱۰۳ الفصل الخامس فیما یفسد الصوم۔

شریعت مقدسہ کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** مسافر کے لیے حالت سفر میں روزہ نہ رکھنا مرنخص ہے لہذا اگر کوئی شخص حالت سفر میں روزہ نہ رکھے تو اس پر صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں۔

قال قاضی خان رحمہ اللہ :- لو اصابہ المقيم صائماً ثم سافر فافطر بعد ذلك لا كفارة عليه - (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۲۱ الفصل السابع فيما يسقط الكفارة مما لا يسقط عليه)

**سوال :-** روزے کی حالت میں اگر کوئی استمنا بالید سے انزال میں قضاء واجب ہے | شخص استمنا بالید رہا تھو تو انزال کرے تو کیا اس شخص پر کفارہ واجب ہے یا صرف قضاء کافی ہے؟

**الجواب :-** استمنا بالید میں چونکہ قضاء شہوت کامل نہیں ہوتی اس لیے اس سے کفارہ واجب نہیں ہوتا تاہم قضاء لازمی ہے، اور اگر انزال نہ ہو تو پھر قضاء بھی واجب نہیں۔

قال العلامة الحصكفي :- وكذا الاستمنا بالکف قال ابن عابدین :- ای فی كونه لا یفسد لكن هذا اذا لم ينزل اما اذا انزل فعليه القضاء كما سیصرح به وهو المختار۔

(شامی ج ۲ ص ۳۹۹ کتاب الصوم - مطلب فی حکم الاستمنا بالکف) ۱۷

**غلط فہمی سے کھانا پینا موجب کفارہ نہیں** | **سوال :-** اگر کسی نے بھول کر کھاپی لیا یا بلا سبب انزال سے یہ سمجھا کہ میرا روزہ ابھی

نہیں رہا اس لیے میرے لیے کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں، تو کیا ایسے شخص کے اس طرح قضاء کھانے پینے سے کفارہ واجب ہوگا یا قضا؟

۱۷ قال عالم بن العلامة رحمہ اللہ :- المسافر قدم مصره وهو صائم فافتى ان صومه لا يجزيه فافطر بعد ذلك متعمداً لا كفارة عليه - (فتاویٰ تارخانہ ج ۲ ص ۳۹۹ کتاب الصوم - الفصل الخامس وجوب الكفارة)

وَمِثْلُهُ فِي شَامِي ج ۲ ص ۳۸۸ کتاب الصوم - مطلب فيما يكره للصائم۔

۱۸ قال قاضی خان :- وكذا اذا جامع بهيمة ولم ينزل او ميتة ولم ينزل او نكح بيده ولم ينزل او جامع فيما دون الفرج ولم ينزل وان انزل في هذه الوجوه كان عليه القضاء دون الكفارة۔

(فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۲۱ الفصل الخامس فيما لا يفسد الصوم)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّة ج ۲ ص ۲۰۵ الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد۔



**الجواب :-** اگر کسی نے بھول کر کھانا کھالیا یا بلا سبب کے انزال ہوا تو اس کا روزہ باقی ہے البتہ اگر بعد میں غلط فہمی سے کھانا کھایا کہ میرا روزہ ختم ہو چکا ہے، تو محض کسی غلط فہمی کی وجہ سے کھانا پینا موجب کفارہ نہیں بلکہ صرف اُسی دن کی قضاء واجب ہوگی۔ کفارہ ایسی سزا ہے جو دیدہ دیری سے کسی جرم کے ارتکاب پر دی جاتی ہے۔

قال طاهر بن احمد :- ولونظر الى محاسن المرأة فانزل فظن ان ذلك فطرة فاكل بعد ذلك فهو كالتقي وقد ذكرنا حكمه وقال البعض ان كان عالماً عليه القضاء والكفارة عند الكل وان كان جاهلاً عليه القضاء دون الكفارة۔ (خلاصة الفتاوى ج ۱ کتاب الصوم الفصل الثالث فيما يفسد الخ) ۱۷

**سوال :-** کیا سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں، اگر ٹوٹ جاتا ہے تو اس سے قضاء لازم

**سگریٹ نوشی مفطر صوم ہے**

ہوگی یا کفارہ؟

**الجواب :-** سگریٹ کا دھواں منہ کے ذریعے حلق کے اندر چلا جاتا ہے جو کہ فسادِ صوم کا سبب ہے لہذا سگریٹ نوشی مفطر صوم ہے، تاہم اس صورت میں قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔ قال علاؤ الدین :- ولودخل الغبار والدخان والرائحة في حلقه لم يقطروا داخله حلقه متعمداً۔ روى عن ابى يوسف انه ان تعمد عليه القضاء ولا كفارة عليه۔ (بدائع الصنائع ج ۲ من کتاب الصوم۔ فصل ركنه) ۲۷

۱۷ قال قاضی خان :- ولونظر الى محاسن المرأة فانزل او تفكر فانزل فظن ان ذلك فطرة فاكل متعمداً فهو بمنزلة القئی۔ وقال بعضهم ان كان عالماً عليه القضاء والكفارة عند الكل وان كان جاهلاً عليه القضاء دون الكفارة۔ (فتاویٰ قاضی خان ج ۱، الفصل السابع فيما يقسط الكفارة مما لا يسقط)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۲ من کتاب الصوم۔ الباب الرابع فيما يفسد الخ (۱)  
۲ قال عبدالرحمن الجزائری : شرب الدخان المعروف وتناول الكافور والحشيش ونحو ذلك فان الشهوة فيه ظاهرة۔ (الفقه على المذاهب الاربعة ج ۱ من کتاب الصوم)  
وَمِثْلُهُ فِي الْمَحْتَسَرِ ج ۲ من کتاب الصوم۔ باب فيما يفسد الخ۔

بے خبری میں طلوع فجر کے بعد کھانا کھانے کا حکم | سوال :- اگر کسی شخص نے ماہ رمضان میں

بعد کھانا کھایا جبکہ اس کا گمان یہ تھا کہ فجر اب تک طلوع نہیں ہوئی ہے، اس صورت میں ایسے شخص کے روزے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- روزہ رکھنے کی ابتداء طلوع فجر سے ہوتی ہے، چونکہ صورت مسئلہ میں موصوف نے غلط فہمی کی بناء پر طلوع فجر کے بعد کھانا کھایا اس لیے اُس کا یہ روزہ ختم ہو چکا ہے اب اس کے ذمے اس دن کے روزہ کی قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔

لما قال العلامة برهان الدین المرغینانی: اذا تسحر وهو يظن ان الفجر لم يطلع فاذا هو قد طلع الخ عليه القضاء.... ولا كفارة عليه لان الجنابة قاصرة لعدم قصد-

المسألة ج ۱ ص ۲۰۰ باب ما يوجب القضاء له

قدیم دینے سے عاجز شخص کو کیا کرنا چاہیے | سوال :- اگر کوئی شخص فدیہ دینے سے عاجز

ہو اور ڈاکٹر نے بھی اس کو روزہ رکھنے سے منع کر رکھا ہو تو یہ شخص کیا کرے؟

الجواب :- جب کوئی شخص اتنا بیمار ہو کہ اس میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اور پھر مسلمان ڈاکٹر نے بھی اسے روزہ رکھنے سے منع کیا ہو تو اس شخص پر فدیہ دینا واجب ہے لیکن اگر کوئی فدیہ دینے کا بھی متحمل نہ ہو تو اس صورت میں استغفار کثرت سے پڑھا کرے۔

لما قال العلامة الحسینی: وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر وفدي وجوباً... لو موسراً ولا يستغفر الله - قال ابن عابدین: (قوله ولا يستغفر الله) هذا ذكره في الفقه والبحر عقيب مسئلة نذر الأبد اذا اشتغل عن الصوم بالمعيشة فالظاهر انه راجع اليها دون ما قبلها من مسئلة الشيخ الفاني لانه لا تقصير منه بوجه - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۴ فصل في العوارض) له

له ولو قدم مسافراً أو طهرت حائض أو تسحر ظنه ليلاً والفجر طالع أو فطر كذلك والشمسية أمسك يومه وقضى ولم يكفر كأكله عمداً بعد أمسه ناسياً ونائماً ومجنونة وطئاً - (تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق ج ۱ ص ۳۴۱ كتاب الصوم)

۲ قال العلامة ابوالبركات النسفی: وللشيخ الفاني وهو يفدي فقط - قال ابن نجيم: تحته..... وان لم يقدر على الاطعام لعسرته يستغفر الله تعالى - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۶ كتاب الصوم - فصل في العوارض)

**سوال :- اگر کسی مسافر کو** **مسافر یا مریض کو روزہ کی قضاء کا موقع نہ ملے تو کچھ مواخذہ نہیں** **سفر سے واپسی پر یا بیمار کو**  
**صحتیابی کے فوراً بعد فرض روزہ کی قضاء کا موقع نہیں ملا تو کیا اس شخص پر فدیہ دینا واجب ہے**  
**یا کہ معافی ہے ؟**

**الجواب :-** مریض اور سفر میں روزہ افطار کرنا مریض ہے جس کی حالت صحت و اقامت  
 میں قضاء واجب ہے، اب اگر مریض و مسافر کو قضاء کرنے کا کسی وجہ سے قضاء کا موقع نہیں  
 مل سکا اور وہ فوت ہو گیا تو اس شخص پر کچھ مواخذہ نہیں البتہ اگر موقع ملنے کے باوجود روزہ  
 نہ رکھے تو بعد الموت فدیہ دینا لازم ہے۔

وفي الهندية : ولو فات صوم رمضان بعد المرض او السفر واستدام المرض والسفر  
 حتى مات لا قضاء عليه..... وان يری المريض او قدم المسافر وادرك من الوقت بقدر ما  
 فاتہ يلزمه قضاء جميع ما ادرك فان لم يصم حتى ادركه الموت فعليه ان يوصى بالفدية.  
 (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۰۱ الباب الخامس في الاعتذار الذي يبيح الافطار) لہ

**سوال :- اگر کوئی** **غیر رمضان کا روزہ قصداً توڑنے پر صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں** **شخص قصداً عمدًا**

**غیر رمضان کا روزہ توڑ دے تو کیا اس شخص پر کفارہ واجب ہے یا صرف قضاء ؟**  
**الجواب :-** قصداً روزہ توڑنے سے کفارہ کا وجوب صرف رمضان شریف کے روزے کے  
 ساتھ خاص ہے اس کے علاوہ جو بھی روزہ قصداً یا سہواً توڑ دیا جائے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں البتہ  
 اُس دن کی قضا واجب ہے۔

قال العلامة ابن ہمام : وليس في افساد صوم غير رمضان كفارة لان الافطار في رمضان ابلغ  
 في الجنایة فلا يلحق به غيره. (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۵ باب ما يوجب القضاء والكفارة) لہ  
 لہ قال المحقق : فان ما توفيه ای في ذلك العذر فلا تجب عليه الوصية بالفدية لعدم ادراكهم عدة ايام اخر ولو ما توابع  
 ذوال العذر وجبت الوصية بقدر ادراكهم عدة ايام اخر. (الدر المختار علی مدار المتاجر ج ۲ فصل في العوارض)  
 ومثله في الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۳۸۵ فصل في الاسباب المبيحة للفطر.  
 لہ قال العلامة عالم بن علاء الانصاری : وليس في افساد الصوم في غير رمضان كفارة.  
 (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۳۸۵ الفصل الخامس في وجوب الكفار في افساد الصوم)  
 ومثله في الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۵ باب المتفرقات۔



سگریٹ یا حقہ پینے سے جب روزہ ٹوٹ جائے تو صرف قضا کرے یا کفارہ بھی؟ | سوال :- حقہ یا

روزہ کا ٹوٹ جانا تو معلوم ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو شخص بحالت روزہ حقہ یا سگریٹ پیتا ہے  
اس پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں یا صرف قضا؟

الجواب :- حقہ نوشی اور سگریٹ نوشی سے روزہ ختم ہو جاتا ہے جس سے قضا بدو ن  
کفارہ کے لازم ہو جاتی ہے لیکن اگر حقہ نوشی تلبذ، شہوت نفس یا کسی اور نفع کے لیے کی جائے  
تو اس صورت میں قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

لما قال العلامة المحقق، انه لو دخل حلقه الدخان افطر... ويمنع من بيع الدخان -

و شاربه في الصوم لاشك يقطر ويلزمه التكفير لو طفت نافعا

كذا اذا فاعا شهوات بطن فقره، و - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۵ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد له

سوال :- ایک شخص سفر کی نیت سے گھر  
سفر کے ارادہ سے گھر سے نکلنے کے تھوڑی دیر بعد  
گھر واپس آکر روزہ افطار کرنے پر قضا و کفارہ کا حکم  
آنے کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لیے گھر

واپس آگیا اور روزہ افطار کر لیا، تو کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- حالت سفر میں اگرچہ روزہ افطار کرنا جائز ہے چاہے سفر تکلیف دہ ہو  
یا آلام دہ، لیکن صورت مشولہ میں چونکہ اس شخص نے گھر ہی کے اندر روزہ افطار کیا ہے  
جو کہ حالت اقامت ہے اس لیے اس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔

لما قال العلامة ابن عابدین: اذا دخل مصرا لسفر فافطر فانه يكفر اي قيا سالا انه مقيم

عند الاكل حيث رفض سفره بالعود - (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۳ فصل في العوارض) ۲

۱۷ قال الشيخ المفتي عزيز الرحمن: الجواب: حقہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا لازم ہوتا ہے اور بعض صوتوں میں کفارہ بھی لازم  
ہوتا ہے (یعنی اگر اسے نفع بخش سمجھتا ہے تو کفارہ و قضا دونوں لازم ہونگے ورنہ صرف قضا۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۲۱۹ مسائل فساد الصوم)

۱۸ قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري: ولو سافر في نهار رمضان ولم يقطر حتى تذكر شيئا في  
منزله قد نسيه فرجع الى منزله واكل شيئا ثم خرج من المنزل فعليه القضاء والكفارة كالمقيم

اذا اكل ثم سافر - (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۵ الفصل الثالث ما يفسد الصوم في ما لا يفسد - الخ)

ومثله في المهدية ج ۱ ص ۲ الباب الخامس في الاعذار المبيحة للفطر -

سوال ۱۔ اگر ایک نو مسلم خاندانی خوف و ڈر کی وجہ سے روزہ نہ رکھے تاکہ اُن پر اس کا اسلام ظاہر نہ ہو، تو کیا اس شخص پر بھی قضاء و کفارہ دونوں واجب ہیں؟

الجواب:۔ کلمہ طیبہ پڑھنے سے ایک غیر مسلم آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اُس پر حبلہ احکام اسلام پر پورا عمل کرنا لازم ہو جاتا ہے، صورتِ مسئلہ کے مطابق نو مسلم اسلامی احکامات کا مکلف ہے، اس لیے روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے اس پر قضاء و کفارہ نہیں۔ لما قال العلامة الحصکفی: اَوْنَمَ يَمُرُّ فِي رَمَضَانَ كُلَّهُ صَوْمًا وَلَا تَطْرَأُ مَعَ الْأَسَاكِلِ لَشِبْهِهِ تَخْلُفُ زَفَرًا أَوْ صَبْحًا نَيْرًا وَلَا صَوْمَ فَأَكَلَ عَمْدًا أَوْ بَعْدَ الْيَتَةِ قَبْلَ الزَّوَالِ لَشِبْهِهِ (الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۲ - ۳ کتاب الصوم)

سوال ۱۔ اگر کوئی شخص قصداً و عمداً روزہ توڑ دے مگر اچانک کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جائے کہ روزہ رکھنے کے قابل نہ رہے تو کیا اس شخص پر صرف کفارہ واجب ہے یا قضاء؟

الجواب:۔ قصداً روزہ توڑنے کی صورت میں کفارہ اُس وقت واجب ہوتا ہے جب کوئی عمل مستقط کفارہ و نہمانہ ہو جائے۔ صورتِ مسئلہ میں مرض رجو کہ مستقط کفارہ ہے، کی موجودگی کی وجہ سے کفارہ ساقط ہو جائے گا البتہ اُس دن کی قضاء لازم ہوگی۔

لما قال الحصکفی: اِنَّمَا يَكْفُرَانِ نَوِيًّا لَيْلًا وَلَهْرًا مَكْرَهًُا وَلَهْرًا بِطَرٍّ مَسْقُطٍ كَمَرَضٍ وَحَيْضٍ۔ (الذد المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۳۱۳ مطلب فی الکفارة) ۱۷

لما قال الأسانى ومن أصبح في رمضان من الصوم فأكل أو شرب: ارجاع عليه قضاء ذلك اليوم ولا كفارة عليه عندنا صوابنا الشراقة (بدائع الصنائع ج ۲ - ۲۵۸ کتاب الصوم)

۱۸۔ وفي الهندية: والصحيح إذا فطر ثم مرض مرضاً لا يستطيع معه الصوم تسقط الكفارة عندنا۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۵ الفصل السابع فيما يسقط الكفارة ما لا يسقط) ومثله في فتاوى دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۲۲۸ مسائل مفسد الصوم۔

## باب الاعتذار المبيحة للإفطار

(روزہ افطار کرنے (توڑنے) کے اعتذار کا بیان)

سوال :- اگر بیماری کی شدت کی وجہ سے  
نا قابل برداشت تکلیف کے وقت روزہ توڑنا

ہے یا نہیں؟

الجواب :- کسی نا قابل برداشت تکلیف کی وجہ سے روزہ افطار کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ایسی حالت میں روزہ توڑنا بہتر ہے تاکہ ہلاکت کا موجب نہ بنے، البتہ اگر برداشت کی طاقت ہو تو پھر روزہ پورا کرنا بہتر ہے۔

قال في الهندية :- المريض اذا خاف على نفسه التلف او ذهاب عضو يفطر  
بلاجماع وان خاف زيادة العلة وامتداده فكذا لك عندنا وعليه القضاء  
اذ افطر - رالفتاوى الهندية ج ۲۰ کتاب الصوم، الباب الخامس في الاعتذار له

سوال :- طلوع فجر کے بعد اگر عورت کو حیض  
حائضہ کے لیے امساک ضروری نہیں

آجائے تو عند الشرع عورت کے لیے بقیہ یوم  
کا امساک رکھنا پینا بند کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- طلوع فجر کے بعد عورت کو ماہوار می شروع ہو جائے تو اس سے روزہ ختم ہو جاتا ہے، لہذا ایسی عورت کے لیے کھانا پینا جائز ہے امساک ضروری نہیں تاہم ایسی عورت دوسرے روزہ داروں سے خفیہ طور پر کھانا کھائے یا پانی پیئے۔

قال حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی :- ومن له نوبة حمى او عادة حيض

له قال ابن عابدین رحمہ اللہ :- (تحت قوله وخادمة) اذا اشتد الحر وخاف  
الهلاك فله الإفطار - رسد المختار علی الدر المختار ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الصوم،  
فصل في العوارض

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۲ فصل في العوارض -



کتاب اس بفطرة على ظن وجوده - (مراق الفلاح على صد الطحاوی ص ۵۶۳ کتاب الصوم) ۱  
**مسافر کے لیے افطار میں عزیمت پر عمل کرنا بہتر ہے** | **سوال:** سفر کے دوران مسافر رکھنا بہتر ہے؟  
 کو روزہ رکھنا چاہیے یا روزہ

**الجواب:** - روزہ رکھنا اور نہ رکھنا مسافر کی حالت پر مبنی ہے جس میں اس کو آسانی ہو وہی طریقہ اختیار کرے، تاہم اگر کوئی شدید ضرورت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے اور یہی عزیمت ہے۔

قال برهان الدين: - وان كان مسافراً لا يستصبر بالصوم فصومه افضل وان افطر جاز لان السفر لا يعرى عن المشقة - الخ (الهداية ج ۲ کتاب الصوم) ۲  
**سوال:** - اگر کوئی شخص بلند فشار خون یا ٹی بلڈ پریشر یا اس جیسی کسی دوسری بیماری میں مبتلا ہو جائے جس میں دوائی کا استعمال لازمی ہو تو ایسی حالت میں روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ جبکہ اس جیسی بیماریاں بعض اوقات ہلاکت کا باعث بھی بن جاتی ہیں۔

**الجواب:** - جب بھی روزہ بیماری میں اضافہ کا سبب بنتا ہو تو اس میں کسی دیندار یا حکیم یا ڈاکٹر کے مشورہ سے یا اپنے غلبہ ظن پر عمل کرتے ہوئے روزہ افطار کیا جاسکتا ہے تاہم معمولی قسم کی بیماری میں افطار کرنا ضروری نہیں۔

قال عبد الرحمن الجزائري: - الا عذار التي تبیح الفطر للصائم كثيرة منها المرض فاذا مرض الصائم وازدادت المرض بالصوم او خا تاخر البرء من المرض او حصلت مشقة شديدة بالصوم فایجوز له الفطر - (فتاویٰ ربیع ج ۱ ص ۵۴۷)  
 ۱۔ وقال علامہ ابن بکر بن علی: - واذا حاضت المرأة افطرت وقضت وكذا اذا انقضت وهي تاكل سراً او جهراً ولا يجب عليه الشبه - (الجوهرية النيرة ج ۱ ص ۱۷۷ کتاب الصوم)  
 ۲۔ ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۷۷ کتاب الصوم - الباب الخامس في الا عذار - الخ  
 ۳۔ قال ابن نجيم: - والمسافر وصومه احب ان لم يضربه اي جاز للمسافر الفطر - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۲ کتاب الصوم)  
 ۴۔ ومثله رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۲ کتاب الصوم - فصل في العوارض -  
 ۵۔ قال العلامة كافي: - وما وجوب الفطر العجز عن التقضا عجز الاترجي معه القدر في جميع عمره - (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۰۵ کتاب الصوم)  
 ۶۔ ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۲ فصل في العوارض -

**کیا بیماری کی وجہ سے روزہ افطار کرنے پر کفارہ لازم ہے یا قضاء؟** **سوال :-** اگر کوئی شخص روزہ

کی حالت میں اچانک شدید بیمار ہو جائے تو کیا اس کو روزہ افطار کر لینا چاہیے یا نہیں؟ اور افطار کرنے کی صورت میں قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوں گے یا صرف قضاء؟

**الجواب :-** شدت مرض میں جب نقصان کا خوف ہو تو اس صورت میں روزہ افطار کر لینا جائز ہے اور اس روزہ کی صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔

لما قال العلامة الحصكفي: وبقي الاكراه وخوف هلاك او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شديد الخ الفطري يوم العدم..... وقضوا لزوماً۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۱۱ فصل في العوارض البيحة) ۱

**شدت پیاس سے روزہ توڑنے کا حکم** **سوال :-** اگر کبھی اتنی گرمی ہو جائے کہ پیاس کی وجہ سے لوگوں کی ہلاکت یا کسی شدید نقصان

کا خطرہ ہو تو کیا اس صورت میں روزہ توڑا جاسکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** بھوک اور پیاس کی شدت میں جب کسی سخت نقصان کا خطرہ ہو تو اس صورت میں روزہ توڑا جاسکتا ہے لیکن اس روزہ کی قضا لازمی ہوگی اگرچہ کفارہ واجب نہیں۔

لما قال العلامة الحصكفي: وبقي الاكراه وخوف هلاك او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شديد او لسعة حية..... الفطر وقضوا لزوماً۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۱۱ فصل في العوارض البيحة) ۲

**حضور صلی علیہ وسلم نے بھی سفر میں افطار کیا تھا** **سوال :-** کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی سفر میں روزہ افطار کیا تھا یا نہیں؟

**الجواب :-** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ معلم بنا کر بھیجے گئے تھے اس لیے آپ حالات اور تقاضے کے مطابق روزہ رکھتے بھی تھے اور افطار بھی کرتے تھے، بعض حالات میں آپ نے

۱۔ وفي المهدية: المريض اذا خاف على نفسه التلف او ذهاب عضو يفتقر بالاجماع وان خاف زيادة العلة وامتداده فكن لك عندنا وعليه لقضاء اذا افطر كذا في المحيط۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۳ فصل في العوارض البيحة)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى التَّاتَارْخَانِيَّة ج ۲ ص ۳۸۳ فصل في الاسباب البيحة للفطر۔

۲۔ وفي المهدية: اذا خيف منهما الهلاك او نقصان العقل كلامة اذا ضعفت عن العمل وخيفت الهلاك بالصوم وكذا الذي ذهب به..... (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۳ فصل في العوارض البيحة)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى التَّاتَارْخَانِيَّة ج ۲ ص ۳۸۴ فصل في الاسباب والبيحة للفطر۔

افطار نہ کرنے والوں پر نکیر بھی فرمائی۔

عن ابن عباسؓ: سافر رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان حتى بلغ عسفان ثم دعا بانه فيه شراب فشربه نهرا باليراء الناس ثم افطر حتى دخل مكة. قال ابن عباسؓ: فصام رسول الله صلى الله عليه وسلم وافطروا من شاء صام ومن شاء افطر.

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶ باب جواز الصوم والقطر في شهر رمضان للمسافر له

کیا سفر میں روزہ افطار کرنا قصر نماز کی طرح لازم ہے؟ | سوال: حالت سفر میں تو نماز قصر کر کے پڑھنا واجب

ہے، کیا روزے کا حکم بھی نماز کی طرح ہے کہ سفر میں لازماً افطار کیا جائے؟

الجواب: شریعت مقدسہ نے حالت سفر میں نماز کو قصر کر کے پڑھنا ایک نعمت خداوندی قرار دے کر اس میں قصر کو واجب کیا ہے مگر روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار بندے کو دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی بحالت عاقبت روزہ رکھنے کو افضل قرار دیا ہے اس لیے سفر میں روزہ رکھنا افضل و بہتر ہے بخلاف نماز کے، تاہم اگر روزہ رکھنے سے تکلیف زیادہ ہوتی ہو تو روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

قال العلامة ابن نجيم: وانما كان الصوم افضل ان لم يضتره لقوله تعالى: "وان تصوموا خيرا لكم" ولان رمضان افضل الوقتين فكان فيه الاداء اولي ولا يرد علينا القصر في الصلوات فانه واجب حتى ياتر بالانتهاء لان القصر هو الغزمية.

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۳ فصل في العوارض) لے

لے وعن جابر بن عبد اللهؓ: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج الى مكة عام الفتح فصام حتى بلغ كراع الغميم وصام الناس معه فقبل له ان الناس شق عليهم الصيام وان الناس ينظرون فيما فعلت فدعا بقدر من ماء بعد العصر فشرب والناس ينظرون اليه فافطر

بعضہم فصام بعضہم۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۵۱ باب ما جاء في افطار الصوم في السفر) لے وفي الهندية: ويكره للمسافر ان يصوم اذا جهد الصوم فان لم يكن كذلك

فالصوم افضل۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۰۱ باب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره)

ومثله في الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۳۸۳ فصل الاسباب مبيحة للفطر۔



**سوال :-** اگر کسی شخص کا نفلی روزہ ہو مگر ہمان اس کو ہمان کے مجبور کرنے پر روزہ افطار کرنا روزہ توڑنے پر مجبور کرے تو کیا وہ شخص روزہ توڑ سکتا ہے ؟  
**الجواب :-** ہمان کی ضیافت طبع اور خاطر تواضع کے لیے نفلی روزہ توڑنا عند الشریعہ مریض ہے۔

قال العلامة الحسکفی: الضیافة عذر للضعیف والمضیف ان کان صاحبها ممن لا یرضی بمجرد حضوره ویتأذی بترك الافطار فیفطر ولا لا۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ فصل فی العوارض)

**سوال :-** ایک آدمی جس علاقے یا ملک میں ہو وہاں چاند کے اعتبار سے روزہ رکھے  
 سے پاکستان آیا وہاں چاند کے حساب سے اس کے تیس روزے پورے ہو چکے ہیں جبکہ پاکستان میں روزہ ہے، تو کیا یہ شخص اب افطار کرے یا روزہ رکھے ؟

**الجواب :-** سعودی عرب میں چاند کے اعتبار سے اگرچہ اس شخص کے فرض روزے پورے ہو چکے ہیں مگر یہاں کے لوگوں کے ساتھ مشابہت کی خاطر روزہ رکھے گا افطار کرنا صحیح نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: فانه یجب علیہ الامساك تشبہا۔

رد المحتار ج ۲ ص ۸۴ مطلب فی جواز الافطار بالتحریر ص ۸۵

لہ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری: والصحیح من المذہب ان ینظر فی ذلک ان کان صاحب الدعوة ممن یرضی بمجرد حضوره ولا یتأذی بترك الفطر لایفطر وان کان یعلم انه یتأذی بترك الافطار یفطر۔

(الفتاوی التاتاریخانیة ج ۲ ص ۲۸۲ فصل الاسباب مبیحة للفطر)

وَمِثْلُهُ فی مالا یدمتہ من کتاب الصوم۔

لہ قال العلامة الحسکفی: الاخیر ان یمسکان بقیة یومہما وجوباً علی الاصم لان الفطر قبیح وترك القییم شرعاً واجب (کسافر اقام وحائض ونفساء طهرتا ومجنون افاق ومریض صح)۔

قال الشیخ احمد الطحطاوی: تحت قوله (کسافر اقام) الاصل فی ہذا ان کل من صار علی حالة فی اخر النهار لو کان علیہا اولہ، یلزمہ الامساك قضاء الحق الوقت تشبیہا بالصائمین۔

(حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار ج ۲ ص ۲۵۵ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد)

**تشوگر کے مریض کے لیے روزے کا حکم** | سوال :- جناب محترم مفتی صاحب! میرے والد صاحب تشوگر کے مریض ہیں، ڈاکٹر نے انہیں روزہ رکھنے سے

منع کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر انہوں نے روزہ رکھا تو بیماری بڑھ جائے گی، جبکہ حقیقت بھی یہی ہے اس لیے کہ جب بھی انہوں نے روزہ رکھا تو تکلیف زیادہ ہوئی، اس صورت میں شرعاً ان کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور اگر نہ رکھ سکیں تو انہیں کیا کرنا چاہیے؟

**الجواب :-** اسلام کسی کو بلا وجہ تکلیف میں نہیں ڈالتا۔ اگر آپ کے والد محترم کو واقعی تشوگر کا شدید مرض لاحق ہے کہ ان میں روزہ رکھنے کی بھی طاقت نہیں اور اگر رکھ لیں تو مرض کے بڑھنے کا خطرہ ہے اور ساتھ ہی مسلمان ڈاکٹر نے بھی خوب تشخیص کے بعد روزے نہ رکھنے کا مشورہ دیا ہے تو شرعاً ان کو اجازت ہے کہ وہ روزے نہ رکھیں۔ اور اگر مرض دائمی ہو تو ہر روزے کا قدیہ دینا ہوگا جو ایک روزے کے بدلہ میں صدقہ فطر کی مقدار کے برابر ہے۔

قال العلامة المصنفی: وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطرو یفدی وجوباً  
قال ابن عابدین المریض اذا تحقق الیأس من الصلحة فعليه الفدیة لكل يوم  
من المرض - رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۴ کتاب الصوم، فصل فی العوارض المبیحة  
لعدم الصوم

**ظن غالب کی بناء پر مرض بڑھ جانے کے خوف سے روزہ نہ رکھنا** | سوال :- ایک شخص بیمار ہے اور

نہ رکھنے کے بارے میں پوچھا نہیں، مگر اس کا غالب گمان یہ ہے کہ اگر وہ روزہ رکھے گا تو اس کی بیماری بڑھ جائے گی، تو کیا یہ بیمار شرعاً درست کر رہا ہے یا یہ کہ اس کو روزہ نہ رکھنے کے بارے میں ڈاکٹر سے لازمی پوچھنا پڑے گا؟

**الجواب :-** شرعاً شدت مرض یا خوف مرض کی وجہ سے روزہ افطار کرنا جائز ہے بشرطیکہ کسی ماہر مسلمان طبیب نے کہا ہو۔ چونکہ صورت مسئلہ میں مریض کا غالب شدت مرض ہے اس لیے اس کو اپنے گمان کی بناء پر روزہ نہ رکھنا مرض ہے، ڈاکٹر سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

ما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: او مریض خاف زیادة مرضه  
وصحیح خاف المرض المراد بالخوف غلبة الظن۔

رد المحتار ج ۱ ص ۱۵۳ کتاب الصوم

## باب الاعتکاف

### راعتکاف کے احکام و مسائل

**سوال :-** اگر عتکف سے خطا روزہ فاسد ہو روزہ کے فاسد ہونے سے اعتکاف کا حکم جائے تو کیا اس کا اعتکاف باقی رہے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** اعتکاف مسنون اور واجب دونوں کے لیے روزہ رکھنا چونکہ شرط ہے اسلئے اگر کسی عذر کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے تو اعتکاف بھی باقی نہیں رہتا، البتہ اگر بلا صوم اعتکاف میں بیٹھا رہا تو نفلی اعتکاف شمار ہوگا۔

لما قال العلامة الحسکفی: وشرط الصوم لصحة الاول اتفاقاً على المذهب قال العلامة ابن عابدین: قلت ومقتضى ذلك ان الصوم شرط ايضا في الاعتكاف المستنون لانه مقدم بالاعتراف لاخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض او سفر ينبغي ان لا يصح عنه بل يكون نقلاً۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۲ باب الاعتکاف) لہ

**سوال :-** اگر کسی وجہ سے اعتکاف فاسد ہو اعتکاف فاسد ہونے پر اس کی قضاء نہیں جائے تو کیا اس کی قضاء واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** فقہاء کرام کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف مسنون اور نفلی، ٹوٹ جانے سے اس کی قضاء واجب نہیں تاہم اگر جس دن یا رات کو اعتکاف ٹوٹ جائے اور اُسی دن رات کی قضا کی جائے تو بعض کے قول پر بھی عمل ہو جائے گا جو کہ بہتر ہے مگر ضروری نہیں۔

قال العلامة عالم بن العلاء: ولو شرع فيه ثقل قطع لایلزمه القضاء في رواية الاصل

لہ لما قال برهان الدين مرغینانی: قال الاعتکاف مستحب والصحيح انه سنة مؤكدة لان النبي ﷺ واظب عليه في العشر الاواخر من رمضان والمواظبة دليل السنة وهو البت في المسجد مع الصوم..... والصوم من شرطه..... ثم الصوم شرط لصحة الواجب

منه۔ (الهداية ج ۱ ص ۲۱۱ باب الاعتکاف)

وَمَثَلُهُ فِي الْبَنَاءِ شَرْحُ الْهَدَايَةِ ج ۲ ص ۳۸۲، ۳۸۳ باب الاعتکاف۔



وفی روایۃ الحسن یلزمہ۔ وفی الظہریۃ عن ابی حنیفۃؒ أنه یلزمہ یوماً۔  
(فتاویٰ تاتارخانیۃ ج ۲ ص ۱۲۱ الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف) ۱۷

**اعتکاف کا اہتمام نہ کرنے کے اثرات** | سوال :- اگر محلہ والے اعتکاف کا اہتمام نہ کریں تو اس سے ان کی ذمہ داری کہاں تک

متاثر ہوتی ہے؟

**الجواب :-** اعتکاف جملہ محلے والوں کے لیے سنت مؤکدہ کفایہ ہے، اگر تمام محلہ والوں کی طرف سے ایک شخص بھی اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے تو جملہ محلہ والوں کا ذمہ فارغ ہو جائے گا، لیکن اگر پورے محلہ میں سے کوئی ایک شخص بھی اعتکاف کے لیے نہ بیٹھے تو تمام محلہ والے گنہگار ہوں گے۔  
قال ابن عابدینؒ :- (وسن مؤکداً) ای استئنا ناً مؤکداً۔ بمعنی انه طلب طلباً۔ مؤکداً زیادة علی بقیۃ النوافل۔ ولہذا کانت السنۃ المؤکدۃ قریبۃ من الواجب فی لحوق الاثم کما فی البحر۔ ویستوجب تا رکھا التذلیل واللوم کما فی التحریر۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۱ باب الوتد۔ مطلب فی السنن والنوافل) ۱۸

**اعتکاف کا کسی دوسری مسجد میں قرآن کریم سننے یا سنانے کیلئے نکلنا** | سوال :- اگر فقط قرآن،

قرآن سنانے کا اپنی مسجد میں انتظام نہ ہو تو کیا وہ صرف قرآن سنانے کے لیے کسی دوسری مسجد میں جاسکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** تراویح میں قرآن کا ختم بلا شک سنت ہے، البتہ بصورت استثناء یعنی اعتکاف میں چند امور کی نیت سے مسجد سے نکلنا مریض ہے لیکن بہتر عدم خروج ہے تاکہ اعتکاف کے

۱۷ قال ابن عابدینؒ: فلو شرع فنفله ثم قطعه لایلزمہ قضاء لانہ لا یشتغل بہ الصوم علی الظاہر من المذہب فمافی بعض المعتبر انہ یلزم بالشروع مفوع علی الضعیف قالہ المصنف وغیرہ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۱ باب الاعتکاف)  
وَمِثْلُهُ فی الہدایۃ ج ۱ ص ۲۱۱ باب الاعتکاف۔

۱۸ قال العلامة محمد عبدالحیؒ: والصیغہ الذی علیہ جمہور الفقہاء ہوائہ سنۃ مؤکدۃ فی العشر الاواخر من رمضان علی سبیل الاستیعاب کفایۃ علی اہل کل بلدۃ۔ (حاشیہ ہدایہ ج ۱ ص ۲۱۱ باب التوافل۔  
وَمِثْلُهُ فی حاشیۃ مستخلص الحقائق ج ۱ ص ۲۰۹ باب التوافل

تقدس پر کوئی اثر نہ پڑے۔

وفي الهندية: ولو شرط وقت النذر والا لتمام ان يخرج الى عيادة المريض وصلوة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك - (فتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۲۱ الباب السابع في الاعتكاف) ۱۷

**اعتکاف کے دوران بے فائدہ باتوں سے اجتناب کا حکم | سوال:** کیا اعتکاف کے

یا نہیں؟ کیونکہ بسا اوقات انسان غیر اختیاری طور پر ایسی باتیں کر جاتا ہے جن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا؟

**الجواب:**۔ اعتکاف کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کثرت سے کی جائے

لہذا دوران اعتکاف دنیاوی باتوں سے حتی الامکان اجتناب کرنا چاہیے تاہم دینی مسائل پر گفتگو کرنا

اور ضروریات اس سے مستثنیٰ ہیں، البتہ دنیاوی باتیں کرنے سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

قال العلامة عبد الرحمن جزري: وما آدابها فمنها ألا يتكلم إلا بخير -

(الفقه على المذاهب الأربعة ج ۱ ص ۵۸۹ باب الاعتكاف) ۱۸

**معتکف کی موت پر اعتکاف کی تکمیل کا حکم | سوال:** اگر معتکف دوران اعتکاف انتقال

کر جائے تو کیا کسی اور کا اس کی جگہ اعتکاف بیٹھنا

ضروری ہے یا نہیں تاکہ اعتکاف مکمل ہو جائے؟

**الجواب:**۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں پورے دس دن کا اعتکاف کرنا سنت ہے

چند ایام اعتکاف کرنے سے سنت ادا نہیں ہوتی، موت واقع ہونے کی صورت میں معتکف نے

اعتکاف پورا نہیں کیا کیونکہ اس کا اعتکاف عشرہ تک نہ رہا۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور شخص اعتکاف پر

۱۷ قال عالم بن العلاء: ولو شرط وقت النذر والا لتمام ان يخرج الى عيادة المريض وصلوة الجنازة

وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك - (فتاوى تاتارخانية ج ۲ ص ۲۱۲ الفصل الثاني عشر في الاعتكاف)

وَمِثْلُهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۲۲۸ بَابُ الْاِعْتِكَافِ -

۱۸ قال عالم بن العلاء: ولا يتكلم بفضول كلام الدنيا..... ولا يتكلم بما فيه اثر

فان النبي صلى الله عليه وسلم كان يحدث مع الناس في اعتكافه -

(فتاوى تاتارخانية ج ۲ ص ۲۱۲ تا ۲۱۴ الفصل الثاني عشر في الاعتكاف)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۰۴ بَابُ الْاِعْتِكَافِ -

**سوال: معتكف كے ليے شرعاً نماز جنازہ كيا معتكف كيلئے نماز جنازہ پڑھنا درست ہے؟**

ضرور ہے تاہم نفلی اعتکاف میں توسع کی بنیاد پر بغیر استثناء کے نکلنا مفسد اعتکاف نہیں۔

حضور مجلس العلم يجوز له ذلك ..... وأما في الاعتكاف النقل فلا بأس بان يخرج  
بعذر أو بغير عذر - ( الفتاوى التاتارخانية ج ٢ ص ٣١٢، ٣١٣ كتاب الصوم باب الاعتكاف ) ٢٤

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ١ مَكْتُوبِ كِتَابِ الطَّهَارَةِ —

ذلك ..... وما روى عنه صلى الله عليه وسلم من الرخصة في عبادة المريض وصلوة جنازة  
فقال أبو يوسف ذلك مجموع على اعتكاف التطوع - رمعارق السن ج ٥ - باب المعتكف يخرج للحاجة أم لا -



**معتکف کا نماز باجماعت کے لیے مسجد سے نکلنا** | سوال :- جس مسجد میں نماز باجماعت پابندی کے ساتھ نہ ہوتی ہو یا سب سے جماعت ہوتی

ہی نہ ہو تو معتکف کے لیے کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانا شرعاً کیسا ہے ؟  
**الجواب :-** مرد کے اعتکاف کے لیے جماعت والی مسجد ضروری ہے، البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں جماعت کی کوئی ممکن صورت نہ ہو تو معتکف کے لیے کسی دوسری مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے جانا درست ہے البتہ اگر نہ جائے تو اس کے اعتکاف پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔  
 قال العلامة علاؤ الدین الحصکفیؒ :- فی مسجد جماعۃ ہو مالہ امام ومؤذن ادیت فیہ الخمس ام لا، وعن الامام اشتراط اداء الخمس فیہ صححہ بعضہم وقال لا یصلح فی کل مسجد وصححہ السربجی واما الجامع فیصح فیہ مطلقاً اتفاقاً۔ قال ابن عابدینؒ : ای وان لم یصلوا فیہ الصلوۃ کلہا۔۔۔۔۔

ایضاً قال الحصکفیؒ :- حرم علیہ الخروج الا لحاجة الانسان طبیعة کبول وغائط و غسل۔۔۔۔۔ او شرعیة کعیدواخان لومؤذنا و باب المنة خارج المسجد۔  
 (الدر المختار علی صدک رد المحتار ج ۲ ص ۴۴۰ باب الاعتکاف) لہ

**معتکف کا غسل جمعہ کے لیے مسجد سے نکلنا** | سوال :- دوران اعتکاف جمعہ کے دن غسل کرنے کے لیے مسجد سے نکلنا جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** فقہاء کرام کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ معتکف کا جمعہ کے دن غسل کے لیے مسجد سے نکلنا جائز ہے، بعض جزئیات میں سنت مؤکدہ اعتکاف کو نفل اعتکاف میں شمار کیا گیا ہے اسی طرح ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کرنے کے لیے مسجد سے نکلنے کی صورتیں اعتکاف فاسد نہیں ہوتا تاہم اجتناب اولیٰ ہے۔

قال العلامة الحصکفیؒ :- واما النقل فله الخروج لانه منه له کالمطل کما امر

لہ قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاریؒ : ثم المسجد الجامع ویجوز الاعتکاف فی الجامع وان لم یصلوا فیہ بالجماعة۔۔۔۔۔ ولا یخرج المعتکف من المسجد الا لحاجة لانزلة شرعیة کالجمعة او لحاجة طبیعة کالبول والغائط۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۶۱ الفصل السادس فی الاعتکاف)  
 ومثله فی الکفایۃ فی ذیل فتح القدیر ج ۲ ص ۳۰۸ باب الاعتکاف۔

قال ابن عابدین: (واما النفل) ای الشامل للسنة المؤکدة - (ردالمحتار ج ۲ ص ۴۴۳ باب العتکاف) ۱۔  
**سوال** :- اگر محلے کی مسجد میں جمعہ نہ ہوتا  
 معتکف جمعہ پڑھنے کے لیے کتنی دُور تک جاسکتا ہے

دور کی مسجد تک جاسکتا ہے؟

**الجواب** :- معتکف کے لیے شرعاً جمعہ پڑھنے کے واسطے مصرِ شہر جانے کی اجازت ہے  
 اگر مصر دور ہو تو قبل از زوال اپنی مسجد سے جمعہ پڑھنے کے لیے روانہ ہو سکتا ہے، تاہم ایسے وقت پر  
 پر روانہ ہونا چاہیے کہ وہاں پہنچ کر تسلی کے ساتھ سنتیں اور فرض پڑھ سکے، فرض پڑھنے کے فوراً بعد  
 اپنی مسجد کو واپس آجائے لیکن بقیہ سنتیں پڑھنے کے لیے اگر وہیں ٹھہر جائے تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔  
 قال فی الہندیۃ: ویخرج للجمعة حین تزول الشمس ان کان معتکفه قریباً من الجامع  
 بحيث لو انتظر زوال الشمس لا تفوته الخطبة والجمعة واذا کانت بحيث تفوته لم ینتظر زوال  
 الشمس لکنه یمکنه ان یأتی الجامع فیصلی اربع رکعات قبل الاذان  
 عند المنبر وبعد الجمعة یمکن بقدر ما یصلی اربع رکعات اوستا علی حسب اختلافہم فی  
 سنة الجمعة - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۱ الباب السابع فی الاعتکاف) ۲۔

**سوال** :- اگر اعتکاف کے دوران تعلیم کی  
 اعتکاف کی حالت میں تعلیم کے لیے نکلنا ضرورت پڑے تو معتکف کے لیے مسجد سے

نکلنے کا کیا حکم ہے؟

**الجواب** :- اگر کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھنے سے قبل بعض امور کے کرنے کو مشروط کرے تو

۱۔ قال العلامة عالم بن العلاء: - وامانی الاعتکاف النفل فلا بأس بان یمکنه بغير عذر -  
 (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ ج ۲ ص ۲۱۱ الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۳ ص ۳۱۱ الباب السابع فی الاعتکاف۔

۲۔ قال العلامة طاهر بن احمد بن عبد الرشيد: - وعن محمد انه ان كان منزله بعيداً من  
 الجامع یمکنه ان یبلغ الجامع عند النداء وان کان خروجه قبل الزوال هو الصیح -  
 (خلاصة الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۶۴ الفصل السادس فی الاعتکاف)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۱۱ باب الاعتکاف۔

اس دوران اس کے لیے وہ عمل کرنا جائز ہوگا اور اس سے اس کا اعتکاف متاثر نہیں ہوگا۔  
قال العلامة عالم بن العلاء: ولو شرط وقت النذر والالتزام ان يخرج الى عيادة المريض وصلوة الجنازة وحضور العلم يجوز له ذلك۔

(فتاویٰ تاتارخانیة ج ۲ ص ۱۲۲ الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف) لہ

**سوال:** اہل و عیال کی بیماری یا کسی بہت بڑے حادثہ کی وجہ سے اعتکاف کا چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟

**بوقت ضرورت اعتکاف سے نکلنا**

**الجواب:** ر جان و مال یا اہل و عیال کے کسی ممکنہ یقینی خطرہ کی وجہ سے اعتکاف کو چھوڑنا جائز ہے ایسی حالت میں ضرورت شدیدہ کی وجہ سے اگر معتکف باہر چلا جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا لیکن گنہگار نہ ہوگا، تاہم اگر مسجد کے انہدام کی وجہ سے یا جبراً مسجد سے نکالے جانے کی صورت میں فوراً دوسری مسجد میں داخل ہو جائے تو اعتکاف برقرار رہے گا۔

لما قال العلامة فخر الدین الزیلعی: وكذا الخروج للجنازة يفسد اعتكافه وكذا الصلواتها ولو تعينت عليه اولاد نجاء الغريق او الحريق او الجهاد اذا كان الصغير عاماً اولاداً الشهادة كل ذلك مفسد بخلاف الخروج لحاجة الانسان لانها معلومة الوقوع فتكون مستثناة ولهذا لو انهدم المسجد الذي هو فيه فانتقل الى مسجد آخر لم يفسد اعتكافه للضرورة لانه لحريق مسجداً بعد ذلك فقات شرطه وكذا لو تغرق اهله لعدم الصلوات الخمس فيه ولو خزن ظالم كرها او خاف على نفسه او ماله من المكابرين فخرج لا يفسد اعتكافه۔ (تبيين الحقائق ج ۱ ص ۳۵۱ باب الاعتكاف) لہ

لہ قال العلامة الحصكفی: ولو شرط وقت النذر ان يخرج لعيادة مريض وصلوة جنازة وحضور مجلس علم جاز ذلك فليحفظ۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۱۴۶ باب الاعتكاف)

وَمِثْلُهُ فِي حَاشِيَةِ طُحَاوِي ج ۱ ص ۴۸

لہ قال العلامة الحصكفی: ولهما ما لا يغلب كإنجاء غريق وانهدام مسجد فمسط لا ثم لا ليلطلان ولا كإن النسيان اولى بعدم الفساد كما حققه الكمال خلافاً لما فصله الزیلعی وغیره۔ قال ابن عابدین: تحت قوله خلافاً لما فصله الزیلعی حيث جعل الخروج لعيادة المريض والجنازة وصلواتها وإنجاء الغريق والحريق والجهاد اذا كان الصغير عاماً واداء الشهادة مفسداً بخلاف خروجه الى مسجد آخر بانهدام المسجد وتغرق اهله لعدم الصلوة الخمس فيه واخراج ظالم كرها وخوفه على نفسه او ماله من المكابرين۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۴۹ باب الاعتكاف)



**سوال :-** ظاہر ہے کہ مسجد میں ریح نکالنا  
معتکف کے لیے معتکف کا مسجد سے نکلنا

مسجد سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** مسجد میں اتراج ریح اگرچہ بالاتفاق مکروہ ہے لیکن طبعی تقاضے کی وجہ سے معتکف کے بارے میں فقہاء کرام کے مختلف اقوال ہیں، بعض فقہاء اتراج ریح کے لیے مسجد سے نکلنا افضل مانتے ہیں جبکہ بعض فقہاء مسجد سے نکلنے کو منع کرتے ہیں، اگرچہ سب کے ہاں مسجد ہی میں ریح نکالنا مخصص ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اتراج ریح کے لیے مسجد سے باہر نکلے۔

قال ابن عابدینؒ: (تحت قوله ولا البول والفسد فيه) وكذا لا يخرج فيه التيمم من الدبر كما في الاشباه واختلف فيه السلف فقل لا بأس وقيل يخرج اذا احتاج اليه وهو الاصح حموى عن شرح الجامع الصغير للتمرتاشي۔ (رد المحتار ج ۱ مطلب في احكام المسجد) ۴۸۶

**سوال :-** کسی آدمی کا بھول کر اپنے معتکف سے نکلنے کی وجہ سے اس کے اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** بھول کر معتکف سے نکلنا صاحبین کے نزدیک مفسد اعتکاف نہیں، لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اعتکاف باقی نہیں رہتا، احتیاط اسی میں ہے۔

قال برهان الدينؒ: - ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند ابى حنيفةؒ رحمه الله تعالى لوجود المنافي وهو القياس وقال لا يفسد۔ (الهداية ج ۱ ص ۲۱۲ باب الاعتكاف) ۴۸۷

۱۔ لما في الهندية، سئل ابو حنيفةؒ عن المعتكف اذا احتاج الى الفصد او الحمامة هل يخرج فقال لا وفي اللآلئ واختلف في الذي يفسد في المسجد فلم ير بعضهم بأساً وبعضهم قالوا لا يفسد ويخرج اذا احتاج اليه وهو الاصح كذا في التمرتاشي۔ (الفتاوى الهندية جلد ۵ ص ۳۲ کتاب الکرامية۔ البآلخامس في آداب المسجد) وَمِثْلُهُ فِي اِمْدَادِ الْفَتَاوَى ج ۲ ص ۵۱۶ باب الاعتكاف۔

۲۔ قال العلامة شيخ الاسلام ابى بكر بن على رحمه الله: - وكذا اذا خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند ابى حنيفة لوجود المنافي وعندهما لا يفسد۔

الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۸۱ باب الاعتكاف۔

وَمِثْلُهُ فِي فَتَحِ الْقَدِيرِ ج ۲ ص ۳۱۳ باب الاعتكاف۔

**سوال :-** اگر معتکف حَقّہ پینے کا عادی ہو حَقّہ پینے کے لیے مسجد سے نکلنا مَرخص نہیں تو کیا اس کے لیے حَقّہ پینے کی خاطر مسجد سے باہر

نکلنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حَقّہ نوشی کوئی ایسی چیز نہیں جو معتکف کے حوائج طبعی میں شمار ہو سکے جس کے لیے مسجد سے نکلنا مَرخص ہو، اگر مسجد کے احاطہ میں کھڑے ہو کر دھواں باہر نکالنا ممکن ہو تو تطبیق کی صورت پیدا ہو سکتی ہے، ورنہ مسجد سے محض اس کے لیے نکلنا یا مسجد میں حَقّہ پینا معتکف کو زریعہ نہیں دیتا، تاہم دورانِ اعتکاف ایسی چیزوں کا استعمال آزمائش سے خالی نہیں۔

لما قال العلامة الحصكفي :- (الخروج الا للحاجة الا انسان) بطبيعة كبول وغائط وغسل لاحتلم ولا يمكنه الاغتسال في المسجد او شرعية كعيد واذان لومؤذنا وباب المنارة خارج المسجد ..... فلو خرج ولو ناسيا ساعة زمانية لا رملية كما مر بلا عذر فسد۔

(الدر المختار على صمدارد المختار ج ۲ ص ۴۴۸ باب الاعتكاف) لہ

**سوال :-** اگر معتکف کسی ضرورت کی تکمیل کے لیے مسجد سے باہر نکلے تو راستے میں کسی سے باتیں کرنے

کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** اگر کوئی معتکف کسی ضرورت کے تحت مسجد سے باہر نکل کر چند باتیں کرے تو اس سے اعتکاف پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا البتہ اگر بلا ضرورت باتوں کیلئے ٹھہر جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا تاہم بہتر یہ ہے کہ بلا ضرورت باتوں سے اجتناب کیا جائے۔

قال ابن نجيم :- واما التكلم بغير خيفة يكره لغير المعتكف فما ظنك للمعتكف۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۴۰۲ باب الاعتكاف) لہ

لہ لما قال العلامة عماد بن حسن الشرنبلالی :- (ولا يخرج منه) من معتكفه فيشمل المرأة..... الحاجة شرعية كالجمعة..... او حاجة طبيعية كالبول والغائط وازالة نجاسة..... فان خرج ساعة بلا عذر فسد الواجب۔ (مراقی الفلاح علی صمدارد الطحاوی ص ۵۴۹ باب الاعتکاف)

وَمِثْلُهُ فِي كَفَايَةِ الْمُفْتَى ج ۲ ص ۲۲۲ باب الاعتكاف۔

لہ قال طاهر بن أحمد بن عبد الرشيد :- (واذا خرج لبول او غائط لا يكت في منزله بعد الفراغ من الطهور۔ (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۶۴ باب الاعتكاف۔

وَمِثْلُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ النيرة ج ۱ ص ۱۸۱ باب الاعتكاف

**حالتِ اعتکاف میں بیوی سے بوس و کنار کا حکم** | سوال: مسجد میں اعتکاف کے دوران اپنی بیوی سے بوس و کنار سے

اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** جماع مفسدِ اعتکاف ہے البتہ دواعی جماع و بوس و کنار مفسدِ اعتکاف نہیں مگر اس کا ارتکاب حرام ضرور ہے، تاہم اس دواعی سے اگر انزال ہو جائے تو اس صورت میں اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

لما قال العلامة الحصكفي: وبطل بوطئ في فرج انزل ام لا ولو كان وطؤه خارج المسجد ليلا او نهاراً عامداً او ناسياً في الاصح لان حالته مذكوة وبطل ربانزال بقبلة او لمس او تفخيز ولو لم ينزل لم يبطل وان حرم الكل لعدم الحرج — قال ابن عابدين: تحت قوله وان حرم الكل (اي كل ما ذكر من دواعي الوطء اذ لا يلزم من عدم البطلان بها حلها).

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ من ۲۵ باب الاعتكاف) لہ

**حالتِ اعتکاف میں بیوی سے باتیں کرنا** | سوال: کیا اعتکاف کی حالت میں بیوی سے باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ معتکف

مسجد میں ہو اور اس کی بیوی گھر میں ہو؟

**الجواب:** حالتِ اعتکاف میں بالکل خاموش رہنا مکروہ ہے، خیر اور بھلائی کی باتیں کرنا ہر کسی سے جائز ہے چاہے انسان کی شریکِ حیات ہو یا کوئی اور، تاہم بیوی سے پیار و محبت کی باتیں کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

قال العلامة الحصكفي: ويكره تحريماً صحت ان اعتقده قرينة والآلاتكلم الا بخير وهو مالا اشر فيه ومنه المباح عند الحاجة اليه لا عند عدوها الخ۔ (الدر المختار على رد المحتار ج ۲ باب اعتكاف)

لما وفي الهندية: (ومنها الجماع ودواعيه) فيحرم على المعتكف الجماع ودواعيه نحو المباشرة والتقبيل واللمس والمعانقة والجماع فيما دون الفرج والليل والنهار في ذلك سواء والجماع عامداً او ناسياً ليلاً او نهاراً يفسد الاعتكاف انزل أو لم ينزل وما سواه يفسد اذا أنزل وان لم ينزل لا يفسد۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۳ الباب السابع في الاعتكاف)

ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۱۶ كتاب الاعتكاف۔



کیا محلے کی ہر مسجد میں اعتکاف ضروری ہے؟ | سوال :- کیا رمضان المبارک میں محلے کی ہر مسجد میں اعتکاف کرنا ضروری

ہے یا نہیں؟

الجواب :- رمضان کے مہینے میں اعتکاف مسنون علی الکفایہ ہے لیکن فقہی ذخائر میں اس بات کی کوئی تصریح نظر سے نہیں گذری ہے کہ ہر محلے کی ہر مسجد میں اعتکاف کرنا ضروری ہے، البتہ علامہ شامیؒ کی ایک تشبیہ سے جو انہوں نے اعتکاف کو تراویح کے ساتھ دی ہے معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کی طرح اعتکاف بھی ہر محلے کی ہر مسجد میں مسنون ہے۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: (رقوله سنة على الكفاية) نظيرها اقامة التراويح بالجماعة فاذا قام بها البعض سقط الطالب عن الباقيين فلم يأتوا بالمواظبة على الترتك بلا عذر ولو كان سنة عين لا تترك المؤكدة اثم دون اثم ترك الواجب۔  
(رد المحتار ج ۲ ص ۴۲۲ - فصل في الاعتكاف)

وقال ايضا تحت قوله والجماعة فيها سنة على الكفاية: (اذا كان اصل التراويح سنة عين (الى ان قال) وهل المراد انها سنة كفاية لاهل كل مسجد من البلدة او مسجد واحد منها او من المحلة ظاهر كلام الشارح الاول واستظهر الثاني ويظهر لي الثالث لقول المنية حتى لو ترك اهل محلة كلهم الجماعة فقد تركوا السنة واساؤا۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۲۳ - فصل في التراويح)

سوال :- اگر اذان خانہ مسجد معتکف کا اذان کے لیے خارج از مسجد اذان خانہ کو جاتا

مسجد میں معتکف ہے اذان کے لیے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- معتکف بلا ضرورت شرعی و طبعی کے مسجد نہ نکلتا جائز نہیں، چونکہ اذان دینا ایک امر شرعی ہے اسلئے اذان کے لیے مسجد سے باہر اذان خانے کو جاسکتا ہے اور اس سے اعتکاف متاثر نہیں ہوگا۔

لما قال العلامة الحصكفي: (وشرعية اى خروج لحاجة شرعية كعيد واذان لومؤذنا وباب المنارة

خارج المسجد۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۴۸ - باب الاعتكاف)

قال العلامة ابن همام: (وصعود المئذنة ان كان بابها من خارج المسجد يفسد في ظاهر الرواية وقال بعضهم هذا في حق المؤذن لا خروج للاذان معلوم فيكون مستثنى اما غيره فيفسد اعتكافه وصح قاضيان انه قول لكل في حق الكل۔

(فتح القدير ج ۲ ص ۳۱۱ - باب الاعتكاف) - وَمِثْلُهُ فِي خِلَاصَةِ النَّشَاوِي ج ۱۱ (باب السادس في الاعتكاف)۔

## عورتوں کے لیے اعتکاف کا حکم | سوال :- عورتوں کا اعتکاف کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ علماء احناف کی اس بارے میں

کیا رائے ہے؟ ہمارے علاقے کے گھروں میں عورتوں کے لیے نماز پڑھنے کی کوئی خاص جگہ مقرر نہیں ہوتی اور وہ ہر پردہ کی جگہ میں نماز ادا کر لیتی ہیں، تو کیا وہ گھر میں جس جگہ نماز پڑھتی ہیں اسی جگہ اعتکاف کر سکتی ہیں یا نہیں؟

**الجواب :-** عورتوں کا اپنے گھروں میں اعتکاف کرنا احناف کے ہاں جائز ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں، عورتیں گھر کے کسی بھی کونے میں پردہ لگا کر اعتکاف کر سکتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ عورتوں کا نماز کے لیے گھر کے اندر کوئی خاص جگہ مقرر کرنا ضروری نہیں، جہاں بھی ممکن ہو نماز بلا کراہت ادا کی جاسکتی ہے، تاہم جہاں تک ہو سکے پردہ میں نماز ادا کی جائے تو بہتر ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: اولبت امرأة في مسجد بيتها. قال العلامة ابن عابدین: قوله في مسجد بيتها وهو المعد لصلاتها الذي يندب لها وكل احد اتخاذه - رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۱ باب الاعتكاف

**حالت اعتکاف میں اخبار وغیرہ پڑھنے کا حکم | سوال :-** معتکف آدمی اعتکاف سکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح خبریں سننے کی غرض سے ریڈیو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ اخباراتیں اکثر عریاں تصویریں ہوتی ہیں جبکہ ریڈیو میں صرف آواز سنائی دیتی ہے، تو کیا خبریں سننا زمرہ عبادت میں شمار ہیں یا معاملات میں؟ ان افعال کے مرتکب شخص کو باریاں سمجھایا گیا کہ معتکف کے لیے یہ فعل غیر مناسب ہے، معتکف چونکہ ریڈیو پرچر ہے اس لیے وہ اپنے اس فعل کو مجتہد کی حیثیت سے چھوڑنے کے لیے قطعاً تیار نہیں۔ برائے مہربانی تقدس مسجد اور آداب اعتکاف سے تفصیلاً آگاہ فرمائیں؟

لہ وفي الہندیۃ: المرأة تعتکف في مسجد بيتها اذا اعتکف في مسجد بيتها فذلك البعقة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجل لا تخرج منه الا الحاجة الانسان - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۱ الباب السابع في الاعتکاف)

**الجواب :-** اعتکاف کا بنیادی مقصد رضا الہی ہے اس لیے اعتکاف کے دوران اُن عبادات میں مشغول ہونا چاہیے جو رضا الہی کا باعث بنتی ہوں۔ فقہاء کرام نے معتکف کے لیے قرآن کریم کی تلاوت، احادیث مبارکہ اور دینی کتابوں کا مطالعہ اور نوافل کثرت سے پڑھنا تجویز کیا ہے، لہذا ایک معتکف کو ان امور میں مشغول رہنا چاہیے نہ کہ اخبار پڑھنے اور خبریں سننے میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرے۔ اور ویسے بھی مسجد کے اندر تصاویر اور آلات لہو و لعب لے جانا شرعاً جائز نہیں۔ اس لیے کسی معتکف کو ریڈیو سے خبریں سننا اور اخبارات دیکھنا صحیح نہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ : تکلم الا بخیر و هو ما لا اثم فیہ ومنہ المباح عند الحاجة الیہ لا عند عدمها..... کقرآن قرآن وحديث وعلم وتدریس فی سیر الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایة الصالحین وکتابۃ امور الدین۔

الدر المختار علی ص ۲۴۹، ۲۵۰ باب الاعتکاف  
سوال :- عمومی طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اعتکاف بحالت اعتکاف جبکہ تبدیل کرنا کے لیے ایک جگہ مخصوص کرتے ہیں، کیا جگہ مخصوص کرنے

کے بعد بحالت اعتکاف اُس جگہ کو تبدیل کیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟  
الجواب :- اعتکاف کیلئے مسجد کا ہونا ضروری ہے، معتکف مسجد کے اندر جہاں چاہے رہ سکتا ہے، حالت اعتکاف میں مسجد کے اندر جگہ تبدیل کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

لما قال الشیخ عزیز الرحمن : تمام مسجد میں جہاں چاہے اعتکاف، بیٹھنے میں کچھ حرج نہیں۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۵ باب الاعتکاف

لہ وفي الهندية : ويلازم التلاوة والحديث والعلم وتدریسه وسیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم والانبیاء علیہم السلام واخبار الصالحین وکتابۃ امور الدین۔

الفتاویٰ الهندية ج ۱ ص ۲۱۲  
الباب السابع فی الاعتکاف



سوال :- کیا سردی کے دنوں میں معتکف اپنے مخصوص جگہ سے نکل کر باہر صحن میں دھوپ کے لیے بیٹھ سکتا ہے؟

الجواب :- حالت اعتکاف میں مسجد کے اندر رہنا ضروری ہے، تمام مسجد معتکف کے لیے معتکف ہے، لہذا معتکف آدمی مسجد کے اندر جہاں چاہے قیام کرے اگرچہ مخصوص جگہ کے علاوہ ہی ہو۔

لما قال الشيخ عزير الرحمن: معتكف حين مسجد میں معتكف ہے اس تمام مسجد میں جس جگہ چاہے رہ سکتا ہے اور سو سکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۵۳۵ باب الاعتكاف)

سوال :- ہمارے گاؤں کا ایک شخص رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے کیلئے

محلے کی مسجد میں بیٹھ گیا۔ چونکہ اس کے لیے گھر سے سحری اور افطاری لانے کا کوئی انتظام نہ تھا اس لیے اسے خود ہی سحری اور افطاری لانے کے لیے گھر جانا پڑتا، ایک دن سحری لانے کیلئے جب وہ گھر گیا تو لاعلمی میں اس نے ضرورت سے زیادہ وقت گزارا اور اپنی بیوی کا بوسہ بھی لیا لیکن جماع نہیں کیا۔ اس پر مسجد کے امام نے اس سے کہا کہ آپ کا اعتکاف ٹوٹ گیا ہے اسلئے آپ اس کی قضاء کریں۔ آنجناب سے التجا ہے کہ کیا یہ شخص تمام دنوں کے اعتکاف کی قضاء کرے گا یا صرف اسی دن کی؟ نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ کیا اعتکاف کی قضاء غیر رمضان میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- جو شخص رضا الہی کے لیے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں معتکف ہو جائے تو وہ بلا ضرورت شرعی یا دنیوی مسجد کی حدود سے باہر نہ نکلے۔ بہتر یہ ہے کہ گھر سے سحری یا افطاری لانے کے لیے کوئی دوسرا انتظام کیا جائے لیکن اگر کوئی دوسرا انتظام ممکن نہ ہو تو پھر خود بھی جاسکتا ہے مگر بقدر ضرورت یعنی صرف سحری یا افطاری اٹھا کر مسجد میں لے آئے۔

لہ قال العلامة الشيخ ظفر احمد العثماني: ہر وقت گوشہ میں رہنا ضروری نہیں بلکہ عبادت نافذہ ذکر کے لیے اس میں رہنا بہتر ہے، باقی اوقات میں مسجد کے اندر جہاں چاہے اٹھ بیٹھے۔

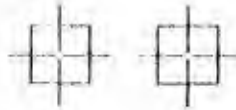
(امداد الاحکام ج ۲ ص ۱۲۵ باب الاعتكاف)

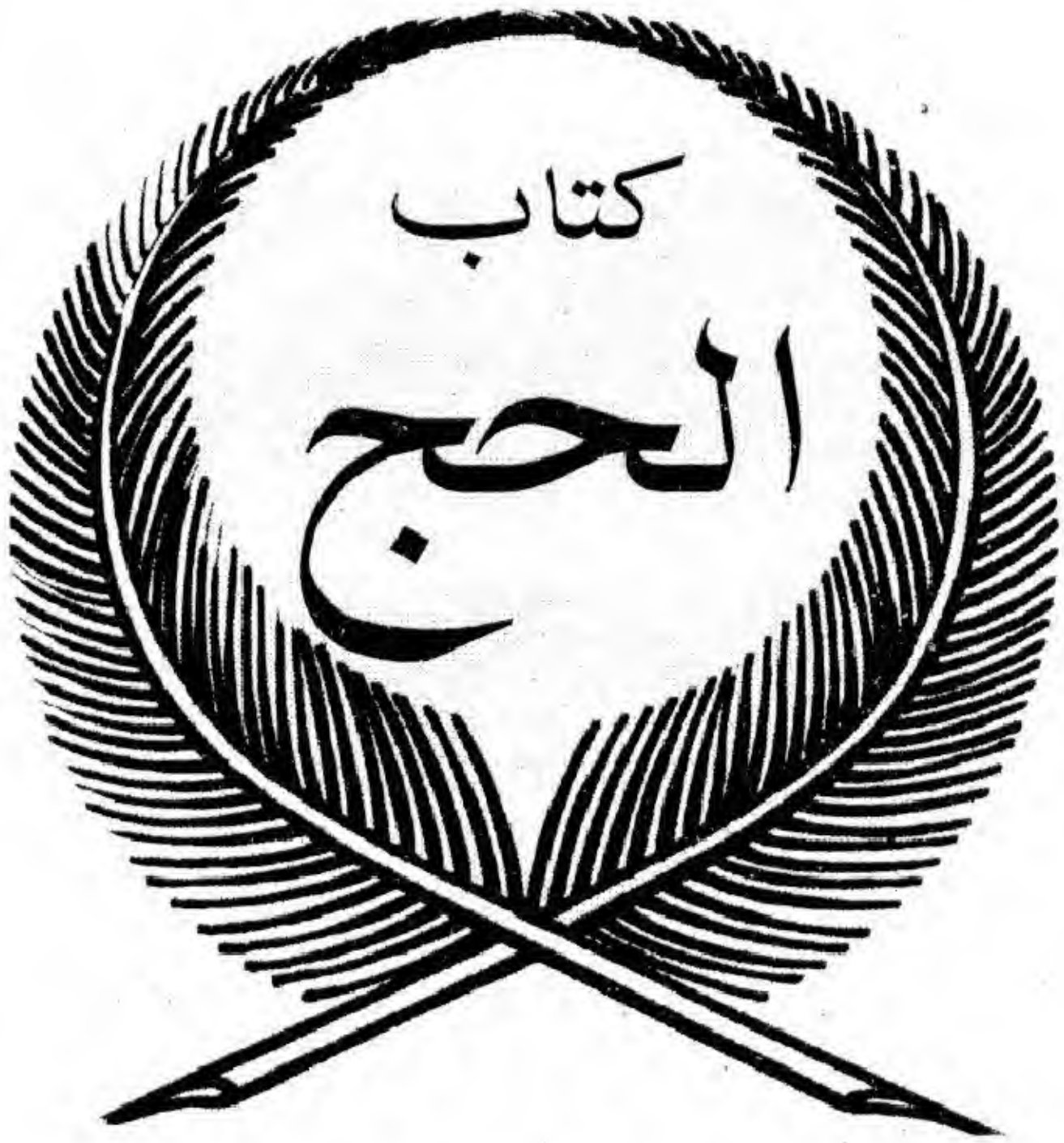
کما قال العلامة المرغینانی: ولا ینخرج من المسجد إلا لحاجة الناس  
والجمعة۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۲ کتاب الصوم، باب الاعتکاف)  
ضرورت سے زیادہ تاخیر نہ کرے اور نہ اُن اوامر کا ارتکاب کرے جو شرعاً اعتکاف کے  
دوران ممنوع ہیں، مثلاً بیوی سے جماع کرنا یا دعاوی جماع کرنا وغیرہ۔ لہذا صورتِ مسئلہ میں  
چونکہ اس شخص نے حالتِ اعتکاف میں دو منہیات کا ارتکاب کیا ہے (۱) سحری لاتے وقت  
بلا ضرورت گھر میں ٹھہرا۔ (۲) اپنی منکوحہ کا بوسہ لیا۔ اس لیے اس کا اس دن کا اعتکاف ٹوٹ  
گیا ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: ونخص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج  
الیہ۔۔۔ فلو خرج لاجلها فسد لعدم الضرورة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۱ باب الاعتکاف)  
اس لیے اس پر صرف اسی دن کے اعتکاف کی قضا کر ہے۔

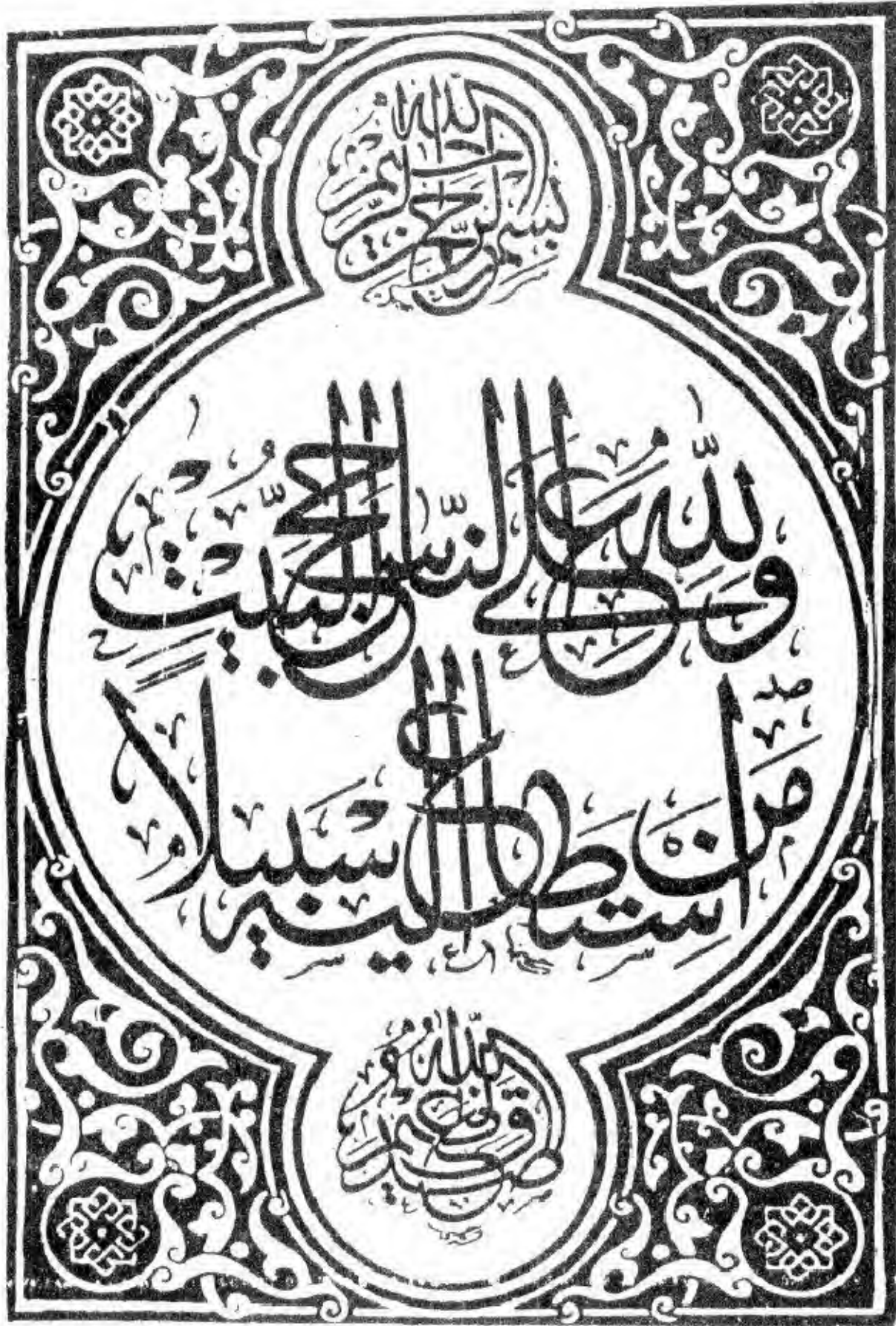
کما قال العلامة ابن عابدین: ای علی قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ ینقضی  
الیوم الذی افسدہ لاستقلال کل یوم بنفسہ۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۱۴۳ کتاب الصوم۔ باب الاعتکاف)  
قضاء چاہے رمضان میں کسے یا غیر رمضان میں، لیکن غیر رمضان میں اعتکاف کی قضا  
کرتے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اُس دن روزہ بھی رکھے۔









## باب شرائط الحج و ارکانہ

(حج کے شرائط و ارکان کے بارے میں)

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج کی فرضیت کا وقت ایک آدمی کو رمضان کے مہینہ میں اپنے دادا کی میراث سے کافی مقدار میں مال ملا اور محرم کے مہینہ تک مال موجود رہا بعد میں مال خرچ ہو گیا تو کیا اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟

**الجواب:** فرضیت حج کے لیے اشہر حج میں مال کثیر کا مالک بننا ضروری ہے، چونکہ یہ آدمی اشہر حج میں مال کا مالک بنا تھا اس لیے اس پر حج فرض ہو گیا ہے، البتہ اگر یہ آدمی کسی ایسے بعید ملک میں رہتا ہو کہ وہاں سے اشہر حج سے قبل حجاج روانہ ہوتے ہوں تو قافلہ حجاج کی روانگی کا وقت معتبر ہوگا۔

قال الامام ابن ہمام: والاولی ان یقال اذا کان قادراً وقت خروج اهل بلدة ان کانوا یخرجون قبل اشهر الحج وبعد المسافة او قادراً فی اشهر الحج ان کانوا یخرجون فیہا ولحرج حتی اذ تقر تقر دیناً۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۲ کتاب الحج م ۱۷)

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس ضرورت سے زائد زمین ہو تو حج فرض ہے مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کی زمین اس کی ضروریات سے زائد ہے تو کیا اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟

**الجواب:** مصارف حج ادا کرنے کے بعد اتنی زمین باقی رہتی ہو کہ وہ اس کے اور اس کے اہل و عیال کی معاش کے لیے کافی ہو تو اس پر حج فرض اور لازمی ہے۔

وفی الہندیۃ: ان کان لہ من الضیاع تو یباع مقدار ما یکفی لذاد والراحلة ذاہب

لہ قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله علی مسلم الاول شروط الوجوب والوقت ای القدرة فی اشهر الحج او فی وقت خروج اهل بلدة علی ما یأتی۔

رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۸ کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال الحرام

وَمَثْلُهُ فی الہندیۃ ج ۱ ص ۳۱۹ کتاب المناسک، الباب الاول۔

وجائياً ونفقة عياله وولاده وبقی له من الصنیعة قدر ما یعیش بغلّة الباقي یفترض علیه الحج والافلا۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۱۸ الباب الاول فی تفسیر الحج) لہ

**سوال :-** میری کچھ زمین ہے اُس سے جو سالانہ آمدنی حاصل ہوتی ہے اس سے صرف میرا خرچہ پورا ہوتا ہے تاہم اگر زمین کی قیمت لگائی جائے تو وہ کافی مالیت کی بنتی ہے، کیا اس قیمت کی وجہ سے مجھ پر حج فرض ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حج کی فرضیت کے لیے مالی استطاعت کا ہونا ضروری ہے صرف زمین کی قیمت پر حج فرض نہیں ہوتا البتہ اگر زمین کی آمدنی اتنی مقدار میں ہو کہ جس سے اہل و عیال کا اور حج کے لیے آمد و رفت کا خرچہ پورا ہوتا ہو تو حج فرض ہے ورنہ نہیں۔

قال العلامة برهان الدین مرغینانیؒ: اذا قدر علی الزاد والراحلة فاضلة عن المسکن وما لا بد منه وعن نفقة عیاله الیٰ حیث عودہ۔ (الہدایہ ج ۱ ص ۲۱۸ کتاب الحج) لہ

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیوہ عورت کی اولاد مالدار ہے اور ماں کو بھی اولاد کے مال پر تصرف کرنے کا پورا پورا اختیار ہے، تو کیا اس اختیار کی وجہ سے اس عورت پر حج فرض ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر اس عورت کے پاس مال بطور ملک ہو اور اس میں شرائط حج بھی پائی جائیں تو اس پر حج فرض ہے، صرف مال پر اختیار ہونے کی وجہ سے شرعاً حج فرض

لہ وقال قاضیان: وان کان صاحب صنیعة ان کان له من الضیاع لوباع مقدار ما یکفی لزاد والراحلة ذائباً وجائياً ونفقة عیاله واولاده وبقی له من الصنیعة قدر ما یعیش بغلّة الباقي یفترض علیه الحج والافلا۔ (الفتاویٰ قاضی خان علی ہاشم الہندیہ ج ۱ ص ۲۱۸ کتاب الحج)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۱۲ کتاب الحج۔

لہ قال العلامة التمشیؒ: وراحلة فضلة عما لا بد منه وفضلاً عن نفقة عیاله الیٰ حیث

عودہ۔ (تنویر الابصار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۴۶۲ کتاب الحج)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۱۲ کتاب الحج۔



نہیں ہوتا۔

واما شرائط الوجوب منها الاسلام ومنها العقل ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك۔ (الفتاوى الهندية ج ۲۱ کتاب الحج، الباب الاول في تفسير الحج) ۱۔  
**مشترکہ مال سے حج کی فرضیت کا حکم** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار بھائی مشترکہ کاروبار کرتے ہیں، کیا اس کاروبار سے جو نفع حاصل ہوتا ہے اس سے ایک بھائی حج کر سکتا ہے؟ نیز مشترکہ مال پر حج فرض ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر مشترکہ کاروبار کے اس منافع کو چار حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد ہر ایک کے حصہ میں اتنی رقم آئے کہ اس سے حج کے جملہ اخراجات پورے ہوتے ہوں تو ہر حصہ دار پر حج فرض ہے، مال مشترکہ کے کل نفع پر مجموعی طور پر حج فرض نہیں ہوتا۔

قال العلامة المحقق :- علی مسلم ذی زاد، الحج۔ وراحلة فضلاً عما لا بد منه و فضلاً عن نفقة عیالہ الخ الى حین عودہ، راجع المختار صدر المختار ج ۲ ص ۲۵۸ کتاب الحج، ۲۔

**حکومت کے خرچ پر حج کرنے سے حج کا فرضہ ساقط ہو جاتا ہے** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام

کہ ایک آدمی سرکاری ملازم ہے اور وہ ہر چھہ رقم جمع کرتا ہے باقی رقم حکومت اپنی جانب سے ادا کرتی ہے لہذا اگر یہ شخص اس طرح حج کئے تو کیا یہ حج فرض حج شمار ہوگا یا نقل؟

**الجواب :-** اس سفر سے اس کا حج فرض ادا ہو کر اس کا ذمہ فارغ ہو جائے گا، کیونکہ

۱۔ قال العلامة التتري شئ :- علی مسلم ذی زاد وراحلة وفضلاً عن نفقة عیالہ الخ الى حین عودہ۔ (تنوير الابصار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۲۶۱ کتاب الحج) ۲۔  
 وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۱۱ کتاب الحج۔

۱۔ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري :- شرائط وجوب الحج العقل والبلوغ والحريّة والاستطاعة وتكلموا في تفسير الاستطاعة۔ قال ابو حنيفة في ظاهر رواية تفسيرها سلامة البدن وملك الزاد والراحلة۔ (فتاوى تلمارغايہ ج ۲ ص ۲۲۹ کتاب الحج، الفصل الاول في شرائط الوجوب) ۲۔  
 وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَةِ ج ۲۱ الباب الاول في تفسير الحج۔

حکومت نے جو رقم دی ہے وہ حج بدل کے لیے نہیں بلکہ بطور تعاون دی ہے۔

قال العلامة الحسکفی: بخلاف ما لو خرج ليحج عن نفسه وفقير جازعته وصوله الى الميقات صار قادراً لقدرة نفسه وفيه ايضاً الا فاق اذا وصل الى الميقات فهو كالمكي۔

(الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۴۶ کتاب الحج)۔

**سوال :-** ایک شخص کے مال میں حرام مال کا اختلاط ہے اب وہ حج کرتا ہے تو اس کے لیے کسی سے کچھ رقم قرض پر لیتا ہے لیکن جب قرض ادا کرتا ہے تو حرام مال سے ادا کرتا ہے، تو کیا اس شخص کا حج صحیح ہے یا غلط؟

**الجواب :-** وجوب حج کے لیے مال حلال یا مخلوط مال کا ہونا ضروری ہے چونکہ اس شخص نے قرض (مال حلال) لے کر حج کیا تو اس کا حج صحیح ہے اگرچہ اس شخص نے قرض کو مال حرام سے واپس کیا ہوتا ہے اس طرح کی حیلہ بازیوں سے اجتناب ضروری ہے۔

اذا اراد الرجل ان يحج بمال الحلال فيه شبهة فانه يستدين للحج ويقضى دينه من ماله كذا في فتاوى قاضيان۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۲ الباب الاول في الحج)۔

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص چوری کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر تجارت کرے اور جب اسے غنم حاصل ہو اور اس پر حج قرض ہو جائے تو کیا یہ شخص اس مال سے حج کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** چوری کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانے سے کل مال اس کی ملک میں

لے قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری: والفقير اذا حج ماشاء ثم ايسر لاج عليه۔

(الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۴۳ کتاب الحج۔ الفصل الاول في شرائط الوجوب)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۱ کتاب الناسك الباب الاول۔

قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری: واذا اراد ان يحج بمال الحلال فيه شبهة فانه يستدين للحج ويقضى

دينه من ماله۔ (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۵۶ کتاب الحج الفصل العشرون في المتفرقات)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۳۹ کتاب الحج۔

داخل ہو گیا ہے تو وجوب کے شرائط پائے جانے کی صورت میں اس پر حج فرض ہے، اسلئے حج سے بچنے کیلئے مال حرام کی موجودگی کا بہانہ نہ بنائے بلکہ حج ادا کرے۔

قال العلامة ابن عابدین: كالحج بمال حرام ليس الحرام بل حرام هو الانفاق للمال الحرام ولا للازم بينهما۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب الحج مطلب فیمن حج بمال حرام) لہ سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حج فرض ہونے کے بعد تنگدستی سے حج ساقط نہیں ہوتا

عورت پر حج فرض تھا لیکن بعض عوارض کی وجہ سے وہ حج نہ کر سکی جبکہ اب وہ تنگدست ہو چکی ہے، کیا اس تنگدستی کی وجہ سے اس سے حج ساقط ہو گیا یا نہیں؟ نیز اگر کوئی آدمی حج فرض ہونے کے باوجود صرف عمرہ کر لے تو کیا اس سے حج ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر کسی عورت کے پاس اتنی رقم موجود ہو کہ وہ اپنا اور محرم کا خرچہ برداشت کر سکتی ہو تو اس پر حج فرض ہے، تنگدست ہو جانے سے یا عمرہ کر لینے سے حج ساقط نہ ہو گا زندگی میں حج کرنا ضروری ہے اور اگر حج نہ کر سکا تو پھر موت سے قبل حج کی وصیت کرے اور اس کی وصیت پر عمل کیا جائے گا۔

ومنها المحرم للمرأة شابة كانت او عجوزاً اذا كانت بينهما وبين مكة

ثلاثة ايام، لھذا فی المحيط۔ (الفتاویٰ الھندیۃ ج ۱ ص ۲۱۹ کتاب الحج)

وقال ایضاً :- واما شرائط وجوبہ منہا الاسلام حتی لو ملک بہ الاستطاعة حال کفرہ ثم اسلم بعد ما افتقر لا یجب علیہ شیء بتلك الاستطاعة بخلاف ما لو ملکہ مسلماً فلم یحج حتی افتقر حیث یتقر الحج فی ذمتہ دیناً علیہ۔

(الفتاویٰ الھندیۃ ج ۱ ص ۲۱۷ کتاب المناسک، الباب الاول) لہ

لہ فی الھندیۃ: ویجتہد فی تحصیل نفقة حلال فانہ لا یقبل الحج بالنفقة الحرام مع انہ یسقط القرض معها۔ (الفتاویٰ الھندیۃ ج ۱ ص ۲۱۷ الباب الاول فی تفسیر الحج)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۰۹ کتاب الحج۔

لہ قال العلامة ابن ہمام :- بخلاف ما لو ملکہ مسلماً فلم یحج حتی افتقر حیث یتقر الحج فی

ذمتہ دیناً علیہ۔ (فتح القادیر ج ۲ ص ۳۱۳ کتاب الحج)

وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج۔



**مکانات حوائج اصلیه سے زائد ہوں تو حج فرض ہے** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی

کے پاس زمین کے علاوہ مکانات بھی ہیں جو حوائج اصلیه سے زائد ہیں تو کیا اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ اور اگر شخص حج نہ کرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** زرعی زمین، مکانات اور دیگر جائیداد وغیرہ اگر حوائج اصلیه سے زائد ہوں تو اس پر حج فرض ہے لہذا شخص قریضہ حج ادا کرے تاہم اگر حج ادا نہ کرے تو گنہگار ہوگا۔

قال العلامة التتاشی: وراحلة فضلة عمالا بد منه وفضلاً عن نفقة عیالہ الخ الخ  
حین عودہ - (تنویر الابصار علی صدرہ المختار ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الحج) لہ

**بیٹی کی شادی کرنا مانع حج نہیں** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید پر حج فرض ہو چکا ہے لیکن اس کی ایک غیر شادی شدہ بالغہ لڑکی ہے جس کا ابھی تک نکاح بھی نہیں ہوا ہے، تو کیا زید گھر میں غیر شادی شدہ بیٹی کی موجودگی میں حج کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** غیر شادی شدہ اولاد کا ہونا والدین کی عدالت پر کوئی اثر نہیں ڈالتی اور اولاد کی شادی کے لیے کثیر مال خرچ کرنا ضروری ہے اور نہ ہی حج کے لیے مانع شرعیہ میں سے ہے، لہذا جب زید پر شرعاً حج فرض ہو چکا ہے تو اس کے لیے حج پر جانا ضروری ہے۔

قال فی الہندیۃ :- ومنها القدرة علی الزاد والراحلة بطریق المملک والاجارة الخ  
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۱ باب الاول فی تفسیر الحج) لہ

لہ قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ :- اذا قدر علی الزاد والراحلة فاضلة عن المسکن ومالا یدمنہ وعن نفقة عیالہ الخ حین عودہ -  
(الہدایۃ ج ۱ ص ۲۱۲ کتاب الحج)

وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۱ کتاب الحج -

لہ قال العلامة ابن عابدین :- (علی مسلم) تحت هذه العبارة الاول شروط والوجوب اذا وجبت بتمامها وجب الحج والا فلا - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الحج)  
وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۱ کتاب الحج -

**سوال:** میرے پاس اتنی صاحب استطاعت کیلئے مکان کا نہ ہونا مانع حج نہیں

رقم موجود ہے کہ جس سے میں فریضہ حج ادا کر سکتا ہوں، اگر اس رقم سے مکان بناؤں تو حج کے لیے پیسے نہیں بچتے، کیا اس وقت مکان بنانا ضروری ہے یا حج کرنا؟

**الجواب:** مکان ایسی ضرورت نہیں جو شرعاً فریضہ حج کے لیے مانع بنے، جب آپ کے پاس حج کی ادائیگی کے لیے مناسب رقم موجود ہے تو اس پر حج کرنا فرض ہے مکان بنانا ضروری نہیں۔  
قال العلامة ابن نجيم المصري: هو فرض بشرط حرية وبلوغ وعقل وصحة وقدرة و زاد راحلة وفضلت عن مسكنه - وفي قوله وما لا بد منه اشارة الى ان المسكن لا بد ان يكون محتاجاً اليه لمسكن فلا يثبت الاستطاعة بدار يسكنها وعبد يستخدمه وثيابه يلبسها و متاع يحتاج اليه وثبت الاستطاعة بدار يسكنها وعبد لا يستخدمه فعليه ان يحج -  
(البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۳ کتاب الحج) لہ

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا وجوب حج سے مانع نہیں

اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اس سال حج اہلیہ حج بیت اللہ کا ارادہ کیا ہے لیکن اتفاق سے میرا ایک بالغ لڑکا غیر شادی شدہ ہے کیا بیٹے کا غیر شادی شدہ ہونا عذر شرعی بن سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** بیٹے کا غیر شادی شدہ ہونا عذر شرعی نہیں جو وجوب حج سے مانع بنے، لہذا جب آپ پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی شرعی مانع نہیں تو جتنا جلد ممکن ہو سکے آپ فریضہ حج ادا کریں۔

قال العلامة المصنف: وفي الاشياء ومع الف وخاف الضرورة ان كان قبل خروج اهل بلدة فله للتزوج ولو وقته لزوم الحج - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۴۶۲ کتاب الحج) لہ

لہ قال العلامة ابن عابدین: وان لم يكن له مسكن ولا شيء من ذلك وعنه دارهم تبلغ به الحج وتبلغ الشمس مسكنها وخادم وطعام وقوت وجب عليه الحج وجعلها في غير (رد المحتار ج ۲ ص ۴۶۲ کتاب الحج قبل مطلب قولهم يقدم حق العبد)

وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارْخَانِيَةِ ج ۲ ص ۴۳۳ کتاب الحج، الفصل الاول في شرائط الوجوب -

لہ وفي الهندية: اذا وجد ما يحج به قد قصد التزوج يحج به ولا يتزوج لان الحج فریضۃ وجهها الله تعالى على عبده كذا في التبيين - (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۱ کتاب المناکب الباب الاول في تفسير الحج)

وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارْخَانِيَةِ ج ۲ ص ۴۳۳ کتاب الحج، الفصل الاول في شرائط الوجوب -

سعودی عرب میں رہ کر بھی حج نہیں کیا تو اب حج فرض ہے یا نہیں | سوال :- ایک شخص

کاروبار کی غرض سے

کچھ عرصہ سعودی عرب میں رہا اور چند عمرے بھی کر لیے لیکن کسی وجہ سے سعودی حکومت نے گرفتار کر کے وطن واپس بھیج دیا، کیا اس آدمی پر اب حج فرض ہے یا نہیں؟

الجواب :- حج کی فرضیت کے لیے استطاعت حج ہونا ضروری ہے صرف سعودی عرب جانے سے حج فرض نہیں ہوتا، چونکہ اس شخص نے نہ احرام باندھا ہے اور نہ ایام حج تک وہاں رہا ہے لہذا اس شخص پر حج فرض نہیں۔

كما هو في الهندية : ثم ذكر من شرائط الوجوب الحج عن الزاد والراحلة وغير ذلك يعتبر وجودها وقت خروج اهل بلدة الى مكة - (الفتاوى الهندية ج ۱ الباب الاول في تفسير الحج) لہ

سوال :- ایک عورت پر حج فرض عورت پر حج فرض نہیں | تھا، اُس نے خاوند کی اجازت کے

بغیر اپنے بھائی کے ہمراہ حج ادا کیا تو کیا اس عورت کا حج صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب :- اگر اس عورت پر شرعاً حج فرض تھا تو اس کا بغیر اجازت شوہر کے بھائی کے ساتھ حج ادا کرنا صحیح ہے، لیکن اگر نفی حج ہو تو خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے۔

قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري : واذا وجدت معرماً ولا يأذن لها زوجها ان تخرج فلها ان تخرج بغير اذنه في حجة الاسلام دون التطوع۔

(الفتاوى التاتارخانية ج ۱ ص ۳۵۵ کتاب الحج، الفصل الاول في شرائط الوجوب) ۲

لہ قال العلامة الحصكفي : وقت خروج اهل بلد ها وكذا سائر المشرائط -

والدرا المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الحج )

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۱۱ کتاب الحج -

لہ قال العلامة ابن نجيم المصري : وأشار بعدم اشتراط رضا الزوج الى انه ليس له منعها عن حجة الاسلام واذا وجدت محرماً لانه حقه لا يظهر في الفرائض بخلاف

التطوع - (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج )

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۲ ص ۲۱۹ کتاب الحج - الباب الاول في تفسير الحج.



**سوال :-** اگر ایک آدمی سعودی عرب سے عورت کا کراچی سے جدہ تک بغیر محرم کے سفر کرنا اور حج محرم کے ساتھ ادا کرنے کا حکم

اور حج اپنے بیٹے کے ساتھ ادا کرے تو اس کا حج شرعاً ادا ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ کے مطابق عورت کا بغرض حج کراچی سے جدہ تک بلا محرم سفر کرنا ناجائز ہے تاہم اس کے باوجود حج ادا ہو جائے گا اگرچہ مکروہ ضروری ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة۔

رد المحتار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الحج (۱) ۱۷

**سوال :-** میرا خاوند بیمار ہے کیا میں حج کے لیے اپنے بہنوئی کے ساتھ جاسکتی ہوں یا نہیں؟

**الجواب :-** فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے عورت کے ساتھ اس کے محرم کا ہونا لازمی ہے بہنوئی چونکہ شرعاً محرم نہیں اس لیے بہنوئی کے ساتھ فریضہ حج کے لیے کسی بھی عورت کا جانا درست نہیں، البتہ اگر کوئی عورت بغیر محرم کے حج کے لیے جائے تو ذمہ فارغ ہو جائے گا مگر ایسا کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

ومنها المحرم للمرأة شاية كانت عجزا إذا كانت بينها وبين مكة ثلاثة أيام هكذا في المحيط وإن كان أقل من ذلك حجت بغیر محرم والمحرم الزوج ومن لا يجوز مناكتها على التابيد بقراية او مضااع او مصاهرة كذا في الخلاصة۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۹ الباب الاول في تفسير الحج) ۱۷

۱۷ وفي الهندية: ووجود المحرم للمرأة شرط لوجوب الحج أم لا دائمه بعضهم جعلوه شرط للوجوب وبعضهم شرط لادائه وهو الصحيح۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۹ الباب الاول في تفسير الحج) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج۔

۱۸ قال العلامة الحصكفي: ومع زوج او محرم وفي رد المحتار والمحرم من لا يجوز له مناكتها على التابيد بقراية او مضااع او مصهرية۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۴ کتاب الحج مطلب في قولهم يقدم حق العبد) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج۔

**سوال :-** ایک عورت کا خاوند عورت کیلئے خاوند کے بھائی یا بھتیجے کے ساتھ حج کرنے کا حکم

فوت ہو گیا ہے، خاوند کی زندگی میں وہ حج ادا کر چکی ہے اب وہ دوبارہ حج کرنا چاہتی ہے تو کیا وہ اپنے خاوند کے بھائی یا بھتیجے کے ساتھ حج کے لیے جاسکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** عورت کے لیے حج پر جانے کے لیے کسی محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے، خاوند کا بھائی اور بھتیجا چونکہ محرم نہیں اس لیے عورت کا ان کے ساتھ حج پر جانا صحیح نہیں۔

ومنها المحرم للمرأة شابة كانت او عجوزا اذا كانت بيثها وبين مكة ثلاثة ايام - هكذا في المحيط وان كان اقل من ذلك حجت بغير محرم والمحرم الزوج ومن لا يجوز مناكحتها على التابيد بقراة اوضاع او مصاهرة كذا في الخلاصة -

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۹ - الباب الاول في تفسير الحج م ۱۷)

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت غیر محرم ہمسایہ کے ساتھ حج کیلئے نہیں جاسکتی

عورت حج ادا کرنا چاہتی ہے لیکن اس کا خاوند بھائی وغیرہ نہیں ہے، کیا وہ اپنے غیر محرم ہمسایہ کے ساتھ حج کے لیے جاسکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جب تک اس عورت کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو اس وقت تک اس پر حج فرض نہیں اور یہ کسی غیر محرم پڑوسی کے ساتھ حج کے لیے نہیں جاسکتی۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ: ويعتبر في المربة ان يكون لها محرم تيج بها وزوج ولا يجوز لها ان تحج بغيرهما اذا كان بينهما وبين مكة سيرة ثلاثة ايام - (الهدية ج ۱ ص ۲۱۳ کتاب الحج م ۲۷)

لے قال العلامة الحسكفي، ومع زوج او محرم. وفي رد المحتار والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التابيد بقراة اوضاع او صهرية - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الحج مطلب في تولم يقدم حق العبد م)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج -

۲ قال العلامة الحسكفي، ومع زوج او محرم مع وجوب النفقة لمحر عليها الخ لا امرأة (وفي حاشية) والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التابيد بقراة اوضاع او صهرية - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الحج م)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج -

**عورت کا دیور یا شوہر کے چچا کے ساتھ حج کے لیے جانا** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے

بارے میں کہ کوئی عورت اپنے دیور یا شوہر کے چچا کے ساتھ حج کے لیے جاسکتی ہے یا نہیں ؟  
**الجواب :-** عورت کے لیے حالت سفر میں محرم یا خاوند کا ساتھ ہونا ضروری ہے، دیور اور شوہر کا چچا محرم نہ ہونے کی وجہ سے عورت شرعاً ان کے ساتھ سفر نہیں کر سکتی، اس لیے کسی بھی عورت کا اپنے دیور یا شوہر کے چچا کے ساتھ حج پر جانا صحیح نہیں۔

قال ابن عابدینؒ، ویؤیدہ حدیث صحیحین لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تسافر مسیرة یوم وليلة الا مع ذی محرم علیہا۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الحج) لہ

**سوال :-** ایک آدمی نے اپنی زمین رہن پر دے دی  
**رہن کے پیسوں سے حج کرنا** | اس مرہونہ سے جو رقم حاصل ہوئی ہے وہ اس رقم سے حج کرنا چاہتا ہے تو کیا اس کا یہ حج ادا ہوگا یا نہیں ؟

**الجواب :-** رہن سے انتفاع لینا جائز نہیں البتہ حج نام ہے ارکان حج کی ادائیگی کا، چاہے جس مال بھی ہو، اولیٰ ہی ہے کہ حلال مال سے ہو البتہ حرام مال سے حج کرنے سے بھی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اس لیے رہن کا رہن کے پیسوں سے حج کرنا جائز ہے۔  
 وفي الهندية : ویجتهد فی تحصیل نفقة حلال فانه لا یقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه یسقط الفرض معها وان كان مفسوبة۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۲ کتاب المناسک الباب الاول) لہ

لہ قال ابن نجیم المصریؒ: (تحت هذه العبارة) ومحرم او زوج لامرأة فی سفرائی وبشرط محرم الی آخرہ۔ کما فی الصحیحین لا تسافر امرأة الا ومعها محرم وزاد مسلم فی رواية او زوج۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۲ کتاب الحج)

وَمِثْلُهُ فی الہندیہ ج ۱ ص ۲۱۹، الفصل الاول فی تفسیر الحج۔  
 لہ قال ابن نجیم المصریؒ: ویجتهد فی تحصیل نفقة حلال فانه لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۰۹ کتاب الحج)  
 وَمِثْلُهُ فی رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب الحج۔ مطلب فیمین حج بمال الحرام۔



**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

**صرف نیت کر لینے سے حج فرض نہیں ہو جاتا**

چند آدمیوں نے زید سے کہا کہ تم حج کی نیت کرو تم کو حج کے لیے بھیج دیں گے، زید نے حج کے نیت کی مگر انہوں نے زید کو حج کے لیے نہیں بھیجا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا صرف نیت کر لینے سے حج فرض ہو جاتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** صرف نیت کر لینے سے حج فرض نہیں ہوتا جب تک تلبیہ نہ پڑھا ہو، لہذا زید پر صرف نیت کر لینے سے حج فرض نہیں ہوا ہے۔

وفی المہندیۃ : ولا یصیر شارعاً بمجرد النیۃ ما لم یأت بالتلبیۃ او ما یقوم مقامھا۔  
(الفتاویٰ المہندیۃ ج ۱ ص ۲۲۲ کتاب المناسک۔ الباب الاوّل فی تفسیر الحج م ۱۷)

**سوال :-** عورت پر حج فرض ہونے کے بعد اس کے لیے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟

**خاوند کی اجازت کے بغیر حج کرنا**

**الجواب :-** حج ایک عبادت ہے جو مالدار مسلمان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اس کی ادائیگی کیلئے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، لہذا اگر کسی عورت پر حج فرض ہو جائے تو اس کے لیے خاوند سے اجازت لینا ضروری نہیں اور وہ خاوند کی اجازت کے بغیر بھی حج کر سکتی ہے بشرطیکہ محرم ساتھ ہو۔

وفی المہندیۃ : وعند وجود المحرم کان علیہا ان یجمع حجة الاسلام وان لم یأذن لہا زوجہا۔ (الفتاویٰ المہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۹ الباب الاوّل فی تفسیر الحج م ۲۷)

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نقلی حج کے لیے جانا چاہتا

**والدہ کی اجازت کے بغیر نقل حج کرنا**

لہ قال العلامة عالم بن علاء الانصاری : ولا یصیر داخلًا فی الاحرام بمجرد النیۃ ما لم یضم الیہ التلبیۃ او یسوق ہدیاً۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ ج ۲ ص ۲۳۹ الفصل الثالث فی تعلیم اعمال الحج م ۱۷ ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ کتاب الحج۔ باب الاحرام۔)

لہ قال الشیخ ابن عابدین : ولیس لزوجہا منعہا عن حجة الاسلام رای اذا کان معها محرم والا فلہ منعہا۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الحج مطلب فی قولہم یقدم حق العبد) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج۔)

ہے لیکن والدہ اجازت نہیں دیتی، تو کیا زید والدہ کی اجازت کے بغیر نفلی حج کے لیے جاسکتا ہے؟  
**الجواب:** شریعت مقدسہ نے والدین کی اطاعت و فرمانبرداری پر بہت زور دیا ہے لہذا زید کو نفلی حج ادا کرنے کے لیے والدہ سے اجازت لینا ضروری ہے بغیر اجازت کے جانا کراہت سے خالی نہیں البتہ فرض حج کے لیے والدہ یا کسی اور کی اجازت ضروری نہیں۔

وفی الہندیۃ: ویکر الخرج الی الحج اذا کرہ احد ابویہ ان کان الولد محتاجاً الی خدمۃ الولد وان کان مستغنیاً عن خدمۃ الملتقط حج الفرض اولی من طاعة الوالدین وطاعتہما اولی من حج النفل۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۲۱ الباب الاول فی تفسیر الحج) لہ

**نفلی حج کیلئے خاوند کی اجازت ضروری ہے** | **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت فرض حج ادا کر چکی ہے، اب وہ نفلی حج ادا کرنا چاہتی ہے، اس عورت کے لیے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب:** فرض حج کی ادائیگی کے لیے کسی سے اجازت کی ضرورت نہیں البتہ عورتوں کیلئے نفلی حج ادا کرنے میں اپنے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے بشرطیکہ محرم ساتھ ہو، خاوند سے اجازت لینے بغیر عورت کا نفلی حج پر جانا درست نہیں۔

قال العلامة عالم بن العلام الانصاری: واذا وجدت محرماً ولا یأذن لها زوجها ان تخرج فليها ان تخرج بغير اذنه في حجة الاسلام دون التطوع۔  
 (فتاویٰ تاتارخانیۃ ج ۲ ص ۲۵۵ کتاب الحج الفصل الاول فی شرائط الوجوب) لہ

لہ قال الشیخ ابن عابدین: (تحت هذه العبارة) من يجب استیذانہ کا حد ابویہ المحتاج الی الخ بدستور۔ اگے فرماتے ہیں: وهذا کلہم فی حج الفرض اما حج النفل وطاعة الوالدین لی مطلقاً۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۲ کتاب الحج مطلب فیمین حج بمال حرام)  
 ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۳۰۸ کتاب الحج۔

لہ قال العلامة ابن نجیم: واشار بعدہم اشتراط رضا الزوج الی انہ لیس له منعها عن حجة الاسلام واذا وجدت محرماً لانه حقہ لا یظهر فی الفرائض بخلاف حج التطوع۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج)  
 ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۹ الباب الاول فی تفسیر الحج۔

**نفل حج افضل ہے یا صدقہ** | سوال :- فرض حج ادا کرنے کے بعد نفلی حج کرنا افضل ہے یا اس رقم کو غرباء اور محتاجوں پر خرچ کرنا افضل ہے ؟

**الجواب :-** فرض حج ادا کرنے کے بعد فقراء و مساکین پر مال کو خرچ کرنا نفلی حج سے افضل و بہتر ہے خاص کر جہاں پر فقراء کو ضرورت زیادہ ہو۔

قال الشيخ ابن عابدین : روا فی البزازیة افضلیت الحج و حیث قال الصدقة افضل من الحج التطوع و اذا كان الفقیو مضطراً الخ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۶ کتاب الحج مطلب فی تفضیل الحج عن الصدقة) ۱۷

**حائضہ عورت طواف زیارت چھوڑ دے تو کیا حکم ہے ؟** | سوال :- اگر کسی عورت نے بوجہ حیض طواف زیارت نہ کیا ہو تو کیا

اس پر دم لازم ہے ؟ کیا یہ عورت اب حلال ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** طواف زیارت حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، اگر حائضہ عورت حالت حیض میں طواف زیارت کرے تو اس پر ایک بدنہ (اؤنٹ) دم آتا ہے اور اگر طواف زیارت کے بغیر ہی وطن واپس آگئی ہے تو یہ عورت حلال نہ ہوگی بلکہ اُسے دوبارہ مکہ مکرمہ جا کر طواف زیارت کرنا ہوگا۔

قال العلامة ابن العلاء الانصاری :- اذا تركها جميعا ان كان بمكة فانه يعيدها وان رجع الى اهله فهو محرم من النساء ابداً فيعود الى مكة بذاتك الاحرام۔  
الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۵۱۸، ۵۱۹ الفصل السابع في الطواف والسعي ۲۷



۱۷ قال العلامة ابن عابدین : قد يقال ان صدقة التطوع في زماننا افضل لما يلزم الحاج غالباً من ارتكاب المحظورات۔ (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱ کتاب الحج) ومثله في التاتارخانية ج ۲ ص ۵۷۷ کتاب الحج۔ الفصل العشرون في المتفرقات۔

۲۷ قال الشيخ ابن عابدین : ويمتد الوقت الى آخر العمران اخره عنها اي ايام النحر وليايمها منهار كره تحريماً ووجب الدم ولو لم يطف اصلاً لا يحل له النساء وان طال ومضت سنون باجماع۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۵۱۸ مطلب في طواف الزيارة)

ومثله في السهنية ج ۱ ص ۳۴۵ الباب الثامن في الجنایات، الفصل الرابع۔



**سوال :-** اگر ایک آدمی زمینِ حل میں رہتا ہو تو وہ طوافِ قدوم کسے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** طوافِ قدوم جس کو طوافِ تحیۃ الکعبہ بھی کہا جاتا ہے ہر اس شخص پر واجب ہے جو حدودِ حرم سے باہر رہتا ہو چونکہ یہ شخص ارضِ حل میں رہتا ہے جو حدودِ حرم سے باہر ہے اس لیے اس شخص کے لیے طوافِ قدوم کرنا ضروری ہے۔

وفي الهندية: وهذا الطواف يسمى طواف قدوم والتحية واللقاء وليس على أهل مكة طواف القدوم كذا في الكافي - (الفتاوى الهندية ج ۱ - الباب الخامس في كيفية أداء الحج) لہ

**سوال :-** جو لوگ میقات کے اندر رہتے والوں کے لیے طوافِ وداع کا حکم کے اندر رہتے ہوں ان لوگوں

پر طوافِ وداع واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** طوافِ وداع ان لوگوں پر واجب ہے جو حج کے لیے باہر سے آتے ہوں اور جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں ان پر طوافِ وداع واجب نہیں۔

قال ابن نجيم المصري: وإذا بداهل مكة من اتخذ مكة أو داخل المواقيت داخل طواف صدر على من كان داخل المواقيت - (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۵۱ باب الاحرام) لہ

**سوال :-** کیا نماز فجر اور عصر کے بعد احرام کی نماز کا حکم دو رکعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** نماز فجر اور عصر کے بعد مطلقاً نقل پڑھنا جائز نہیں اس لیے نوافل ذوات الانبیا (احرام یا طواف وغیرہ کی نماز) بھی ممنوع ہے۔

لہ قال ابن عابدین: لا فاقی ای لا غیر فتح فلا یسن للمکی ولا لاهل المواقیت ومن دونها الی المکة - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۲ کتاب الحج، مطلب فی دخول مکہ)۔

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۳۲ باب الاحرام۔

لہ قال ابن عابدین: ثم طواف الصدر الی الوداع سبعة اشواط بلارمل وسعی وهو واجب الا على أهل مكة ومن في حكمهم - (رد المحتار ج ۲ ص ۵۲۳ مطلب فی طواف الصدر)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲۳۵ الباب الخامس في كيفية أداء الحج۔

وفي الهندية : ويصلي ركعتي الطواف في وقت يباح له اداء التطوع فيه كذا في شرح الطحاوی۔  
 (الفتاویٰ الهندیة ج ۱ ص ۲۲۶ الباب الخامس فی کیفیة اداء الحج) له

**مکروہ اوقات میں احرام کی دو رکعت پڑھنے کا حکم** | **سوال** :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام  
 میں احناف کے نزدیک نقل پڑھنا جائز نہیں احرام کی نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں ؟

**الجواب** :- احناف کے ہاں جن اوقات میں مطلقاً نقل نماز پڑھنا جائز نہیں تو انہی اوقات  
 میں نوافل ذوات الاسباب مثلاً احرام یا طواف وغیرہ کی نماز (بھی پڑھنا ممنوع ہے ۔

قال ابن عابدینؒ، ثم صلی شفعا فی وقت المباح۔ قال ابن عابدینؒ تحت هذه العبارة وفي  
 اطلاقه نظر كما مر في اوقات الصلوة من ان الواجب ولو لغيره كركعتي الطواف والنذر لا تنقعد  
 في ثلاثة من الاوقات المنهية - (رد المحتار ج ۲ ص ۴۹۹ مطلب في طواف القدوم) له

**احرام باندھنے سے قبل غسل کرنے کا حکم** | **سوال** :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے  
 بارے میں کہ زید نے حج کے لیے روانگی کے وقت بخار  
 کی وجہ سے احرام باندھنے سے قبل غسل نہیں کیا صرف وضو کر کے احرام باندھ لیا تو کیا اس سے زید کے  
 حج میں کوئی نقص تو نہیں آیا؟ اگر نقص آیا ہو تو زید کو کیا کرنا چاہیے ؟

**الجواب** : احرام باندھنے سے قبل غسل کرنا فرض یا واجب نہیں بلکہ ایک مستحب عمل ہے  
 اگر بغیر غسل کے صرف وضو پر اکتفا کر کے احرام باندھا جائے تو بھی حج میں کوئی نقص نہیں آتا۔

قال العلامة ابن العلامة انصاریؒ : ويستحب عن اداء الاحرام ان يقص شاربه واطفاره

قال الشيخ ابن عابدینؒ، ثم صلی شفعا فی وقت مباح۔ قال ابن عابدینؒ تحت هذه العبارة وفي اطلاقه نظر  
 لما مدق اوقات الصلوة من ان الواجب ولو لغيره كركعتي الطواف والنذر لا تنقعد في ثلاثة من  
 الاوقات المنهية - (رد المحتار ج ۲ ص ۴۹۹ مطلب في طواف القدوم)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۳۲ کتاب الحج، باب الاحرام۔

له لما في الهندية : ويصلي ركعتي الطواف في وقت مباح له اداء التطوع فيه كذا في شرح  
 الطحاوی۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۲۶ الباب الخامس فی کیفیة اداء الحج)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۳۱ باب الاحرام۔

وفي البنايع ويعلق عانة - ثم يغتسل او يتوضأ وفي الكافي فيقوم الوضوء مقام الغسل كما في العيدين والجمعة - والغسل افضل وهذا لاغتسال النظافة وليس بواجب -

(الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۲۱۱ الفصل الثالث في اعمال الحج) ۱۷

**احرام کی چادروں کے رنگ کا مسئلہ** | **سوال:** کیا احرام کی چادروں کا رنگ سفید ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب:** احرام کی چادروں کا رنگ سفید ہونا ضروری نہیں البتہ مستحب یہ ہے کہ احرام سفید رنگ کا ہو۔

قال الحنفی: ولبس ازار ورداء جدیدین او غسیلین طاهرین۔ قال العلامة ابن عابدین: بابيض ككفن الكفاية وهذا بيان السنة والافاضة العورة كاف۔  
(الدر المختار علی صدارد المختار ج ۲ ص ۲۸۱ کتاب الحج، فصل في الاحرام) ۱۸

**تبلیغ پر حج مقدم ہے** | **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج پر حج فرض ہے لیکن میرا ارادہ ایک سال کے لیے جماعت میں جانے کا ہے کیا میں پہلے حج کروں یا تبلیغ میں ایک سال لگاؤں؟

**الجواب:** جب آپ پر حج فرض ہو چکا ہے تو آپ تمام چیزوں سے حج کو مقدم رکھیں، تبلیغ عذر شرعی نہیں۔ البتہ ایسا کیا جاسکتا ہے کہ کوشش کر کے آپ کسی ایسی جماعت میں تشکیل کریں جس میں حج ہو سکتا ہو تو اس طرح ایک ہی سفر میں آپ کے دونوں مقاصد پورے ہو جائیں گے۔

خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا ايها الناس قد فرض عليكم الحج فحجوا (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۲ کتاب الحج) ۱۹

۱۷ قال الشيخ ابن الهمام: واخرج ايضا عن ابن عمر رضي الله عنه قال من السنة ان يغتسل اذا اراد ان يحرم۔ (فتح القدير ج ۲ ص ۲۲۹ باب الاحرام)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲۲۲ الباب الثالث في الاحرام۔

۱۸ قال ابن نجيم: وما في الكتاب بيان السنة والافاضة العورة كما في الجمع واشارة بتقديم الجديد الى افضلية وكونه ابيض افضل۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۲۱ باب الاحرام)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲۲۲ الباب الثالث في الاحرام۔

۱۹ قال ابن عابدین، الاول شروط الوجوب وهي التي اذا وجد بتمامها وجب الحج والافلاحي سبعة الاسلام والعلم بالوجوب لمن في دار الحرب والبلوغ والعقل والحرية۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۸ مطلب فيمن حج بالاحرام)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲۸۱ كتاب الناسك۔ الابواب الاول في تفسير الحج۔



**بلوغت کے بعد دوبارہ حج کی فرضیت** | سوال: میں نے پانچ سال کی عمر میں اپنے والدین کے ساتھ حج کیا تھا جبکہ اب میں بالغ اور صاحب استطاعت ہوں، کیا پھر اب حج فرض ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** بلوغت سے قبل جو حج کیا جاتا ہے اس سے حج فرض ادا نہیں ہوتا کیونکہ فرض حج کے لیے بالغ ہونا شرط ہے ایسے سوال ٹھیک کے مطابق بلوغت کے بعد دوبارہ حج کرنا ضروری ہے۔

عن ابی ظبیان عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ایما صبی حج ثم بلغ الحنث فعليه ان يحج حجة اخرى۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۲۵ کتاب الحج ۱۷)

**سوال:-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے حالت بلوغ اور فقر میں اپنے والد کے مال سے حج کیا ہے جبکہ اب زید خود غنی ہو چکا ہے، کیا اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہے یا پہلے حج سے فرضیت ساقط ہو گئی ہے؟

**الجواب:-** فرضی حج کی ادائیگی کے لیے غناء شرط نہیں، بلوغت کے بعد جب بھی یا جیسے بھی حج ادا کرے تو فرضیت ساقط ہو جائے گی، لہذا زید نے جو حج حالت فقر میں اپنے والد کے مال سے کیا ہے اس سے حج فرض ہی ادا ہوا ہے، اب غنی ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنا لازمی نہیں۔

قال ابن عابدین: رتحت قوله للافاقی لا لمکی، ان الفقیر الافاقی اذا وصل إلى المیتات فهو لا لمکی فی انه ان قدم على المشی لزمه الحج ولا ینوی النقل علی ذمہ انه فقیر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۶ کتاب الحج، مطلب فیمین حج بمال حرام) ۱۷

لہ ملاف الہندیۃ: ولوان الصبی اذا حج قبل البلوغ فلا یسکون ذلک حجة الاسلام ویسکون تطوعاً۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۷ الباب الاول فی تفسیر الحج)

وَمِثْلُهُ فی التاتارخانیۃ ج ۲ ص ۴۳۶ الفصل الحادی عشر فی الاحصار۔  
لہ وفق الہندیۃ: الفقیر اذا حج ما شبائم ایسر لاحج علیہ هکذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۷ الباب الاول فی تفسیر الحج)  
وَمِثْلُهُ فی التاتارخانیۃ ج ۲ ص ۴۳۶ الفصل الثانی عشر فی بیان رکن الحج۔

**سوال :-** حج آدمی حج کے لیے جاتا ہے حج میں تجارت کی وجہ سے ثواب کم نہیں ہوتا | لیکن وہ کچھ سامان وغیرہ بھی تجارت کی نیت

سے ساتھ لے جاتا ہے، کیا ایسے آدمی کا حج صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حج مخصوص نیت کے ساتھ خاص اوقات میں مخصوص ارکان کے ساتھ مخصوص مقامات کی زیارت کا نام ہے جو کہ اس شخص نے پورا کیا ہے لہذا اس کا حج صحیح ہے، تاہم حج میں تجارت کی نیت نہیں کرنی چاہیے۔

قال ابن نجيم: وتجريد السفر عن التجارة احسن ولو اتجر لا ينقص ثوابه۔

البحر الرائق ج ۲ ص ۳۹ کتاب الحج (۱)

**سوال :-** عام طور پر قربانی سے فارغ ہوتے ہوئے ۱۰ ذی الحجہ کے بعد آئندہ رات کا حکم منیٰ میں ہی شام ہو جاتی ہے، اب اگر عشاء کے بعد

آدمی طواف زیارت کے لیے مکہ مکرمہ جائے تو واپس ہوتے ہوئے فجر ہو جائے گی اور رات کا اکثر حصہ منیٰ سے باہر گزرے گا، تو کیا دست ذی الحجہ کو طواف زیارت نہ کرے یا دست ذی الحجہ کو طواف زیارت کر کے رات کا اکثر حصہ منیٰ سے باہر مکہ میں گزارے؟ اگر ایسا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** فقہائے کرام نے ذی الحجہ کے دسویں دن کے بعد آنے والی رات کو بھی دسویں کے حکم میں قرار دیا ہے۔ اور عام فقہاء کرام کی تعبیر بھی یہی ہے کہ طواف زیارت کے بعد منیٰ کو واپس چلا جائے، نیز یہ پیشرفت رمی جمار کے لیے ہے اور رمی کا رتبہ طواف کے بعد ہے۔

قال ابن بدين: تحت قوله ولياليها منها (والمراد بليته كل يوم من ايام النحر الليلة التي تعقب ذلك اليوم كما ان ليلة يومعرفة الليلة التي تعقب الوجود قلت وهذا على اطلاقه طاهر فحق الرمي فانه اذا لم يركب نهارا من النحر يرمي الليلة التي تعقب في ذلك۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۱۸ فصل في الاحرام، مطلب في طواف الزيارة) (۲)

(۱) لما في الهمدية: وتجريد السفر عن التجارة احسن ولو اتجر لا ينقص ثوابه كذا في البحر الرائق۔

والفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۲ کتاب المناسك۔ الباب الاول (

وَمِثْلُهُ فِي احكام القرآن ج ۲ ص ۳۰۹

(۲) لما قال السيد احمد الطحاوي: (تحت قوله ولياليها منها)..... والمراد بليته كل يوم من ايام النحر الليلة التي تعقب

ذلك اليوم في الوجود كما ان ليلة يومعرفة الليلة التي تعقبه في الوجود۔ ۱ھ

(الطحاوي حاشية الدر المختار ج ۱ ص ۵۰۸ کتاب الحج، فصل في الاحرام)

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک عورت

**حائضہ عورت کے لیے حج کرنے کا طریقہ**

حج کے لیے جائے اور دوران حج اسے حیض آجائے تو اس عورت کے لیے کیا حکم ہے؟ اور وہ ارکان حج کیسے ادا کرے گی؟

**الجواب :-** حج کے دوران جب کسی عورت کو حیض شروع ہو جائے تو اس کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ طواف وسعی بین الصفا والمروة کے علاوہ تمام ارکان حج ادا کرے گی، مثلاً وقوف عرفات و مزدلفہ، رمی جمار و ذبح وغیرہ، اور جب پاک ہو جائے تو پھر طواف زیارت وغیرہ کرے گی۔

قال العلامة المرغینانی: اذا حاضت المرأة عند الاحرام اغتسلت واحرمت وصنعت كما يصنع الحاج غير انها لا تطوف بالبيت حتى تطهر لحديث عائشة رضي الله عنها۔  
(الهداية ج ۱ ص ۲۳۵ کتاب الحج) ۱

**سوال :-** زید کی زوجہ نے دوران حج حیض کی وجہ سے طواف صد چھوڑ دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

**حائضہ عورت پر طواف صد لازمی نہیں**

**الجواب :-** ایام حیض کے اندر عورت کے لیے طواف کعبہ شرعاً ممنوع ہے، اگر حائضہ طواف صد ترک کر دے تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔

قال ابن عابدین: فلا يجب على المكي ولا على المعتمر مطلقاً وفائت الحج والمحصرون والمجنون والصبي والحائض والنفساء كما في الباب وغيره۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۲۳ مطلب في طواف القدر) ۲

قال ابن العلاء الانصاري: والمرأة اذا حاضت في الحج ان حاضت ان تعمر وانتهت الى الميقات فانها تغسل فتعمر فاذا قدم مكة وهي حائض تصنع كما يصنع الحاج غير انها لا تطوف بالبيت وتسعى بين الصفا والمروة وتشهد جميع المناسك۔ (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۴۷ کتاب الحج)

وَمِثْلُهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَار ج ۲ ص ۵۲۸ قَبْلَ بَابِ الْقِرَانِ

قال ابن العلاء الانصاري: وكذلك ليس على الحائض والنفساء طواف الصّدر۔

(الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۵۲۲ الفصل السابع في الطواف والسعي)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِق ج ۲ ص ۳۵۱ الْبَابُ الْاِحْرَامُ۔



سوال :- اگر حج کے ایام میں سخت گرمی  
ج میں گرمی کی وجہ سے صرف تہبند پر اکتفاء کرنا

احرام کی چادر اتار کر صرف تہبند پر اکتفاء کرے تو کیا اس سے حج متاثر ہوگا یا نہیں؟  
الجواب :- احرام میں ستر عورت کے لیے تہبند باندھنا فرض ہے، لہذا اگر کسی عذر کی  
وجہ سے کوئی حاجی چادر اتار کر صرف تہبند پر اکتفاء کرے تو حج پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑے گا۔

قال العلامة الحصكفي: وكذا يستحب لمريد الاحرام..... ليس اذار و رداً على  
ظہرہ..... و هذا بيان السنة والافسترا العوق كافي۔ (رد المحتار علی صمد رد المحتار ج ۲ کتاب الحج فصل الاحرام)

سوال :- حج میں رمی جمار کے وقت بہت زیادہ  
عورت کی طرف سے مرد کا رمی جمار کرنا  
ریش ہوتا ہے جس میں عورتیں رمی جمار نہیں کر  
سکتیں، تو اگر مرد ان کی طرف سے رمی جمار کریں تو کیا اس سے دم لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- رمی جمار واجبات حج میں داخل ہے، اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے واجب  
ترک کیا جائے تو ترک کرنے والے پر دم لازم نہیں ہوتا، اس لیے صورت مسئلہ میں عورت پر دم  
واجب نہیں۔

لما قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: اما اذا ترك واجب لعذر فانه لا شيء عليه۔  
(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۱ فصل في الجنايات) ۱۵

سوال :- اگر کوئی شخص شیطان کو  
رمی جمرات کیلئے حاجی کنکریاں کہاں سے لے؟  
تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- بہتر یہ ہے کہ رمی جمار یعنی شیا طین کو مارنے کے لیے کنکریاں مزدلفہ یا راستے

لما قال العلامة المفتي عزيز الرحمن: هر وقت اوڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، پسینہ وغیرہ کی ضرورت  
سے علیحدہ کی جاسکتی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۵۵۲ تیسرا باب احرام)

لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: لو ترك شيئا من الواجبات بعذر لا شيء  
عليه۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۵ کتاب الحج، باب الجنايات)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۱ ص ۱۳۴ فصل في بيان واجبات الحج۔

سے اٹھا کر ساتھ لائے اسی جگہ (یعنی جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں) سے نہ لے تاہم اگر وہیں سے اٹھا کر رمی جمار کرے تو ایسا عمل مکروہ تنزیہی ہے۔

وفی الہندیۃ: ویستحب ان یأخذہی الجمار من المزدلفۃ من طریق ولا یرمی بحصاة اخذھا من عند الجمرۃ فان رمی بہا جاز وقد اساء۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۸ کتاب الحج) ۱۔  
**عرفات میں نماز مغرب پڑھنے کا حکم** | سوال: اگر کوئی شخص عرفات میں مغرب کی نماز پڑھ کر مزدلفہ چلا جائے اور عشاء کی نماز وہاں ادا کرے

تو کیا اس شخص کی نماز درست ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حج میں عرفات کے بعد مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں ادا کرنا لازمی ہے اگر کوئی شخص مغرب کی نماز عرفات کے میدان کے راستے میں ادا کرے تو نماز کا اعادہ لازمی ہے۔

قال العلامة الحسکفی: ولو صلی المغرب والعشاء فی الطريق اوق عرفات

اعادہ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۹ کتاب الحج، مطلب فی اجابۃ الدعا ص ۲۷)

**عرفات میں جمع تاخیر کی صورت میں ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھنے کا حکم** | سوال: اگر عرفات میں امام حج کی نماز

پڑھانے کے بعد چند آدمی اکٹھے ہو کر جمع تقدیم یعنی ظہر اور عصر کی نماز یا جماعت پڑھنا چاہیں تو کیا وہ ایسا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

**الجواب:** احناف کے ہاں عرفات کے میدان میں جمع تقدیم کے لیے چند شرائط کا ہونا ضروری ہے: ۱) احرام ۲) عرفات کا میدان ۳) عرفہ کا دن ۴) امام اعظم یا ان کا نائب۔ ان شرائط میں سے اگر ایک بھی نہ پائی جائے تو نماز صحیح نہیں ہوگی، لہذا صورت مسئلہ میں نماز درست نہیں ہے، البتہ اگر اپنے اپنے اوقات میں اکیلے پڑھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة علاؤ الدین الحسکفی رحمہ اللہ: وشرط لصحۃ ہذا الجمع الامام الاعظم

قال العلامة حسن بن عماد الشرنبلالی: ویستحب أخذ الجمار من المزدلفۃ او من الطريق ویکرہ من الذی عند الجمرۃ۔ (مرآۃ الفلاح علی صدر الطحاوی ص ۶۰۵ فصل فی کیفیۃ افعال الحج)

۲۔ وفی الہندیۃ: ولو صلی المغرب بعد غروب الشمس قبل ان یأتی المزدلفۃ فعلیہ ان یعیدھا اذا أتى بمزدلفۃ فی قول ابی حنیفۃ وحمید۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۳۳ فصل فی کیفیۃ اداء الحج)

اونائبہ واکصلوا وحداً ناً۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۲ کتاب الحج مطلب فی شرط الجمع بین الصلوٰتین<sup>۱</sup>)

**سوال :-** عزقات سے مزدلفہ ہو کر مغرب اور عشاء کی نماز جمع تاخیر میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟  
 ہاں اگرچہ عشاء کی نماز ایک وقت جمع تاخیر کے ساتھ پڑھیں تو کیا ان کی یہ جمع بین الصلوٰتین صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** احناف کے ہاں عزقات میں جمع تقدیم کے اندر امام کا ہونا ضروری ہے مگر مزدلفہ میں یہ شرط نہیں ہے اس لیے اگر چند آدمی اکٹھے ہو کر مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین یعنی مغرب اور عشاء کی نماز ایک وقت میں پڑھیں تو جائز اور صحیح ہے۔

قال العلامة الحصکفی: کمالاً احتیاج ہٰہُنَا لِلْإِمَامِ۔ قال ابن عابدین: وشرائط هذا الجمع لا حرج بالجمع وتقدیم الوقوف علیہ الزمان والمكان والوقوف الخ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۹ کتاب الحج مطلب فی اجابتہ الدعاء<sup>۲</sup>)  
**سوال :-** اگر کسی شخص کا احرام بہت گنوا ہو جائے تو میلے احرام کو تبدیل کرنے کا حکم کیا وہ احرام بدل سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حج میں احرام باندھنا ضروری امر ہے چاہے ایک ہی احرام باندھ کر حج ادا کرے یا تبدیل کر کے مناسک حج ادا کرتا رہے، اس تبدیلی احرام کی وجہ سے حج پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

**سوال :-** کیا عمرہ یا تلبیہ جہراً پڑھے یا سراً کیا مرد اور عورت دونوں اس میں یکساں ہیں؟ حج کی نیت کرنے اور احرام باندھنے کے بعد تلبیہ بآواز بلند پڑھا جائے یا کہ آہستہ؟ کیا تلبیہ کا یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لیے ایک ہی ہے یا الگ الگ؟

۱۔ وفي الهندية: ومنها ان يكون الامام هو الامام الاعظم اونايبه وهو شرط عند ابى حنيفة<sup>۳</sup>  
 فلو صلى / نظم جماعة لامع الامام والعصر مع الامام لرجح العصر عند ابى حنيفة والصحيح قوله - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۲۸ فصل في كيفية اداء الحج)

۲۔ قال الشيخ اشرف التتھاوی: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمع میں امام الحج شرط نہیں، پس اگر فردی پڑھیں یا چند آدمی جمع ہو کر جماعت سے پڑھیں ہر طرح صحیح ہے۔ (امداد الفتاوی ج ۲ ص ۲ کتاب الحج)



**الجواب:** حج یا عمرہ کی نیت کرنے اور احرام باندھنے کے بعد بلند آواز سے تلبیہ پڑھا جائے لیکن زیادہ پیچھے چلانے (جہر مفراط) کی بجائے اعتدال یعنی درمیانی آواز سے تلبیہ پڑھا جائے، البتہ عورت اس انداز سے تلبیہ پڑھے کہ خود سُن سکے۔

قال العلامة برهان الدین مرغینانی: ويرفع صوته بالتلبية لقوله عليه السلام افضل الحج العج والشج فالعج رفع الصوت بالتلبية - قال ابن همام: قوله ويرفع صوته بالتلبية وهو سنة فان تركه كان مسيئاً ولا شيء عليه ولا يبالغ فيه فيجهد نفسه - (فتح القدير ج ۲ ص ۳۵۷ باب الاحرام) ۱۷

**احرام باندھنے سے قبل ناخن وغیرہ کاٹنا** | سوال: کیا احرام باندھنے سے قبل ناخن کاٹنا، مونچھیں اور دیگر غیر ضروری بال

صاف کرنا لازمی ہے یا نہیں؟

**الجواب:** ایسا کرنا لازمی تو نہیں البتہ مستحب یہ ہے کہ احرام باندھنے سے قبل ناخن کاٹ لیے جائیں، مونچھیں اور دیگر غیر ضروری بال صاف کر لینے چاہئیں اور اس کے بعد وضو یا غسل کر کے احرام باندھا جائے۔

قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي رحمه الله: واذا اراد ان يحرم يستحب له ان يقلم اظفاره ويقص شاربه ويحلق عانتة وهو المتوارث لانه انطف للبدن فكان احسن ثم يتوضأ او يغسل وهو افضل -

(الاختيار لتعليل المختار ج ۱ ص ۱۲۱ کتاب الحج) ۱۸

۱۷ قال العلامة عثمان الزيلعي رحمه الله: قال النخعي كان السلف يستحبون التلبية في هذه الاحوال ولان التلبية في الحج بمنزلة التكبير في الصلوة اولها شرط وباقيها سنة فيأتي بها عند الانتقال من حال الى حال ويرفع بها صوته. اهـ (تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۷۱ باب الاحرام)

۱۸ قال العلامة علاؤ الدین الحسکفی رحمہ اللہ: وکذا یتحب لمريد الاحرام ازالة ظفره وشاربه وعانتة وحلق رأسه ان اعتاده والا فيسرحه اهـ (الدر المختار على صدر رد المختار ج ۲ ص ۱۸۱ کتاب الحج)

**قصر کی مقدار کا مسئلہ | سوال :-** حج کے دوران سر کے بال کٹوانے کی مقدار کتنی ہے؟  
**الجواب :-** حج اور عمرہ کے احرام سے نکلنے کے لیے علق و قصر

دونوں جائز ہیں البتہ حلق افضل ہے اور عورت کے لیے حلق نہیں بلکہ مرد اور عورت کے لیے ایک بند انگشت کی مقدار تمام سر سے بال کتر وانا ضروری ہے، اور اس طریقہ کو قصر کہتے ہیں۔

قال العلامة ابن العلام الانصاری: اما المرأة فلا عليها ولكنها تقصر باخذ شيء من اطراف الشعر مقدار انملة والا فضل لها ان تقصر من كل شعرة مقدار انملة وان قصرت بعض رأسها وتركت البعض اجزاها اذا كانت ما قصرت مقدار مربع رأس فصاعداً وان كان اقل من ذلك لا يجزيها اعتباراً لتقصير في حقها بالحلق وفي حق الرجال -  
 ر الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۵۴۳ الفصل الرابع عشر في الحلق والقصر

**حج اور نکاح کی تقدیم و تاخیر کا مسئلہ | سوال :-** ایک آدمی کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ حج کے لیے جاسکتا ہے مگر وہ شادی کا

بھی خواہشمند ہے، تو کیا یہ شخص پہلے شادی کرے یا حج کے لیے جائے، شرعاً کیا حکم ہے؟  
**الجواب :-** اگر موصوف اپنے جذبات کو قابو میں رکھ سکتا ہو اور زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو اس کے لیے حج کی ادائیگی شادی پر مقدم ہے، اور اگر کسی فتنے میں مبتلا ہونے کا خوف قوی ہو تو پھر اس کیلئے شادی کرنا حج پر مقدم ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: (قوله في الاشياء) المسئلة منقولة عن ابی حنيفة في تقديم الحج على التزويج.... ولذا اعترضه ابن كمال في شرحه الهداية بانه حال التوقان مقدم على الحج اتفاقاً لان في تركه امرين ترك الفرض والوقوع على الزنا وجواب ابی حنيفة في غير حال التوقان -  
 (رد المحتار ج ۲ ص ۱۹۷ کتاب الحج)

لے قال صاحب البحر: والمراد بالتقصير يأخذ الرجل أو المرأة من رؤس اشعر مربع رأس مقدار انملة - (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۲۶ باب الاحرام)  
 ومثله في الهمدية ج ۱ ص ۲۳۱ ابواب الثالث في الاحرام -

## حج کے متعلق چند سوالات

### اور اُن کے جوابات

- ہم چند خادمانِ حرم شریف کو چند مسائل کے بارے میں کافی تشویش ہے، امید ہے کہ آنجناب ان سوالات کے جوابات تفصیل سے ارسال فرمائیں گے۔
- (۱) تقریباً سات سو افراد نے (جو کہ سعودی عرب جا رہے تھے) اسلام آباد سے احرام نہیں باندھا کیونکہ کمپنی والوں نے احرام باندھنے کی اجازت نہیں دی، کمپنی والوں نے تیسرے دن ہمیں عمرہ کی اجازت دیدی، چونکہ اس میں ہمارا اپنا اختیار نہیں تھا، تو کیا ہم پردہ واجب ہے یا نہیں؟
- (۲) کمپنی والے ہیں مدینہ منورہ زیارت کے لیے لے گئے واپسی پر ہم نے احرام باندھا اور عمرہ ادا کیا، یہ حج افراد سے یا تمتع؟ عمرہ شوال میں ادا کیا۔
- (۳) بعض افراد نے احرام نہیں باندھا اور مدینہ منورہ سے شوال میں واپسی عمرہ نہیں کیا کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ اگر ہم نے احرام باندھ لیا تو ہم پر قربانی واجب ہوگی۔ تو کیا ان افراد پر دم واجب ہو گیا ہے یا نہیں؟
- (۴) جن لوگوں نے مدینہ منورہ سے واپسی پر عمرہ کیا تو ان کا کون سا حج ہوگا اور جن لوگوں نے احرام باندھا ہی نہیں تو ان پر کون سا حج واجب ہوگا؟
- (۵) کیا ہم خادمانِ حرم شریف پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہم یہاں صرف چار ماہ کے لیے آئے ہیں۔
- (۶) اگر کسی پر دم واجب ہو گیا اور وہ غریب ہے تو وہ تبادلہ مسئلے کے مطابق کیا کرے گا؟
- (۷) اے (A) شفٹ والے صبح چھ بجے سے لے کر ڈھائی بجے تک حرم شریف میں ڈیوٹی کرتے ہیں، وہ کس طریقے سے حج کر سکتے ہیں؟
- بی (B) شفٹ ڈھائی بجے دن سے لے کر رات ساڑھے دس بجے تک ہوتی ہے، وہ کس



طریقے سے حج کر سکتے ہیں ؟

سی (C) شفٹ رات ساڑھے دس بجے سے لے کر صبح چھ بجے تک ہوتی ہے، اس شفٹ والے کس طریقے سے حج کر سکتے ہیں ؟

**الجواب :** بغیر احرام کے دخول حرم سخت گناہ ہے اور ایسی صورت میں توبہ اور آفاق کی کسی میقات پر واپس جا کر حج یا عمرہ کا احرام باندھنا واجب ہے، اگر واپس نہ ہوا اور وہیں سے احرام باندھا تو گنہگار ہوگا اور دم واجب ہوگا۔ البتہ اگر اسی سال آفاق کی کسی بھی میقات پر جا کر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا یا حرم میں احرام باندھ لیا مگر طواف کا ایک شوط پورا کرنے سے قبل کسی میقات پر جا کر تلبیہ کہہ کر حج یا عمرہ کر لیا تو دم ساقط ہو جائے گا۔ اس حج یا عمرہ میں بدون احرام تجاوز کی وجہ سے واجب کی ادائیگی کی نیت ضروری نہیں بلکہ حج یا عمرہ نفل یا نذر یا حج فرض، تہنیت بھی کرے گا اس سے بدون احرام تجاوز کے واجب ادا ہو جائے گا اور اگر اس سال آفاق کی کسی میقات سے حج یا عمرہ نہیں کیا بلکہ دوسرے سال کیا تو دم ساقط نہ ہوگا البتہ تجاوز کی وجہ سے جو نسک واجب ہوا تھا وہ ادا ہو جائے گا اگرچہ نفل یا نذر یا فرض کی نیت کی ہو۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے : ولودخل آفاق مكة بغیر احرام ثم رجع الى الميقات في تلك السنة واحرم بعجة الاسلام سقط عنه ما كان واجبا بالمجاوز ودخول مكة بغیر احرام عند نادان لم يخرج من مكة حتى مضت السنة ثم خرج الى الميقات في السنة الثانية واحرم بعجة الاسلام وحج يجرية حجة الاسلام ولا يسقط عند الدم الذي كان واجبا عليه في العام الاول۔

رفتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۲۸۷

اور ہدایہ میں ہے : واذا اتى الكوفى بستان بنى عامر فاحرم بعمره فان رجع الى ذات عرق ولبى بطل عنه دم الوقت۔ وفي هامشه قوله الى ذات عرق التخصيص به بالنظر الى حال الكوفى والا فالرجوع اليه والى غيره من مواقيت الآفاقين سواء سقط الدم في ظاهر الرواية۔ (ج ۱ ص ۲۸۷ باب مجاوزة الوقت بغیر احرام) اور مواقيت الآفاق یہ ہیں : ذوالحلیفہ، ذات عرق۔ جحفہ، قرن یلملم۔

یہ ہیں آفاقی کے مواقیث، اور میقاتی کا میقات وہ زمین حل ہے جو حرم اور میقات کے درمیان ہو اور مکی کا میقات حج کے لیے حرم ہے اور عمرہ کیلئے زمین حل۔ فتاویٰ علانیہ ج ۲ ص ۱۶۵ تا ۱۶۹

اور عذر من جہت العباد مستقط دم نہیں ہے۔

اور مسائل حج نسیدی مولانا المفتی الاعظم مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ میں ہے کہ :-  
مسئلہ ۱۰ اگر ایک محرم میقات سے احرام کی نیت نہ کرے اور اس سے آگے دوسرا میقات ہو تو دوسرے میقات سے احرام باندھے گا اور اگر دوسرا میقات نہ ہو اور احرام باندھ لیا تو طواف شروع کرنے سے پہلے ایک میقات کی طرف واپس لوٹے گا، اگر واپس نہ ہو تو دم واجب ہے۔ (شرح لباب وغیرہ مسائل حج پشتو ص ۹۳)

فائدہ : ایسا ڈرائیور یا ملازم جو خارج میقات سے حرم یا مکہ مکرمہ کو کثرت سے جایا کرتا ہے تو اس کے لیے ہر بار عمرہ کرنا ضروری ہے، اور جتنی دفعہ بغیر احرام کے ارض حرم یا مکہ مکرمہ میں داخل ہوا اتنی دفعہ عمرے اور دم اس پر واجب ہوئے۔

اور صدر الشریعہ اور صاحب دُرر اور صاحب ایضاح فرماتے ہیں کہ جس آدمی کا حج یا عمرے کا ارادہ نہ ہو تو وہ زمین حرم اور مکہ معظمہ بغیر احرام کے آمد و رفت کر سکتا ہے، لیکن محققین احناف نے ان کی تغلیط کی ہے۔ (شرح لباب وغیرہ)

(۲) ہندیہ میں ہے : ولو احرم لعمرۃ قبل اشهر الحج فقصاها وتحلل بمكة فاحرم بعمرۃ ثم حج من عامہ ذلك لم يكن متمتعاً فان كان حين فرغ من الاولى خرج فجاوز الميقات قبل اشهر الحج فاحل منه لعمرۃ في اشهر الحج وحج من عامہ فهو متمتع وان كان جاوز الميقات في اشهر الحج لم يكن متمتعاً الا اذا خرج الى اهلہ ثم اعتمر ثم حج من عامہ عند ابی حنیفہ وعندہما هو متمتع جاوز الميقات قبل اشهر الحج او بعد، هكذا في محيط سرخسی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۲۲ باب العمرۃ کتاب الحج)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ خدام مکہ مکرمہ میں قیام اور عمرہ کی ادائیگی کی صورت میں اگر مدینہ منورہ کو شوال سے پہلے چلے گئے ہوں اور شوال (یعنی اشہر حج) میں مدینہ منورہ سے عمرہ ادا کیا ہو اور پھر اسی سال آپ لوگ حج بھی ادا کریں تو پھر تمہارا حج حج تمتع ہو گا اور اگر آپ لوگ شوال ہی میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ چلے گئے ہوں اور مدینہ منورہ سے شوال میں عمرہ کر چکے ہوں اور پھر حج بھی کریں تو آپ لوگ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے مطابق متمتع نہ ہوں گے اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے مذہب کے مطابق متمتع ہوں گے۔



(۳) جن حضرات نے سوال میں مدینہ منورہ سے عمرہ کیا ہے وہ سوال ثانی کا جواب ملکہ حنظل کریں اور جنہوں نے مدینہ منورہ سے عمرہ نہیں کیا ہے اور بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آئے ہیں وہ سوال اول کا جواب ملاحظہ کریں۔

(۴) جن لوگوں نے سوال سے پہلے مدینہ منورہ جا کر وہاں سے سوال یعنی شہر حج میں عمرہ کیا ہے اور اس سال حج بھی کر لیں تو ان کا حج بالاتفاق تمتع ہے اور سوال یعنی شہر حج میں مدینہ طیبہ جا کر مدینہ طیبہ سے شہر حج میں عمرہ کیا گیا ہو اور پھر حج کیا جائے تو یہ حج تمتع نہ ہوگا، اور یہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک اور مذہب ہے، اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ حج بھی حج تمتع ہے اور جو لوگ مدینہ منورہ سے بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آئے ہیں ان کا حج حج تمتع نہیں، البتہ ان کے ذمہ سابقہ تفصیل کے مطابق میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کی وجہ سے دم لازم آئے گا، اور اس صورت میں بھی اگر شہر حج سے پہلے آفاق کی کسی میقات سے تجاوز کیا جائے اور پھر اسی میقات سے شہر حج میں عمرہ کیا جائے اور اسی سال میں حج بھی کیا جائے تو یہ بھی بالاتفاق تمتع حج تمتع ہوگا، اور اگر شہر حج میں تجاوز کیا گیا ہو اور اسی میقات سے عمرہ کیا جائے اور اسی سال میں حج بھی کیا جائے تو یہ حج امام صاحبؒ کے نزدیک تمتع نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک تمتع ہے۔

اب ملاحظہ ہو ہندیہ کی وہ عبارت جو جواب ثانی کی ابتدا میں درج کی گئی ہے اور تمتع کی تعریف بھی ملاحظہ ہو اور وہ یہ ہے: والمتمتع من یاتی بافعال العمرة فی اشهر الحج او یطوف اکثر طوافها فی اشهر الحج ویحج من عامہ ذلک قبل ان یلم باہلہ بینہما الما صبیحاً سواء حل من احرامہ الاول والا۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۳۸) نیز غنیۃ المناسک کی یہ عبارت ملاحظہ ہو: التاسع ان لا یدخل علیہ اشهر الحج وهو حلال بمکة او ما حولها او عزم طواف لعمرتہ اکثر قبلہا حتی لو احرم بعمرۃ اخرى وحج من عامہ لا یکون متمتعاً الا ان یعود الی اہلہ فیحرم بہا فیکون متمتعاً اتفاقاً والی خارج المیقات فیکون متمتعاً عندہما۔ (غنیۃ المناسک ص ۱۱۴)

(۵) ہندیہ میں ہے: ولا تجب علی المسافر ولا علی الحاج اذا کان محرمًا وان کان من اہل مکة، کذا فی شرح الطحاوی۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۵ ص ۲۹۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ حاجی جو حج کے احرام میں ہو اس پر قربانی واجب نہیں اگرچہ مکہ میں مقیم ہو، اور دوسرا قول اس مسئلہ مذکورہ کی مخالفت میں یہ ہے کہ مکہ میں مقیم پر



قربانی واجب ہے اگرچہ وہ حج کے احرام میں ہو۔

فتاویٰ علائیں ہے: (فتجب ای التضجیة) علی حد مقیم فلا تجب علی حاج مسافر قاما  
اهل مكة فتلزمهم وان حجوا وقيل لا تلزم المحرم - سراج وف رد المحتار  
قوله وقيل لا تلزم المحرم وان كان من اهل مكة جوهره عن الخجندی وحله فی  
الشر النبلالیة علی المسافر وفيه نظر ظاهر - (فتاویٰ علائیں ج ۵ ص ۲۲۲)  
(۵) مگر میرے شیخ اور مربی سیدی حضرت مفتی اعظم مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم قول  
اول کو پسند فرمایا کرتے ہیں۔

(۶) رد المحتار میں ہے: تحت شرح قول صاحب الدر المختار: الواجب دم علی المحرم بالغ الخ  
(تنبیہ) فی شرح النقایة للقاری ثمر الکفارات کلها واجبة علی التراخی فیکون  
مؤدیا فی ای وقت وانما یتضیق علیه الوجوب فی اخر عمره فی وقت یغلب علی طئه  
انه لو لم یوده لقات فان لم یود فیه حتی مات اثم وعليه الوصیة ولو لم یوص  
لم یجب علی الورثة ولو تبرعوا عنه جاز الا الصومر - وفيه ایضاً قوله ولو  
ناسیا قال فی الباب ثمر لا فرق فی وجوب الجزاء بینما اذا جنی عامدا او خاطئا  
مبتدئا او عائدا ذاکراً او ناسیا عالماً او جاهلاً طایعاً او مکرهاً نائماً او منتبهاً  
سکراناً او صاحياً مغمی علیه او مفیقاً موسراً او معسراً بمباشرة او مباشرة غیر  
بامره - (ج ۲ ص ۲۱۷ باب الجنایات کتاب الحج)

ان عبارات و روایات سے معلوم ہوا کہ غریب کے لیے بھی دم دینا ضروری ہے، البتہ  
دم دینے میں اتنی سہولت ہے کہ علی الفور ضروری نہیں بلکہ اگر موت سے پہلے پہلے دے دیا تو  
بھی اس سے ذمہ فارغ ہو جائے گا۔

(۷) یہ تو آپ اور کمپنی والوں پر منحصر ہے کہ کمپنی والے آپ لوگوں کی اتنی رعایت تو کریں کہ  
آپ لوگ کم از کم ضروریات حج تو ادا کر سکیں۔

(رہو الموفق)



## باب التمتع والقراءات

حج قرآن و تمتع کے مسائل و احکام

**حج تمتع میں قربانی نہ کرنے کا حکم | سوال :** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے حج تمتع کے ارادہ سے سفر کیا لیکن بعض اعذار کی وجہ سے قربانی نہ کر سکا، اب اس قربانی کا نقصان مکہ مکرمہ ہی میں قربانی کرنے سے پورا ہو گا یا اپنے وطن میں بھی قربانی کر سکتا ہے۔

**الجواب :** تمتع پر چونکہ قربانی کرنا واجب ہے اور اگر کسی شرعی عذر کی بناء پر قربانی نہ کر سکا تو حج کے بعد اس شخص کو دو قربانیاں کرنی ہوں گی اور دونوں قربانیاں مکہ مکرمہ میں ہی کرنی ہیں اصلتا مکہ یا وکالتاً، چاہے جن ایام میں ہو۔

قال ابن نجيم المصري: فلولم يقدر على السهدي تحلل وعليه دمان دم التمتع ودم التحلل قبل السهدي - (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۶۱ باب القرآن) لہ

**تمتع اور قارن کا قربانی سے پہلے حلق کرنا | سوال :** تمتع یا قارن اگر قربانی سے پہلے حلق کرے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے ؟

**الجواب :** اگر مفرد باجج ہو تو دم واجب نہیں کیونکہ جنابت نہیں ہوا، اور اگر تمتع یا قارن ہو تو قربانی سے قبل حلق کرنے سے دم واجب ہوا اور اس پر زمین حرم میں ہی قربانی کرنی پڑے گی۔

قال ابن نجيم: فان حلق القارن قبل ان يذبح فعليه دمان عند حنيفة دم بالحلق في غير اوانه بعد الذبح ودم بتأخير الذبح عن الحلق وعندهما يجب دم واحد هو الاقل - (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۶۱ باب القرآن) لہ

لہ قال العلامة الحصكفي: فلولم يقدر تحلل وعليه دمان - قال ابن عابدين: في قوله دمان دم التمتع ودم التحلل قبل اوانه - (الدر المختار على صدر المختار ج ۲ ص ۵۳۲ کتاب الحج، باب القرآن) وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْدَايَةِ ج ۲ ص ۲۲۰ باب القرآن -

لہ لما قال ابن همام: قال محمد في الرواية دم للقرآن ودم للحلق قبل ان يذبح لا تؤى ان المفرد لو حلق قبل ان يذبح لم يلزمه شيء بالاتفاق لعدم استلزامه تأخير الواجب - (فتح القدير ج ۲ ص ۴۳۳ باب الجنائيات) وَمِثْلُهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۵۵۵ باب الجنائيات -

**حج قرآن و تمتع کی تعریف** | سوال :- زید نے اگر سفر حج میں عمر کی طرف سے عمرہ ادا کیا تو کیا یہ صحیح ہے یا نہیں، اگر صحیح ہے تو کیا زید حج ادا کرنے تک احرام میں رہے گا یا اس سے پہلے بھی حلال ہو سکتا ہے؟

**الجواب :-** زید نے اگر عمرے کا ثواب عمر کو بخش دیا تو صحیح ہے اور اشہر حج میں عمرہ کر کے احرام سے نکلنے کے بعد حج کے لیے دوبارہ احرام باندھے تو شریعت کی اصطلاح میں یہ شخص متمتع کہلاتا ہے اور اگر یہ دونوں ایک احرام سے کرے تو قرآن ہے اور اس پر دم شکر واجب ہوگا۔

کافی الہندیۃ: ہوان یجمع بین احرامی الحج والعمرة من المیقات او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا۔ ہکذا فی معراج الدرایۃ والمتمتع من یأتی بأعمال العمرة فی اشہر الحج او یطوف اکثر طوافھا فی اشہر الحج ثم یحرم بالحج ویحج من عامہ۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱- البایا السابع فی القرآن والمتمتع) لہ

**متمتع کے لیے عمرہ کرنے کے بعد حج کا احرام باندھنے کی جگہ** | سوال :- کیا فرماتے ہیں میں کہ متمتع عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام کہاں سے باندھے گا؟

**الجواب :-** متمتع جب عمرہ سے فارغ ہو کر حلال ہو جائے تو جب حج کے لیے احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو مکہ مکرمہ اور تمام زمین حرم سے احرام باندھ سکتا ہے۔

قال المحصن: قال فی الباب والافضل ان یحرم من المسجد ویجوز من جمیع الحرم ومن مکة افضل من خارجھا۔ (الدر المختار علی صمد رد المحتار ج ۲ ص ۵۳۶ باب التمتع) لہ

لہ قال العلامة ابن العلام لا نصاریٰ، والقارن هو الجامع بین الحج والعمرة سواء احرم بہما معاً او احرم بالحجة واصناف الیہا العمرة وعلیہ دم الشکر لما انعم اللہ علیہ من التوفیق للحج بین العبادین سفر واحد۔ (الفتاویٰ التاتاریفانیہ ج ۱ ص ۵۲۶ الفصل التاسع فی القارن) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۳۵۷ باب القرآن۔

لہ قال الشیخ ابن الہمام: فاذا کان یوم الترویۃ احرم بالحج من المسجد ہدایۃ وفی فتح القدیر والمسجد لیس بلازم بل هو افضل ومکة افضل من غیرھا من الحرم۔

(فتح القدیر ج ۲ ص ۴۲۳ باب التمتع)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۳۶۳ باب التمتع۔



**حج تمتع کرنے والے کے لیے عمرہ کے بعد احرام کھولنے کا حکم** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے

میں کہ پاکستان سے کچھ حجاج کرام حج تمتع کے ارادہ سے شعبان میں مکہ مکرمہ گئے اور عمرہ کرنے کے بعد حلال ہو گئے، رمضان کا مہینہ انہوں نے بیت اللہ ہی میں گزارا، سوال کے مہینے میں زیارت نبوی کے ارادے سے مدینہ منورہ چلے گئے، واپسی پر پھر عمرہ کا احرام باندھا، تو اب عمرہ کرنے کے بعد انہیں احرام کھولنے کی اجازت ہے یا نہیں یا حج تک وہ اسی احرام میں رہیں گے؟

**الجواب :-** مدینہ منورہ سے واپسی پر اگر کوئی شخص حج تمتع کا ارادہ رکھتا ہو تو ذوالحلیفہ والے احرام سے عمرہ کر کے بعد میں احرام کھول دے اور اس کے بعد حج کے لیے احرام باندھے جو کہ واجب ہے۔

قال ابن نجيم المصري: ولحق يقيد احرامها باشهر الحج لا نه ليس بشرط لكن اداء اكثر طوافها فيها شرط فلو طاف الاقل في رمضان مثلاً ثم طاف الباقي في الشّوال ثم حج من عامه كان متمتعاً۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۱ کتاب الحج) لہ

**میتاق میں رہنے والے کیلئے حج تمتع اور قرآن کا حکم** | سوال :- جو شخص میتقات کے اندر رہتا ہو وہ حج

**الجواب :-** قرآن اور تمتع ہر اس شخص کے لیے ہے جو میتقات سے باہر رہتا ہو، لہذا جو شخص میتقات کے اندر رہتا ہو وہ تمتع اور قرآن نہیں کر سکتا وہ صرف حج یا صرف عمرہ کرے گا۔ قال العلامة التمریاشی: والمکی ومن فی حکمہ ای من اهل داخل المواقیت یفرد فقط ولو قران او تمتع جاز واسامو علیہ دم جبر۔ (تنویر البصار علی صدر رد المحتار ج ۲ باب التمتع) ۵۳۹ لہ

لہ وفي الهندية، وليس من شرائط التمتع وجود الاحرام بالعمرة في اشهر الحج بل اداؤها فيها واداء اكثر طوافها۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۳۸ الباب السابع في القران والتمتع)

وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارِخَانِيَةِ ج ۲ ص ۵۳۱ الفصل العاشر في التمتع۔

۲ وفي الهندية: وليس لاهل مكة تمتع ولا قران وانما لهم الافراد خاصة۔ كذا في الهداية و

كذلك اهل المواقيت۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۳۹ الباب السابع في القران والتمتع)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۱ ص ۱۲۳ باب القوان والتمتع۔

**سوال :-** اگر کوئی شخص پاکستان

جج تمتع کی نیت کرنے کے بعد حج قرآن کی نیت کرنا سے حج تمتع کی نیت سے مکہ مکرمہ جائے مگر وہاں پہنچ کر عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ جا کر وہاں سے حج قرآن کی نیت کرے تو کیا یہ شخص حج قرآن کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** صاحبین کے نزدیک جب محرم حدود حرم سے نکل جائے تو اس کی حیثیت آفاقی کی ہوگی، اب اگر وہ تمتع کی جگہ قرآن کی نیت کرے تو حج قرآن جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ہاں حدود حرم سے نکل جانے سے نیت تمتع باطل ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے نزدیک خروج حرم سے نیت تمتع باطل نہیں ہوتی اس لیے صورت مسئلہ کے مطابق حج قرآن کی نیت کرنا جائز نہیں البتہ موجودہ حالات کو مد نظر رکھ کر صاحبین کی رائے کو مفتی بقرہ دینا چاہیے۔

لما قال العلامة ظفر احمد العثماني، وهو متمتع ان حج من عامه وكذا المخرج الى الآفاق لحاجة فقرة لا يكون قارناً عند أبي حنيفة، وعليه رفض احدهما ولا يبطل تمتعه لان الاصل عند ان الخروج في اشهر الحج الى غير اهله كالاقامة بمكة فانه لم يخرج وقرن من مكة اما عندهما فكل الرجوع الى اهله فاذا خرج بطل تمتعه ثم اذا قرن من الميقات كان قارناً - (امداد الاحكام ج ۲ ص ۱۸۱ کتاب الحج)

**سوال :-** حج تمتع اور قرآن میں سے احناف کے ہاں حج تمتع افضل ہے یا قرآن؟ کون سا حج افضل ہے؟

**الجواب :-** حج کی تین قسمیں ہیں ۱) حج افراد (۲) حج تمتع (۳) حج قرآن۔ احناف کے ہاں ان تینوں میں سے حج قرآن افضل ہے اور قرآن کے بعد حج تمتع بہتر ہے۔

قال العلامة الحصكفي: باب القرآن وهو افضل لحديث اتاني الليلة من ربي وانا بالعقيق فقال يا آل محمد اهلوا بحجة وعمرة معا..... ثم التمتع ثم الافراد -

والدر المختار على صدر رسالة المختار ج ۲ من ۵۳ باب القرآن، کتاب الحج ص ۱۷



## بَابُ الْحَجِّ عَنِ الْغَيْرِ ( حج بدل کے مسائل و احکام )

**نقلی حج میں حج بدل کی نیت کرنا ضروری نہیں** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے

والد صاحب پر حج فرض نہیں تھا اور نہ انہوں نے وصیت کی تھی، اب میں ان کے ایصالِ ثواب کیلئے نقلی حج میں حج بدل کی نیت کروں یا صرف نقلی حج کی ؟

**الجواب :-** جب کسی پر حج فرض ہی نہ ہو تو اس کی طرف سے حج بدل بھی نہیں ہوتا لہذا اس صورت میں آپ نقلی حج ادا کریں اور اس کا ثواب اپنے والد کو بخش دیں۔

قال العلامة ابن عابدین: (بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره) ای سوا دکانت صلوة او صوما او صدقة او قرأة قرآن او ذکر او طوافاً او حجاً او عمرة او غیر ذلک۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۵ باب الحج عن الغير، مطلب فی اهداء ثواب الاعمال الخ) لہ

**فوت شدہ آدمی کے لیے نقلی حج کا ثواب** | سوال :- اگر ایک آدمی اپنے فوت شدہ والد کے ایصالِ ثواب کے لیے نقلی حج کرے

تو کیا اس کو نقلی حج کا ثواب ملے گا یا نہیں ؟

**الجواب :-** ہر نقلی عبادت چاہے بدنی ہو یا مالی، کرنے سے اس کا ثواب کسی فوت شدہ کو بخشنا شرعاً صحیح اور ثابت ہے اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے، لہذا اگر کوئی شخص اپنے فوت شدہ والد کے لیے نقلی حج کرے اس کا ثواب اُسے بخش دے تو وہ ثواب اس کو پہنچے گا۔

قال العلامة ابن نجیم المصری: فان من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغيره

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری: فان من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابها الیہم عند اهل السنة والجماعة کذا فی البدائع۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۵۹ باب الحج عن الغير)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْدِيَّة ج ۱ ص ۲۵۴ الباب الرابع عشر في الحج عن الغير۔



من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة كذا في البدائع -  
(البحر الرائق ج ۳ ص ۵۹ باب الحج عن الغير) ۱

**نفل حج کے لیے والدہ سے اجازت لینے کا حکم** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سعودی عرب میں مقیم ہے وہ اپنی بوڑھی والدہ کے لیے نفل حج کرنا چاہتا ہے جو کہ پاکستان میں رہتی ہے، کیا اُسے اپنی والدہ سے اجازت لے کر پاکستان سے سفر حج اختیار کرنا ہوگا یا سعودی عرب سے ہی والدہ کی طرف سے حج ادا کرے؟

**الجواب :-** حج بدل فرضی ہیں اُس مکان سے بہ نیت حج جانا ضروری ہے جہاں پر رہتا ہو، البتہ اگر کوئی کسی کی طرف سے نفل حج کا ارادہ کرے تو اس میں اجازت لینا ضروری نہیں اور نہ ہی صورت مسئلہ کے مطابق پاکستان آنے کی ضرورت ہے، لہذا آپ اپنی والدہ کی طرف سے بغیر اُن کی اجازت کے سعودی عرب سے ہی نفل حج کر سکتے ہیں۔

وفي الهندية: الامر بالحج فلا يجوز حج الغير عنه يغير أمره الا الوارث -  
هندية ففي الحج النقل تجوز النياية حالة القدرة لأن باب النقل اوسع كما في سراج الوهاج - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۵ الباب الخامس عشر في الوصية بالحج) ۲

**نفل حج کے لیے پاکستان آنا ضروری نہیں** | سوال :- اگر کوئی آدمی اپنے فوت شدہ والدین یا کسی رشتہ دار کے لیے نفل حج کرتا ہے اور وہ ابو ظہبی میں ملازم ہے تو کیا وہ ابو ظہبی سے ہی نفل حج کیلئے جاسکتا

۱۔ ان الانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة كان او صوماً او صدقة او غير ذلك - الحج (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۴ الباب الرابع عشر في الحج عن الغير)

وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارِخَانِيَةِ ج ۲ ص ۵۴۵ الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير -

۲۔ قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: وانما شرط غير المتوب للحج الفرض لا النقل لجواز الاناية مع القدرة في حج النقل لأن المقصود منه الثواب -

(البحر الرائق ج ۳ ص ۶۲ باب الحج عن الغير)

وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارِخَانِيَةِ ج ۲ ص ۵۴۵ الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير -

ہے یا اس کے لیے پاکستان آنا ضروری ہے ؟

**الجواب :-** کسی فوت شدہ کے ایصالِ ثواب کے لیے نفل حج ممنوع نہیں اور نہ اس کے لیے صورتِ مسئلہ کے مطابق ابو ظہبی سے پاکستان آنا ضروری ہے بشرطیکہ فوت شدہ آدمی نے وصیت نہ کی ہو تو فوت شدہ کی طرف سے نفلی حج کرنے والا جہاں بھی ہو وہیں سے مکہ مکرمہ جا کر حج کرے تو صحیح ہے، کیونکہ نفل حج کی صورت میں توسیع ہے البتہ حج بدل وصیت کی صورت میں ہو تو پھر پاکستان آنا ضروری ہے۔

وفی الہندیۃ: ففی الحج النفل تجوز نیابة حال القدرة لان باب النفل اوسع كما فی السراج الوہاج۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲۵۴ الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر) لہ

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غریب آدمی سے حج بدل کرانا ایک شخص غریب و نادار ہے جسے ایک صاحب ثروت حج بدل کے لیے بھیج رہا ہے، کیا کسی غریب و نادار کو جس نے خود حج نہیں کیا ہو حج بدل کے لیے بھیجتا جائز ہے یا اس کیلئے کسی ایسے شخص کا انتخاب ضروری ہے جس نے خود حج کیا ہو ؟

**الجواب :-** بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لیے کسی ایسے آدمی کو بھیجا جائے جس نے خود فریضہ حج ادا کیا ہو، لیکن باوجود اس کے اگر ایک غریب و نادار شخص کو حج بدل کے لیے بھیجا جائے تو اس سے بھی حج بدل ادا ہو جاتا ہے اور اس شخص پر حج فرض نہیں ہوتا۔

وفی الہندیۃ، ولا فصل للانسان اذا اراد عن نفسه ان يحج رجلاً قد حج عن نفسه ومع هذا لو اُحج رجلاً لم يحج عن نفسه حجة الاسلام بخلاف عندنا وسقط الحج من الامر كذا فی المحيط۔ (الہندیۃ ج ۱۲ الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر)

لہ قال العلامة ابن نعیم المصری رحمہ اللہ :- وانما شرط عجز المنوب للحج الفرض لجواز الانابة مع القدرة في حج النفل لان المقصود منه الثواب۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۶۲ باب الحج عن الغیر)

وَمِثْلُهُ فِي التَّائِيَةِ ج ۲ ص ۵۴۵ الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير۔

۲ قال ابن عابدین (ثم فرع عليه) على ان الشرط هو الاهلية دون اشتراط ان يكون المامور قد

حج عن نفسه۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۲۳ باب الحج عن الغير قبل مطلب في حج الفمودة)

وَمِثْلُهُ فِي التَّائِيَةِ ج ۲ ص ۵۴۶ الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير۔

**حج بدل میں امر کی اطاعت کا حکم | سوال :-** زید نے عمر کو حج بدل کے لیے بھیجا، عمر نے میقات سے عمرہ کی نیت کر لی اور جب حج میں پانچ روزہ رہ گئے تو عمر نے زید کی طرف سے حج بدل کے لیے احرام باندھ کر افعال حج ادا کیے تو کیا شرعاً زید کا حج بدل ادا ہو گیا یا نہیں؟

**الجواب :-** حج بدل کرنے والے کے لیے امر کے حکم کی اطاعت ضروری ہے، صورت مسئلہ کے مطابق چونکہ عمر نے زید کے امر کی مخالفت کی ہے اس لیے اس صورت میں زید کی طرف سے حج بدل ادا نہیں ہوا۔ آئندہ سال عمر کو زید کیلئے دوسرا حج کرنا پڑے گا۔

قال ابن عابدینؒ: الثاني عشر ان يعمر من الميقات فلو اعتمر وقد امره بالبحر فخرج من مكة لا يجوز ويضمن - (رد المحتار ج ۲ من باب الحج عن الغير) ۱۷

**حج بدل میں عمرہ کی نیت کا حکم | سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج بدل میں عمرہ کی نیت صحیح ہے یا نہیں، اور اگر کسی شخص نے حج بدل میں عمرہ کی نیت کر لی تو اس سے حج بدل صحیح ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** حج بدل میں صرف حج کی نیت کرنا اُس وقت ضروری ہے جبکہ امر نے مامور کو حج افراد پر مامور کیا ہو، چونکہ ہمارے بلاد میں حج قرآن، تمتع اور افراد تینوں کو حج کہا جاتا ہے اور امر کی طرف سے تینوں کی اجازت ہوتی ہے لہذا تمتع کر سکتا ہے، بہتر یہی ہے کہ امر سے اس کی تصریح کرا لی جائے۔

وفي الهندية: واذا امر غيره بالافراد حجة او عمرة فقرن فهو ضامن في قول ابى حنيفة. وقال ابو يوسف ومحمد رحمهما الله يجزئ عن الامر استئناساً. (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۸) ابنا الرابع عشر في الحج عن الغير ۱۷

۱۷ قال العلامة عالم بن العلامة الانصاري: ولو امره بالبحر فاعتمر ثم حج من مكة فهو مخالف في قولهم - (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۵۲۶) الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير) وَمِثْلُهُ فِي السَّهْنَدِيَّةِ ج ۲ ص ۱۵۸ الباب الرابع عشر في الحج عن الغير۔

۱۸ قال ابن عابدینؒ: فلو امره الافراد فقرن او تمتع ولو لم يمت لم يقع عنه ويضمن النفقة - (رد المحتار ج ۲ ص ۲ من باب الحج عن الغير، مطلب شروط الحج عن الغير عشرون)

وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارُخَانِيَّةِ ج ۲ ص ۵۲۶ الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير۔



**سوال :-** ایک آدمی زیابیطس (شوگر) کے مرض میں مبتلا ہے، ڈاکٹر اور حکیم اسے سفر کی اجازت نہیں دیتے،

تو کیا ایسا شخص اپنی طرف سے کسی کو حج بدل کے لیے بھیج سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** زیابیطس کا مرض اگر کسی دوائی یا اور کسی واسطہ سے اپنے مرض پر وقتی طور پر کنٹرول حاصل کر سکتا ہو یا اس کو امید ہو کہ عنقریب اس مرض سے صحتیاب ہو جاؤں گا تو یہ شخص کسی کو اپنی طرف سے حج بدل نہیں کر سکتا اور اگر ایسا ہونا ممکن نہیں تو پھر حج بدل کر سکتا ہے۔

وفی الہندیۃ: ومنها ان یکون المحجوج عنه عاجزاً عن الاقدام۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۵۷ الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر) ۱۔

**سوال :-** کیا حج بدل مجبور عنہ کے مال سے حج بدل میں خرچہ مجبور عنہ کی طرف سے ہوگا؟

بھی کر سکتا ہے؟

**الجواب :-** حج بدل میں یہ شرط ہے کہ مامور کا حج مجبور عنہ کے مال سے ہو، پس اگر حج بدل کرنے والے نے اپنے مال سے حج کر لیا تو مجبور عنہ کی طرف سے ادا نہ ہوگا۔

کافی الہندیۃ: ومنها ان یکون حج المامور بمال المحجوج عنه فان تطوع الحاج عنه بمال نفسه لم یجز عنه حتی یحج بماله۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۵۷ الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر) ۲۔

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

میتقات کی بجائے حرم سے حج بدل کا احرام باندھنا

ایک شخص نے حج بدل میں میتقات سے حج کا احرام نہیں باندھا بلکہ عمرہ احرام باندھا ہے، تو کیا

۱۔ قال العلامة الحصکفی: لیکن بشرط دوام العجز الی الموت ونیۃ الحج عنه ہذا اذا کان

المرض یرجى نوالہ۔ (الدر المختار علی صدر ساد المختار ج ۲ ص ۵۹۸ باب الحج عن الغیر)

وَمِثْلُهُ فِی التَّائِیْدِیَّةِ ج ۲ ص ۵۴۵ الفصل الخامس عشر فی الرجل یحج عن الغیر۔

۲۔ قال العلامة الحصکفی: وبقی من الشرائط التقفۃ من مال الامر کلہا او اکثرہا۔

(الدر المختار علی صدر ساد المختار ج ۲ ص ۶۰۱ باب الحج عن الغیر)

وَمِثْلُهُ فِی التَّائِیْدِیَّةِ ج ۲ ص ۵۴۵ الفصل الخامس عشر فی الرجل یحج عن الغیر۔

حرم شریف سے دوبارہ حج بدل کا احرام باندھنے سے حج بدل ادا ہو جائے گا یا نہیں ؟  
**الجواب :-** مامور کے لیے آمر کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے افعال حج ادا کرنے چاہئیں  
 اس لیے اگر آمر نے مامور کو حج تمتع کی اجازت دی ہو تو بنا بر تحقیق آمر کا ذمہ فارغ ہوگا ورنہ نہیں۔  
 قال العلامة علاؤ الدین المحصکفی: ان اذن له الامر بالقوان والتمتع والا قيصير  
 مخالفاً۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۱۱۱ باب الحج عن الغير) لہ

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس حج بدل میں خرچہ آمر کی طرف سے ضروری ہے؟ مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت پر حج فرض ہے اور اس عورت نے بنا بر ضعف اپنے بیٹے کو رقم دے کر حج بدل کے لیے روانہ کیا ہے کیا مامور بہ کو آمر کے مال سے ہی حج کرنا ضروری ہے یا اپنی طرف سے بھی کچھ خرچ کر سکتا ہے ؟  
**الجواب :-** حج بدل میں ضروری ہے کہ خرچہ آمر کی طرف سے ہو، صورت مشولہ کی مطابق اس بیٹے کے لیے ضروری ہے کہ جب وہ اپنی والدہ کے لیے حج بدل کر رہا ہے تو خرچہ بھی والدہ کے مال سے کرے گا تاہم اگر حج فرض نہ ہو تو نفلی حج میں توسع ہے۔

وفي الهندية: ومنها ان يكون الحج بمال المحجوج عنه فان تطوع الحاج عنه بمال نفسه لم يجز عنه حتى يحج بماله۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۵۴ ابواب الرابع عشر فی الحج عن الغير) لہ

**سوال :-** کیا حج بدل میں اپنے لیے حج کرنا اور کسی دوسرے کو حج بدل کیلئے مقرر کرنا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمر کو اپنی والدہ کی طرف سے حج بدل کے لیے کہا، تو عمر نے

لہ قال العلامة الانصاری: ولو امره بالحج فاعتمر ثم حج من مكة فهو مخالف في قولهم۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ ج ۲ ص ۵۲۶ الفصل الخامس عشر فی الرجل يحج عن الغير) ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۵۸ ابواب الرابع عشر فی الحج عن الغير۔

۲ قال ابن عابدین: (فقطوع رجل) اطلق الرجل المتطوع فشمّل الوارث۔ وبه صرح قاضی خان بقولہ میت اذا وصی بان يحج عنه بماله فتبرع عنه الوارث او الاجنبی لا یجوز، یعنی لا یجوز عن فرض میت۔  
 والا فله ثواب ذلك الحج۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۰۶ باب الحج عن الغير مطلب العمل علی القیاس دون الاستحسان لهذا)  
 ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۶۲ باب الحج عن الغير۔

سے کہا کہ آپ آمدورفت کا خرچہ مجھے دے دیں میں مکہ مکرمہ میں کسی آدمی کو حج بدل کے لیے مقرر کر دوں گا اور ان پیسوں سے میں اپنی جانب سے حج کر لوں گا۔ تو کیا یہ طریقہ درست ہے؟

**الجواب** حج بدل میں آمر کے وطن سے جانا ضروری ہے اس لیے صورتِ مسئلہ میں طریقہ مذکورہ سے حج کرنا غیر مشروع ہے اور نہ ہی اس طریقہ سے حج بدل ادا ہوتا ہے اور زید کی والدہ ذمہ بھی فارغ نہ ہو۔

قال العلامة محمد امين الشهير بابن عابد بن رحمه الله : الحادي عشر ان يحج عنه من وطنه ان اتسع الثلث والاف من حيث يبلغ -  
(مراد المختار ج ۲ ص ۶۸۱ باب الحج عن الغير - مطلب شروط الحج عن الغير) -

**سوال** کیا فرماتے ہیں سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے حج بدل ادا کرنا صحیح نہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی پر حج فرض ہو چکا ہے لیکن سفر کی تکالیف اور تھکاوٹ کی وجہ سے وہ حج بدل کرنا چاہتا ہے کیا یہ حج بدل صحیح ہوگا۔

**الجواب**:- اگر کسی پر حج فرض ہو جائے تو حج کی ادائیگی اسی شخص پر ضروری ہے محض تھکاوٹ کی وجہ سے حج بدل نہیں کر سکتا کیونکہ حج بدل کے لیے فقہاء کرام نے جو شرائط ذکر کی ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں: ۱۔ کہ محجوج عنہ ادائے حج سے خود عاجز ہو، ۲۔ یہ کہ یہ عجز موت تک قائم ہو وغیرہ، چونکہ صورتِ مسئلہ میں یہ شرائط مفقود ہیں اس لیے حج بدل نہیں کرایا جاسکتا۔

قال العلامة الحصكفي: لكن بشرط دوام العجز الى الموت ونية الحج عنه هذا اذا كان المريض يرجى زواله. الخ (المختار على صدر المختار ج ۲ ص ۵۹۸ باب الحج عن الغير)

لـ رجل اوصى ان يحج عنه فأج عنه رجلاً فلما بلغ الكوفة مات او سرت نفقة وقد اتفق النصف

فانه يحج عن الميت منزله بثلث ما لبقی - (جامع الصغیر ص ۳۵ کتاب الحج

ومثله في التاتارخانية ج ۲ ص ۵۵۲ الفصل السادس عشر في الوصية بالحج -

۲۔ وفي الهندية، ومنها ان يكون المحجوج عنه عاجز عن الاداء ومنها استدامة العجز من وقت الاجازة

الى وقت الموت - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۴ الباب الرابع عشر في الحج عن الغير)

ومثله في التاتارخانية ج ۲ ص ۵۴۵ الفصل الخامس عشر في الوصل بالحج عن الغير -



**سوال :-** ایک شخص حج بدل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے شرعاً کیا حج بدل کی شرائط

شرائط ہیں ؟

**الجواب :-** فقہاء اسلام نے اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے کتب فقہ میں مستقل باب (باب فی الحج عن الغیر) قائم کیا ہے جس میں حج بدل کی شرائط ذکر ہیں، اگر ان شرائط کے تحت حج بدل کیا جائے تو درست ہے ورنہ نہیں، اور وہ شرائط مندرجہ ذیل ہیں :-  
۱۔ محجوج عنہ خود اداۓ حج سے عاجز ہو اور وہ مال کا مالک ہو ۲۔ وہ حج کرنے سے عاجز ہو اور عجز موت تک قائم ہو ۳۔ امر بالحق ہو ۴۔ احرام کے وقت نیت محجوج عنہ کی طرف سے ہو ۵۔ مامور کا حج محجوج عنہ کے مال سے ہو۔

کافی الہندیۃ: ومنها ان يكون المحجوج عنه عاجراً عن ادا دار ومنه استدامة العجز من وقت الاحجاج الى وقت الموت ومنها الامر بالحج ومنها نية المحجوج عنه عند الاحرام ومنها ان يكون المامور بماله۔ (فتاویٰ الہندیہ ج ۱۱ باب الرابع عشر فی الحج عن الغیر) ۲۵۴

**سوال :-** ایک آدمی پر حج فرض تھا زندگی میں اُس نے حج ادا نہ کیا اور نہ ہی مرتے وقت وصیت کی تو اس کے لیے

حج بدل کیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** اگر کوئی شخص وفات پا گیا اور اس پر حج فرض ہو چکا تھا مگر اُس نے حین حیات ادا نہ کیا اور مرتے وقت وصیت بھی نہ کی تو اب اگر اس کے ورثہ اپنی خوشی سے میت کے طرف سے حج بدل کریں تو جائز ہے اور امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کی طرف سے قبول فرمالیں گے، مگر میت کی وصیت ضروری ہے۔

کافی الہندیۃ: من عليه الحج اذا مات قبل ادائه من غير وصية ياتم بلا خلاف وان احب الوارث ان يحج عنه بجزئته ذلك انشاء الله تعالى، كذا ذكر ابو حنيفة رحمه الله عليه وان مات عن وصية لا يسقط الحج عنه واذا حج عنه يعوتر عند باستبجاء

۱۔ قال المحقق رحمه الله: لكن بشرط دوام العجز الى الموت ونية الحج عنه هذا اذا كان الموصي يرعى ذواله۔ الخ ( الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۸ باب الحج عن الغیر) ومثله فی التاتارخانیۃ ج ۲ ص ۵۲۵ الفصل الخامس فی الرجل يحج عن الغیر۔

شرائط الجواز۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۵۸) الباب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج) ۱۔  
**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ  
**عورت کا مرد کی طرف سے حج بدل کرنا** کے بارے میں کہ مرد کی طرف سے عورت حج بدل  
 کر سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حج بدل کے لیے مسلمان عاقل بالغ ہونا ضروری ہے خواہ مرد ہو یا عورت !  
 البتہ اگر عورت نے حج بدل کیا تو فقہاء کی تصریح کے مطابق مکروہ ہے تاہم حج بدل ادا ہو جائے گا۔  
 وفي الہندیۃ، ولو احج عنه امرأة او عبداً او امة باذن السيد جاز ویکوہ ہکذا فی  
 محیط السرخسی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۱) الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر) ۲۔  
**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں  
**غیر وصی کا حج بدل ادا کرنا** کہ ایک آدمی نے موت کے وقت چار اشخاص کو وصیت کی کہ  
 کہ مجھ پر حج فرض ہے آپ میری طرف سے حج بدل ادا کر دیں، تو کیا حج بدل صرف اوصیاء اور  
 وارثین کو ادا کرنا ضروری ہے یا غیر وصی بھی حج بدل کر سکتا ہے؟

**الجواب :-** حج بدل اوصیاء وارثین کو ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ غیر وصی بھی حج بدل  
 ادا کر سکتا ہے۔

یكون الادویاً مطلقاً ویدل علیہ ما فی الہندیۃ۔ ولو اوصی المیت ان یحج عنه ولم یزد کان الوصی ان یحج  
 بنفسه فان کان الوصی وارث المیت اودفع المال الی وارث المیت یحج المیت (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۵۹) الباب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج) ۳۔  
 ۱۔ قال الشیخ ابن العلاء الانصاری: ومن مات وعليه فرض الحج ولم یوصی بہ لم یلزم الوارث ان یحج عنه وان  
 احب ان یحج عنه وأرجوان یجزیہ انشاء اللہ۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ ج ۲ ص ۵۶۲) الفصل السابع عشر فی احرام المراۃ  
 ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۶۱ باب الحج عن الغیر۔

۲۔ قال الشیخ ابن الہمام: ویجوز حجاج الحر والامة والحرة وفي الاصل نص علی کراہۃ  
 المردة۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۱) باب الحج عن الغیر)  
 ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۶۲ باب الحج عن الغیر۔

۳۔ قال الشیخ ابن العلاء الانصاری: وفي الکبریٰ اوصی بان یحج عنه ولم یوص الی احد فاجتمعت الورثة  
 لیجوز عنه رجلاً جاز۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ ج ۲ ص ۵۵۶) الفصل السادس عشر فی الوصیۃ بالحج)  
 ومثله فی رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۹ باب الحج عن الغیر۔

**سوال :-** گزشتہ سال رمضان میں زید نے عمر کے ایک سال کے بعد حج بدل ادا کرنا ساتھ وعدہ کیا کہ آپ میرے بھائی بکر مرحوم کی طرف سے حج بدل ادا کریں میں آپ کو ماہ شوال میں پانچ سو روپیہ ارسال کروں گا، عمر نے رقم کا انتظار کیا لیکن زید نے شوال میں رقم ارسال نہیں کی، جب دس روز حج کو رہ گئے تو عمر نے اپنی والدہ کی طرف سے حج بدل ادا کیا، پھر تین ماہ بعد زید نے عمر کو پانچ سو روپے ارسال کئے اور عمر ایک سال مکہ مکرمہ میں رہا اور ۱۳۸۲ھ میں بکر مرحوم کی طرف سے حج بدل ادا کیا، تو کیا حج بدل ادا ہوا یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر بکر مرحوم کے لیے حج نقلی برائے ایصالِ ثواب ہو تو ہر کس اور ہر جگہ سے ہر وقت درست ہے اور اگر فرض حج بدل ہو تو میت کے ثلث کا یا وصی کی وصیت کا اعتبار ہوگا، لہذا اگر ثلث میت کے وطن سے حج بدل کے لیے کافی ہو تو میت کے وطن سے سفر حج ضروری ہے اور اگر کافی نہ ہو تو جہاں سے ممکن ہو سکے ادا کر لیا جائے۔

قال الحنفی: الاصل ان کل من اتى بعبادة ما جعل ثوابها لغيره وان نواها عند الفعل لنفسه۔  
قال ابن عابدین: بعبادة ما ای سوا دکان صلوٰۃ او صوما الخ رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۵ باب الحج عن الغير  
قال ابن عابدین: الحادی عشر ان یحج عنه من وطنه ان اتسع الثلث والا فمن حیث یبلغ کما سیأتی بیانہ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۵ باب الحج عن الغير) لے

**سوال :-** اگر ایک معذور آدمی صاحبِ عذر کا عذر ختم ہو جانے کے بعد حج بدل کا حکم (جس پر حج فرض تھا) حج بدل کرائے،

لے قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری: اذا اوصی بان یحج عنه وهو فی منزله ان بیت مکاناً یحج عنه من ذلك المكان بالاجماع، فان لریبین مکاناً یحج عنه من وطنه عند علمائنا وهذا اذا کان ثلث ماله یکفی للحج من وطنه فاما اذا کان لا یکفی لذلک فان یحج عنه من حیث یمکن الاحجاج عنه بثلثه۔ (الفتاوی التاتاریخانیة ج ۲ ص ۵۵۲ الفصل السادس عشر فی الوصیة بالحج)

وفي الهندية: الاصل فی هذا الباب ان الانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰۃ کان او صوماً او صدقة او غیرها کا حج وقراءة القرآن۔ (الفتاوی الہندیة ج ۱ ص ۲۵۴ الباب الرابع عشر فی الحج عن الغير)



اور حج بدل کے بعد اس کا عذر کسی بھی وقت ختم ہو جائے تو باقی ماندہ زندگی میں اُسے دوبارہ حج کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حج بدل کے لیے عجز (مرض) کا دائمی ہونا ضروری ہے، اگر مرض دائمی نہ ہو تو اس کی طرف سے حج بدل ادا نہ ہوگا، چونکہ صورت مسئلہ میں اس شخص کا مرض تاسوت دائمی نہ تھا بلکہ مرنے سے پہلے پہلے ہو گیا تو اس پر دوبارہ خود حج کرنا لازمی ہے حج بدل سے ذمہ فارغ نہ ہوگا۔

وفی الہندیۃ: ومنها استدامة العجز من وقت الا حجاج الی وقت الموت ھكذا فی البدائع حتی لو ارجع عن نفسه وهو مریض بكون مراعی فان مات اجزءه وان تعافى بطل۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۵۷ الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر)۔

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ حج بدل کے بعد منذورہ عمرہ ادا کرنا کے بارے میں کہ زید نے عمرہ کی نذر مانی ہے دیریں اثنا زید کسی آدمی کے لیے حج بدل کرنے کے لیے گیا تو حج بدل ادا کرنے کے بعد زید نے اپنا منذورہ عمرہ ادا کیا، تو کیا زید کا یہ عمرہ صحیح ہوا یا نہیں؟

**الجواب:** بظاہر اس نے اداء کیا التزام کیا ہے، کیونکہ اس نے اولاً حج بدل ادا کیا ہے اور آمر کے حکم کی کوئی مخالفت نہیں کی اس لیے زید کا یہ عمرہ ادا کرنا صحیح ہے اور اس سے زید کا ذمہ فارغ ہو گیا۔

قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری: ۱۲ ابن سماعۃ عن محمد بن المأمور بالحج اذا حج عن الامر ثم احرم بعمرۃ یتفق من مال نفسه ما دام معتماً فاذا انفق من مال الامر۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ ج ۲ ص ۵۲۷ الفصل الخامس عشر فی الرجل یحج عن الغیر)۔

۱۔ قال ابن نجیم: وان کان مريضاً یرجى زواله فاحج فالامر مراعی فان استمر العجز الی الموت سقط الفرض والا لا۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۱ باب الحج عن الغیر)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَدِ الْمُخْتَارِ عَلَى صَدْرِهِ الْمَخْتَارُ ج ۲ ص ۵۹۸ باب الحج عن الغیر۔  
۲۔ قال ابن عابدین: (تحت هذه العبارة فیصر مخالفاً) ولو امره بالعمرۃ فاعتمر ثم حج عن نفسه لم یکن مخالفاً بخلاف ما اذا حج او کلاً ثم اعتمر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۱ باب الحج عن الغیر)  
وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۱۱۱ باب الحج عن الغیر۔

**والدین کی طرف سے حج کرنے میں زیادہ ثواب ہے | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام**

اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض ادا کرنے کے بعد اپنے لیے نفلی حج کرنا افضل ہے یا والدین کی طرف سے حج کرنا افضل ہے؟  
**الجواب :-** اگر والدین پر حج فرض نہیں تھا تو اپنے لیے نفلی حج کرنے کی بجائے والدین کی طرف سے حج کرنا افضل و اولیٰ ہے اور بعض احادیث میں دس گنا کی زیادتی آئی ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ : بخلاف مالواہل عن ابویہ او غیرہما من الاجانب حال کونہ متبرعا فعین بعد ذلک جاز کأنہ متبرع بالثواب جعلہ لأحدہما اولہما وفي الحدیث من حج عن ابویہ فقد قضیٰ عنہ حجۃ وکان لہ فضل عشر حجج وبعث من لا برار۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۶۰۸ باب الحج عن الغیر) لہ

**دم تمتع و دم قران امر پر ہے یا مامور پر | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے**

میں کہ اگر کسی میت کی طرف سے حج بدل میں تمتع یا قران کی نیت کرے تو کیا اس کا حج ادا ہو جائے گا یا نہیں اور دم کس پر واجب ہوگا، امر پر یا مامور پر؟  
**الجواب :-** اگر امر نے حج تمتع یا قران کی اجازت نہ دی ہو تو اس کا حج ادا نہ ہوگا اور اگر اجازت دی ہو تو حج ادا ہو جائے گا مگر دم تمتع یا قران مامور پر ہوگا امر پر نہیں۔

قال الحصکفی : ودم القران والتمتع والجنایۃ علی الحاج ان اذن لہ الامر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن۔ (الدر المختار علی ص ۲۸۷ رد المحتار ج ۲ ص ۶۱۱ باب الحج عن الغیر) لہ



لہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حج عن ابیہ وأُمہ فقد قضیٰ عنہ حجۃ وکان لہ افضل عشر حجج۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۶۰۸ باب الحج عن الغیر)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۶۹۹ باب الحج عن الغیر۔

لہ قال ابن نجیم : ودم الحصار علی الامر ودم القران ودم الجنایۃ علی المامور۔ قال ابن نجیم : وانما وجب دم القران علی المامور باعتبار انہ وجب الشکر لما وفقہ اللہ تعالیٰ من الجمع بین النسکین۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۶۵۰ باب الحج عن الغیر)

وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارِخَانِيَةِ ج ۲ ص ۵۲۸ الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغیر۔



**محرم نہ ملنے کی صورت میں عورت حج بدل بھی نہیں کر سکتی | سوال :-** اگر کسی پردہ دار

کہ وہ اپنا اور محرم کا خرچہ کر سکتی ہے مگر اس کو کوئی ایسا محرم نہیں مل رہا کہ اس کے ساتھ حج ادا کرنے کے لیے جاسکے، تو کیا یہ عورت حج بدل کر سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** عورت پر حج کی فرضیت کے لیے محرم کا ہونا شرط ہے بغیر محرم کے عورت پر حج فرض ہی نہیں اگرچہ اس کے پاس مال زیادہ ہو، اس لیے اس عورت پر حج بدل کرنا بھی لازمی نہیں۔

قال العلامة الحسکفی: ومع زوج أو محرم ولو عبداً أو ذمياً أو برضاع بالغ قید لهما۔  
قال ابن عابدین: تحت (قوله ومع زوج أو محرم) هذا وقوله ومع عدم عدة علیها  
شرطان مختصان بالمرأة۔ الخ (رد المختار ج ۲ ص ۲۶۳ کتاب الحج)۔

**حج بدل ادا کرنے کے بعد مامور وطن واپس نہ آئے تو حج کا حکم | سوال :-** اگر کوئی شخص کسی

کرنے کے لیے سعودی عرب (مکہ مکرمہ) چلا جائے اور حج ادا کرنے کے بعد واپس وطن نہ آئے بلکہ وہیں رہے تو کیا اس طرح حج بدل ادا ہو جائے گا؟

**الجواب :-** حج بدل میں آمر کے ملک/شہر سے جانا ضروری اور شرط ہے حج ادا کرنے کے بعد آمر کے وطن واپس آنا ضروری نہیں، اس لیے اگر کوئی حج کے بعد وہیں مقیم ہو جائے تو حج بدل ادا ہو جائے گا، اقامت اختیار کرنے سے حج متاثر نہ ہوگا، البتہ بہتر یہ ہے کہ واپس آجائے۔

لما فی الہندیۃ: ولو ا حج رجلاً یودی الحج ویقیم بمکہ جازوا لافضل ان یحج ویرجع و اذا  
فرغ الما مور من الحج ونوی الإقامة خمسة عشر یوماً فصاعداً انفق من مال نفسه ولو انفق  
من مال الامرئین۔ الخ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۵۸ ابواب اربع عشر فی الحج عن غیر)۔

قال العلامة عبد اللہ بن مودود الموصلی: ولا تجز المرأة الا بزوج أو محرم إذا كان سفرًا ونفقة المعسر علیها۔  
وقی شرہ ولا بد من العقل والبلوغ لعجز الصبی والمجنون عن الحفظ۔ (لاختیار التعلیل المختار ج ۱ ص ۱۳۱)  
قال العلامة انکسائی: ولو ا حج رجلاً یودی الحج ویقیم بمکہ جاز لانه فرض الحج صار مؤدباً بالفراغ عن  
افعاله والافضل ان یحج ثم یعود الیہ لان الحاصل للامر ثواب النفقة فمهما كانت النفقة اکثر  
كان الثواب اکثر۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۱۵ کتاب الحج، فصل فی الذی یرجع الی النیات)



**حج افراد پر مامور شخص اپنے لیے عمرہ کر سکتا ہے** | سوال :- اگر کوئی شخص کسی کو حج افراد کرنے کے لیے اپنا نائب مقرر کرے تو مامور حج افراد

کے بعد اپنے لیے عمرہ کرے تو کیا یہ حج بدل جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اصل میں حج بدل کے اندر یہ ضروری ہے کہ مامور اپنے آمر کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرے، صورتِ مسئلہ میں مامور نے چونکہ پہلے آمر کے حکم کو پورا کیا ہے اور بعد میں اپنے لیے عمرہ کیا تو اس سے آمر کی طرف سے حج پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بلکہ حج اور عمرہ دونوں درست ہیں تاہم اس عمرے کا خرچہ مامور کے فقے واجب ہوگا۔

لما قال الشيخ عبد الرحمن الجزائري رحمه الله: أما لو أمره بالعمرة فنقد أمره واعتمر عنه ثم حج عن نفسه أو أمره بالحج فحج عنه ثم اعتمر عن نفسه فان ذلك يعجزه ويجزى العمرة في الصورة الأولى والحج في الصورة الثانية عن المستنيب ألا أن تفقة اقامته للحج عن نفسه في الأولى والعمرة عن نفسه في الثانية فلزمه في ماله -

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ کتاب الحج م ۱۷

**حج کے منافی عمل سے فساد حج کی صورت میں حج کا خرچ کس پر ہوگا؟** | سوال :- اگر مامور سے کوئی ایسا

عمل سرزد ہو جائے کہ جس سے حج فاسد ہوتا ہے تو اب حج کا خرچہ آمر پر ہوگا یا مامور پر؟  
**الجواب :-** اگر حج میں فساد و قوف عرفہ سے قبل آیا ہو تو مامور آمر کے خرچے کا ضامن ہوگا اس لیے کہ مامور اس فساد کا سبب بنا ہے اور اگر قوف عرفہ کے بعد فساد آیا ہو تو مامور ضامن نہ ہوگا اس لیے کہ وہ حج کا رکن اعظم ادا کر چکا ہے۔

لما قال الشيخ عبد الرحمن الجزائري رحمه الله: وإذا فعل المأمور ما يفسد الحج فان كان ذلك قبل الوقوف بعرفة فانه يضمن المال للمنيب وان كان ذلك بعد الوقوف فلا يضمن لانه أدى الركن الأعظم وهو الوقوف

له قال العلامة عالمين العلماء الانصاري: ولو أمره بالعمرة قاعتمه أو لا ثم حج عن نفسه لم يكن مخالفاً.... (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ م ۵۲۶) الحج عن الغير

وَمِثْلُهُ فِي الْفَقْهِ الْإِسْلَامِيِّ وَادِلَتُهُ ج ۳ م ۵۶ باب النيابة في الحج - الخ

وكل كفارة جناية تجب على المأمور لانه سببها۔

(كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ج ۱ ص ۷۸ كتاب الحج) ۱۰

**کیا حج افراد پر مامور شخص تمتع یا قرآن کر سکتا ہے یا نہیں؟** | سوال: اگر آمر نے حج افراد کا حکم دیا ہو اور مامور

حج تمتع یا قرآن کرے تو اس حج کا کیا حکم ہے؟

**الجواب:**۔ مامور حج میں ہر وقت آمر کے حکم کا تابع ہے اگر آمر نے صرف افراد کا حکم دیا ہو تو مامور کو صرف حج افراد کرنا چاہیئے، اگر اس نے آمر کے حکم کے خلاف حج تمتع یا قرآن کیا تو حج مامور کی طرف سے ادا ہوا اور مامور آمر کی رقم کا ذمہ دار ہوگا، تاہم اگر آمر کی طرف سے کئی اختیار ہو کہ مامور جس قسم کا حج کرنا چاہے کر سکتا ہے تو اس صورت میں مامور جو بھی حج ادا کرے گا وہ آمر ہی کی طرف سے ہوگا۔

قال الشيخ عبد الرحمن الجزائري رحمه الله: ومنها عدم مخالفة ما شرطه المستتيب، فلو أمر بالافراد فحج عنه الغائب قارنا او متمتعاً لم يقع عنه ويضمن النفقة التي صرفت له۔ (كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ج ۱ ص ۷۸ كتاب الحج) ۱۱

**مامور کا مدینہ منورہ جانے کے لیے آمر کی رقم سے خرچ کرنا** | سوال: حج بد میں جائے تو یہ خرچہ کس پر واجب ہوگا، مامور پر یا آمر پر؟ کیا مامور آمر کے مال سے اس سفر کے لیے خرچ کر سکتا ہے یا نہیں؟

۱۰ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري: قال ابو يوسف الحج عن الغير اذا افسد حجه قبل الوقوف عليه ضمان النفقة وعليه الحج الذي افسده وعمرته وحجته للامر ولو فات الحج لا يضمن لانه امين وعليه قضاء الفاتح حج عن الامر (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۵۲۹ الحج عن الغير) ومثله في الهداية ج ۱ ص ۲۹ الحج عن الغير۔

۱۱ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري: وانما امر غيره بالافراد بحجة او عمرة ففقرن فهو مخالف ضامن۔ (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۵۳۶ الحج عن الغير) ومثله في الفقه الاسلامي وادلته ج ۳ ص ۵ التياية في الحج۔

الجواب :- حج سے پہلے یا بعد مدینہ طیبہ جانا پھر نہ نہ فرض ہے نہ واجب، اس لیے امر کی اجازت کے بغیر مامور اُس کے مال سے خرچ نہیں کر سکتا بلکہ اس خرچہ کو خود برداشت کرے، ہاں اگر امر کی اجازت ہو تو پھر اُس کے مال سے خرچ کرنا جائز ہے۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي رحمه الله : ولو امره ان يعتمر، فاحرم بالعمرة واعتقر، ثم احرم بالحج عن نفسه، لم يكن مخالفاً، لانه فعل ما امر به، وهو اداء العمرة وحجة عن نفسه بعد بذل كاشتغاله بعمل اخر من التجارة وغيرها، لكن النفقة في حجه تكون من ماله، لانه عمل لنفسه۔

(الفقه الاسلامي وادلتة ج ۳ ص ۵۷ کتاب الحج ص ۱۷)

**حج بدل میں نیت امر کی طرف سے ہوگی** | سوال :- حج بدل کی نیت مامور اپنی طرف سے کرے گا یا امر کی طرف سے کرے گا؟

الجواب :- جب ایک آدمی کسی دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتا ہو تو احرام باندھ کر اس کی طرف سے نیت کرے اور تلبیہ کہتے وقت امر کا نام لیکر تلبیہ پڑھے۔

لما قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي رحمه الله : ومن حج عن غيره وليستوى الحج عنه ويقول لييك بحجة عن فلان۔

(المختار على صدر الاختيار ج ۱ ص ۱۱۱ باب الحج عن الغير ص ۲)

له قال الكرمانى رحمه الله : ثم عندنا المحرم الذى يحج عن الميت او عن غيره من العاجزين على ذكرنا فى الفصول المتقدمه يحج عنه بنفقة وسط من غير تقصير ولا اسراف ذاهباً وجائياً راكباً غير ماش۔۔۔۔۔

(حاشية الشلبى على تبیین الحقائق ج ۲ ص ۸۸ باب الحج عن الغير)

له قال العلامة علاؤ الدين الحصكفى رحمه الله : وبشرط نية الحج عنه اى عن الامر فيقول احرمت عن فلان وليت عن فلان ونسى اسمه فتوى عن الامر صحت وتكفى نية القلب۔

{ الدر المختار على صدر رد المختار ج ۲ ص ۵۹۹  
باب الحج عن الغير }



## باب الجنایات ( حج میں غلطی کرنے کے مسائل )

**سوال :-** ایام حج میں ایک آدمی کے ساتھ رمی چھوڑنے کی وجہ سے دم واجب ہونے کا حکم | اپنی عورت ہو یا وہ رمی جمار کی استطاعت نہیں رکھتی ہو، اگر یہ عورت اپنے شوہر کو رمی جمرات میں وکیل مقرر کرے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں، اور اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ایام حج میں رات کے وقت رمی جمار کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی اسلئے بلا عذر شرعی اس کو ترک کرنا اور کسی کو وکیل بنانا موجب دم ہے، لہذا صورت مسئلہ کے مطابق اس عورت پر دم واجب ہے۔

وفي الهندية: ولو ترك الجمار كلها ورعى واحدة أو جمرة العقبة يوم النحر فعليه شاة - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۲۴۔ الباب الثامن في الجنایات، الفصل الخامس) ۱۷

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ایام حج میں رمی جمرات کے بغیر جمرة العقبة کی رمی چھوڑ دے تو کیا اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** رمی جمار واجبات حج میں سے ہے جس کے چھوڑ دینے سے دم واجب ہو جاتا ہے لہذا جس شخص نے جمرة العقبة کی رمی ترک کر دی اُس پر دم لازم ہے۔

وفي الهندية: ولو ترك الجمار كلها ورعى واحدة أو جمرة العقبة يوم النحر فعليه شاة - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۲۴۔ الباب الثامن في الجنایات، الفصل الخامس) ۱۸

أقل الموجبة في من ترك رمي الجمار في الأيام كلها فعليه دم لتحقيق ترك الواجب - (الهدية ج ۱ ص ۲۵۵۔ باب الجنایات) ومثله في رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۲۔ باب الجنایات -

۱۷ قال المحقق، والرمي كله أو في يوم واحد - قال ابن عابدین: إنما وجب بتركه كله دم واحد - (رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۲۔ کتاب الحج باب الجنایات)

ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۳۔ باب الجنایات -

**سوال :-** اگر ایک آدمی گیارہ ذی الحجہ کی رمی بلا عذر شرعی نہ کرے تو کیا اس پر دم واجب ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** ذی الحجہ کی گیارہ اور بارہ تاریخ کو جہرات کی رقی واجب ہے اگر کوئی شخص ان دنوں میں رمی نہ کرے تو اس پر دم واجب ہے جو کہ ارض حرم میں خود یا کسی اور سے ذبح کرائے۔  
وفی الہندیۃ: ولو ترک الجمار اور رمی واحد اوجمعة العقبة يوم النحر فعليه شاة۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۴۷ الباب الثامن فی الجنايات، الفصل الخامس) لے

**سوال :-** اگر کوئی شخص رمی جمار کے بعد منیٰ میں قیام نہ کرے بلکہ مکہ معظمہ میں قیام کرے تو کیا اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** رمی جمار کے بعد منیٰ میں قیام کرنا سنت ہے واجب نہیں اور ترک سنت پر دم لازم نہیں آتا اگرچہ ایسا کرتا خلاف سنت ہے۔

قال الشيخ ابن عابدین: فی بیت بہا للرمی ای لیاالی ایام الرمی هو السنة فلو بات بغيرها كره ولا يلزمه شيء۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۲ فصل فی الاحرام، مطلب فی حکم صلوة العید وجمع فی منیٰ) لے  
**سوال :-** کیا حج افراد کرنے والے پر دم شکر واجب یا نہیں؟

**الجواب :-** حج افراد کرنے والے پر دم شکر واجب نہیں افضل ضرور ہے تاہم حج تمتع اور حج قرآن کرنے والے پر واجب ہے۔

كما قال العلامة المحصن: ثم بعد الرمی ذبح ان شاء الله مفرد۔ علامہ شامی اس عبارت

لے قال المحصن: والرمی کله اذ فی يوم واحد۔ قال ابن عابدین: انما واجب بترک کله دم واحد۔  
والدر المختار علی صدرہ رد المحتار ج ۲ ص ۵۵ باب الجنايات (وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۱ ص ۲۵۵ باب الجنايات)۔

لے قال الشيخ ابن نجيم المصري: (تحت تحریر منیٰ الخ) ثم الى منیٰ فارم الجمار اقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم ولعريذ كرا البيتوة بمنیٰ لانها ليست بواجبة لان المقصود الرمی لكن هي السنة۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۲۸ باب الاحرام)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۱ ص ۲۱۹ الباب الاول فی تفسير الحج۔

کے تحت لکھتے ہیں: والذبح له افضل ويحب على القارن والمتمتع -

والله المختار على صدر رد المحتار ج ۲ فصل في الاحرام وصفة المنذر، مطلب في رمي جمرة العقبة (۱)

**احرام کی حالت میں سلعے ہوئے کپڑے پہننے کا حکم** | **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی

حج کے دوران سلعے ہوئے کپڑے پہن لے بعض سلعے ہوئے کپڑوں میں نہیں گھٹنے اور بعض میں آٹھ گھٹنے وقت گزارے تو دم واجب ہوگا یا نہیں؟

**الجواب:** دن یا رات سے کم وقت میں سلعے ہوئے کپڑے پہننا موجب صدقہ ہے اور دن یا رات سے زائد وقت تک سلعے ہوئے کپڑے پہننا موجب دم ہے۔

قال الحصكفي: وليس عخيطة او ستر رأسه يوماً كاملاً - قال في شرح التنوير في الاقل صدقة - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۵۲۴ كتاب الحج، فصل الجنائيات) ۲

**حالت احرام میں سر ڈھانپنے کا حکم** | **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مچھروں سے تنگ آکر اپنے سر کو تمام

رات احرام کی چادر میں ڈھانپے رکھا، کیا اس شخص پر دم واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب:** احرام کی حالت میں مردوں کے لیے سر چھپانا جائز نہیں، البتہ اگر کسی نے تمام رات سر کو ڈھانپے رکھا تو اس پر دم واجب ہے البتہ اگر کسی نے اس سے کم وقت تک سر کو ڈھانپے رکھا تو اس پر صدقہ واجب ہے۔

وفي الهندية: ولو غطى المحرم رأسه او وجهه يوماً فعليه دم وان كان اقل من

۱۔ قال العلامة عالم بن علاء الانصاري: ولم يذكر الذبح هذا الترمي قبل الخلق لانه مفرد فلا يلزم

الذبح والا ضحية عليه لانه مسافر وان كان قارن او متمتع يذبح -

(الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۲۶۲ الفصل الثالث في تعليم اعمال الحج)

وَمَثَلُهُ فِي الْمَهْدَايَةِ ج ۱ ص ۲۱۳ كتاب الحج -

۲۔ قال العلامة ابن نجيم: وكذا قوله ولا تصدق اى وان كان بلس المخيط وتغطية الرأس

اقل من يوم لزمه صدقة - (البحر الرائق ج ۳ ص ۶ باب الجنائيات)

وَمَثَلُهُ فِي الْهَنْدِيَةِ ج ۱ ص ۲۴۲ الباب الثامن في الجنائيات، الفصل الثاني في اللبس -



ذٰلِكَ فَعَلِيْهِ صَدَقَةٌ - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۲۲) ابواب الثامن في الجنايات، الفصل الثاني في اللبس، ص ۱۰

**حالت احرام میں چہرے کو ڈھانکنے کا حکم** | **سوال** :- کیا فرمانے میں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے شرعی عذر کے بغیر احرام

کی حالت میں پورا ایک دن اپنے چہرے کو ڈھانکا، تو کیا اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب** :- حالت احرام میں عذر کے بغیر چہرے کو چھپاتا جائز نہیں، اگر بلا عذر چہرے یا سر کا چوتھاٹی یا چوتھاٹی سے زیادہ حصہ ایک دن یا ایک رات ڈھانکا تو دم واجب ہے۔

قال ابن عابدین: في تغطية كل الوجه والرأس يوماً أو ليلة دم والربع منهما كالكل

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۸ کتاب الحج مطلب فی یحرم بالاحرام ولا یحرم) ص ۱۰

**حالت احرام میں عطاری کی دکان میں بیٹھنا** | **سوال** :- حالت احرام میں عطاری کیتھا مصافحہ کرنا یا اسکی دکان میں بیٹھنا موجب دم ہے یا نہیں؟

**الجواب** :- عطاری کی دکان میں بیٹھنا اور اس کے ساتھ مصافحہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے بدن پر خوشبو کی ذات یعنی عطر وغیرہ نہ لگے اور اگر عطر وغیرہ اس کو لگ جائے تو زیادہ لگنے سے دم اور معمولی مقدار میں لگ جائے تو صدقہ واجب ہوگا۔

قال ابن نجيم: ولا بأس ان يجلس في حانوت عطار ولا فرق ايضا بين ان يقصده او لا ولذا

قال في المبسوط: وان استلم الركن فاصاب فيه او يده خلوف كثير فعليه دم وان كان قليلاً

فصدقة - (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۱۱ باب الجنايات) ص ۱۰

۱۰ قال العلامة عالم بن العلامة الانصاري: وكذا اذا غطي اربع رأسه يوماً فصاعد فعليه

دم - (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۲۹۵ الفصل الخامس فيما يحرم على المحرم، نوع منه في لبس المحيط)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۳۱۱ باب الجنايات

۱۱ وفي الهندية: ولو غطي المحرم رأسه او وجهه يوماً فعليه دم وان كان اقل من ذلك فعليه

صدقة - كذا في الخلاصة - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۲۲) ابواب الثامن في الجنايات، الفصل الثاني في اللبس،

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى تَاتَارْخَانِيَّةِ ج ۲ ص ۲۹۲ الفصل الخامس، نوع منه في لبس المحيط)

۱۲ وفي الهندية: ولا بأس ان يقعد في دكان عطار او موضع يتبخر فيه فانه يكره۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۲۲) ابواب الثامن في الجنايات، الفصل الاول)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى تَاتَارْخَانِيَّةِ ج ۲ ص ۲۹۵ الفصل الخامس فيما يحرم على المحرم - نوع منه في لبس المحيط

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت ذبح اور حلق میں ترتیب

سعودی عرب میں قربانی کے گوشت کو محفوظ کرنے کے لیے ایک نئی قربان گاہ قائم کی ہے، بعض حاجی حضرات سہولت کے لیے اپنی قربانی کو دوسرے کے سپرد کر دیتے ہیں یا قربانی کی قیمت بینک میں جمع کرا دیتے ہیں، اس طرح قربانی کا وقت کامل طور پر معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس وقت ذبح کی گئی، اب اگر کسی شخص نے حلق کر لیا اور یہ حلق ذبح پر مقدم ہو گیا تو کیا اس مقدم ہونے پر دم واجب ہو گا یا نہیں؟

**الجواب :-** احناف کے نزدیک ذبح حلق پر مقدم کرنا واجب ہے مؤخر کرنے سے دم واجب ہو گا، اسیلئے اگر بینک والوں نے ذبح بعد میں کیا اور حاجی نے حلق پہلے کیا ہو تو دم لازم ہوتا ہے اسیلئے بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی خود ذبح کر کے پھر حلق کرے۔

قال ابن نجيم :- فان حلق القارن قبل ان يذبح فعليه دمان عند ابي حنيفة ح دم بالحلق في غير ادا نه لان اذنه بعد الذبح ودم بتاخير الذبح عن الحلق -  
(البحر الرائق ج ۲ ص ۳۶۱ باب القوان) لہ

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ترک سعی کا دم ایام النحر کے ساتھ مخصوص نہیں

آدمی سے واجب سعی ترک ہو جائے تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟  
**الجواب :-** حج و عمرہ میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے ترک کرنے کی صورت میں دم واجب ہو جاتا ہے اور یہ ذبح ہر وقت جائز ہے ایام نحر کے ساتھ مخصوص نہیں کسی کو بھی پیسے دے کر مکہ مکرمہ میں ذبح کیا جا سکتا ہے۔

قال العلامة المرفياني :- ومن ترك السعي بين الصفا والمروة فعليه دم وحجة تام وفيها ايضا يجوز ذبح بقیة الايام في ای وقت شاء - (الهداية ج ۱ ص ۲۵۵ باب الجنایات) لہ

لہ قال الحصكفي :- ثم بعد الرمي ذبح ثم قصر وفي رد المختار ای او حلق كما دل عليه قوله وحلته افضل - (رد المختار ج ۲ ص ۵۵۵ فصل في الاحرام وصفة الحج، مطلب في رمي العقبة) ومثله في فتح القدير ج ۲ ص ۴۳۰ باب الجنایات -

لہ قال في الهندية :- من ترك السعي بين الصفا والمروة فعليه دم وحجة تام -  
(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۴۴ الباب الثامن الجنایات ، فصل خامس في الطواف والسعي) ومثله في فتح القدير ج ۳ ص ۸۱ باب الهدى -

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے  
طوافِ صدر تھوڑنے پر دم واجب ہے بارے میں کہ طوافِ صدر کے ترک کرنے سے دم

واجب ہوتا ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** طوافِ صدر ترک کرنے سے دم واجب ہوتا ہے، البتہ طوافِ صدر اب  
بھی کر سکتے ہیں، یعنی عمرہ کی نیت کر کے عمرہ ادا کیا جائے تو اس طوافِ عمرہ سے طوافِ صدر ادا  
ہو جائے گا۔

وفي الهندية: ولو ترك طواف صدر او اكثر تجب عليه الشاة۔

والفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۲۲ الباب الثامن في الجنايات، الفصل الخامس

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے  
عورت کے لیے وقوفِ مزدلفہ کا دم بارے میں کہ بعض اعذار کی وجہ سے اگر کوئی عورت

وقوفِ مزدلفہ اور رمی نہ کر پائے تو اس پر دم واجب ہوگا یا نہیں ؟

**الجواب :-** بغیر عذر شرعی کے وقوفِ مزدلفہ اور رمی کو ترک کرنا صحیح نہیں چھوٹ جانے  
کی صورت میں دم لازم ہے، البتہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے وقوفِ مزدلفہ اور رمی چھوٹ  
جانے پر دم واجب نہیں۔

قال العلامة الشافعي رحمه الله: ثم وقف بمزدلفة ووقته من طلوع الفجر الى

طلوع الشمس ولو مارا كما في عرفة لكن لو تركه بعد ركزحمة بمزدلفة فلا شيء

عليه۔ قال ابن عابدین: الا اذا كانت لعلته اضعفت او يكون امرأة تخاف الزحام

فلا شيء عليه۔ (رد المختار ج ۲ ص ۵۵۵ کتاب الحج، مطلب في الوقوف بالمزدلفة) ۷

له قال العلامة ابن نجيم المصري: ولما كان طواف الصدر واجبا واجب بترك كلبه

او اكثر دم۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۱۱ باب الجنايات)

ومثله في رد المختار ج ۲ ص ۵۵۵ باب الجنايات۔

له قال العلامة ابن نجيم: اراد بالترك التارك لغير عذر اما اذا ترك واجبا لعذر فانه

لا شيء عليه۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۱۱ باب الجنايات)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۲۲ الباب الثامن في الجنايات، الفصل الخامس۔



**سوال :-** ایک شخص پر ترک رمی کی وجہ سے دم  
 واجب ہوا اُس کا ذبح کرنا کہاں ضروری ہے؟

**الجواب :-** دم جنایت زمین حرم سے خاص ہے خواہ منی ہو یا مکہ مکرمہ، لیکن حرم کے  
 زمین ضروری ہے۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی: ولا يجوز ذبح الهدايا الا في الحرم لقوله  
 تعالى: في جزاء الصيد هدياً بالغ الكعبة فصار اصلاً في كل دم - (الهدية ج ۱ باب اهدى) لہ

**سوال :-** ایک شخص جو آفاقی ہے ماہ شوال  
 بلا احرام میقات سے تجاوز کر کے پھر عود کرنا

میں حج کے لیے آیا اور میقات سے عمرہ کا  
 احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت کر لی، اس کے بعد مدینہ منورہ چلا گیا پھر مکہ مکرمہ میں بغیر  
 احرام داخل ہوا تو کیا اس آدمی پر دم واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اس آفاقی پر دونوں صورتوں میں دم واجب نہیں، پہلی صورت میں اس وجہ  
 سے کہ ابتدا میں اس نے عمرہ کا احرام میقات سے باندھ لیا ہے تو تجاوز میقات سے بلا احرام نہ پایا  
 گیا اور مدینہ منورہ جانے میں تجاوز میقات سے بلا احرام پایا گیا ہے لیکن پھر عود کر کے واپس مکہ مکرمہ  
 میں داخل ہوا ہے اور حج کا احرام زمین حرم سے باندھ لیا ہے اسلئے دم ساقط ہوا ہے۔

وفي الهندية: فان عاد حلالاً ثم احرم سقط عنه الدم۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۵۳ باب العاشر فی مجاوزة الميقات بغیر احرام) لہ

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس  
 آفاقی شخص کا زیارت نبوی کیلئے بغیر احرام جاتا

مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آفاقی شخص

لہ وفي الهندية: ولا يجوز ذبح الهدايا الا في الحرم۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۶۱ باب السادس عشر فی الهدی)

وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارُخَانِيَةِ ج ۲ ص ۵۳۶ الفصل الحادي عشر في الاحصار۔

لہ قال الشيخ ابن نجيم المصري: من جاوز احوال مواقيت بغیر احرام ثم عاد اليه وهو محرم  
 ولي فيه فقد سقط عنه الدم لزمه بالمجاوزة بغیر احرام۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۴۸ باب مجاوزة الميقات بغیر احرام)

وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارُخَانِيَةِ ج ۲ ص ۴۷۶ الفصل الرابع في بيان مواقيت الاحرام۔

مکہ مکرمہ آیا اور وہاں اقامت کی نیت کر کے شوال میں مدینہ منورہ زیارتِ روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چلا گیا پھر ذوالحلیفہ سے عمرہ کے لیے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آیا، تو کیا اس شخص پر دم واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** مواقیت سے بلا احرام تجاوز کرتے ہوئے حج و عمرہ کے لیے جانا جائز نہیں، چونکہ اس شخص نے میقات سے تجاوز حج یا عمرہ کے لیے نہیں بلکہ زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیا ہے اس لیے ایسا کرنے سے اس پر کوئی دم وغیرہ لازم نہیں ہوا۔

قال ابن عابدین: (تحت قوله لمکی يريد الحج) اما لو خرج الى الحل لحاجة فاحرم منه ووقف بعرفة فلا شيء عليه كالأفاقي اذا جاوز الميقات قاصداً لبستان ثم احرم منه۔  
رد المحتار ج ۲ ص ۵۸ باب الجنایات، مطلب لا يجب الضمان بكسرات اللهو) لہ

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں **جدہ جانے والے کے لیے میقات سے بلا احرام تجاوز کرنا** علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جدہ جانے کا قصد کرتا ہے تو کیا وہ میقات سے بغیر احرام کے گذر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر کوئی شخص ہوائی جہاز سے صرف جدہ تک سفر کا قصد رکھتا ہو تو وہ میقات سے بلا احرام تجاوز کر سکتا اور اس شخص پر کوئی دم لازم نہیں۔

قال العلامة الحسینی: اما لو قصد موصفاً من الحل كخبص وجدة حل له مجاوزته بلا احرام۔ (رد المحتار علی مدار المختار مع ۲ مطلب فی مواقیت) لہ

لہ قال الشيخ ابن الہمام رحمہ اللہ:۔ لانه خرج الى الحل لحاجة فاحرم منه ووقف بعرفة فلا شيء عليه كالأفاقي اذا جاوز الميقات قاصداً لبستان ثم احرم منه..... التمتع بما اذا خرج لحاجة الى الحل ثم احوأ بالعج منه لا يجب عليه شيء كالمكي۔

(فتح القدیر ج ۳ ص ۴۲ باب مجاوزة الميقات بغیر احرام)

وَمِثْلُهُ فِي التَّائِيهِ ج ۲ ص ۴۶ الفصل الرابع فيما يلزم لمجاوزة الميقات بغیر احرام۔

۲ قال ابن العلاء الانصاري: رجل دخل بستان بنى عامر وفي التجريد وبستان بنى عامر لحاجة فله ان يدخلها

مكة بغیر احرام۔ (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۴۴ الفصل الرابع ما يخرج على المحرم)

**سوال :-** ایک آدمی نے میقات سے عمرہ و حج و عمرہ کے لیے احرام باندھا اور تلبیہ پڑھنا بھول گیا اور میقات میں داخل ہونے کے بعد تلبیہ شروع کیا تو کیا اس آدمی پر دم واجب یا نہیں؟  
**الجواب :-** شرعی قواعد کی رو سے اس آدمی پر دم واجب ہے کیونکہ صرف نیت کرنا اور بغیر تلبیہ کے احرام میں داخل ہونا غیر ظاہر روایت ہے، پس اس آدمی پر ضروری ہے کہ دوسرے شخص کے ذریعے حدود حرم میں ذبح کرائے۔

قال العلامة الحصکفی: (وجاوز وقته) ظاهر ما في النهر عن ابدائع اعتبار الارادة عند المجاوزة (ثم احرم) لزمه دم كما اذا لم يحرم - (الذرا المختار على صمدية المختار ج ۲ ص ۵۹۹ باب الجنایات)۔  
**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام طواف زیارت پہلے بیوی سے جماع حرام ہے اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی سے

طواف رہ جائے تو طواف زیارت ادا کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے جماع کر سکتا ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** طواف زیارت ادا کرنے سے پہلے بیوی سے جماع کرنا حرام ہے، اگر حلق کے بعد اور طواف سے پہلے جماع کرے تو دم لازم ہوگا، اور اگر حلق و طواف دونوں سے پہلے اور وقوف عرفہ کے بعد کرے تو ایک بدنہ (یعنی اونٹ ذبح کرنا) واجب ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: وطؤه بعد وقوفه له یفسد حجه وتجب بدنة وبعد الحلق قبل الطواف شاة لحفة الجنایة - قال ابن عابدین: بعد وقوفه ای قبل الحلق والطواف -  
 رد المختار ج ۲ ص ۵۶ باب الجنایات - کتاب الحج ۲ ص ۷۷

لما فی الھندیۃ: اذا دخل الافاقی مکة بغير احرام وهو لا یزید الحج والعمرۃ فعليه لدخول مکة اما حجة او عمرۃ فان احرم بالحج والعمرۃ من غیر ان یرجع الی المیقات فعليه دم لترك حق المیقات - (الفتاوی الھندیۃ ج ۱ ص ۲۵۳ ابنا العاشری مجاوزۃ المیقات بغير احرام) ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۴۹ باب مجاوزۃ المیقات بغير احرام۔

لما قال العلامة برهان الدین المرغینانی: ومن جامع بعد الوقوف بعرفة له یفسد حجه وعليه بدنة... وان جامع بعد الحلق فعليه شاة لبقاء احرامه فی حق النساء دون لبس المخیط... (الھدایۃ ج ۱ ص ۲۵۲، ۲۵۳ کتاب الحج، باب الجنایات) ومثله فی الھندیۃ ج ۱ ص ۲۲۵ الباب الثامن فی الجنایات - الفصل الرابع فی الجماع۔



عیتک کے ساتھ حج کرنا درست ہے | سوال :- اگر کسی شخص کی آنکھیں خراب ہوں تو کیا وہ چشمہ لگا کر حج کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- احرام کی حالت میں پورے چہرے کا پھپھیا نامنوع ہے اور چشمہ سے چونکہ چہرہ نہیں پھپھتا ہے لہذا چشمہ لگا کر حج کرنا جائز ہے۔

لما قال العلامة ظفر احمد العثماني: لگا سکتا ہے۔ (امداد الاحکام ج ۲ ص ۱۸) | سوال :- اگر کوئی شخص پان کھانے کا عادی ہو اور وہ احرام کی حالت میں خوشبودار

پان کھائے تو کیا اس سے دم لازم آئے گا یا نہیں؟ | الجواب :- خوشبودار چیز کسی اور کھانے والی شے میں پکا کر یا بغیر پکائے استعمال کی جائے تو اگر خوشبودار چیز مغلوب ہو جائے تو اس چیز کے کھانے سے دم لازم نہیں آتا مگر کراہت سے خالی بھی نہیں اور اگر خوشبودار شے غالب ہو تو اس کے کھانے کی صورت میں دم ضرور لازم ہوگا، لہذا پان میں چونکہ خوشبودار چیز مغلوب ہوتی ہے اس لیے پان کھاتے سے دم تو لازم نہیں ہوتا مگر ایسا کرنا مکروہ ضرور ہے، بہتر یہ ہے کہ احرام کی حالت میں پان میں خوشبودار چیز استعمال نہ کی جائے۔

وفي الهمدية: ولو كان الطيب في طعام طبخ وتغير فلا شيء على المحرم في اكله سواء يوجد رائحة او لا كذا في البدائع وان خلطه بما يוכל بلا طبخ فان كان مغلوباً فلا شيء عليه غير انه ان وجدت معه الرائحة كره وان كان غالباً وجب الجواز۔ (الفتاوى الهمدية ج ۱ ص ۲۱۱ - ابواب الثامن في الجنایات) ۷



۱۔ لما قال المفتي عزيز الرحمن: سوال: محرم چشمہ لگا سکتا ہے یا نہیں؟ جواب: لگا سکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۵۵۴ مسائل جنایات)

۲۔ قال العلامة الشيخ اشرف على التهانوي رحمہ اللہ: پان چونکہ داخل طیب نہیں بلکہ موجب زینت ہے منافی احرام نہیں اور الچی اور مثل اس کے طیب ضرور ہیں مگر چونکہ پان و تبکو میں مغلوب ہیں لہذا وہ بھی جنایت نہیں گو خالی از کراہت بھی نہیں۔ ۱۷

(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۶۲ - باب الاطعمہ)

دوران حج خرید و فروخت کرنا جائز ہے | سوال :- جو شخص حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ جائے تو کیا وہ وہاں حج کے دوران تجارت

یعنی خرید و فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں منی وغیرہ کے مقامات میں بازار لگتے تھے تو جو لوگ حج کے لیے آتے تھے وہ حج کے ساتھ ساتھ خرید و فروخت بھی کرتے تھے قرآن کریم نے بھی اس کے جواز کا حکم دیا ہے، یہاں ایک بات ذہن میں رہے کہ یہ سفر صرف حج کی نیت سے ہونا چاہیئے اور اگر یہ سفر تجارت کی غرض سے ہو تو حج ادا نہ ہوگا۔

قال الله تبارك وتعالى: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِمَّنْ رَزَقَكُمْ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ - (سورة البقرة آیت ۹۸) | سوال :- اگر کوئی شخص عمرہ کا حد و حرم سے باہر حلق یا قصر کر کے احرام سے نکلنا

احرام باندھے، طواف اور سعی کے بعد حلق نہ کرے اور حد و حرم سے باہر چلا جائے اور وہاں یاد آنے پر حلق کر کے احرام کھول دے تو کیا اس شخص پر دم لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- احرام سے نکلنے کے لیے ضروری ہے کہ حلق یا قصر حد و حرم کے اندر کیا جائے، اگر کوئی محرم حالت احرام میں حد و حرم سے باہر جا کر حلق یا قصر کر کے احرام سے نکلے تو اس پر دم لازم ہوگا اور اس دم کو حد و حرم کے اندر ذبح کرنا لازم ہوگا۔

لما قال العلامة ابن عابدین: واعتمر فخرج من الحرم وقصر فعليه دم عندهما - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۵ کتاب الحج)



لما قال أبو بكر الجصاص الحنفی رحمہ اللہ: حتى قال في جوازہ بعد ذكر الدلائل وجميع ذلك يدل على أن الحج لا يمنع التجارة وعلى هذا أمر الناس من عصر النبي عليه السلام إلى يومنا هذا في مواسم منى ومكة في أيام الحج - والله اعلم - وكذا قال محمد بن أحمد الانصاري القرطبي في تفسيره احكام القرآن ج ۳ ص ۲۱۳ - (احكام القرآن ج ۳ ص ۲۱۳ باب التجارة في الحج)

## باب الہدی

(قربانی کے احکام و مسائل)

**سوال :-** کیا متمتع اور قارن اپنی قربانی سے گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اخاف کے ہاں دم متمتع اور دم قران دم شکر ہے اور اس کے گوشت کا حکم بھی عام قربانی کی طرح ہے یعنی جس طرح اضحیٰ سے مالک خود کھا سکتا ہے اسی طرح دم قران اور دم متمتع سے بھی کھا سکتا ہے بلکہ آوروں کو بھی کھلایا جاسکتا ہے۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي : ويرى الحنفية انه يجوز الأكل من هدى التطوع والتمتع والقران اذا بلغ الهدي محله لانه دم نسك فيجوز الأكل منه بمنزلة الضحية وما جاز لصاحبه الأكل منه جاز للغير الأكل منه۔

(الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۳ من باب الہدی رابعا الأكل من الهدی)

**سوال :-** دم جنایات مثلاً احرام میں خوشبو لگانے یا تقدیم و تاخیر وغیرہ سے جو دم لازم آتا ہے حاجی

کا اس سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ہر وہ قربانی (دم) جو کسی جنایت کی وجہ سے حاجی پر لازم ہو جائے یا وہ خود اس کو اپنے اوپر لازم کر لے تو اس قربانی کا استعمال (کھانا وغیرہ) خود حاجی اور اغنیاء دونوں کے لیے حرام ہے بلکہ صرف فقراء ہی اس سے کھا سکتے ہیں۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي : ولا يجوز الأكل من بقية الهدايا كدماء الكفارات والنذور وهدى الإحصار والتطوع إذا لم يبلغ محله و

له قال العلامة برهان الدين المرغيناني : يجوز الأكل من هدى التطوع والتمتع والقران ويستحب أن يأكل منها۔ (الهداية ج ۱ ص ۲۸ کتاب الحج) ومثله في تبیین الحقائق ج ۲ ص ۸۹ باب الہدی۔



محلہ منیٰ اومکہ۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۳ ص ۳۰۳ باب الہدی ذابعا الاکل من الہدی)

**سوال:-** اگر کوئی شخص احرام کی حدود میں تحلیل کے لیے یوم النحر سے قبل ذبح کرنا

باندھنے کے بعد کسی عذر شرعی کی وجہ سے حج کے لیے نہ جاسکے اور وہ تحلیل کے لیے حرم کی حدود میں یوم النحر سے قبل جانور ذبح کرے تو کیا یہ آدمی ایسا کرنے سے حلال ہو سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دم احصار کے ذبح کے لیے صرف حرم کی حدود کا ہونا ضروری ہے اگرچہ یوم النحر سے قبل ہو، اس لیے صورت مسئلہ میں اس محصر کا احرام سے حلال ہونا درست ہے۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي: فيجوز عند أبي حنيفة ذبح الهدي قبل يوم النحر لاطلاق النص وكأنه لتعجيل التحلل۔ وقال صاحبان لا يجوز الذبح للمحصر بالحج الا في

يوم النحر كدم التمتع والقران وعلى الراي الاول هو الراجح يكون زمان ذبح الهدي مطلق الوقت لا يتوقف بيوم النحر سواء كان الإحصار من الحج أم عن العمرة۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۳ ص ۲۹۲ باب الہدی۔ اما زمان ذبح الہدی)

**سوال:-** اگر کسی شخص پر دم لازم آئے

جج سے واپسی کے بعد دم اپنے وطن میں ادا کرنا اور اس کے پاس قربانی کے لیے پیسے نہ ہوں تو کیا شخص واپس آکر اپنے وطن میں دم دے سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** جو قربانی (دم) ایام حج میں حج کی وجہ سے یا جنایات کی وجہ سے حاجی پر

لہ قال العلامة برهان الدین مرغینانی:- ولا يجوز الأكل من بقية الهدايا لانها دماء كفارات۔ (الهداية ج ۱ ص ۲۸ کتاب الحج۔ باب الہدی)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِيهِنَ الْحَقَائِقَ ج ۲ ص ۸۹ کتاب الحج۔ باب الہدی۔

لہ قال العلامة برهان الدین مرغینانی:- ولا يجوز دم الاحصار الا في الحرم ويجوز ذبحه قبل يوم النحر عند أبي حنيفة وقال لا يجوز الذبح للمحصر بالحج الا في يوم النحر۔

(الهداية على صدر فتح القدير ج ۳ ص ۵۵ باب الاحصار)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى السَّهْنَدِيَّة ج ۲ ص ۲۵۶ الباب الثاني عشر في الاحصار۔

لازم آئے تو ان ہدایا کا حدودِ حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے، حدودِ حرم سے باہر ان کا ذبح کرنا جائز نہیں، اس لیے یہ شخص اپنے وطن میں ذبح کرنے کے بجائے حرم میں ہی ذبح کرے گا۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي: ولا يجوز ذبح الهدايا الا في الحرم لأن الهدى اسم لما يهدى الى مكان ومكانه الحرم۔ (الفقه الاسلامي وأدلته ج ۳، ص ۳۰۳ خامساً مكان ذبح الهدى)

دم جنایات کے لیے وقت یادن کا مشروط ہونا | سوال :- کیا دم جنایات کے لیے کوئی دم جنایات کے لیے وقت یادن شرعاً مقرر ہے یا کہ جس وقت

اور جب چاہے ادا کر سکتا ہے ؟

الجواب :- حج میں نقصان کے جبیرہ (ازالہ) کے لیے جو دم لازم ہوتا ہے شرعاً اس کے ادا کرنے کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ جانی جب اور جس وقت چاہے ادا کر سکتا ہے ۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي: ويجوز ذبح بقية الهدايا اي وقت شاء لانها دماء كفارات فلا يختص بيوم النحر لانها وجبت لجبر النقصان ۔

(الفقه الاسلامي وأدلته ج ۳، ص ۳۰۳ خامساً مكان ذبح الهدى وزمانه ۲)

منی میں قربانی پر عدم قدرت کی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ | سوال :- اگر حاجی پر قدرت ہو تو اس کو کیا کرنا چاہیے، شرعاً اس کا کوئی بدل ہے ؟

له قال العلامة برهان الدين المرغيناني: لا يجوز ذبح الهدايا الا في الحرم۔ لقوله تعالى: فِي جَزَاءِ الصَّيْدِ هَذَا بَالِغُ الْكَعْبَةِ۔۔۔۔۔ ولأن الهدى اسم لما يهدى الى مكان ومكانه الحرم۔ (الهداية ج ۱ ص ۲۸۱ باب الهدى)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِينَ الْحَقَائِقِ ج ۲ ص ۹ باب الهدى۔

له قال العلامة برهان الدين المرغيناني: ويجوز ذبح بقية الهدايا في أي وقت شاء لانها دماء كفارات ولا يختص بيوم النحر لانها وجبت بجبر النقصان كان التعجيل بها أولى لارتفاع النقصان به من غير تأخير بخلاف المتعة والقران لانه دم نسك۔

(الهداية ج ۱ ص ۲۸۱ كتاب الحج، فصل في الهدى)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَةِ ج ۱ ص ۲۶۱ الباب السادس عشر في الهدى۔



**الجواب:** منیٰ میں قربانی پر عدم قدرت کی وجہ سے قربانی کے بدلے میں آیام حج میں تین روزے اور حج سے فارغ ہو کر گھر آ جانے کے بعد سات روزے رکھنے لازمی ہیں، یاد رہے کہ یہاں عدم قدرت سے مراد منیٰ میں قربانی کرنے پر قادر نہ ہونا ہے اگرچہ اپنے وطن میں قادر ہو۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي: فان لم يجد المتمتع الهمدي ينتقل الى صيام ثلاثة ايام في الحج وسبعة اذا رجع الى وطنه وتعتبر القدرة على الهدي في موضعه فتى عدمه في موضعه جازله الانتقال الى الصيام وان كان قادراً عليه في بلد. (الفقه الاسلامي وأدلة، ج ۳ باب الهدي، ص ۳۲۰)

**سوال:** آجکل بعض حجاج حکومتی بینکوں میں قربانی کے بینک کے ذریعے قربانی کرنا جائز ہے | پیسے جمع کر دیتے ہیں اور بینک والے اُن کی طرف سے قربانی کرتے ہیں، جبکہ اس طریقہ میں تقدیم و تاخیر اور نہ کرنے کا خطرہ بھی رہتا ہے، تو کیا ان شبہات کے ہوتے ہوئے بینک کے ذریعے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** قربانی کرنا ایسا عمل ہے جس میں نیابت درست ہے اس لیے بینک کی معرفت قربانی کرنے سے قربانی کا فریضہ ادا ہو جائے گا، مگر اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ حلق اور قربانی میں تقدیم و تاخیر نہ ہو ورنہ تنفیہ کے نزدیک دم جنایت لازم آئے گا۔ اسی طرح قربانی میں جانور کا ذبح کرنا ضروری ہے صرف قربانی کے پیسے جمع کر دینے سے ذمہ فارغ نہ ہوگا، لہذا مذکورہ شبہات کے ہوتے ہوئے بینک کے ذریعے قربانی نہ کر لی جائے بلکہ خود قربانی کر کے ملال ہو جائے۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي: والأولى بالاتفاق ان يتولى الانسان ذبح الهدي بنفسه ان كان يحس ذلك لانه قربة والعمل بنفسه في القربات أولى لما فيه من زيادة الخشوع..... وان ذبح الهدي غير صاحبه اجزاء والمستحب ان يشهد ذبحه. (الفقه الاسلامي وأدلة، ج ۳ باب الهدي، سادساً ذبح الهدي، ص ۳۰۹)

له قال الله تبارك وتعالى: فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتَ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ (سورة البقرة آیت ۱۹۶)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى التَّاتَارِخَانِيَّة ج ۲ ص ۵۳۸ کتاب الحج - تفسیر الہدی -

۲۰ قال العلامة برن الدین مرغینانی: والأولى ان يتولى ذبحها بنفسه اذا كان يحس ذلك... الا ان الانسان قد

لا يهتدي لذلك ولا يحسنه فحوزناه تولية غيره. (الهداية ج ۲ ص ۲۸ باب الهدي)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِينَ الْحَقَائِق ج ۲ ص ۹ باب الهدي -



## باب العُمرة

### (عمرہ کے مسائل و احکام)

**سوال:** عمرہ ادا کرنے کے بعد سر کو منڈانا ضروری ہے یا نہیں؟  
**جواب:** عمرہ میں قاعدہ حلق یا قصر واجب ہے اس کو ترک کرنا یا ترا سے باہر جا کر حلق کرنا موجب دم ہے۔

کما فی الہندیۃ: اما واجباتہا فالسعی بین الصفا والمروة والحلق والتقصیر (فتاویٰ الہندیہ ج ۱) ۲۳۷  
 وقال ایضاً: وتجب شاة بتأخیر النفس عن مکانہ کما اذا خرج من الحرم وحلق رأسہ سوء کان الحلق للحج والعمرة۔ (فتاویٰ الہندیہ ج ۱)۔ ابواب الثامن فی الجنایات۔ الفصل الخامس (۱)۔

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام متعہ و عمرے کرنے کی صورت میں حلق کیسے کیا جائے؟  
**جواب:** عمرہ کرنے کے بعد حلق کر لیا، اس کے بعد جب دوسرا عمرہ کیا تو چونکہ اس کا سر پہلے سے مخلوق تھا، اب یہ شخص کیا کرے، سر پر استرہ پھیر لے یا ویسے ہی چھوڑ دے؟

**جواب:** جب ایک عمرہ ادا کتنے کے بعد حلق کر لیا جائے تو دوسرے اور تیسرے عمرے کی ادائیگی کے بعد سر پر صرف استرہ ہی پھیر دے جو کہ قائم مقام حلق کے ہوگا۔

قال العلامة عالم بن علاء النصارى: وماذا جاء وقت الحلق ولم يكن على رأسه شعران كان حلق قبل ذلك  
 او سبب آخر ذكر في الاصل انه يجزى موسى على رأسه۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲) الفصل الرابع عشر فی الحلق والقصر ۵۲۳

لہ قال الحصکفی: وغیر ہما واجب وفي رد المحتار اراد بالغير من المذكورات هنا وذلك اقل اشواط الطواف والسعي والحلق والتقصير۔ (رد المحتار ج ۲) ۴۷۳ کتاب الحج، مطلب فی احکام العُمرة (ومثله في تاتارخانية ج ۲) ۵۲۶ الفصل الثامن فی بیان وقت الحج والعمرة۔

لہ قال فی الہندیۃ:۔ واذ اجاء وقت الحلق ولم يكن على رأسه شعران كان حلق قبل ذلك او سبب آخر ذكر في الاصل انه يجزى موسى على رأسه۔ (فتاویٰ الہندیہ ج ۲) ۴۷۳ ابواب الثالث فی الاحرام۔

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید عمرہ کے عمرہ اور مزدوری ویزہ سے سعودی عرب جانا چاہتا ہے، عمرہ کے بعد اگر وہ وہاں مزدوری

کے تو کیا اسلام میں یہ اقدام جائز ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** یہ طریقہ کار قانونی جرم تو ہے اسلامی جرم نہیں، جیسا کہ حج و عمرہ کے لیے جاتے وقت تجارت کا ارادہ کرنا اسلامی جرم نہیں، اس لیے زید کا عمرہ کے ویزہ سے سعودی عرب جانے کے بعد وہاں مزدوری کرنا درست ہے۔

کافی قولہ تعالیٰ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ. قال ابن العربي: أَيْ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ الْمُسْلِمَةِ الثَّانِيَةِ فِي هَذَا دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ التَّجَارَةِ فِي الْحَجِّ لِلْحَاجِّ مَعَ إِدَاءِ الْعِبَادَةِ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۳۶ سورة البقرة)

**سوال :-** ایک شخص جدہ میں بسلسلہ مزدوری جدہ جانے والے پر عمرہ واجب نہیں ملازمت کے سلسلہ میں رہتا ہے

تو کیا اس پر عمرہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جدہ چونکہ حرم کعبہ کی حدود سے خارج ہے اور خارج حرم میں جانے سے عمرہ واجب نہیں ہوتا، لہذا جدہ جاتے والے پر عمرہ واجب نہیں۔

قال ابن عابدین: أما لو قصد موقعا من الحل كخليص وجدة حل له مع جوارنة بلا احرام - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۷۷ کتاب الحج، مطلب في المواقيت) ۲

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں حج کی بجائے عمرہ ادا کرنا کہ ایک شخص پر حج فرض ہے لیکن اُس نے حج کی بجائے عمرہ

۲ قال الشيخ ابن نجيم: وتجريد السقر عن التجارة احسن ولو اتجر لا ينقص ثوابه كالغازي - (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۰۹ کتاب الحج)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۲۲ کتاب المناسك، الباب الاول في تفسير الحج -

۲ قال العلامة العالم بن العلاء الانصاري: رجل دخل بستان بنى عامرو في التجريد وغيره ل حاجته فله ان يدخل مكة بغير احرام - (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۴۷۷ الفصل الرابع في ما يكره على المحرم)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۳۲ الباب الثاني في المواقيت -

ادا کیا، تو کیا اس سے فریضہ حج ساقط ہوا یا نہیں؟

**الجواب :-** حج ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے جو خاص وقت میں مخصوص مقامات کی زیارت و افعال کا نام ہے اسلئے عمرہ ادا کر لینے سے حج کا فریضہ ساقط نہیں ہوتا بلکہ ایسا کرنے والے کو حج کرنا ضروری ورنہ مستحق وعید ہے۔

عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ملک زاداً وراحلةً تبلغه الی بیت اللہ ولہ یحج فلا علیہ ان یموت یہودیاً و نصراً نیاً۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۲۲ کتاب الحج) ۱۷

**دن میں متعدد عمرے کرنے کا حکم | سوال :-** کیا ایک دن میں ایک سے زائد عمرے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** عمرہ کی ادائیگی کے لئے شریعت مقدسہ نے کسی وقت یا تعداد کا تعین نہیں کیا بلکہ ایک شخص دن میں جتنے عمرے ادا کر سکتا ہے کر لے اس میں کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔

وفی الہندیۃ: وقتہا جمیع السنۃ اِلَّا فی خمسۃ اَیام تکرہ فیہا العمرۃ لغير قارن واما رکنہا فاطواف واما واجبتہا فالسعی بین الصفا والمروة والحلق اذالتقصیر۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۲۴ الباب السادس فی العمرۃ) ۱۸

**سوال اور ذیقعدہ میں عمرہ ادا کرنے کا حکم | سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اشہر حج میں عمرہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر کسی عمرہ کر لیا تو کیا اس پر دم لازم آئے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** ایام تشریق، عرفہ اور عید کے دن کے علاوہ تمام سال میں عمرہ کرنا جائز ہے چاہے اشہر حج ہوں یا غیر اشہر حج۔

قال العلامة عالم بن العلام الانصاری: ووقت العمرۃ السنۃ کلہا۔ وفی الہدایۃ والعمرۃ لہ قال ابن الہمام: بشرائط نوعان ولو ملکہ مسلماً فلم یحج حتی افتقر حیث یتقرر الحج فی ذمتہ دیناً علیہ۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۲ کتاب الحج)

وَمِثْلُهُ فی الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۴ الباب الاول فی تفسیر الحج۔

لہ لما قال الحصکفی: وہی احرام وطواف وسعی وحلق او تقصیر فالاحرام شرط... وجازت فی

کل سنۃ۔ (الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۲۴۳، ۲۴۴ مطلب فی احکام العمرۃ)

وَمِثْلُهُ فی التاتارخانیۃ ج ۲ ص ۵۲۵ الفصل الثامن فی بیان وقت الحج والعمرۃ۔



لا تفوت ولكن تكرر في يوم عرفة وایام التشريق۔ (الفتاوی التاتاریخانیة ج ۲ ص ۵۲۵ الفصل الثامن فی بیان وقت الحج والعمرة) ۱۰

**سوال :- کیا رمضان شریف** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں کوئی عمرہ نہیں کیا **میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے**

کوئی عمرہ ادا فرمایا ہے، اگر ادا فرمایا ہے تو وہ رمضان شریف کی کون سی تاریخ تھی؟  
**الجواب :-** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں کوئی عمرہ نہیں کیا ہے، البتہ رمضان شریف میں عمرہ کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

قال البراء بن عازب: اعتمر النبي صلى الله عليه وسلم عمرتين قبل ان يحج فلم يحسب لعمرة الحديبية كذا في الصحيحين وكلهن في ذيقعدة على ما هو الحق۔ (فتح القدير ج ۳ ص ۱۳۴ باب العمرة) ۱۰

**سوال :- عمرہ اور طواف کا ثواب اگر کسی زندہ آدمی کو** بخشا جائے تو کیا شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ **زندہ آدمی کیلئے طواف اور عمرہ کرنا**

**الجواب :-** زندہ آدمی کے لیے عمرہ اور طواف کا ثواب بخشا جائز ہے اس کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں۔

قال ابن عابدین: تحت هذه العبارة بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره ای سوا دکان صلوٰۃ او صوماً او صدقة او قرأة او ذكراً او طوافاً او حجاً او عمرَةً او غير ذلك۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۵ مطلب فی احوال الثواب للغير) ۱۰

۱۰ قال الحسكفي: (وجازت كل سنة) ونبت في رمضان (وكرهت) تحريم يوم عرفة واربعة بعدها۔  
الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۳ مطلب احكام العمرة )

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲۳۴ الباب السادس في العمرة۔

۱۱ قال العلامة ابن عابدین: ونبت في رمضان وقد اعتمر النبي صلى الله عليه وسلم أربع عمرات كلهن بعد الهجرة في ذيقعدة على ما هو الحق وتمام فيه۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۳ مطلب احكام العمرة )

وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارِخَانِيَّةِ ج ۲ ص ۵۲۶ كتاب الحج۔ باب العمرة۔

۱۲ قال ابن نجيم: فان من صام او صلى او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة، كذا في البدائع۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۵۹۰ باب الحج عن الغير)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲۵۴ الباب الرابع عشر في الحج عن الغير۔

**حج بدل کے بعد کسی کے ایصالِ ثواب کیلئے عمرہ کرنے کا حکم** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام

اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی حج بدل کے لیے گیا، حج بدل ادا کرنے کے بعد اُس نے اپنے والد مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لیے عمرہ ادا کیا، تو کیا اس کا یہ عمرہ صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حج بدل کرنے والے پر ادائیگی حج تک اپنے امر کے فرمان کے مطابق ارکان حج ادا کرنے لازمی ہیں تاکہ امر کے حکم کی خلاف ورزی لازم نہ آئے، صورتِ مسئلہ میں اُس نے چونکہ پہلے حج بدل ادا کیا اور پھر ایصالِ ثواب کیلئے عمرہ کیا اس طرح اس نے امر کے حکم کی مخالفت نہیں کی اس لیے اس کا یہ عمرہ صحیح ہے۔

قال عالم بن اعلا الانصاری، ابن سماعۃ عن محمد لا المأمور بالحج اذا حج عن الأمر ثم احرم بعمره يتفق من مال نفسه مادام معتمراً فاذا انصرف من مال أمر (الفتاویٰ التاتاریخانیہ ج ۲ ص ۵۴۴) الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير

**بیوی کی طرف سے عمرہ کرنا** | سوال :- کیا صحت مند آدمی کی طرف سے عمرہ ادا کیا جاسکتا ہے یا نہیں، بیوی کی طرف سے خاوند کے عمرہ ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** عمرہ اور نفل حج ہر شخص چاہے صحت مند ہو یا غیر صحت مند اور بیوی یا کسی اور خاتون کی طرف سے ادا کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

قال ابن عابدین: بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره (الحی سوا کانت صلوة او صوماً او صدقة او قراة او ذكراً او طوافاً او عُمرة وغير ذلك)۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۵ مطلب في إهداء ثواب الاعمال للغير) ۲

۱۔ قال ابن عابدین: ولو امره بالعمره فاعتزم ثم حج عن نفسه لم يكن مخالفاً بخلاف ما اذا حج أو كلاً ثم اعتزم۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۱۸ مطلب شروط الحج عن الغير عشرون) وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۶۳ باب الحج عن الغير۔

۲۔ قال ابن نجيم: فان من صام او صلى او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة كذا في البدائع۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۵۹ باب الحج عن الغير)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲۵۴ الباب الرابع عشر في الحج عن الغير۔

**عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد تلبیہ کتنی مرتبہ پڑھنا ضروری ہے؟** | سوال: عمرہ کے لیے احرام

باندھنے کے بعد کتنی مرتبہ تلبیہ پڑھنا چاہیے، کیا شرعاً اس کے لیے کوئی تعداد مقرر ہے؟  
**الجواب:** عمرہ یا حج کے لیے احرام باندھنے کی نیت کرنے کے بعد ایک مرتبہ تلبیہ پڑھنا شرط ہے اور تین مرتبہ پڑھنا مستحب امر ہے۔

قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی: ثم لی دبر صلوٰتہ ناویاً بہا الحج وہی  
 لبتیک اللہم لبتیک لا شریک لک لبتیک ان الحمد والتعمید لک والملک لا شریک  
 لک۔ وزاد فیہا ولا تنقص۔ قال شارح التنویر (و لا تنقص) ای منها فانہا مکروہ  
 ای تحریم لقولہم انہا مرة شرط والزیادة سنة ویکون مسیئاً بتركها وبترك  
 رفع الصوت بها۔ (رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۲ فصل فی الاحرام) لہ

**عمرہ فرض ہے یا واجب یا سنت؟** | سوال: عمرہ فی نفسہ کیا حکم رکھتا ہے، فرض ہے یا واجب

**الجواب:** احناف کے ہاں زندگی میں ایک بار عمرہ کرنا سنت مؤکدہ ہے فرض نہیں۔  
 قال الشیخ عبدالرحمن الجزائری: المالکیة والحنفیة قالوا العمرۃ سنة مؤکدة فی العمر مرة  
 لا قرض لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الحج مکتوب والعمرۃ تطوع۔  
 (کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ ج ۱ ص ۶۸ بحث العمرۃ) لہ

لہ لما فی الہندیۃ: ولہ رکن وشرط (فالرکن) ان یوجد منہ فعل من خصائص الحج وهو تروی (احدہما  
 قول) بان یقول لبتیک اللہم لبتیک لا شریک لک.... الخ وہی مرة شرط والزیادة سنة۔ الخ  
 (الفتاوی الہندیۃ ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب المناسک۔ باب الثالث فی الاحرام)  
 لہ فی الہندیۃ: العمرۃ عندنا سنة ولیست بنواوی جوز تکرارہا فی السنۃ الواحدۃ (و وقتہا) جمیع  
 السنۃ الا خمسۃ ایام وتکرہ فیہا العمرۃ لغير القارن کذا فی فتاوی قاضیخان، وہی یوم عرفة  
 ویوم النحر وایام التشریق ولا ظہر من المذہب ما ذکرنا ولكن مع هذا لو اذہا فی  
 ہذہ الايام صح ویبقی محرماً فیہا کذا فی الہدایۃ۔ (الفتاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۲۳۴ الباب السادس فی العمرۃ)  
 ومثلہ فی رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۱ مطلب احکام العمرۃ۔



کن ایام میں عمرہ کرنا منع ہے؟ | سوال :- سال کے کون کون سے دنوں میں عمرہ کرنا جائز نہیں؟  
الجواب :- احناف کے ہاں عمرہ سال بھر میں صرف

پانچ دن کرنا مکروہ ہے: (۱) یوم العرفہ (۲) یوم النحر (۳) اور عید الفضحیٰ کے بعد تین دن۔

قال الشيخ عبد الرحمن الجزائري: قال الحنفية: يكره الاحرام بالعمرة تحريمًا في يوم عرفة قبل التروال وبعده على الراجح وكذلك يكره الاحرام بها في يوم عید النحر وثلاثة ايام بعده۔ (كتاب الفقه على المذاهب الاربعه ج ۱ ص ۶۸۵ کتاب الحج، ارکان العمرة) لہ

عمرہ کے کتنے ارکان ہیں | سوال :- اگر کوئی شخص عمرہ کرنا چاہتا ہو تو اس کیلئے کیا کیا کرنا ضروری ہے یعنی عمرہ کے ارکان کیا ہیں؟

الجواب :- احناف کے ہاں عمرہ کے لیے ایک رکن (طواف) ایک شرط (احرام) اور سعی بین الصفا والمروة اور حلق یا قصر واجبات میں شامل ہیں، عمرہ کرنے والے کے لیے ان امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

قال الشيخ عبد الرحمن الجزائري: الحنفية قالوا للعمرة ركن واحد هو معظم الطواف اربعة اشواط أما الاحرام فهو شرط لها وأما السعي بين الصفا والمروة فهو واجب كما تقدم في الحج ومثل السعي الحلق أو التقصير فهو واجب۔

(كتاب الفقه على مذاهب الاربعه ج ۱ ص ۶۸۵ کتاب الحج۔ ارکان العمرة) لہ

لہ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی رحمہ اللہ :- العمرة سنة وتصح في جميع السنة، وتكره يوم عرفة ويوم النحر وایام التشريق۔

(مراقی الفلاح علی نور الايضاح ص ۶۸۵ کتاب الحج فی فصل العمرة)

وَمِثْلُهُ فِي شرح الوقاية ج ۱ ص ۲۵ کتاب الحج۔

لہ لما قال العلامة قاضی خان رحمہ اللہ :- وركن العمرة شيان الاحرام والطواف بالبيت وواجبها شيان السعي بين الصفا والمروة والحلق وليس عليه ما سوى ذلك من رمي الجمار۔ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیہ ج ۱ ص ۳۱۲ فصل فی العمرة)

وَمِثْلُهُ فِي الہندیہ ج ۱ ص ۲۳۴ الباب السادس فی العمرة۔

**ایام تشریق میں عمرہ کرنے کا حکم | سوال :-** اگر کوئی شخص ایام تشریق میں عمرہ کرے تو کیا اس کا عمرہ ادا ہوگا یا نہیں؟  
**الجواب :-** اگرچہ عید الاضحیٰ اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا شرعاً ممنوع یعنی مکروہ تحریمی ہے، تاہم اگر ایام تشریق یا یوم النحر میں عمرہ کیا جائے تو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہو جائے گا۔

قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي: تکره يوم عرفة والنحر وایام التشریق..... ولو اداها فيها جاز مع الكراهية كصلاة التطوع في الاوقات الخمسة المكروهة۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۱۵۷ فصل فی العمرة)۔

**ارکان عمرہ میں تقدیم و تاخیر کا حکم | سوال :-** اگر کوئی شخص عمرہ کے طواف اور سعی کے بعد حلق کرنے کی بجائے پہلے زیر ناف بالوں کی صفائی کرے اور پھر حلق کرے تو کیا اس پر دم لازم ہوگا یا نہیں؟  
**الجواب :-** جس طرح حج کے ارکان و واجبات میں ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہے اور تقدیم و تاخیر کی وجہ سے دم لازم آتا ہے، تو اسی طرح عمرہ میں بھی ترتیب کا خیال رکھا جائے اگر کہیں ترتیب ساقط ہو جائے تو دم دینا لازم ہوگا۔

ما قال المفتی عبدالرحیم لاجپوری: ہاں دم واجب ہوگا، پہلے سر منڈا کر پھر مونچھیاں دیگر مواضع کے بال کٹوانا چاہئیں، الٹا کرنے سے دم لازم آئے گا، فتاویٰ سعودیہ میں ہے۔ (سوال) فی رجل اهل بعرة وطاف وسعى وحلق احدا بطيه ثم حلق رأسه وحلق بطيه الاخر ماذا يجب عليه افتونا۔ (الجواب) يجب عليه دم والصورة ما شرح۔ (فتاویٰ رحیمیة ج ۲ ص ۵۲ کتاب الحج)

لہ وفي الهندية: جميع السنة الاخمسة ايام تکره فيها العمرة لغير الفارق وهي يوم عرفة والنحر وایام التشریق والظاهر من المذهب ما ذكرنا ولكن مع هذا لو اداها في هذه الايام صح۔ (فتاویٰ الہندیة ج ۱ ص ۲۳۷ الباب السادس فی العمرة)

## باب فی زیارة قبر النبی ﷺ

(روضہ اقدس کی زیارت کے بیان میں)

**سوال :-** جو شخص حج یا عمرہ

پہر روضہ اقدس کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ جانا لازمی ہے؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟  
**الجواب :-** روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بارے میں فقہاء کرام کے تین اقوال ہیں  
 بعض مندوب کہتے ہیں بعض واجب اور بعض واجب کے قریب کے قائل ہیں۔ علامہ شامیؒ اور  
 مولانا اثر علی تھانویؒ نے تیسرے قول کو ترجیح دی ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : وشرح المختار انها قریبة من الوجوب لمن  
 له سعة - (رد المحتار ج ۳ ص ۳۵۲ باب الہدی) لہ

**سوال :-** جو شخص روضہ رسول اللہ صلی اللہ

نزیارت روضہ النبیؐ کے وقت کیا کرنا چاہیئے؟  
 مدینہ منورہ داخل ہونے سے قبل اُسے کیا کرنا چاہیئے؟  
**الجواب :-** جو شخص زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیئے کہ کثرت سے  
 درود پڑھے اور جب مدینہ طیبہ کی حدود یعنی شہر کی دیواریں نظر آنے لگیں تو درود شریف پڑھ  
 کر یہ دعا مانگے : اللہم هذا حرم نبیک فاجعله وقایة لی من النار وأماناً من العذاب وسور  
 الحساب اور مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے قبل غسل کر کے، اچھا لباس زیب تن کر کے خوشبو  
 لگا کر تواضع اور وقار کے ساتھ داخل ہو کر یہ دعا پڑھے : بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

لے قال العلامة عبد اللہ بن مودود الموصلیؒ : اذھی من افضل المندوبات والمستحبات  
 بل تقرب من درجة الواجبات فانه صلی اللہ علیہ وسلم حرص علیہا وبالغ فی التذہب  
 الیہا۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۱۷۵ فصل فی زیارة النبی)  
 ومثله فی امداد الفتاوی ج ۲ ص ۱۶۹ کتاب الحج -



رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اِنْ

لما قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي: ينبغي لمن قصد زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم ان يكثر الصلوة عليه فقد جاء في الحديث انه يبلغه ويصل عليه فاذا عاين حيطان المدينة يصل عليه ويقول اللهم هذا حرم نبيك فاجعله وقاية لي من النار واما من العذاب وسوء الحساب ويغتسل قبل الدخول او بعده ان امكنه ويتطيب ويلبس احسن ثيابه فهو اقرب الى التعظيم ويدخلها متواضعا عليه السكينة والوقار ويقول بسم الله وعلى ملّة رسول الله ربّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ ..... الى آخر الآية -

والاختيار لتعليل المختار ج ۱ ص ۱۷۵ فصل في زيارة قبر النبي ﷺ

زیارت روضۃ الرسول کیلئے مسجد نبوی میں داخلہ کے وقت دو رکعت پڑھنا | سوال: جو شخص زیارت روضۃ الرسول

کیلئے مسجد نبوی میں داخل ہو تو کیا وہ دو رکعت نماز پڑھے یا نہیں؟

الجواب: جو شخص زیارت کے لیے مسجد نبوی میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ پہلے دو رکعت نماز اگر ممکن ہو تو منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح پڑھے کہ منبر کے ستون اس کے دائیں طرف آجائیں ورنہ جہاں بھی موقع ملے نماز ادا کرے اور پھر سلام کیلئے روضہ اطہر پر حاضر ہو۔

لما قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي: ثم يدخل المسجد فيصلّي عند منبره صلى الله عليه وسلم ركعتين يقف بحيث يكون عمود المنبر يحد ايمنه منكبهما الايمن فهو موقفه صلى الله عليه وسلم وهو بين قبره ومنبره -  
والاختيار لتعليل المختار ج ۱ ص ۱۷۵ فصل في زيارة النبي ﷺ

۱۔ وفي الهندية: اذا توجه الى الزيارة يكثر من الصلوة والسلام على النبي ﷺ مدة الطريق .... واذا عاين حيطان المدينة يصل عليه ويقول اللهم هذا حرم نبيك فاجعله وقاية لي من النار واما من العذاب وسوء الحساب ويغتسل قبل الدخول او بعده ان امكنه ويتطيب ويلبس احسن ثيابه ويدخلها متواضعا عليه السكينة والوقار - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۶۵ كتاب الحج، خاتمة في زيارة قبر النبي ﷺ)

۲۔ وفي الهندية: ويصلّي عند منبره ركعتين يقف بحيث يكون عمود المنبر يحد ايمنه منكبهما الايمن وهو موقفه عليه السلام وهو بين قبره ومنبره ثم يسجد شكواً لله تعالى -

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۶۵ كتاب الحج، خاتمة في زيارة قبر النبي ﷺ)

**سوال :-** روضہ اقدس کی زیارت کے لیے حرم نبوی کی زیارت کے وقت کیا کرنا چاہیے؟

**الجواب :-** دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد جب قبر شریف کی زیارت کے لیے جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے قبلہ رخ مواجہہ شریف سے تین چار ذراع (گز) دور اس طرح آرام سے کھڑا ہو جیسا کہ نماز کے لیے کھڑا ہوا جاتا ہے اور یہ تصور کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں اور اس کے آنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے اور آپ اس کے کلام کو سن رہے ہیں، اور پھر آہستہ سے سلام پیش کرے۔

لما قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي: ثم ينهض فيتوجه الى قبره صلى الله عليه وسلم فيقف عند رأسه صلى الله عليه وسلم مستقبلاً للقبلة يد تومنه قدر ثلاثة أذرع أو أربعة ولا يد تومنه أكثر من ذلك.... ويقف كما يقف في الصلوة ويمثل صورته الكريمة البهية صلى الله عليه وسلم كأنه نائم في حدة عالم بهو يسمع كلامه - قال النبي صلى الله عليه وسلم من صلى عند قبري سمعته وفي الخبر أنه وكل بقبره ملك يبلغه سلام من سلم عليه من أمته.... ويقول السلام عليك يا رسول الله - الخ (اختيار لتعليل المختار ج ۱) فصل في زيارة النبي صلى الله عليه وسلم له

**سوال :-** اگر ملکی قانون کی وجہ سے حج کے ویزے میں وقت کم ہوئے کی وجہ سے حاجی مدینہ طیبہ نہ جاسکے تو کیا اس کا حج متاثر ہوگا یا نہیں؟

نہ جاسکے تو کیا اس کا حج متاثر ہوگا یا نہیں؟

له وفي الهندية: ثم ينهض فيتوجه الى قبره صلى الله عليه وسلم فيقف عند رأسه مستقبلاً للقبلة ثم يد تومنه ثلاثة أذرع أو أربعة ولا يد تومنه أكثر من ذلك ولا يضع يده على جدار التربة فهو أهيأ وأعظم للمحرمة ويقف كما يقف في الصلوة ويمثل صورته الكريمة البهية كأنه نائم في حدة عالم بهو يسمع كلامه ثم يقول السلام عليك يا نبي الله الخ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۶۵ کتاب الحج خاتمه في زيارة قبر النبي)



**الجواب :-** جس کو روضہ اقدس کی زیارت کرنے کی طاقت و قدرت ہو تو اس پر زیارت روضہ اقدس کے لیے جانا قریب الی الوجوب (حکماً واجب) ہے، البتہ اگر کسی قانونی اور عذر شرعی کی وجہ سے نہ جاسکے تو اس کا حج کامل اور صحیح ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ :- زیارة قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم مندوبۃ بل قیل واجبة لمن لہ سعة ویبدأ بالجم لوفرضاً وتخییر لو نقلاً ما لعمریہ -  
الدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۲ باب الہدی لہ

**اُسطوانۃ البولبایۃ کے پاس دو رکعت پڑھنے کا حکم** | سوال :- کیا اُسطوانۃ البولبایہ کے پاس دو رکعت

پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فارغ ہو کر مستحب یہ ہے کہ اُسطوانۃ البولبایہ کے قریب دو رکعت نماز ادا کی جائے اور اپنے لیے مغفرت کی دعا کی جائے۔  
قال العلامة عبد اللہ بن مودود الموصلی رحمہ اللہ : ثریاً فی اُسطوانۃ ابی لبابة أَلَّتِی رَبطَ نفسہ فیہا حتی تاب اللہ علیہ وہی بین القبر والمنبر ویصلی رکعتین ویتوب الی اللہ تعالیٰ ویدعو بما شاء۔  
(الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۱۷۱ فصل زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

لہ قال العلامة عبد اللہ بن مودود الموصلی :- اذھی من افضل المندوبات والمستحبایل تقرب من درجۃ الواجب فانہ صلی اللہ علیہ وسلم حرص علیہا وبالغ فی التذیب الیہا فقال من وجد سعة ولم یزرنی فقد جفانی۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۱۷۱ فصل فی زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)  
ومثله فی فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۵۸۱ مسائل ج ۱۔

لہ فی الہندیۃ : ثریاً فی اُسطوانۃ ابی لبابة التي ربط نفسه فیہا حتی تاب اللہ علیہ وہی بین القبر والمنبر فیصلی رکعتین ویتوب الی اللہ ویدعو بما شاء۔

{ الفتاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۲۶۶ کتاب الحج }  
{ خاتمۃ فی زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم }



روضہ اطہر کی زیارت کے وقت صلوٰۃ و سلام کا طریقہ | سوال :- جب کوئی شخص

کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہو تو وہ کن الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پیش کرے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب :- اللہ تعالیٰ جب کسی کو روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی توفیق عطا فرمائے تو اسے چاہیے کہ وہ روضہ اطہر پر مواجہ تشریف کے سامنے نہایت ادب و احترام سے کھڑا ہو جائے اور یہ تصور کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں آرام فرما رہے ہیں اور یہ بھی خیال کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پیش کر رہا ہے، اس کے بعد درمیان فی آواز سے مؤدبانہ لہجے میں ان الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پیش کرے۔

السلام عليك ايها النبي ورحمة الله - السلام عليك يا خير خلق الله -  
السلام عليك يا خيرة الله من خلق الله - السلام عليك يا حبيب الله -  
السلام عليك يا سيد ولد آدم - السلام عليك ايها النبي ورحمة الله  
وبركاته - يا رسول الله اني اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد  
انك عبده ورسوله - اشهد انك بلغت الرسالة واخيت الامانة ونصبت الامّة  
وكشفت الغمّة فجزاك الله خيراً جزاك الله عنا افضل ما جزى نبيّاً عن أمته -  
اللهم اعط لسيدنا عبداً ورسولك محمداً الوسيلة والفضيلة والدرجة  
الترقية والبعثه مقاماً محموداً الذي وعدته انك لا تغفل الميعاد  
وانزله المنزل المقرب عندك انك سبعا نك ذو الفضل العظيم -  
رقرة العننين الشهير بفتاوى حرمين (۳۴)





هو الذي خلقكم من

نفس واحدة وجعل منها

زوجها ليسكن اليها



## باب آداب النکاح و شرائطه

(نکاح کے آداب و شرائط)

خطبہ نکاح سے پہلے پڑھنا چاہیے | سوال: بعض علاقوں میں یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ نکاح (ایجاب و قبول) کے بعد خطبہ

پڑھا جاتا ہے، کیا خطبہ ایجاب و قبول سے قبل پڑھنا چاہیے یا بعد میں؟  
الجواب: نکاح یا ہی رضامندی سے ایجاب و قبول کا نام ہے، البتہ نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا ایک استنباطی عمل ہے اس لیے نکاح سے پہلے خطبہ پڑھا جائے بعد میں پڑھنا صحیح نہیں۔  
قال المحقق: ويندب اعلانه وتقديم خطبة - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ کتاب النکاح)

لفظ "نکاح" کے بجائے "بیع" کا لفظ کہنے سے نکاح کا حکم | سوال: اگر نکاح کے وقت

غیرہ کے الفاظ کہہ دیئے جائیں تو ان الفاظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟  
الجواب: خرید و فروخت اور بیچنے وغیرہ کے الفاظ جب نکاح کی نیت سے استعمال کیے جائیں تو نکاح بلا اختلاف صحیح ہے۔

قال ابن نجيم: فينعقد النكاح بلفظ الهبة والعطية والصدقة والمِلْك والتَمْلِیک  
والجعل والبيع والشراء على الأصح - (البحر الرائق ج ۳ ص ۸۵ کتاب النکاح) ۲

۱۔ قال ابن نجيم رحمه الله: وفي المجتبى يستحب ان يكون النكاح ظاهراً وان يكون قبله  
خطبة - (البحر الرائق ج ۳ ص ۸۱ کتاب النکاح)

وَمَثَلُهُ فِي الْفَقْهِ الْإِسْلَامِيِّ وَأَدْلَتُهُ ج ۲ ص ۱۲۲ البحث الخامس: مندوباً عقد النكاح  
۲۔ قال ابن عابدین: (تحت قوله: وكل ما تملك به الوقاب) كالجعل والبيع والشراء قرائته  
يتعقد بها..... ثم قال هذا حاصل ما في الفقه ومخلصه أنه لا بد في كنيات النكاح من  
النّية مع قرينة أو تصديق أو تقابل للموجب وفهم الشهود المراد اعلانهم (رد المحتار ج ۳ کتاب النکاح)  
وَمَثَلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲ الباب الثاني فيما ينعقد به النكاح وما لا ينعقد به

**نکاح کے لیے عورت کی زبان پر اعتماد کرنا** | سوال :- ایک لڑکی نے بیان دیا کہ میں بالغ ہو چکی ہوں اور اس سے پہلے میرا کسی کے ساتھ

نکاح نہیں ہوا ہے تو کیا اس کے اس اقرار پر اس سے نکاح کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** اگر عورت کا بیان غلبۂ ظن کے لئے مفید ہو تو اس کے قول پر اعتماد کیا جاسکتا ہے ایسی حالت میں اس سے نکاح درست رہے گا بشرطیکہ بالغہ عاقلہ ہو۔

قال ابن عابدین: قالت ارتدت زوجی بعد النکاح وسعه أن يعتمد علی خبرها ویتزوجها وإن أخبرت بالحرمۃ یا موعارض بعد النکاح من رضاع طاری ونحو ذلك فان كانت ثقة او نحو ذلك فان كانت ثقة أو لم تكن ووقع فی قلبه صدقها فلا بأس بأن یتزوجها۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۲۹) ۱۰

**رشتہ منظور ہے** سے نکاح کے انعقاد کا حکم | سوال :- لڑکی کے والد نے لڑکے کو دیکھتے وقت کہا کہ مجھے یہ رشتہ منظور ہے تو کیا یہ الفاظ کہنے سے نکاح منعقد ہو گیا یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر لڑکی کے والد نے ایجاب و قبول کی مجلس میں باقاعدہ گواہوں کے سامنے یہ الفاظ کہے ہوں تو شرعاً نکاح منعقد ہو چکا ہے، اگر لڑکی نابالغ ہے تو خیار فسخ بھی حاصل نہیں اور اگر بالغ ہے تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہے، اور اگر ان الفاظ سے فقط وعدہ نکاح مقصود ہو تو پھر شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا۔

قال ابن عابدین: (تحت قوله اذا المرئی والاستقبال) قال فی شرح الطحاوی لو قال هل اعطتنيها فقال اعطيت ان كان المجلس للوعد فوعد وان كان للعقد فتکاح۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۱۱ کتاب النکاح) ۱۰

اقوال الحنفی: وحاصله أنه متى أخبرت یا موعارض فان ثقة أو وقع فی قلبه صدقها لا بأس بمتزوجها وان یا موعارض لا۔ مالم یستفسرها۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۵ ص ۲۹۸)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۱۰۹ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات۔

۱۰ قال الحنفی رحمہ اللہ: ویعتقد تلبسا یا یجاب من احدهما وقبول من الآخر۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۱۰۹ کتاب النکاح)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۸۳ کتاب النکاح۔

سوال ۱۔ اگر کسی بالغ لڑکی بغیر گواہوں کے ایجاب و قبول سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اور لڑکے کے درمیان گواہوں

کے بغیر ایجاب و قبول ہو جائے تو کیا یہ شرعی نکاح متصور ہو گا یا نہیں؟  
**الجواب:**۔ نکاح کے انعقاد کے لیے باقاعدہ دو گواہوں کا موجود ہونا شرط ہے اس لیے اگر مجلس نکاح میں گواہوں کے بغیر ایجاب و قبول ہو جائے تو بے سود ہے، شرعاً ایسے معاہدہ نکاح کو نکاح نہیں کہا جاسکتا۔

قال ابن نجيم المصري: وهو كاشهاد فلم يصح بغير شهود لحديث الترمذي البغايا اللاتي ينكحن انفسهن من غير بيعة - (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۱ کتاب النکاح) لہ  
**سوال:** کیا نکاح کے ثبوت کیلئے اثبات نکاح کیلئے شہادت بالتسامع کافی ہے ان لوگوں کی گواہی قبول ہو سکتی ہے

جو نکاح کے وقت حاضر نہ ہوں بلکہ دوسروں سے نکاح کی خبر سن کر گواہی دیں؟  
**الجواب:** اثبات نکاح کے لیے جو گواہی دی جاتی ہے اُس کے لیے گواہوں کا مجلس نکاح میں حاضر ہونا ضروری نہیں بلکہ ثبوت نکاح کے لیے شہادت بالتسامع بھی کافی ہے بشرطیکہ اتنے لوگوں سے نکاح کے انعقاد کی سماعت ہو چکی ہو جن کا جھوٹ بولنے پر اتفاق کرنا متصور نہ ہو۔

قال في الهندية: الشهادة بالشهرة والتسامع تقبل في أربعة أشياء بالإجماع وهي النكاح والنسب والموت والقضاء كذا في المحيط السرخسي (الفتاوى الهندية ج ۳ ص ۲۵۷) ۲

لہ وهو حدیث صحیح روی مرفوعاً وموقوفاً قاله العثماني - (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۱۷۰)  
 قال في الهندية: ومنها الشهادة. قال مامة العلماء أنها شرط جواز النكاح هكذا في البدائع - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۶۷ کتاب النکاح - الباب الاوّل فی تفسیرہ شرعاً)  
 ومثله في فتاوى قاضي خان علی هامش الهندية ج ۱ ص ۳۳۱، ۳۳۲ فصل فی شرائط النکاح -  
 قال الكاساني: فلا تطلق الشهادة بالتسامع إلا في أشياء مخصوصة وهي النكاح والنسب والموت فله تحمل الشهادة فيها بالتسامع من الناس وإن لم يعاین بنفسه - (بدائع الصنائع ج ۶ ص ۲۶۶)  
 ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۸۹ کتاب النکاح -



نکاح کی اجازت لیتے وقت گواہ بنانا مستحب ہے | سوال: عورت سے نکاح کی  
 کی موجودگی ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: عورت سے نکاح کی اجازت طلب کرتے وقت دو گواہوں کی موجودگی  
 مستحب ہے البتہ نکاح پڑھاتے وقت دو گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔  
 قال ابن نجيم المصري، ولا يشترط الا الشهادة على التوكيل (البحر الرائق ج ۳ ص ۸۹ کتاب النکاح)۔  
 بذریعہ دف نکاح کا اعلان کرنا | سوال: نکاح کا اعلان دف کے ذریعے کرنا جائز  
 ہے یا نہیں؟

الجواب: نکاح کی تشہیر و اعلان سنت ہے پھر دیگر ممنوعات شرعیہ سے خالی ہونے  
 کی صورت میں دف کے ذریعے نکاح کا اعلان کرنا جائز ہے۔  
 روی عن النبي صلى الله عليه وسلم: اعلنوا هذا النكاح..... الخ  
 (مشکوٰۃ المصابيح ج ۲ ص ۲۷۲ کتاب النکاح)۔

جوان بیٹیوں کو گھر میں رکھ کر بلا عذر شرعی اُن کا نکاح نہ کرنا | سوال: کیا جوان  
 بیٹیوں کو گھر میں رکھنے  
 اور بلا کسی شرعی رکاوٹ کے اُن کے نکاح نہ کرنے سے سرپرست یا والد کی حیثیت متاثر  
 ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: کفو ملنے کی صورت میں جوان بیٹیوں کا نکاح جلد از جلد کر دینا ضروری ہے تاہم

لہ قال العلامة ابن عابدین: واعلم أنه لا تشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح  
 بل على عقد الوكيل وانما ينبغى أن يشهد على الوكالة اذا خيف حرجاً لمؤكل  
 إياها۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۹۵ باب الاكفاء، مطلب في الوكيل والفضول في النكاح)  
 ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب النکاح فصل ومنها العذر۔  
 لہ قال الشيخ الطوري: وعن الحسن بن زياد لا بأس بأن يكون في العرس دف يضرب به  
 يشتهر ويعلن النكاح..... وفي الذخيرة لا بأس بضرب الدف في العرس والوليمة  
 والاعیاد۔ (تكملة البحر الرائق ج ۸ ص ۱۸۹ کتاب الكراهية قبل فصل في اللبس)

موزوں رشتہ کی تلاش میں تاخیر ہو جانا ممنوع نہیں اور اس سے سرپرست یا والد کی شرعی حیثیت متاثر نہیں ہوتی، البتہ موزوں رشتہ ملنے کی صورت میں سازگار حالات کے باوجود بیٹیوں کو رسمی غیرت کی وجہ سے نکاح سے محروم رکھنا زیادت علی الشریعہ کے مترادف ہے۔  
 قال اللہ تبارک و تعالیٰ: وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ وَمَنْكُحُ - (سورة النور آیت ۳۲)  
 قال ابن عابدین: ويزوجهما كفواً فان خطبها الكفو لا يؤخرها وهو كل مسلم  
 تقی۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب النکاح) ۱۷

**سوال :- ایک بالغہ بڑکی کا نکاح اس کے باپ نے کر**

**رخصتی کے وقت دوبارہ نکاح پڑھانا جائز ہے**  
 دیا تو رخصتی کے وقت دوبارہ نکاح پڑھانا کیسا ہے؟  
**الجواب :-** بالغہ عورت کے نکاح کا حکم یہ ہے کہ جب دوسرا کوئی شخص (سرپرست یا والد) اس کا نکاح کسی سے کر دے اور اس کی خبر پہنچنے پر وہ اُسے رد نہ کرے بلکہ رضامندی ظاہر کرے تو نکاح درست ہے، تاہم رخصتی کے وقت دوبارہ نکاح پڑھانا جائز اور مستحسن ہے۔

قال في الهندية: لا يجوز نكاح أحد على بالغه صحيحة العقل من أب و سلطان يغير إزنها بكر كانت أو ثيباً فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها فإن أجازته جاز - وإِنْ رَدَّتْهُ بطل كذا في السراج الوهاج ولو ضكحت البكر عند الاستئمان أو بعد ما بلغها الخبر

۱۷ و علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً: ثلاث لا تؤخر: الصلوة إذا أتت والجنازة إذا حضرته والأليم إذا وجدت لها كفواً - أخرجه الترمذی والحاکم باسناد ضعيف - قلت حسنه السيوطی فی الجامع الصغير وصححه الحاکم والذهبی كلاهما فی المستدرک -

(اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۱۱۷ فصل فی الکفاءة باب مراعاة الکفاءة وجواز النکاح)  
 وعن عمر بن الخطاب و انس بن مالک عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في التوراة مكتوب من بلغت إينته اثنتي عشرة سنة ولم يزوجها فاصابت اثماً فانهم ذلك عليه - رواه البيهقي في الشعب - (مشکوٰۃ المصابيح ج ۲ ص ۲ کتاب النکاح)



فہورضا۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲۸ ص ۲۸۴) الباب الرابع فی اکا ولیاد) لہ  
**سوال :-** ایک لڑکی کی باقاعدہ منگنی ہو جانے کے بعد کسی لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا

منگنی ہو چکی ہے جبکہ اُس نے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا ہے، کیا یہ دوسرا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگرچہ منگنی کی مجلس میں باقاعدہ گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول نہ ہو، ہوتا تو یہ فقط وعدہ نکاح ہے نکاح نہیں، لہذا اس لڑکی کا کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز ہے، البتہ وعدے کی خلاف ورزی کرنا مروت کا تقاضا نہیں کی وجہ سے گناہ لازم ہے۔  
 قال ابن عابدین: (تحت قوله اذا हरینوا الاستقبال) قال فی شرح الطحاوی لو قال هل أعطتنيها فقال اعطيت ان كان المجلس للوعد فوعد وان كان للعقد فنكاح۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۱۱ کتاب النکاح) لہ

**سوال :-** بعض علاقوں میں منگنی کی رسومات کی ادائیگی پر کافی مالی اخراجات

کیے جاتے ہیں لیکن کوئی باقاعدہ ایجاب و قبول نہیں ہوتا ہے، کیا ایسی رسومات کی ادائیگی کو نکاح کہا جائے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** نکاح نام ہے گواہوں کے سامنے باقاعدہ ایجاب و قبول کرنے کا، چونکہ منگنی کی جملہ رسومات میں باقاعدہ طور پر ایجاب و قبول کا اہتمام نہیں ہوتا صرف رشتہ دینے یا

لہ قال العلامة الحصکفی: فان استاذنها هو أي الولی وهو السنة أو وکیلہ أو رسولہ أو زوجہا ولیہا وأخبرها رسولہ أو فضولی عدل فسکت عن ردہ مخامرة أو ضحکت غیر مستهزئة أو تبسمت أو بکت بلا صوت .... فهو إذن۔ (ثم قال بعد أسطر) ولذا استحسنوا التجدید عند التراف لأن الغالب اظهروا النفرة عند فحاة السماع۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۶ کتاب النکاح) ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۱۱ کتاب النکاح۔

لہ قال العلامة الحصکفی: وينعقد ملتبسا بإيجاب من أحد هما وقبول من

الآخر۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۹ کتاب النکاح)

ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۸ کتاب النکاح۔



لینے کا وعدہ ہوتا ہے اس لیے صرف ان رسومات کے ادا کر لینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اور نہ اس پر شرعی ازدواجی احکام جاری ہوں گے۔

قال ابن عابدین: (تحت قوله اذا لم ينزل الاستقبال) قال في شرح الطحاوي قال هل أعطيتنيها فقال أعطيت ان كان المجلس للموعد فوعد وان كان للعقد فنكاح۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۱۱ کتاب النکاح) ۱۰

**بالغم عورت سے زبردستی کئے گئے نکاح کا حکم** | **سوال:** اگر کسی عورت سے زبردستی ایجاب و قبول کرایا جائے تو کیا جبر و اکراہ سے کئے گئے ایجاب و قبول سے شرعاً نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟  
**الجواب:** اگر عاقلہ بالغہ عورت سے زبردستی ایجاب و قبول کرایا جائے تو چونکہ اس میں بمن وجہ اس عورت کی رضامندی شامل ہے اس لیے اس صورت میں شرعاً نکاح منعقد ہو جائے گا۔

قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله ليتحقق رضاها) ای لیصدر منهما ما من شأنه ان يدل على الرضاء اذ حقيقة الرضاء غير مشروطة في النكاح لصحته مع الاكراه والهزل۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۲ کتاب النکاح) ۱۱

**بالغم عورت کو نکاح کیلئے مجبور نہیں کیا جاسکتا** | **سوال:** کیا کسی عاقلہ بالغہ عورت کو شادی پر مجبور کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے زبردستی اس کا نکاح کسی مرد سے کر دیا جس سے وہ عورت انکاری ہو تو یہ نکاح منعقد ہو گا یا نہیں؟  
**الجواب:** نکاح مسلمان مرد و عورت کی باہمی رضامندی سے منعقد ہوتا ہے اس میں

۱۰ قال ابن نجيم: لو قال هل أعطيتنيها فقال أعطيتك ان كان المجلس للموعد فوعد وان كان للعقد فنكاح۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۸۳ کتاب النکاح) ۱۱  
 وَمَثَلُهُ فِي الْمَهْتَدِيَّة ج ۱ ص ۲۶ کتاب النکاح! باب الاول في تفسيره شرعاً الخ  
 ۱۲ وقال الطوري: وفي المبسوط فكل تصرف يصح مع الهزل كالطلاق والعتاق والنكاح يصح مع الاكراه۔ (البحر الرائق ج ۸ ص ۷۵ کتاب النکاح) ۱۲  
 وَمَثَلُهُ فِي الْفَقْهِ الْإِسْلَامِي وَأَدَلَّتُهُ ج ۷ ص ۷۹ کتاب النکاح۔

کسی بالغہ عورت کو شرعاً مجبور نہیں کیا جاسکتا بلکہ نکاح میں اس کی رضامندی ضروری ہے بغیر اس کی رضامندی کے اگر نکاح کیا جائے تو وہ نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوگا۔

قال ابن نجيم، (تحت قول صاحب الكنز) ولا تجبر بکبر بالغه على النکاح اى ينفذ عقد الولی عليها بغير رضاها عندنا۔ انتہی (البحر الرائق ج ۳ کتاب النکاح، باب الاولیاء والاقدام)۔

**سوال :-** باپ نے اپنی بالغہ کی اجازت سے والد کا کرایا ہوا نکاح ناقابل فسخ ہے۔ بیٹی کا نکاح بغیر اس کی اجازت

کے ایک نابالغ لڑکے سے کر دیا اور نکاح کے بعد اس نے بیٹی کو خبر دی کہ میں نے تیرا نکاح فلاں لڑکے سے کر دیا ہے اس پر اس کی بیٹی نے صرف یہ کہا کہ کم از کم مجھ سے تو پوچھ لیتے، اسکے بعد وہ خاوند کے گھر چلی گئی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ نکاح نافذ ہے، اور وہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** بالغہ بیٹی کے نکاح کے لیے باپ کو بیٹی سے اجازت لینا ضروری ہے، اگر لاعلمی میں باپ نے بالغہ بیٹی کا نکاح کر دیا اور پھر باپ نے جب اپنی بالغہ بیٹی کو اس نکاح کی خبر دی اور اس نے رد نہیں کیا تو یہ نکاح اب لازم اور منعقد ہے اور بالغہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی تاہم اگر وہ پہلے سے رد کرتی تو اس کو یہ حق حاصل تھا۔

قال صاحب الكنز : فإن استأذنها الولی فسکت أو ضحكت أو زوجها فبلغها التحير فسکت فهو إذن۔ (کنز الدقائق ج ۲ کتاب النکاح)

لہ قال فی الہندیۃ : لا یجوز نکاح أحد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بکرا کانت او ثیبا۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۸۴ کتاب النکاح)

وقال العلامة العثماني رحمه الله : روى عن ابن عباس أن جاریۃ یکراأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت أن أباهما زوجها وهی کارهۃ فخیرها النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (رواه الامام أحمد ورجاله ثقات) وقال ابن القطان صحیح۔ (درایۃ ص ۲۲)۔ (إعلاء السنن ج ۱ ص ۶۷ کتاب النکاح) ۲ قال ابن نجيم : والسنة ان یستأمر البکر ولیها قبل النکاح.... وإن زوجها بغير استأمر فقد أخطأ السنة و توقف علی رضاها انتہی فهو عمل الفہی فی حدیث مسلم لا تنکح الا یم حتی تستأمر ولا تنکح البکر حتی تستأذن قالوا یا رسول اللہ کیف إذنها قال ان تسکت : فهو بیان السنة للاتفاق علی أنها لو حرمت بالرضاء بعد العقد نطقاً فانه یجوز۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۸۳ کتاب النکاح۔ باب الاولیاء والاقدام) ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۲۸۴ الباب الرابع فی الاولیاء۔



**نکاح کا شرعی حکم** | سوال :- شریعت مقدسہ میں نکاح کرنے کا کیا حکم ہے؟ فرض ہے، واجب ہے یا سنت؟

**الجواب :-** نکاح کرنا تمام انبیاء کرام کی سنت ہے، جو شخص نکاح کے جملہ حقوق ادا کر سکتا ہو تو اس کو نکاح کر لینا چاہیے۔ اور اگر شہوت کا غلبہ ہو تو واجب جبکہ خوف نہا کے وقت فرض ہو جاتا ہے۔

قال العلامة المصنفی: ویكون ای النکاح واجب عند التوقان فان تیقن الزنا الا به فرض نهاییة، وهذا ان ملک المهر والنفقة والا فلا اثر بتركه، بدائع ویكون سنة مؤكدة فی الاصح. (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۹ تا ۳۵۷ کتاب النکاح) ۱۷

**نکاح نفلی عبادت سے بہتر ہے** | سوال :- کیا اخلاف کے ہاں نکاح کرنا افضل ہے یا نفلی عبادت کرنا؟

**الجواب :-** حنفیہ کثر السواد ہم کے ہاں جو شخص بیوی کے نان و نفقہ کی طاقت رکھتا ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا نفلی عبادت کرنے سے افضل ہے، البتہ شوافع کے ہاں نفلی عبادت نکاح سے افضل ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: قالوا ان الاشتغال به ای بالنکاح افضل من التعلی لنوافل العبادات ای الاشتغال به وما یشتمل علیہ من القيام بمصالحه ولعفاف النفس عن المحرم وتربية الولد ونحو ذلك. (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۵ کتاب النکاح) ۱۸

**اسلام میں بیک وقت تعدادِ ازواج کا حکم** | سوال :- اسلام نے ایک مرد کے لیے بیک وقت کتنی بیویاں جمع کرنے

لہ وقال فی الہندیة: واما صفة قہوانہ فی حالة الاعتدال سنة مؤكدة وحالة التوقان واجب وحالة خوف الجور مکروه. (فتاویٰ الہندیة ج ۱ ص ۲۶ کتاب النکاح، فصل اول)

۱۹ قال العلامة ابوبکر الکاسانی: وعلى هذا الاصل بنی اصحابنا من قال منهم ان النکاح فرض او واجب لان الاشتغال به مع اداء الفرائض والسنن اولی من التعلی لنوافل العبادات مع ترك النکاح وهو قول اصحاب الطواہر۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۲۹ کتاب النکاح)



کی گنجائش رکھی ہے؟

الجواب :- اسلام نے ایک مرد کے لیے بشرطِ عدل و مساوات ایک وقت میں چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے، ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کو حرام و ناجائز قرار دیا ہے۔

قال الله تبارك وتعالى: فانكحوا ما طاب لكم۔ ای تزوجوا ما بمعنی من النساء مثنیٰ وثلاث وربع (ولا تزيدوا علی ذلك)۔ (تفسیر جلالین ص ۶۹ سورۃ البقرۃ) لہ

دوسری شادی کیلئے پہلی بیوی کی اجازت کا مسئلہ | سوال :- کیا دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے

اجازت لینا شرعاً ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- اسلام میں مرد کو چار تک شادیاں کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ ان کے درمیان عدل و مساوات قائم رکھ سکتا ہو، اس کے علاوہ کسی بھی شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا شرعاً ضروری نہیں۔

قال العلامة الحصکفی: وصح نکاح اربع من الحرائر والا ما فقط للمحرلا اکثر۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۴ باب المحرمات) لہ

خطبہ نکاح کے دوران باتیں کرنا گناہ ہے | سوال :- اگر قاضی نکاح کا خطبہ میں مشغول ہوں تو کیا وہ لوگ گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

لہ قال العلامة الحصکفی: وصح نکاح اربع من الحرائر والا ما فقط للمحرلا اکثر وله التسری بما شاء ما الا ما۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۴ فصل فی المحرمات) ومثله فی الہدایۃ ج ۲ ص ۲ کتاب النکاح۔

لہ قال العلامة مرغینانی: وللمحران یتزوج اربعاً من الحرائر والا ما وليس له ان یتزوج اکثر من ذلك، لقوله تعالى: فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع۔

(الہدایۃ ج ۲ ص ۲ کتاب النکاح)

ومثله فی تفسیر جلالین ص ۶۹ سورۃ البقرۃ۔

الجواب :- ہر خطبہ (چاہے وہ نکاح کا ہو یا عیدین و جمعہ کا) سُننا واجب ہے، اور جو شخص وجوب کو قصداً ترک کرے تو گنہگار ہوگا، اسی طرح خطبہ نکاح کے دوران باتیں کرنے والے لوگ بھی گنہگار ہیں۔

قال العلامة الحصكفي: وكذا يجب الاستماع لسائر الخطب كخطبة نكاح وخطبه عید وضم على المعتمد - (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۹ کتاب النکاح) -

عدالتی نکاح (کورٹ میرج) کا شرعی حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی اور

لڑکے نے اپنے ورثاء اور اولیاء کو بتائے بغیر چچے سے عدالت میں جا کر کورٹ میرج (نکاح) کر لیا، جبکہ مجلس نکاح میں سرکاری خطیب صاحب کے علاوہ صرف دو اور آدمی بطور گواہ موجود تھے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس نکاح سے لڑکالڑکی ایک دوسرے کے لیے حلال ہیں یا نہیں؟

الجواب :- احادیث مبارکہ میں ذکر ہے کہ عقد نکاح خوب ظاہر کر کے علی الاعلان کیا جائے چچے سے بغیر گواہوں کے نکاح کرنے کو شریعت مقدسہ نے باطل قرار دیا ہے۔ چونکہ صورت مسئلہ کہیمطابق اس نکاح میں لڑکے لڑکی کے علاوہ سرکاری خطیب اور دو آدمی اور بھی بطور گواہ شریک تھے اس لیے یہ نکاح جائز اور درست ہے مگر کراہت سے خالی نہیں تاہم اس عقد نکاح کے بعد دونوں ایک دوسرے کے لیے حلال ہیں۔

كما قال العلامة ظفر احمد العثماني: (الجواب) نکاح سرکہ ممنوع و باطل است آن است کہ دو شاہدین علاوہ ناکح و منکوحہ نباشد و اگر شاہدین یا شہود حاضر باشند این چنین نکاح نکاح سرکہ باطل نباشد اما خالی از کراہت نباشد۔ لان السنة في النكاح الاعلان ولذا شرع له الدف ونحوه وفي الحديث الفرق بين الحلال والحرام الدف ولان فيه القاء لنفسه في التهمة ويتهمه بالزنا من لم يعلم بالنكاح والحد الثقلان مواضع التهم۔ (امداد الاحکام ج ۲ ص ۲۳۷)

بالغ اولاد کا نکاح کرنا والدین کی ذمہ داری ہے | سوال :- عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے کہ والدین کا یہ فرض ہے کہ

له قال العلامة ابن القيم رحمه الله: وهذه فروع تتعلق بالمحل وقد مناهها في باب صفة الصلوة ويتعين ان لا يغفل عنها من طنتها يحرم في الخطبة الكلام وان كان امراً بمعروف أو تسليماً والاكل والشرب والكتابة۔ (فتح القدير ج ۲ ص ۳۷ کتاب النکاح)

جب اولاد بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کریں، کیا واقعی یہ بات صحیح ہے؟  
**الجواب:-** احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بیٹا یا بیٹی بالغ ہو جائے تو والدین  
 کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کی شادی کا انتظام کریں، اور اگر بغیر کسی شرعی عذر کے نہ کیا اور وہ کسی  
 معصیت میں مبتلا ہو گئے تو والدین بھی اس گناہ میں ان کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے،  
 اس لیے عوام الناس کی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے۔

عن ابی سعید و ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ مت ولدا لہ فلیحسن اسمہ وادبہ  
 فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثماً فانما اثمہ علی ابیہ۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۷ کتاب النکاح - باب الولی) لہ

**بیوہ کے نکاح ثانی کا حکم** | سوال:- پٹھانوں میں یہ رواج ہے کہ جس بیوہ کا چھوٹا  
 بچہ ہو تو اس کے لیے نکاح ثانی کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے،

تو کیا بیوہ عورت کا چھوٹے بچے کی وجہ سے نکاح ثانی نہ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟  
**الجواب:-** نکاح کرنا یا نہ کرنا انسان کا ذاتی عمل ہے، بیوہ کو عدت و فوات کے  
 بعد دوسرا نکاح کرنے کی شرعاً اجازت ہے اس کو رواج یا رسم کی وجہ سے نہ روکا جائے،  
 تاہم اگر کوئی بیوہ عورت اپنی اولاد کی پرورش کے لیے دوسرا نکاح نہ کرے تو اس میں  
 کوئی حرج نہیں۔

ان امراة قالت: یا رسول اللہ ان ابنی ہذا کان یطعننی لہ وعا و ثدی لہ سقاء و جری لہ  
 حواء و ان ابایہ طلقنی و اراد ان ینزعہ منی فقال علیہ السلام انت احق بہ ما لتکمی۔ رواہ احمد و ابوداؤد  
 (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۹۳ کتاب النکاح) لہ

لہ و عن عمر بن الخطاب و التسن بن مالک عن رسول اللہ ﷺ قال فی التوراة مکتوب من  
 بلغت ابنتہ عشرة سنة و لم یزوجہا فاصابت اثماً فانما اثمہ علیہ رواہما البیہقی فی شعب  
 الایمان۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۷ کتاب النکاح - باب الولی)

لہ و فی الہندیۃ: و لو تزوجت الام بزوج آخر و تمسک الصغیرۃ معها ام الام فی  
 بیت الرب فلا تب ان یاخذھا منها صغیرۃ عند جدۃ تخون حقھا  
 فلعناتھا ان تأخذھا منها اذا طهرت خیانتھا۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۷ الباب السادس عشر فی الحضانۃ)



**لڑکیوں کے نکاح میں بلا وجہ تاخیر کرنا گناہ ہے** | سوال :- بعض لوگ مالدار داماد

لڑکیوں کے نکاح میں بلا وجہ تاخیر کرتے ہیں، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟  
الجواب :- احادیث مبارکہ میں نکاح میں تعجیل کی ترغیب دی گئی ہے جس کی وجہ سے  
بالغ لڑکے لڑکیوں کا نکاح جلدی کرنا چاہیے، محض دنیاوی اغراض اور رسم و رواج کی وجہ سے  
تأخیر کرنا موجب گناہ ہے۔

قال عليه السلام، من ولد له فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليتزوجه فان  
بلغ ولعريزوجه فاصاب اثماً فانما اثمه على ابيه۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۷۱ کتاب النکاح) لے  
**کیا لڑکی کو از خود نکاح کا حق حاصل ہے** | سوال :- اگر والدین نے اس بات کی وصیت  
کی ہو کہ ان کی لڑکی کا نکاح فلاں مرد سے  
کر دیا جائے لیکن کسی وجہ سے لڑکی اُس مرد سے نکاح نہیں کرتی تو کیا لڑکی کو ایسا کرنے کا  
حق حاصل ہے؟

الجواب :- بالغ مرد و عورت اپنے نفس کے خود مختار ہیں، صورتِ مسئلہ میں اگر کسی  
وجہ سے لڑکی والدین کی وصیت پر عمل نہیں کرتی تو اس کو یہ حق حاصل ہے دوسری جگہ نکاح  
اس سے متاثر نہ ہوگا، اور اگر لڑکی نابالغ ہو تو یہ حق اُس کے ورثاء کو حاصل ہے۔

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشیْب احق بنفسها من ولیمها والبرکری ستاذنھا  
البوھا فی نفسھا واذنھا صما تھا۔ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۱ باب الولی فی النکاح واستیذان المرأة) لے  
لے قال علیہ السلام: من بلغت ابنته اثنتی عشرة سنة ولعريزوجهها فاصابت اثماً فانما  
ذات علیہ۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۷۱ کتاب النکاح)

لے قال العلامة الحصفی رحمہ اللہ: (فتقد نکاح حرة مطلقة بلا) رضار ولی، والاصل  
ان کل من تصرف فی ماله تصرف فی نفسه وما لا فلا (وله اذا کان عصبة الاعتراض  
فی غیر الکف)..... (ولیقی) فی غیر الکفو (لعدم جوازہ اصلاً)  
وهو المختار للفتوی (لفساد الزمان) فلا تحل مطلقة ثلاثاً نکحت غیر کف، الخ  
(الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۲ کتاب النکاح۔ باب الولی)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۲ ص ۲۹۳ باب فِي الْاَوْلِيَاءِ وَالْاَكْفَاءِ۔

**مجلس نکاح میں لڑکی کا نام لینا** | سوال :- کیا نکاح کے انعقاد کے وقت لڑکی کا نام مجمع کے سامنے لینا ضروری ہے یا کہ بغیر نام لیے بھی نکاح صحیح ہو جائے گا؟

**الجواب :-** نکاح کے انعقاد کے لیے لڑکی کا امتیاز ضروری ہے، یہ امتیاز چاہے نام سے حاصل ہو یا اشارے سے یا دیگر صفات سے حاصل ہو جائے جس کے بعد کوئی کوئی شبہ نہ رہے، صرف نام لینا ضروری نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: قلت وظاهره انها لو جرت المقدمات على معينة وتميزت عند الشهود ايضا يصح العقد وهي واقعة الفتوى لان المقصود نفى الجهالة وذلك حاصل بتعيينها عند العاقدین والشهود وان لم يصرح باسمها۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۷ کتاب النکاح) لہ

**نکاح میں ایجاب و قبول کا تین بار دہرانا ضروری نہیں** | سوال :- ہمارے علاقے باندھتے وقت ایجاب و قبول کے الفاظ تین مرتبہ دہراتے ہیں، کیا یہ امر مستحب ہے یا ضروری ہے؟

**الجواب :-** نکاح کا انعقاد نفس ایجاب و قبول کے صرف ایک مرتبہ کرنے سے ہو جاتا ہے، تین مرتبہ دہرانا ضروری نہیں اور نہ یہ امر مستحب ہے۔

قال المرغینانی: وينعقد بلفظين يعبر باحدهما عن الماضي وبالاخر عن المستقبل ان يقول زوجتي فيقول زوجتك۔ الخ (الهداية ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب النکاح) لہ

لہ قال العلامة ابن نجيم: لا بد من تمييز النكوة عند الشاهدين لتتفى الجہالة فان كانت حاضرة متنتقة كفى الاشارة اليها۔۔۔۔۔ ان كانت المرأة في البيت وحدها جاز النكاح لزوال الجہالة۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۸۸ کتاب النکاح)

لہ قال العلامة ابن نجيم: وينعقد بايجاب وقبول وضعا للمضى واحدهما۔ الخ

(كنز الدقائق على هامش بحر الرائق ج ۳ ص ۸۸ کتاب النکاح)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲ کتاب النکاح۔ الباب الثاني فيما ينعقد به النکاح۔ الخ

**ثبہ (مطلقہ) عورت سے نکاح ثانی کیلئے اجازت بالقول کا حکم** | سوال :- اگر کسی عورت کا پہلے نکاح ہو چکا ہو پھر شوہر نے اُسے طلاق دیدی ہو تو کیا دوسرے نکاح کے لیے اُس سے اجازت بصورت سکوت صحیح ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** ثبہ عورت جب دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہو تو اجازت دیتے وقت زبان سے کہنا ضروری ہے اس کا سکوت وغیرہ اجازت کے قائم مقام نہیں، یہ حکم صرف باکرہ لڑکی کے ساتھ مختص ہے۔

عن ابی ہریرۃؓ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الثیب احق بنفسہا من ولیہا والیکریستادنیہا ابوہا فی نفسہا واذنیہا صماقیہا۔ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۷)  
باب الولی فی النکاح واستیذان المرأۃ ۱۷

**زفاف (پہلی ملاقات) کے وقت دُعا پڑھنے کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب! زفاف کے وقت کون سی دُعا پڑھنی چاہیے ؟

**الجواب :-** جب کوئی آدمی شادی کرے تو پہلی ملاقات میں سُنّت یہ ہے کہ بیوی کے پیشانی کے بال پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے برکت کی دُعا مانگے اور پھر بِسْمِ اللہ پڑھ کر یہ دُعا مانگے: اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خیرِہا وخیراً حَبَلتَ عَلَیْہِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہَا وَشَرِّ مَا حَبَلْتَ عَلَیْہِ۔ اور جب جماع کا ارادہ ہو تو یہ دُعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ اللّٰهُمَّ

لہ قال العلامة علاؤ الدین الحصفی رحمہ اللہ : (فتن نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضا ولی) والاصل ان کل مَنْ تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ وما لا رای لولی اذا کان عصبۃ الاعتراض فی غیر الکف..... (ولیفقی) فی غیر الکف۔ (بعدم جوازہ اصلاً) وهو المختار للفتوی (لفساد الزمان) فلا تحل مطلقۃ ثلاثاً نکحت غیر کف الخ۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۲ کتاب النکاح۔ باب الولی)

وَمِثْلُہُ فی الہدایۃ ج ۲ ص ۲۹۳ باب فی الاولیاء والاکفاء۔



جَنَّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنَّبَ الشَّيْطَانُ مَا رَزَقْتَنَا -

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال النبي صلى الله عليه وسلم اَمَّا لَوْ اَحَدُهُمْ يَقُولُ حَيْثُ يَأْتِي اَهْلُهُ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنَّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنَّبَ الشَّيْطَانُ مَا رَزَقْتَنَا ثُمَّ قَدَرَا بَيْنَهُمَا فِي ذَلِكَ اَوْ قَضَى وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ اَبَدًا -  
(صحيح البخاري ج ۲ ص ۴۶ كتاب النكاح - باب ما يقول الرجل اذا اتى اهله م ل ه

**نکاح کے وقت بھول کر کسی دوسری عورت کا نام لینا** | سوال :- نکاح کے انعقاد کے وقت وکیل نے غلطی سے اصل رڑکی کے نام کی بجائے اس کی دوسری بہن کا نام لیا - دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب نکاح کس کے ساتھ منعقد ہوگا؟  
الجواب :- مجلس نکاح میں جب کوئی تمیز اشارہ وغیرہ نہ ہو جس کی وجہ سے اصل رڑکی دوسروں سے الگ ہو، صورتِ مسئلہ میں وکیل نے جس رڑکی کا نام لیا ہے تو نکاح اُسی کے ساتھ ہوا ہے، اس لیے اب اصل رڑکی کی بہن کو طلاق دے کر اس کے ساتھ نکاح باندھا جائے۔

قال العلامة الحصكفي: غلط وکیلها بالنکاح فی اسم ابیها بغیر حضورہا لم یصح للجهالة وكذا لو غلط فی اسم ابنته الا اذا كانت حاضرة و اشار اليها فیصح ولوله بنتان اراد تزويج الكبرى فغلط فسمها باسم الصغرى صح للصغرى خانيه - (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۵ كتاب النكاح م ل ه

ل ه اخرجه امام الترمذی رحمه الله: عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو ان احداكم اذا اتى اهله قال بسم الله اللهم جنبتنا الشيطان وجنب الشيطان ما رزقنا فان قضى الله بينهما ولدا لم يضره الشيطان - (الجامع الترمذی ج ۲ ص ۲۰ ابواب النكاح - باب ما جاء فيما يقول اذا دخل على اهله)

ل ه قال العلامة قاضي خان: امرأة وكلت رجلا بان يزوجه فزوجها و غلط فی اسم ابیها لا ینعقد النکاح اذا كانت غائبة - رجل له ابنة واحدة واسمها عائشة فقال الاب وقت العقد زوجت منك ابنتی فاطمة لا ینعقد النکاح بینهما ولو كانت المرأة حاضرة فقال الاب زوجتک ابنتی فاطمة هذه و اشار الى عائشة و غلط فی اسمها وقال الزوج قبلت جاز النکاح.

(فتاویٰ قاضیخان علی هامش الہندیہ ج ۱ ص ۳۲۲ کتاب النکاح)

وَمِثْلُهُ فِي اَمْدَادِ الْاَحْكَامِ ج ۲ ص ۲۲۶ کتاب النکاح -

**سوال :-** جناب مفتی صاحب! میری شادی بیوی کو خاوند کے پاس جاتے سے روکنا کے لیے میرے والدین نے میری بیوی کو اپنے پاس روک رکھا ہے اور اسے میرے گھر آنے نہیں دیتے۔ کیا ایسا شرعاً جائز ہے؟  
**الجواب :-** جب ایک مرتبہ کسی لڑکی اور لڑکے کا نکاح ہو جائے تو وہ لڑکی شوہر کے تابع ہے والدین کو شرعاً یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنی بیٹی کو بلا وجہ روکیں، تاہم شوہر کو بھی بیوی کے حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

مولانا مفتی عزیز الرحمن رحمہ اللہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں لکھتے ہیں :-  
**الجواب :-** بے وجہ لڑکی کو شوہر کے گھر نہ بھیجنے کا والدین کو کچھ حق نہیں ہے والدین دختر بسبب روکتے اپنی دختر کے گنہگار ہیں، ان کو لازم ہے کہ اس سے توبہ کریں اور لڑکی کو اس کے شوہر کے پاس بھیجیں اور لڑکی کو لازم ہے کہ اس بارہ میں وہ والدین کی اطاعت نہ کرے اور شوہر کی فرمانبرداری کرے کیونکہ اس بارہ میں شوہر کی اطاعت زوجہ کو کرنا مقدم ہے۔ فقط  
 (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۸ ص ۳۵۷ کتاب النکاح) لہ

**سوال :-** ایک لڑکی کا نکاح صغر سنی میں ہو ا تھا، اب وہ تیرہ سال کی عمر کو پہنچ چکی ہے لیکن اس کے والدین ابھی تک رخصتی سے انکار کر رہے ہیں، کیا شرعاً ان کو یہ حق حاصل ہے؟

**الجواب :-** رخصتی کیلئے عمر کی کوئی قید نہیں لیکن جب لڑکی جماع کے قابل ہو جائے تو شوہر اس کو اپنے گھر لاسکتا ہے والدین کو منع کرتے کا حق نہیں اور اگر لڑکی جماع کے قابل نہ ہو تو اس صورت میں رخصتی سے منع کیا جاسکتا ہے۔

قال ابن عابدین: وقد صرح صاحبنا بالزواج إذا كانت صغيرة لا تطيق الطهر لا تسلم إلى الزوج حتى تطيقه والصحيح أنه غير مقدر بالسن بل يفوق إلى متى بالنظر إليها من سن أو هزال - (رد المحتار ج ۲ ص ۵۴۹ باب القسم ۲ لہ  
 لہ قال ابن عابدین: قالوا للزوج أن يسكنها حيث احتج ولكن بين جديك صالحين (رد المحتار ج ۲ ص ۵۴۹ باب النفقة)

لہ وفي الهندية: وإذا انعقد الزوج المهر وطلب من القاضي أن يأمر بالمرأة بتسليم المرأة فقال أبوها إنها صغيرة لا تصلح للرجال ولا تطيق الجماع وقال الزوج بل هي تصلح وتطبق ينظران كانت ممن تخرج أخرجها واقفها وينظر إليها وإن صلت للرجال أمر بدفعها إلى الزوج وإن لم تصلح لم يأمره۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۲ ص ۲۸۷ ابواب الرابع فی الاولیاء)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۱۱۹ کتاب النکاح، باب الاولیاء والا کفاء۔



بیوی کو وطن سفر میں ساتھ لے جانے کا مسئلہ | سوال :- جناب مفتی صاحب! میں بسلسلہ

روزر کار لندن میں مقیم ہوں، میں نے پاکستان میں ایک جگہ شادی کی، اب میں بیوی کو اپنے ساتھ لندن لے جانا چاہتا ہوں مگر میرے سسرال والے اس کو میرے ساتھ نہیں جانے دیتے، کیا میں شرعاً اس کو ساتھ لے جا سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب :- اگر آپ کی بیوی آپ کے ساتھ جانا چاہتی ہو تو اس کے والدین یا دیگر رشتہ داروں کو منع کرنے کا کوئی حق نہیں اور اگر آپ کی بیوی ہی آپ کے ساتھ جانا نہیں چاہتی ہو تو مفتی یہ رائے کی رو سے اسے ساتھ جانے کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

قال العلامة ابن عابدین: لكن في النهر والذي عليه العمل في ديارنا انه لا يسافر بها جبراً عليها وجزم به البزازي وغيره وفي المختار وعليه الفتوى۔

رد المحتار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۵ باب المهر لے

مفقود الخبر کی موت کی خبر کا مسئلہ | سوال :- ایک شخص کئی سالوں تک غائب رہا، کافی مدت کے بعد کسی نے یہ اطلاع دی

کہ فلاں شخص فوت ہو چکا ہے اور میں اس کے جنازہ میں بھی شرکت کر چکا ہوں (جیکہ حقیقت میں وہ زندہ تھا) اس اطلاع کے بعد اس کی بیوی نے عدت وقات گزار کر دوسری شادی کر لی اب وہ شخص زندہ واپس آ گیا ہے تو یہ عورت کس کی بیوی شمار ہوگی؟

الجواب :- کسی آدمی کے زیادہ مدت غائب رہنے سے نکاح متاثر نہیں ہوتا اور نہ خبر وفات کی شہرت سے نکاح ختم ہوتا ہے، اس صورت مسئلہ میں یہ عورت بدستور پہلے خاوند کی بیوی ہے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔

قال العلامة المرغینانی: ولوان امرأة اخبرها ثقة ان زوجها الغائب مات عنها او طلقها ثلاثاً او كان غير ثقة واتاها بكتاب من زوجها بالطلاق

لے قال المرغینانی: وقيل لا يخرجها الى بلد غير بلد هالان الغريب يودي وفي قوی المصبر القریبة لا تتحقق الغریبة۔ وقال ابن الھمام: فی شرح هذه العبارة: وافق كثير من المشائخ بقول الفقيه لان النص مقيد بعدم المضارة بقوله تعالى: وَلَا تَصَارُّوهُنَّ، بعد اسكنوهن والنقل الى غير بلد مضارة۔ الخ (فتح القدير ج ۳ ص ۲۵ باب المهر)



فلا بأس بان تعد ثم تتزوج۔ (المہدایۃ ج ۲ ص ۲۵۳ کتاب الکراہیۃ) لے  
**سوال :-** اگر کوئی شخص بوقت نکاح یہ  
**نکاح میں نان و نفقہ نہ دینے کی شرط لگانا**  
 ذمہ دار نہ ہوں گا، کیا شرعاً یہ شرط درست ہے؟ اور اگر اس شرط پر نکاح ہو گیا تو شوہر بیوی  
 کے نان و نفقہ سے مبرا ہو گا یا نہیں؟

**الجواب :-** شریعت مقدسہ میں ہر وہ شرط جو مقتضائے عفت کے خلاف ہو وہ ناقابلِ عمل  
 اور باطل ہے، اور اس شرط پر کیا گیا نکاح فی ذاتہ جائز اور درست ہے، اور شرط کا عدم  
 ہونے کی وجہ سے شوہر پر بیوی کے جملہ حقوق مثلاً نان و نفقہ وغیرہ لازم ہوں گے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: تحت قوله والنکاح (کتزوجتک علی ان لا  
 یكون لك مهر فیصح النکاح ویبطل الشرط۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۶ کتاب النکاح) لے

**سوال :-** اگر مجلس نکاح میں ایجاب و قبول ٹیلیفون کے ذریعے  
**ٹیلیفون پر نکاح کا حکم**  
 ہو جبکہ نکاح کے گواہ اور حاضرین مجلس نکاح اس ایجاب و قبول کو  
 سن بھی یں تو کیا اس سے نکاح ہو جائے گا؟

**الجواب :-** آجکل ٹیلیفون سیٹ کئی قسم کے ملتے ہیں مثلاً (۱) وہ ٹیلیفون سیٹ جس سے

لے وفي الهندية: امرأة غاب زوجها فاتاها مسلم غير ثقة بكتاب الطلاق من زوجها ولا  
 تدرى انه كتابه ام لا الا ان اكبر سرائيسها انه حق فلا بأس ان تعد ثم تتزوج۔ كذا  
 في محيط السرخسی: اذا غاب الرجل عن امرأته فاتاها مسلم عدل فاخبرها  
 ان زوجها طلقها ثلاثاً او مات عنها فلها ان تعد وتتزوج بزواج آخر۔  
 (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۱۳ الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات)

وَمِثْلُهُ فِي فتاوى دارالعلوم دیوبند ج ۸ ص ۵۰۶ کتاب النکاح۔

لے قال الشیخ مولانا محمد زکریا کاندھلوی: ما يبطل الشرط ويصح العقد مثل ان يشترط  
 ان لا مهر لها وان لا ينفق عليها وان لا يطاها او شرط على المرأة ان تنفق عليه او تعطيه  
 شيئاً فهذه الشروط كلها باطلة والعقد صحيح۔ (اوجز المسالك ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب النکاح)  
 وَمِثْلُهُ فِي فتاوى قاضی خان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۳۳۱ فصل فی النکاح علی الشرط۔

صرف ایک آدمی آواز سن سکتا ہے۔ (۲) وہ ٹیلیفون سیٹ جن کے ذریعے بات کرنے والے ایک دوسرے کی تصویر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ (۳) وہ ٹیلیفون سیٹ جن کے ذریعے بات چیت کرنے والوں کی آواز حاضرین مجلس بھی سن سکتے ہیں۔ اول الذکر میں نکاح منعقد نہ ہوگا، اس لیے کہ گواہوں کے لیے ایجاب و قبول کا ایک ساتھ سننا ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے اور اخیرین میں چونکہ شہادت کے تمام تقاضے پورے ہو سکتے ہیں لہذا نکاح درست ہے۔

قال العلامة الحصكفي: وشرط حضور شاهدين حريين او حرو حرتين مكلفين سامعين قولهما معا على الأصح۔ (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۲ كتاب النكاح) لے

**بالغ اولاد کی شادی کرنا والدین کا فرض ہے** | سوال :- ہمارے پٹھانوں میں یہ رواج ہے کہ جب بیٹا یا بیٹی بالغ ہو جائے تو کہتے ہیں کہ یہ باپ کے فرائض میں سے ہے کہ وہ ان کی شادی کا انتظام کرے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب :- جب اولاد بالغ ہو جائے اور اسکے کفو کی لڑکی یا لڑکا مل جائے تو یہ باپ کے فرائض متبسی میں داخل ہے کہ وہ ان کی شادی کا بندوبست کرے اور اس میں دیر کرنا مناسب نہیں۔

عن ابی سعید و ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من ولد له ولد فيحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجہ فان بلغ ولم يزوجہ فاصاب اثماً فانما اثمہ علی ابيه۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۱ باب الولی) لے

لے دفع الہندیۃ: ومنها سماع الشاہدين کلامهما معا کذا فی فتح القدیر فلا یعتقد بشهادة نائمين اذا لم یسمع کلام العاقدین۔ الخ

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۶۸ کتاب النکاح، الفصل الاول)

لے عن عمر بن الخطاب والنس بن مالک (رضی اللہ عنہما) عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: فی التورۃ مکتوبٌ من یلفت ابنتہ اثنتی عشرة سنۃ ولم یزوجہا فاصابت اثماً فاثمٌ ذلک علیہ۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۱ باب الولی)



**قوت گویائی سے محروم شخص کے نکاح کا حکم** | سوال :- کیا قوت گویائی سے محروم شخص کا نکاح اشارے سے منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** بہت سارے احکامات میں اشارہ قائم مقام ملفوظ ہوتا ہے، اس لیے اگر نکاح کے معاملے میں فریقین یا ایک فریق بات کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ ایجاب و قبول اشارے سے کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ اشارہ رشتہ زوجیت کے انسلک کو واضح کرتا ہو۔ قال العلامة الکاسانی: کما ینعقد النکاح بالعبارة ینعقد بالاشارة من الاخرس اذا كانت اشارته معلومة الخ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۳۱ فصل امارکن النکاح) ۱۔

**وکیل کے ذریعے تحریری ایجاب سے نکاح کا حکم** | سوال :- کیا مجلس نکاح میں فریقین کا حاضر ہونا اور زبانے

ایجاب و قبول کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر کسی کی طرف سے مجلس نکاح میں تحریری صورت میں بغیر اس کی موجودگی کے ایجاب پیش کیا جائے اور فریق ثانی گواہوں کے سامنے اس ایجاب کو قبول کرے تو کیا اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** اگرچہ بہتر یہ ہے کہ دونوں عاقدین یا ان کے وکلاء مجلس نکاح میں موجود ہوں لیکن اگر کوئی فریق خود یا اس کا وکیل نہ ہو مگر اس کی طرف سے ایجاب مستند تحریری شکل میں موجود ہو اور فریق ثانی گواہوں کی موجودگی میں قبول کا اظہار کرے تو نکاح درست ہوگا۔

قال العلامة الکاسانی: ولوارسل الیہا رسوً وکتب الیہا بذلک کتاباً فقبلت بحضوره شاهدین سمعاً کلام الرسول وقراءة الکتاب جاز ذلك لاتحاد المجلس من حیث المعنی۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۳۳ فصل امارا لٹ النکاح) ۲۔

۱۔ قال ابن عابدین: فان کان الاخرس لا یکتب وکان له اشارة کعرف فی طلاقه ونکاحه و شرائه وبیعه فہو جائز۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۲۱ کتاب الطلاق)

۲۔ وفي الہندیة: ولوارسل الیہا رسوً وکتب الیہا بذلک کتاباً فقبلت بحضوره الشاهدین سمعاً کلام الرسول وقراءة الکتاب جاز ذلك لاتحاد المجلس من حیث المعنی۔ (الفتاویٰ الہندیة ج ۱ ص ۲۶۹ کتاب النکاح۔ باب الاول)



**نکاح کے لیے قاضی کا لانا ضروری نہیں** | سوال :- کیا نکاح پڑھانے کے لیے قاضی یا نکاح رجسٹرار وغیرہ کو مجلس نکاح میں لانا ضروری ہے کہ وہ نکاح پڑھائیں یا یہ کہ مرد و عورت کو باہم ایجاب و قبول سے گواہوں کے سامنے نکاح باندھنے کی اجازت ہے ؟

**الجواب :-** جب عاقدین باہم گواہوں کے سامنے ایک مرتبہ ایجاب و قبول کر لیں تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے، انعقاد نکاح کے لیے رجسٹرار یا قاضی کو نکاح پڑھانے کے لیے بلانا ضروری نہیں اور نہ مروجہ نکاح نامے کو پُر کرنا لازم ہے تاہم فسادِ زمانہ اور قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے نکاح نامہ پُر کرنا مستحسن ہے۔

قال العلامة المرغینانی: النکاح ینعقد بالایجاب والقبول بلفظین یعبر بہما عن الماضی..... ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور الشاہدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین ورجل وامرأتین الخ۔ (المہدایۃ ج ۲ ص ۲۸۵، ۲۸۶ کتاب النکاح) لے

**نکاح نامہ پُر کرنے کی شرعی حیثیت** | سوال :- آجکل پورے ملک میں یہ رواج ہے کہ نکاح کے وقت نکاح نامہ فارم لازمی پُر کرنا ہوتا ہے، کیا انعقاد نکاح کے لیے شرعاً یہ فارم پُر کرنا ضروری ہے ؟

**الجواب :-** نکاح عاقدین کے ایجاب و قبول کا نام ہے جبکہ یہ دو گواہوں کے سامنے کیا جائے، انعقاد نکاح کے لیے قاضی کے پاس نکاح نامہ فارم پُر کرنا، اسٹامپ لکھوانا شرعاً ضروری نہیں، تاہم آجکل کے حالات کے پیش نظر قانونی گرفت سے بچنے کے لیے نکاح نامہ فارم پُر کرنا مستحسن ضرور ہے۔

قال العلامة المرغینانی رحمہ اللہ: النکاح ینعقد بالایجاب والقبول یعبر بہما عن الماضی..... ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاہدین حرین

لے قال داماد افندی رحمہ اللہ: وینعقد بالایجاب عن الزوج او عن الزوجة وقبول من الآخر کلاهما بلفظ الماضی..... وشرط سماع کل واحد من العاقدین..... وحضور شاہدین حرین او حر وحریتین عاقلین بالغین مسلمین سامعین معاً لفظہما۔

(رد المحتار علی ہامش مجمع الانہر ج ۱ ص ۳۱۴ و ۳۲۰ کتاب النکاح)

عاقِلین بالغین مسلمین رجُلین اور جُل وَا مَرأتین۔ الخ (الہدایۃ ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب النکاح) لہ  
**ایجاب نامے پر دستخط کر دینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا** | سوال :- اگر کوئی شخص

کسی عورت سے دھوکہ سے اسٹامپ دستخط کرا لے جس میں نکاح پر ایجاب و قبول درج ہو، تو کیا نفس تحریر سے نکاح منعقد ہوگا یا نہیں جبکہ عورت نے زبان سے قبول نہ کیا ہو؟

**الجواب :-** شریعت اسلامی میں نکاح دو گواہوں کے سامنے زبانی ایجاب و قبول کا نام ہے نفس تحریر سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: فلو کتب تزوجتک فکلت قبلت لہ ینعقد بحر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۸ کتاب النکاح) لہ

**ایجاب و قبول میں مطابقت ضروری ہے** | سوال :- اگر ایجاب و قبول میں بظاہر مطابقت نہ ہو تو کیا اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** ہر معاملہ میں ایجاب و قبول کے اندر مطابقت ضروری ہے، اگر دونوں میں مطابقت نہ ہو تو معاملہ صحیح نہ ہوگا، اسی طرح اگر نکاح کے ایجاب و قبول میں بھی مطابقت نہ ہو تو نکاح درست نہ ہوگا۔

لما قال العلامة الحصکفی: ینعقد النکاح بإیجاب من احدهما وقبول من الآخر وضعا للمضی لان الماضي ادل علی التحقیق کزوجت نفسي او بنتی او مؤکلتی منك وبقول الآخر تزوجت الخ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۳ کتاب النکاح) لہ

لہ قال العلامة داماد افندی: ینعقد بالإیجاب الزوج او من الزوجة وقبول من الآخر کلاهما بلفظ الماضي.... وشروط سماع کل واحد من العاقدین.... وحضور شاهدین حرین او حر وحر تین عاقلین بالغین مسلمین سامعین معاً لفظہما۔ الخ (در المنتقى علی هامش مجمع الانهر ج ۱ ص ۳۱۴، ۳۲۰ کتاب النکاح)

لہ قال العلا ابن نجیم: افاد المصنف أن انعقاد النکاح بکتاب احدهما لیشترط فیہ سماع الشاهدین قرأۃ الکتاب مع قبول الآخر۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۸۹ کتاب النکاح)

لہ وفي الہندیۃ: ومنها ان لا یخالف القبول بالإیجاب فاذا قال الآخر زوجتک ابنتی علی الف درهم فقال الزوج قبلت النکاح ولا قبل المهر کان باطلا۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۶۹ کتاب النکاح الباب الاول)



**نکاح میں نابینا شخص کی گواہی** | سوال :- اگر نکاح کی مجلس میں دو گواہ تو موجود ہوں مگر نابینا (بصارت سے محروم) ہوں تو کیا ان کی گواہی سے نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** فقہاء احناف کے ہاں نکاح کے گواہوں میں چار شرائط کا ہونا ضروری ہے : (۱) حریت (۲) عقل (۳) بلوغ (۴) اسلام۔ چونکہ بینا ہونا ان شرائط میں داخل نہیں لہذا نکاح کے معاملہ میں ان کی گواہی احناف کے ہاں درست ہے۔

لما قال ابن نجيم المصري رحمه الله : وشرط في الشاهد اربعة امور الحرية والعقل والبلوغ والاسلام۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۹۵ کتاب النکاح) لے

**مجلس نکاح میں گواہوں کی موجودگی ضروری ہے** | سوال :- کیا مجلس انعقاد نکاح میں گواہوں کی موجودگی ضروری ہے؟

**الجواب :-** مجلس انعقاد نکاح میں ماسوائے مالکیہ کے تمام ائمہ کے ہاں گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے، گواہوں کی موجودگی کے بغیر نکاح صحیح نہیں۔

قال العلامة صدر الشريعة : وحضور حرين او حر وحرتين مكلفين مسلمين سامعين معاً لفظهما۔ (شرح الوقاية ج ۲ ص ۹ کتاب النکاح) لے

**زانی اور مرتزئہ کا نکاح پڑھانے والے پر کوئی عتاب نہیں** | سوال :- اگر بے خبری میں نکاح خوان زانی اور مرتزئہ کا نکاح پڑھا دے تو کیا نکاح خوان پر کوئی عتاب ہوگا یا نہیں؟

لے قال العلامة المرغینانی : ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدين حرين عاقلین بالغین مسلمین رجلین اور رجل وامرأتین۔ (الهدایة ج ۲ ص ۲۸۶ کتاب النکاح) ومثله فی شرح الوقایة ج ۲ ص ۹ کتاب النکاح۔

لے قال العلامة المرغینانی : ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدين حرين عاقلین بالغین مسلمین رجلین اور رجل وامرأتین۔ (الهدایة ج ۲ ص ۲۸۶ کتاب النکاح) ومثله فی الہندیة ج ۱ ص ۲۶۹ کتاب النکاح۔ الباب الاول۔



**الجواب:** زانی اور مزنیہ کا آپس میں نکاح کرنا صحیح ہے۔

قال العلامة الحصكفی: وصح نکاح حبلى من زنا الى قوله وان حراً وطوها ودواعیه حتی تضع الى قوله لولیکما الزانی حل وطوها اتفاقاً۔ (تنویر البصائر مع الدر المختار ج ۲ ص ۳۱۶ فصل فی المحرمات مطلب فی طهر المرأة الخ) لہذا جب زانی اور مزنیہ کا آپس میں نکاح کرنا جائز ہے تو پھر نکاح پڑھانے والے (نکاح خوان) پر بھی کوئی عتاب نہیں ہوگا۔

**نکاح میں صرف آئین کہہ کر قبول کرنا درست ہے** | سوال: نکاح پڑھتے وقت مولوی صاحب کے

اس قول کے جواب میں کہ میں نے فلاں کی بیٹی فلاں کو اتنے حق مہر کے عوض آپ کے نکاح میں دیدی تو لڑکے نے جواب میں قبول ہے کی بجائے تین بار "آمین" کہا، تو کیا اس سے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** آئین کا لفظ قبول کا فائدہ دیتا ہے اس صورت مسئلہ میں لڑکے کا ایجاب کے مقابلے میں آمین کہنے سے نکاح درست ہے اور مہر لازم ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: وعبارة الفتح لما علمنا ان الملاحظة من جهة الشرع ثبوت الانعقاد ولزوم حكمه جانب الرضاء فعدينا حكمه الى كل لفظ يفيد ذلك الخ۔ (رد المختار ج ۲ ص ۲۸۴ کتاب النکاح، مطلب التزوج بارسال کتاب الخ ج ۲ ص ۲۸۴)

الحق قال العلامة المرغینانی: وان تزوج حبلى من زنا جاز النکاح ولا یطأها حتی تصنع حملها الخ۔ (الهدایة ج ۲ ص ۲۹۱، ۲۹۲ فصل فی بیان المحرمات)۔

ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۶ فصل فی المعصمات۔

لہ وفي الہندیة: امرأة قالت لرجل نروجت نفسي منك فقال الرجل یغدا وندکاری پذیرفتہم یصح النکاح ولو لم یقل الرجل ذلك لكنه قال لہا شایاش ان لم یقل بطریق الطن تر یصح النکاح۔ (الفتاوی الہندیة ج ۲ ص ۲۸۴ الباب الثاني فیما ینعقد به النکاح وما لا ینعقد)

ومثله فی خلاصة الفتاوی ج ۲ ص ۳ کتاب النکاح۔ الفصل الاول

فی جواز النکاح والاجازة۔

## نکاح پر اظہارِ مسرت کے بعد ناراضگی کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین

اپنی لڑکی نورجہاں کی منگنی مستی بشیر محمد ولد سلطان محمد سے آج سے تقریباً آٹھ سال پہلے کی اور اس وقت متطفر اللہ ولد محمود خان، محمد قریش ولد مقدر، اسرار محمد ولد نوارے، عثمان غنی اور دیگر افراد کی موجودگی میں مسماۃ نورجہاں کے والد حاجی محمد اسلم نے یہ الفاظ کہے کہ: ”میں نے اپنے بیٹی نورجہاں کی شادی بشیر محمد ولد سلطان محمد سے کر دی“ اور فضل محمد ولد سلطان محمد (جو کہ دولہا کا بھائی ہے) نے اسی وقت گواہوں کے سامنے بطور وکیل یہ الفاظ کہے کہ: ”میں نے اپنے بھائی بشیر محمد ولد سلطان محمد کے لیے قبول کیا، اور سات تولہ سونا حق مہر مقرر کیا گیا، اس کے بعد مٹھائی وغیرہ بھی تقسیم کی گئی لیکن رواج اور عرف کی وجہ سے یہ کاروائی تحریر میں نہ لائی جاسکی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:-

(۱) قرآن و سنت کی رو سے مندرجہ بالا الفاظ کہنے سے یہ نکاح منعقد ہوا ہے یا نہیں؟ حالانکہ مذکورہ لڑکی نورجہاں کو اس کاروائی کی خبر کر دی گئی تھی اور وہ راضی بھی تھی، جبکہ بچانوں کے رواج کے مطابق سونے کی انگوٹھی بطور نشانی اُسے پہنا دی گئی۔

(۲) اب اتنا عرصہ گزرنے کے بعد چند ماہ پہلے مسماۃ نورجہاں دختر حاجی محمد اسلم نے کہا کہ میں خوش نہیں ہوں حالانکہ اس سات آٹھ سال کے عرصے میں وہ برابر خوشی کا اظہار کرتی رہی اس کے بعد مسماۃ نورجہاں نے اپنے والد کی مرضی اور اسے اطلاع کیے بغیر پوری پچھتے مسمی خالد سے نکاح کر لیا اور سرکاری کاغذات میں بھی نکاح رجسٹرڈ کرالیا۔ اب عرض یہ ہے کہ حاجی محمد اسلم جو کہ دلہن کا والد ہے (اور اب بھی بقائم ہوش و حواس ہے) نے عدالت میں یہ گواہی دی ہے کہ میں نے اپنی بیٹی نورجہاں کا نکاح تقریباً آٹھ سال پہلے مسمی بشیر محمد ولد سلطان محمد سے کر دیا تھا۔ تو اس کے باوجود قرآن و سنت کی روشنی میں نورجہاں کا نکاح مسمی خالد سے منعقد ہو گیا ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ لڑکی اس طریقہ سے والد کی مرضی کے بغیر اپنا سابقہ نکاح فسخ کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- (۱) شریعت محمدی میں نکاح جائزین کی طرف سے باہمی ایجاب و قبول کو کہا جاتا ہے چاہے یہ ایجاب و قبول عاقدین کے وکلاء کے مابین ہوں یا خود عاقدین ایک دوسرے سے ایجاب و قبول کر لیں تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ لہذا فی الدر المختار: ویعتقد



ملبساً بايجاب من احدهما وقبول من الآخر وضعاً للمضى ..... الخ

(الدرا المختار علی ہامش رد المختار ج ۲ ص ۲۶۳ کتاب النکاح)

(۲) اور گواہوں کی موجودگی اور حق مہر کا تقرر بھی نکاح کی شرائط میں سے ہے۔

قال العلامة الحصکفی: وشرط حضور شاہدین حریین او حر و حراتین

مکلفین الخ۔ (الدرا المختار علی ہامش رد المختار ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب النکاح)

ولقوله تعالى: وابتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین۔ الآية

(۳) اور جب ایک عورت کا نکاح اس کی خوشی اور رضامندی سے کسی مرد سے کر دیا جائے یا بغیر اس کے علم کے کر دیا جائے اور اس کی خبر ہونے کے بعد وہ اسے رد نہ کرے بلکہ اس پر خاموش رہے یا رضامندی کا اظہار کر دے تو اس کے بعد عورت کا نکاح سے انکار ناقابل مسموع ہوگا۔

قال العلامة الحصکفی: فان أستاذنها هوای الولی او وکیلہ اور سولہ او زوجہا

ولیہا واخبرها رسولہ او فضولی عدل فسکت او ضحکت غیر مستهزاة او

تسمت او بکت بلا صوت فهو اذن۔ (الدرا المختار علی ہامش رد المختار ج ۲ ص ۲۹۹ کتاب النکاح)

ان جملہ مقدمات کے بعد صورت مشولہ کے مطابق حاجی محمد اسلم کی بیٹی نور جہاں کا نکاح بشیر محمد ولد

سلطان محمد کے ساتھ منعقد ہو چکا ہے اور شرعاً یہ لڑکی اس کی منکوحہ ہے لہذا خالد کے ساتھ اس کا نکاح

منعقد ہی نہیں ہوا ہے اور خالد کا نکاح منکوحۃ الغیر کے ساتھ نکاح ہے جو بنص قرآنی ممنوع ہے۔

لقوله تعالى: وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ۔ (سورة النساء آیت ۴)

قال العلامة الحصکفی: واما النکاح منکوحۃ الغیر ومعتداتہ ..... لانه لم یقل احد بجوازہ

فلم یعتقد اصلاً۔ (الدرا المختار علی ہامش رد المختار ج ۲ ص ۶۵۹ باب العدة)

نکاح کے انعقاد کو صفحہ قرطاس پر لانا شرعاً ضروری نہیں ہے بلکہ صرف گواہوں

کی موجودگی شرط ہے لہذا مسماۃ نور جہاں بنت حاجی محمد اسلم شرعاً بشیر محمد ولد سلطان محمد کی

منکوحہ ہے اور مسمی خالد سے اس کا نکاح کالعدم ہے اور اسی طرح مسماۃ نور جہاں کا

بشیر محمد ولد سلطان محمد سے نکاح کے لیے اجازت دینے کے بعد نکاح پر عدم رضامندی

کا اظہار کرنا بھی ناقابل تسلیم ہے۔



**حلفاً نکاح کا وعدہ کرنے کی شرعی حیثیت** | سوال :- جناب مفتی صاحب! میں ایک شخص کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی، ایک دفعہ

مجھے اکیلا دیکھ کر قرآن مجید لے کر وہ میرے پاس آگیا اور مجھے ڈرا دھمکا کر کہنے لگا کہ اس پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ تم مجھ سے شادی کرو گی، میں نے خوف کی وجہ سے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر ہاں کہہ دیا، کیا ایسا کرنے سے میرا اس شخص کے ساتھ نکاح ہو گیا ہے یا میں آزاد ہوں؟ میں اب بھی اس کو دیکھنا نہیں چاہتی، اگر میں نے یہ گناہ کیا ہے تو قرآن و سنت کی روشنی میں اس کا کفارہ بھی بتائیں، میں دعا گو رہوں گی۔ (ایک دکھی بیٹی)

**الجواب :-** سوال میں مذکورہ الفاظ نکاح کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ وعدہ نکاح ہے اور اگر یہ الفاظ نکاح ہوئے تو پھر بھی نکاح نہ ہوتا، کیونکہ مستفتی بیان کی مطابق یہ بات بغیر گواہوں کے ہوئی ہے۔ لہذا آپ آزاد ہیں، البتہ بظاہر یہ معاملہ حلف و قسم کا ہے اس لیے حنث کی صورت میں کفارہ دینا پڑے گا۔

**خطبہ پر خطبہ کا حکم** | سوال :- ایک شخص کے ساتھ ایک عورت کا رشتہ طے ہو گیا ہے اب دوسرے لوگوں کا اس عورت کے ساتھ رشتہ کی بات کرنا شرعاً کیسا ہے؟

**الجواب :-** جب کسی عورت کا ایک جگہ رشتہ طے پا جائے تو جب تک لڑکے اور لڑکی کے رشتہ دار اس رشتہ سے اعراض نہ کریں تو دوسرے لوگوں کے لیے اس عورت سے رشتہ کی بات کرنا شرعاً جائز نہیں، اس سے شرع کی مخالفت لازم آتی ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : إياکم والنظر فإن النظر کذب الحدیث ولا تجسسوا ولا تحتسوا ولا تباعضوا وكونوا إخواناً ولا یخطب الرجل علی خطبة أخیه حتی ینکح او یتزکک۔

(صحيح البخاری کتاب النکاح ج ۵ ص ۱۹۷) لے



لے قال ابن عابدین : ولا یخطب مخطوبة غیرہ لأنه جفاء خیانة۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۹ کتاب النکاح)

ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۸ کتاب النکاح۔

**بوقتِ نکاح چھوہارے پھینکنا سنت ہے** | سوال :- نکاح کے وقت چھوہارے  
نکاح میں فرداً فرداً تقسیم کرنا افضل ہے۔

**الجواب :-** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک اور فقہاء کرام کی عبارات سے معلوم  
ہوتا ہے کہ مجلسِ نکاح کے شرکاء میں فرداً فرداً چھوہارے تقسیم کرنے کی بجائے پھینکنا سنت ہے۔  
ذکر العلامة ظفر احمد العثماني: ان التبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فی املک لاتی  
(نکاح) فاتی بطباق علیہا جونر ولونر و تمر فنتشرت فقبضنا ایدینا فقال ما بالکم لا  
تأخذون فقالوا لانک نہیت عن النہی فقال متما نہیتکم عن نہی العسا کر  
خذوا علی اسم اللہ فجاذبنا وجاذبناہ - (اعلام السنن ج ۱۱ ص ۱۱۱ کتاب النکاح،  
باب الولیمة) لہ

**اغواء سے نکاح متاثر نہیں ہوتا** | سوال :- ایک عورت کو اغواء کر کے اغوا کنندہ نے  
اس سے دوسرا نکاح کر لیا تو کیا دوسرے نکاح سے عورت

کے پہلے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟  
**الجواب :-** جب ایک مرتبہ کسی عورت کا نکاح کسی مرد سے ہو جائے تو یہ عورت اس مرد  
کی بیوی ہے اب اس کا کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا ناجائز ہے اور اس سے پہلا نکاح متاثر نہیں  
ہوگا جب تک خاوند اس کو طلاق نہ دے۔

لما فی السہندیۃ: لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ وكذلك المعتدة۔  
(الفتاویٰ السہندیۃ ج ۲ ص ۲۸۱ الباب الثالث فی بیان المحرمات) لہ

لہ لما فی خیر الفتاویٰ: سوال :- شادی کے موقع پر چھوہارے پھینکنا سنت ہے یا تقسیم کرنا سنت ہے؟

**الجواب :-** صورتِ مسئلہ میں شادی کے موقع پر چھوہارے پھینکنا سنت ہے۔

(خیر الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۸۵ کتاب النکاح، باب متفرقات النکاح)

۲ قال عالم بن علاء الانصاری: ولا یجوز نکاح منکوحۃ لغيرہ ومعتدة لغيرہ عند الكل۔ (الفتاویٰ التاتاریہ

ج ۲ ص ۲۱ کتاب النکاح، فی بیان ما یجوز عن الانکحة ومالا یجوز)

وَقِيلَ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۳۱ فصل فی المحرمات۔

**سول میرج کا شرعی حکم** | سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو مسلمان یورپین ممالک میں ”سول میرج“ کے ذریعے شادی کرتے ہیں، شریعت اسلامیہ میں ایسے مسلمانوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور کیا اس نظریہ کو شریعت اسلامیہ قبول کرتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کرتی تو ان کی جو اولاد پیدا ہوتی ہے اسلامی معاشرے میں اس کی کیا حیثیت ہوتی ہے اور اس کو کس نظر سے قبول کرتا ہے اگر نہیں کرتا تو ایسے میاں بیوی کا اسلامی معاشرے میں کیا درجہ رہ جاتا ہے؟ اس کے علاوہ اگر وہ ”سول میرج“ کے بعد اسلامی قواعد و ضوابط کے مطابق دوبارہ تجدید نکاح کر لیں تو پھر ان کی پوزیشن کیا ہوگی؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں چونکہ ”سول میرج“ کی وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ ”سول میرج“ کس طریقہ پر کیا جاتا ہے، تاکہ شرعی نکاح اور سول میرج کا مقابلہ کر کے اس جواز اور عدم جواز پر کچھ اظہار خیال کیا جاسکتا، تاہم اپنی معلومات کی حد تک شرعی طریقہ کے مطابق ازدواجی سلسلے کے چند اصول قانونی شکل میں پیش کیے جاتے ہیں، اگر سول میرج ان اصولوں کے مطابق ہو تو اس کو نکاح تسلیم کیا جائے اور اس پر تمام وہ احکام جاری ہوں گے جو کہ شرعی نکاح پر جاری ہوتے ہیں اور اگر ”سول میرج“ ان اصولوں کے مخالف ہو تو شریعت اسلامی اس کو ”نکاح“ تسلیم نہیں کرے گی، اور ایسے میاں بیوی سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ ولد ازنا شمار کی جائے گی۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے تو یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ مطلق نکاح قطع نظر متناہین کے بالغ یا نابالغ ہونے سے آیا دنیا کا کام ہے یا دین کا، تاکہ اس سے سمجھنا آسان ہو کہ اس میں تصرف کرنا یہ تصرف فی الدنیا ہے یا فی الدین! سو اس کا ایک معیار ہے، وہ یہ کہ جس کا شریعت میں تاکید یعنی وجوبی یا ترغیبی یعنی استحبابی حکم کیا گیا ہو یا اس پر ثواب کا وعدہ کیا گیا ہو، تو وہ دین کا کام ہے۔ پھر اگر اس کے ترک کرنے پر کوئی وعید یا ناراضگی بھی وارد ہوئی ہو تو وہ فرض ہے یا واجب، اور جس کے ترک پر کوئی وعید یا ناراضگی وارد نہ ہوئی ہو تو وہ مستحب ہے، اور جس میں یہ بات نہ ہو وہ دنیا کا کام ہے، اگرچہ اس کے متعلق جو احکام



دارد ہوں وہ احکام ہر حال میں دین ہی ہیں، اور جس اعتقاد یا عمل سے ان احکام میں تغیر ہوتا ہو وہ تغیر فی الدین ہے۔ اب نکاح کو اس معیار پر منطبق کر کے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ دین کا کام ہے، کہ بعض حالات میں اس کا تاکید اور بعض میں ترغیبی حکم بھی ہے، اور اس پر ثواب کا وعدہ بھی ہے اور اس کے ترک پر مذمت اور شناعت بھی فرمائی گئی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: **وَالْتَكْوِ اِلَیْہِمْ مِّنْکُمْ رَّسُوْلٌ مِّنْہُمْ** تم میں سے جو بے نکاح عورتیں ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو۔ وغیرہ امت آیات والا حدیث۔

علماء امت اور ائمہ کے اقوال سے بھی اس کے امر دینی ہونے کا اثبات موجود ہے، دُر مختار میں ہے: **لِیْسَ لَنَا عِبَادَةٌ شَرَعَتْ عَنْ عَهْدِ آدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلَی الْاَن تَمَّ تَسْمُوْنِی الْجَنَّةَ اِلَّا النِّكَاحَ وَالْاِیْمَانَ**۔ اس میں نکاح کے عبادت ہونے کی تصریح ہے، اور عبادت بھی ایسی کہ تمام شرائع میں مشترک اور عبادت کے دینی کام ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے، اگرچہ اس کے استمرار فی الجنتہ پر بعض نے کلام کیا ہے لیکن باقی دوسرے اجزاء سب کے نزدیک مسلم ہیں۔ اور شامی میں لکھا ہے: **وَقَدْ مَدَّ عَلَی الْجِهَادِ اِلَی قَوْلِهِ وَكَذَّ عَلَی الْعَتَقِ وَالْوَقْفِ وَالْاَضْمِیَّةِ وَانْ كَانَتْ عِبَادَاتٌ اِیضًا لَّانْہُ اقْرَبُ اِلَی الْاَسْكَانِ الْاَرْبَعِ حَتَّی قَالُوا اِنَّ الْاِسْتِغْلَالَ بِہِ اَفْضَلُ مِّنْ التَّخْلِی لِنَوَافِلِ الْعِبَادَاتِ اِی الْاِسْتِغْلَالَ بِہِ وَمَا یَشْتَمِلُ عَلَیْہِ مِنَ الْقِیَامِ بِمَصْلَحَہِ وَاعْفَافِ النَّفْسِ عَنِ الْحَمَامِ وَتَرْبِیَةِ الْوَلَدِ وَنَحْوِ ذَٰلِكَ** اے دیکھئے اس عبارت میں کس شد و مد کے ساتھ نکاح کی فضیلت دینیہ کو بیان کیا گیا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ نکاح ایک امر دینی ہے اور ہر ایک دینی کام کے لیے شریعت نے کچھ اسلوب اور طریقے بیان کیے ہیں، نکاح کے لیے بھی ضرور ارکان اور شرائط ہوں گے، جن کے مطابق اگر کیا جائے تو اس کو نکاح کہا جائے گا اور اس پر سب نتائج درست مرتب ہوں گے، اور اگر ان شرائط اور ارکان کے مطابق نہ کیا جائے تو اس کو شرعاً نکاح نہیں کہا جائے گا اور اسلامی معاشرہ میں اس کی کوئی وقعت نہ ہوگی اور بجائے بہتر نتائج کے بد نتائج اس پر مرتب ہوں گے۔ اس مقصد کے حصول اور اس مشکل کے حل

کے لیے جب ہم اپنی شریعت اسلامی کی کتابوں کی تتبع اور تلاش کرتے ہیں تو کتابوں میں اس کے متعلق ایک مستقل بحث ”کتاب النکاح“ کا شکل میں موجود ہے جس کا مطالعہ کرنے سے شرعی نکاح کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ شریعت اسلامی کے فقہاء کرام نے شرعی نکاح کی تفسیروں بیان کی ہے: هو عقد يفيد ملك المتعة اى حل استمتاع الرجل من امرأة لحریم منع من نکاحها مانع شرعی۔ والرد المختار ج ۳ ص ۳۸ کتاب النکاح یعنی یہ مرد اور عورت کے درمیان ایک ایسا ربط و تعلق قائم کرنا ہے کہ جس سے آدمی کو عورت سے اور عورت کو آدمی سے نفع حاصل کرنا حلال ہو جاتا ہے۔ جن الفاظ سے یہ خاص ربط و تعلق پیدا ہو جاتا ہے وہ نکاح کے ارکان ہیں۔ کسی چیز کا رکن اس کو کہتے ہیں کہ اس چیز کی ذات کا دار و مدار اسی پر ہو۔ و اما دکنه فلا یجاب والقبول کذا فی الکافی۔ والا یجاب ما یتلفظ به۔ اولا من اى جانب کان والقبول جوابه۔ هکذا فی العنایة۔ یعنی شرعی نکاح کا انعقاد ایجاب و قبول سے ہوتا ہے، چاہے یہ ایجاب و قبول خود مرد و عورت کر لیں، اگر خوف فتنہ نہ ہو یا بندریمہ اولیا یا وکیل یا فضولی کے ہو جائے۔ اب اس ایجاب و قبول کے معتبرا و مسلم ہونے کے لیے چند شرائط ہیں جن پر اس ایجاب و قبول کے معتبر ہونے کا توقف ہے۔ و اما شروطه فمنها العقل والبلوغ والحریة فی العاقد الاذن الاقل شرط الا نعتقد فلا ینعقد نکاح المجنون والقبیة الذی لا یعقل والاخیان شرط النفاذ فان نکاح الصبی العاقل یتوقف نفاذه علی اجازة ولیه هکذا فی البدائع۔ وفيها المحل القابل وهی المرأة التي احلها الشرع بالنکاح کذا فی النہایة۔ ومنها سماع کل من العاقدین کلام صاحبہ هکذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ ومنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط حیوان النکاح هکذا فی البدائع ومنها سماع الشاهدین کلامهما معاً، هکذا فی فتح القدير۔ ومنها رضا المرأة اذا كانت بالغة بکراً كانت او ثیباً ومتها ان یکون الا یجاب والقبول فی مجلس واحد۔ الخ ومنها ان لا یخالف القبول الا یجاب ومنها ان یضیف النکاح



إلى كلّها أو ما يعبر من الكل .... الخ - ومنها أن يكون الزوج والزوجة  
معلومين فلو زوج بنته وله بنتان لا يصح إلا إذا كانت أحدهما  
متزوجة فينصرف إلى الفارغة كذا في انهما لفائق والكل -

(الفتاوى الهندية ج ۲۸۵ تا ۲۸۷ کتاب النکاح)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ ایجاب و قبول کرنے والا عاقل بالغ اور آزاد  
ہو۔ اس میں اول شرط یعنی عقل شرط انعقاد ہے، اس لیے کہ مجنون اور صبی غیر عاقل  
کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا، اور اخیر دو شرط بلوغ و حریت شرائط ہیں نفاذ نکاح  
کے کیونکہ اگر بطل کا عاقل ہو تو اس کا نکاح منعقد تو ہو جاتا ہے مگر اجازت ولی پر  
موقوف ہوتا ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ جس عورت کے ساتھ نکاح ہو رہا ہے وہ محل  
صالح ہو یعنی وہ عورت محرمات شریعہ سے نہ ہو بلکہ شریعت مطہرہ نے نکاح میں لینا  
اس کا حلال کیا ہو، اور یہ کہ نکاح کرنے والے متعاقدین ایک دوسرے کی بات سن  
لیں۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ یہ ایجاب و قبول رو بروئے گواہان کے ہو جس کو شہادت  
کہتے ہیں۔

عام علما نے یہ لکھا ہے کہ شہادت بواز نکاح کے لیے شرط ہے، اگر ایجاب و  
قبول ہو جائے مگر رو بروئے گواہان کے نہ ہو تو یہ نکاح ہی نہیں۔ اور یہ بھی شرط  
ہے کہ شاہدین دو گواہان، دونوں متعاقدین کی بات سن لیں۔ اگر عورت بالغ ہو چاہے  
باکرہ ہو یا ثیثہ، تو اس کی رضا مندی اور اجازت لینا بھی ضروری ہے، اور یہ کہ ایجاب و  
قبول ایک ہی مجلس میں ہوں، اور یہ کہ قبول ایجاب سے مخالف نہ ہو، اور یہ کہ نکاح کی  
اضافت اس کے کل بدن کی طرف ہو یا ایسے جزو کی طرف جس کو کل بدن سے تعبیر  
کیا جاتا ہو۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ زوج اور زوجہ دونوں معلوم ہوں، مجہول نہ ہوں۔  
ان شرائط اور ارکان کے علاوہ نکاح میں بعض امور ایسے ہیں جو سنن اور  
مستحبات کے درجہ میں ہیں جن پر عمل کرنے سے اس ازدواجی سلسلہ میں خیر و برکت پیدا  
ہوتی ہے۔ فقہ اسلامی کی معتبر کتاب ”در مختار“ میں ہے: ویندب اعلانہ و تقدیم



خطبۃ - وفي الشامي: الحديث المتومدي اعلنوا هذا النكاح وجعلوه في  
 المساجد - (الحديث) والمراد من تقديم الخطبة ما يذكر قبل اجراء العقد  
 من الحمد والتشهد وانها لا تتعين بالفاظ مخصوصة وان خطب بما ورد  
 فهو احسن - اس کا مطلب یہ ہے کہ اعلان نکاح مستحب ہے، اور اسی طرح ایجاب و  
 قبول کرنے سے قبل خطبہ پڑھنا جو حمد و شہادت پر مشتمل ہو مستحب ہے۔ آگے لکھتے  
 ہیں: وكونه في المسجد يوم الجمعة لعاقدا رشيدا وشهود عدل والاستدانة  
 له والنظر اليها قبله وكونها دونه سنا وحسبا وغرا ومالا وفوقه خلقا و  
 ادبا وورعا وجمالا۔۔۔۔۔ مگر یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن سے اس ازدواجی سلسلہ  
 میں مزید استحکام اور خیر و برکت پیدا ہوتی ہے، اور یہ امور شرائط اور ارکان نہیں ہیں کہ  
 جن کے نہ ہونے سے نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ یہ مستحب امور ہیں جن کا لحاظ رکھنا نہ رکھنے  
 سے بہتر ہے۔

اس تمام تفصیل کو مدنظر رکھ کر شرعی نکاح کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے، اور  
 اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ”سول میرج“ (جو یورپ وغیرہ میں مسلمان لوگ کرتے  
 ہیں) اور ”شرعی نکاح“ میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔ اگر جواب نفی میں ہے کہ دونوں میں  
 کچھ فرق نہیں تو فہما و نعمت، اور اگر جواب اثبات میں ہے کہ دونوں میں کچھ فرق ہے  
 تو سول میرج کو ہرگز شرعی نکاح نہیں کہا جاسکے گا۔ ہاں اگر بعد میں مذکورہ بالا شرائط  
 کے مطابق تجدید نکاح کر لیں تو درست ہوگا، ورنہ حرام کاری سے جو گندگی معاشرہ  
 میں پھیلتی ہے وہ اس کا لازمی نتیجہ ہوگا۔ ”نقل سلیم، فطرت اسلامی اور شریعت اسلامیہ  
 مرد و عورت کے ایسے بے باکانہ اور اصول دین کے خلاف ملنے کو ہرگز تسلیم نہیں کرے گا۔  
 هذا ما عندی واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

**حضرت آدم علیہ السلام کے نکاح کے گواہوں کی تحقیق** | سوال: حضرت آدم علیہ السلام کا نکاح کس جگہ ہوا اور کس نے

یہ نکاح کیا، نیز اس کے گواہ کون تھے اور حق مہر کیا مقرر ہوا؟  
**الجواب:**۔ اس مسئلہ کے متعلق وحی (قرآن و حدیث) میں کوئی تفصیل نہیں ملتی اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے اذن استمتاع ملا جیسا کہ ہمیں گواہوں کے روبرو ایجاب و قبول کرنے سے اذن ملتا ہے۔ البتہ حق مہر کے متعلق بعض روایات میں آیا ہے کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا حق مہر قرار دیا گیا۔ کما فی الصاوی وغیرہ فلیراجع۔

لما قال العلامة احمد الصاوی الماکی رحمہ اللہ: وقد خلقت بعد دخوله الجنة نام فلما استيقظ وجدها فاراد ان يمد يده اليها فقالت له الملكة هه يا آدم حتى تؤدى مهرها وما مهرها فقالوا ثلاث صلوات او عشرون صلاة على سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم۔  
 (الصاوی ج ۱ ص ۲۲ سورة البقرة)

## باب من يجوز بها النكاح ومن لا يجوز

(کن عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے اور کن کے ساتھ ناجائز ہے)

**خنثی مشکل سے نکاح کا حکم** | سوال: خنثی مشکل سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب:** نکاح کے لیے محل نکاح ہونا ضروری ہے خنثی مشکل

چونکہ محل نکاح نہیں اس لیے خنثی مشکل سے نکاح جائز نہیں؟

قال المحقق: ای حل استمتاع الرجل من امرأة لعمیم من نکاحها مانع شرعی  
 فخرج الذکر والخنثی مشکل۔ (الدر المختار علی صدد المختار ج ۳ ص ۱ کتاب النکاح) لہ

**بانجھ عورت سے نکاح کرنا** | سوال: بانجھ عورت سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب:** بانجھ عورت سے نکاح کرنے میں چونکہ بعض منافع

حاصل ہوتے ہیں اس لیے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں، تاہم نکاح سے چونکہ اعلیٰ مقصود افزائش  
 نسل ہے اس لیے بانجھ عورت کے علاوہ کسی صحیح اور قابل اولاد عورت سے نکاح کرنا افضل ہے۔

بواب اکامام النساء فی سننہ "کراہیۃ تزویج العظیم" و ذکر تحتہ حدیثاً عن معقل  
 بن یسار قال جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اصببت امرأة ذات حسب  
 ونسب الا انها لا تلد افا تزوجها فنهاه ثم اُتاه الثانية فنهاه ثم اُتاه الثالثة  
 فنهاه وقال تزوجوا الولود الودود فأتى مكارثکم۔ (سنن النسائی ج ۶ ص ۵۴) لہ

لہ قال ابن تیمیم المصری:۔ وفي العناية محله امرأة لعمیم من نکاحها مانع شرعی  
 فخرج الذکر للذکر والخنثی مطلقاً۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۸ کتاب النکاح)

ومثله فی الهندیة ج ۱ ص ۲۶ کتاب النکاح۔ الباب الاول فی تفسیرہ شرعاً۔

لہ قال الشیخ خلیل احمد السہارنفوری: تحت حدیث معقل بن یسار جاء رجل الى رسول  
 الله صلى الله عليه وسلم انتم وهذا يدل علی أن التهی ما كانت للتحريم بل كان مبني

التهی المکاثرة فی الآخرة وهي لا تقضى التحريم۔ (بذل المجہود ج ۱ ص ۱۵)

ومثله فی نیل الاوطار ج ۶ ص ۱۱۲ تا ۱۱۳ وعون المعبود ج ۶ ص ۲۵



**پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرنا شرعاً مجرم نہیں** | سوال :- ملکی قانون کے اعتبار سے دوسری شادی

کے لیے خاوند کو اپنی پہلی بیوی سے بذریعہ یونین کو نسل اجازت لینا ضروری ہے اور پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسرا نکاح کرنا عائلی قوانین کی رو سے جرم سمجھا جاتا ہے، کیا از روئے شرع بھی یہ جرم ہے ؟

**الجواب :-** پہلی بیوی کے جملہ حقوق کی رعایت کرتے ہوئے دوسری شادی کرنا خاوند کا انفرادی حق ہے اس میں پہلی بیوی سے اجازت لینا شرعاً ضروری نہیں اور نہ کسی یونین کو نسل کو اس میں واسطہ بنانا ضروری ہے، ایسا کرنا قانونی تقاضا تو ہو سکتا ہے شریعت اسلامی کا نہیں۔

قال الله تبارك وتعالى: "فَاْتِكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنْ النِّسَاءِ مِمَّنْى وَتَلَّتْ وَرُبعُ" (آیت)  
قال طاهر البشارى: رجل له امرأة أراد يتزوج امرأة أخرى إن خاف أن لا يعدل لا يسعه وإن لم يخف جاز۔ (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۲۶ کتاب النکاح) \*

**زانی اور مزنیہ کے درمیان نکاح** | سوال :- زانی اور مزنیہ کے درمیان رشتہ نکاح قائم ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** زانی اور مزنیہ کے درمیان نکاح ہو سکتا ہے، شرعاً اس میں کوئی قیاحت نظر نہیں آتی۔

قال ابن نجيم المصري رحمه الله: أُمَّا تَزْوِجُ الزَّانِي فَبِإِذْنِ أَهْلِهِ وَتُسْتَحَقُّ التَّفَقُّةُ عِنْدَ كُلِّ وَبَحْلٍ وَطَوَّهَا عِنْدَ كُلِّ كِمَافِي النِّهَايَةِ۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۶ کتاب النکاح، فصل في المحرمات) ۲

۱۔ عن ابن عمر رضي الله عنه أن غيلان بن سلبية الشقي اسلم وله عشرين سنة في الجاهلية فأسلمن معه فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أمسك أربعا وفارق سائرهن۔

رواه احمد والترمذي وابن ماجه۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۹۲ باب المحرمات)

ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب النکاح، فصل الجمع في الوطء۔

۲۔ قال الحصكفي رحمه الله: لو نكحها الزاني حل وطؤها اتفاقاً۔ (الدر المختار على صدر

رد المختار ج ۳ ص ۲۹ کتاب النکاح، فصل في المحرمات)

ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۹ کتاب النکاح، فصل ان لا يكون بها حمل۔

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حاملہ عورت سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر کوئی عورت نکاح سے حاملہ ہو تو وضع حمل تک اس سے نکاح کرنا جائز نہیں اور اگر زنا سے حاملہ ہو تو اگرچہ نکاح کرنا جائز ہے لیکن اگر اسی زانی سے نکاح ہو گیا ہو تو اس کے لیے جماع بھی جائز ہے اور اگر کسی اور سے نکاح ہو گیا ہو تو اس شخص کے لیے وضع حمل تک جماع ممنوع ہے۔

قال العلامة الكاساني: ومنها ان لا يكون بها حمل ثابت النسب فان كان لا يجوز نكاحها..... وعنى هذا يخرج ما اذا تزوج امرأة حاملاً من الزنا انه يجوز في قول ابن حنيفة ومحمد ولكن لا يطؤها. (بدائع الصنائع ج ۲ کتاب النکاح. فصل ومنها ان لا يكون بها حمل) لہ

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ سوتیلی ماں کی بیٹی جو اس کے پہلے شوہر سے ہوا کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر اور کوئی ذریعہ حرمت موجود نہ ہو تو سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح کرنا از روئے شرع جائز ہے۔ صورت مسئلہ میں بظاہر چونکہ کوئی ایسی صورت نہیں اس لیے سوتیلی ماں کی بیٹی جو اسکے پہلے شوہر سے ہوا سے نکاح جائز ہے۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ: وأما بنت زوجة أبيه أو ابنته فحلال۔  
الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۳۱ کتاب النکاح۔ فصل فی المحرمات ۲۷

لہ وقال ابن نجيم: ای وحل تزوج الجلی من الزنا ولا يجوز تزوج الجلی من غیر الزنا.... أما تزوج الزانی فجائز اتفاقاً وتستحق التفقة عند الكل ويحل وطؤها عند الكل كما في النهاية۔  
(البحر الرائق ج ۳ ص ۱۶ کتاب النکاح۔ فصل فی المحرمات)

وَمَثَلُهُ فِي رد المحتار ج ۳ ص ۲۸ کتاب النکاح۔ فصل فی المحرمات۔

لہ وقال الشيخ وهبة الزحيلي: والمحرم بهذه الآية هو زوجة الأب فقط أما بنتها أو أمها فلا تحرم على الابن۔ (الفقه الاسلامي وأدلته ج ۷ ص ۱۳۲ حرمة القرابة الخ) وَمَثَلُهُ فِي منية الخائف علی هامش البحر الرائق ج ۳ ص ۹۲ کتاب النکاح۔ فصل فی المحرمات۔

**مخطوبۃ الأب سے نکاح جائز ہے** | سوال :- ایک شخص نے کسی عورت سے باقاعدہ نکاح نہیں کیا صرف نکاح کا پیغام دیا ہے اب اس شخص کے فوت ہو جانے کے بعد اس شخص کا بیٹا اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے ؟

**الجواب :-** اگر اس مرد اور عورت کا باقاعدہ ایجاب و قبول نہیں ہوا ہے تو اس صورت میں اس مرد کے اعراض کرنے یا فوت ہو جانے کے بعد اس کا بیٹا اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے ، اس لیے کہ یہ عورت اس شخص کے باپ کی منکوحہ نہیں ۔

قال ابن عابدین: (تحت قوله مصاهرة) وتحرم موطوات أبائہ وأجدادہ وإن علم ولوبزنا والموقوفات لهم علیہن یعقد صحیح (رد المحتار ج ۳ ص ۲۸ کتاب النکاح فصل فی المحرمات) لہ  
**بیوہ عورت سے نکاح کرنا جائز ہے** | سوال :- جو عورت بیوہ ہو جائے اس سے نکاح کرنے میں شرعاً کوئی حرج تو نہیں ؟

**الجواب :-** جب کوئی دوسری بیوہ حرمت موجود نہ ہو تو بیوہ عورت سے نکاح درست ہے ، شریعت مقدسہ میں کہیں بھی بیوہ عورت سے نکاح ناجائز ہونے کا کوئی ذکر نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے باقی تمام ازواج مطہرات بیوہ یا مطلقہ تھیں ، اس لیے بیوہ عورت سے نکاح کرنے کو منحوس جاننا زیادت علی الشرع ہے ۔  
قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ: "وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالْحُرَّ" والایامی جمع الایام من النساء من لا زوج لہا بکراکانت او مطلقۃ او ارملة - (معجم لغة الفقهاء ص ۹۹) لہ

لہ قال ابن تیمیہ: أی ینعقد النکاح أی ذلک العقد الخاص ینعقد بالایجاب والقبول حتی یتحقق حقیقۃ فی الوجود - (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۷ کتاب النکاح)

وَمِثْلُهُ فی البدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۲۹۹ کتاب النکاح - فصل رکن النکاح -  
لہ وعن النس رضی اللہ عنہ قال من السنة إذا تزوج الرجل البکر علی امرأته أقام عندہا سبعا وقسم وإذا تزوج الثیب علی امرأته قام عندہا ثلاثا۔

(نصب الرایۃ ج ۳ ص ۲۱۵ کتاب النکاح - باب القسمۃ)

وَمِثْلُهُ فی رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۲ کتاب النکاح -



**سوتیلی ساس سے نکاح کرنا** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ سوتیلی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** دورشتہ دار عورتوں کا ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا تب حرام ہے جب دونوں میں سے ہر ایک مرد فرض کر کے دوسری اس کے لیے حرام ہے، چونکہ صورت مسئلہ میں صرف ایک جانب سے حرمت ہے دوسری جانب سے نہیں، اس لیے سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے اگرچہ اس کی سوتیلی بیٹی اس کے نکاح میں پہلے سے موجود ہو۔

قال العلامة المحصن: فجاء الجمع بين امرأة وبنت زوجها..... لأنه لو فرضت المرأة ذكرًا لم يحرم بخلاف عكسه - (الدر المختار على مدار المتعارف ج ۳ ص ۳۹ کتاب النکاح فصل في المحرمات) ۱۷

**سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح کرنا** | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** سوتیلی ماں کی بہن اور اس مرد کے درمیان کوئی ایسا رشتہ نہیں جس کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان نکاح جائز نہ ہو، اور یہ عورت نہ محرمات علی التابید اور نہ محرمات غیر مؤبدہ میں شامل ہے، اس لیے سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح درست ہے۔

قال العلامة الكسائي: والمحرمات على التابيد ثلاثة أنواع محرمات بالقربة والمحرمات بالمصاهرة ومحرمات بالرضاع - (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۲۵۶ کتاب النکاح فصل ان تكون المرأة محلة) ۲۷

۱۷ قال في الهندية: ويجوز الجمع بين المرأة وبنت زوجها فان المرأة لو فرضت ذكرا حلت له تلك البنت بخلاف العكس - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۷۷ فصل في المحرمات) ومثله في البحار الرائق ج ۳ ص ۹۸ کتاب النکاح، فصل في المحرمات -

۲۷ قال العلامة المحصن رحمه الله: أسباب التحريم أنواع قرابة مصاهرة رضاع جمع ملك شرك ادخال أمة على حرة فهي سبعة ذكرها المصنف بهذا الترتيب وبقى التطبيق ثلاثا وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة ذكرهما في الرجعة -

{ الدر المختار على مدار المتعارف ج ۳ ص ۲۸  
کتاب النکاح، فصل في المحرمات }

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۷۷ الباب الثالث في المحرمات -

بیوی کی وفات کے چند دن بعد اس کی بہن سے نکاح کرنا | سوال :- جب کسی شخص کی بیوی فوت ہو جائے تو اس کی وفات کے ایک یا دو دن بعد وہ اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- خاوند کے لیے بیوی کا سوگ منانے کی ضرورت نہیں اور نہ اس پر عدت ہے اس لیے بیوی کے فوت ہونے کے فوراً بعد اس کی بہن سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔  
قال العلامة ابن عابدین :- (تحت قوله ولومن طلاق بائن)۔۔۔ (فرع) ماتت امرأة له التزوج بأختها بعد يوم من موتها. كما في الخلاصة عن الاصل. وكذا في المبسوط لصدرا لاسلام والمحيط السرخسي. (رد المحتار ج ۳ ص ۲۸ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات) لے

عدت وفات میں کیے گئے نکاح کا حکم | سوال :- اگر ایک عورت خاوند کی وفات کے بعد چار ماہ کے اندر اندر دوسرے آدمی

نکاح کرے تو یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- طلاق یا وفات کی عدت میں کیا گیا نکاح کا عدم رہے گا عدت گزرنے کے بعد جو نکاح پڑھایا جائے اس کا اعتبار ہوگا۔

قال العلامة الكاساني رحمه الله :- ومنها ان لا تكون معتدة الغير لقوله تعالى: "ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله" أي ما كتب عليها من التريص ثم قال وسواء كانت العدة عن طلاق او عن وفات۔  
(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۸، ۲۶۹ کتاب النکاح فصل ان لا يكون بها حمل) لے

لے وقال في الهندية: ويجوز لزواج المرتدة إذا لحقت بدار الحرب تزوج أختها قبل إنقضاء عدتها كما إذا ماتت۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۴۹ القسم الرابع المحرمات بالجمع) ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۴ الفصل الثاني فيمن يكو محلاً للنكاح وفيما لا يكو۔

لے قال في الهندية: لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة كذا في السراج الوهاج سواء كانت العدة عن طلاق او وفات الخ  
(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸ کتاب النکاح الباب اول القسم السادس المحرمات التي تتعلق الخ) ومثله في الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ ص ۲ کتاب النکاح فصل فی المحرمات۔

**سوتیلی ماں غیر مدخولہ سے نکاح حرام ہے** | سوال :- کیا سوتیلی ماں سے نکاح درست ہے جبکہ والد نے مدخول نہ کیا ہو؟

**الجواب :-** جس عورت کے ساتھ باپ کا عقد نکاح ہو جائے چاہے باپ نے مدخول کیا ہو یا نہ کیا ہو بیٹے کا اس عورت سے نکاح کرنا نہ نص قرآنی حرام ہے۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ: (تحت قوله مصاهرة) وتحرم موطوات أباؤہ واجدادہ وإن علو ولوبزنا والمعقودات لہم علیہن یعقد صحیح۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۲۸ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات) لہ

**سوال :-** کیا کسی عورت اور ساس اور بہودونوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا اس کے بیٹے کی بیوی (بہو) کو

نکاح میں جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ کے مطابق ان عورتوں میں ایسا کوئی رشتہ نہیں جو حرمت اجتماع کا باعث بنے اس لیے اس عورت اور اس کے بیٹے کی بیوی (بہو) کے درمیان جمع کرنا جائز ہے۔

قال العلامة الحنفی رحمہ اللہ: فیجاز الجمع بین امرأة و بنت زوجها أو امرأة ابنہا۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۳۶ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات) لہ

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: أما حلیلة الأب فیقولہ تعالیٰ:

”وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ“ فتحرم بمجرد العقد علیہا۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۹۷ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)۔

وَمِثْلُهُ فی بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶ کتاب النکاح، فصل الفرقۃ الرابعة۔

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: فی بحث: ”لأنه لو جاز نکاح إحداهما علی تقدیر مثل المرأة و بنت زوجها أو امرأة ابنہا فإنه یجوز الجمع بینہما عند

الأئمة الاربعة۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۹۸ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فی الفتاوی السہندیة ج ۱ ص ۲۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع۔



**نافی اور نواسی کو ایک نکاح میں جمع کرنا** | سوال :- کیا کوئی شخص ایک عورت اور اس کی نواسی کو ایک نکاح میں جمع کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** نواسی اور نافی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، اس کے لیے فقہاء نے ایک قاعدہ تحریر فرمایا ہے کہ دو عورتوں میں سے کسی ایک کو مذکر (مرد) فرض کر کے اگر ان کا نکاح آپس میں جائز نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کا ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔

قال العلامة الحصكفي: حرم الجمع وطأ بملك يمين بين امرأتين أيتهمما فرضت ذكرًا لم تحل للاخرى، أبدأ - رالدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ ص ۳۸ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۱۷

**پھوپھی اور بھتیجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا** | سوال :- کیا سگی پھوپھی اور بھتیجی کو ایک نکاح میں شرعاً جمع کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** پھوپھی اور بھتیجی کے درمیان ایسا رشتہ ہے کہ اگر دونوں میں سے کسی ایک کو بھی مرد فرض کر لیا جائے تو دوسری کا نکاح اس سے جائز نہیں اس لیے ان دونوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا شرعاً جائز نہیں۔

قال ابن نجيم المصري: حرم الجمع بين امرأتين إذا كانتا بحيث لو قدرت إحداهما ذكرًا حرم النكاح بينهما أيتهمما كانت المقدرة ذكرًا كالجمع بين المرأة وعمتها....  
لحديث مسلم لا تنكح المرأة على عمتها - البحر الرائق ج ۳ ص ۹۳ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۱۷

**دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے کا حکم** | سوال :- ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا ہوا ہے اب وہ اس عورت کو طلاق

۱۷ قال ابن نجيم المصري: - للاصل الذي بينا ان كل امرأتين لو كانت إحداهما ذكراً والاخرى أنثى لم يجز للذكر ان يتزوج الانثى فإنه يحرم الجمع بينهما - (البحر الرائق ج ۳ ص ۹۵ کتاب النکاح - فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب النکاح فصل ان لا يقع نكاح المرأة -

۱۷ قال ابن عابدين: (تحت قوله وإيتهمما فرضت) أي آية واحدة منهما فرضت ذكرًا لم يحل للاخرى كالجمع بين المرأة وعمتها الخ - (رد المحتار ج ۳ ص ۳۸ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب النکاح، فصل ان لا يقع نكاح المرأة -

دیئے بغیر اس کی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو کیا اس آدمی کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟  
**الجواب:-** ایک عورت کا کسی شخص کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی سگی بہن سے  
 سے یہ شخص نکاح نہیں کر سکتا ہے جو کہ بنص قرآن حرام ہے، ایسا کیا ہوا نکاح کا عدم ہے گا۔  
 قال العلامة الكاساني: لا خلاف في أن الجمع بين الاختين في النكاح حرام -  
 لتوليه تعالى: "وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأَخْتَيْنِ مَعْطُوفًا" على قوله عز وجل: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ  
 أُمَّهَاتُكُمْ" (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب النکاح، فصل ان لا یقع النکاح المرأة) لہ

**سوال:-** رات کے وقت بے خبری کی  
 والدہ کو بیوی سمجھ کر ہاتھ لگانے کے اثرات

شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا تو کیا زید کی والدہ اس کے والد پر حرام ہو گئی یا نہیں؟  
**الجواب:-** اگر زید نے اپنی والدہ کو شہوت کی حالت میں بلا حجاب ہاتھ لگایا ہو اور زید  
 کے والد کو یہ معاملہ معلوم ہو اور اس کی تصدیق کرتا ہو تو اب یہ عورت اپنے خاوند پر حرام ہے ورنہ  
 حرام نہیں۔

قال ابن نجيم المصري: واد بحرمة المصاهرة المحرمات الأربعة، حرمة المرأة  
 على أصول الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً  
 كما في الوطأ الحلال - (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۸۱ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات) لہ  
**سوال:-** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے  
 ساس کے ساتھ نکاح کرنا میں کہ ساس کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

لہ قال في الهندية: فإنه لا يجمع بين الاختين ولا بوطء ملك يمين -  
 (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۴۴ القسم الرابع المحرمات بالجمع)  
 وَمَثَلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۹۵ كتاب النكاح، فصل في المحرمات -  
 لہ قال في الهندية: تلوا يقط زوجته ليحيا معها فوصلت يده إلى بنته فقصرها بشهوة وهي من تشتهي  
 يظن أنها أمها حرمت عليه الأم حرمة مؤبدة - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۴۴ فصل في المحرمات)  
 وقال ابننا: ثم المس انما يوجب حرمة المصاهرة اذا لم يكن بينهما ثوب -  
 (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۴۴ فصل في المحرمات) لہ

**الجواب :-** ساس کے ساتھ نکاح کرنا قطعی حرام ہے اگرچہ بیوی کو طلاق دے دی ہو، یا وہ وفات پاگئی ہو، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں محرمات کی فہرست میں بیوی کی ماں کو بھی ذکر کیا ہے، ارشاد ربانی ہے : وَأُمَّهَاتُ نِسَاءِكُمْ..... الخ۔ (سورة النساء آیت ۱)۔

قال علاؤ الدین الحصکفی رحمہ اللہ : اسباب التحريم انواع قرابة مصاهرة۔ قال ابن عابدین : مصاهرة كفروع نسائه المدخول بهنّ او نزلن وأمهات الزوجات وجدتهنّ بعقد صحيح وإن علون۔ الخ (الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۳ کتاب النکاح فصل فی المحرمات)۔  
**سوال :-** اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر سو تیلی ماں کی بیٹیوں سے نکاح کرنا فارغ کر دیا ہو تو کیا اس مطلقہ کے پہلے خاوند سے جو

بیٹیاں ہیں اُن کے ساتھ دوسرے شوہر کی پہلی بیوی کے بیٹیوں سے نکاح جائز ہے یا نہیں ؟  
**الجواب :-** حرمت نکاح کے لیے مابین جزئیت کا رشتہ ہونا ضروری ہے، صورت مسئلہ میں بظاہر حرمت کی ایسی کوئی خاص وجہ نہیں پائی جاتی جس سے حرمت نکاح ثابت ہو سکے بلکہ فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں بھی نسی بھائی کی نسی بہن سے نکاح کا جواز ثابت ہے، اس لیے مذکورہ صورت میں کیا گیا نکاح درست ہے۔

قال العلامة الحصکفی : وتعل أخت أخیه رضاعاً..... وكذا نساءً بان یكون لأخیه لأبیہ اخت لأم۔ (الدر المختار علی صدر رد المختار ج ۲ مک ۲ کتاب النکاح، فصل فی الرضاء)۔

۱۔ قال ابن نجیم المصری رحمہ اللہ : تحت قول الماتن وأم، امرأته بیان لما ثبت بالصاهرة۔ لقوله تعالى : "وَأُمَّهَاتُ نِسَاءِكُمْ" أطلقه فلا بین کونه امرأته مدخولاً بها أو لا وهو المجمع علیه عند الأئمة الأربعة۔

(البحر الرائق ج ۳ مک ۹ کتاب النکاح فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَاعِ ج ۲ مک ۲۵ کتاب النکاح، فصل النوع الثاني فالمحرمات۔  
 ۲۔ قال ابن نجیم المصری رحمہ اللہ : أي تعل أخت أخیه نسباً بان یكون له أخ من أب له أخت من أمه فانه یجوز له التزوج بها۔

(البحر الرائق ج ۳ مک ۲۲ کتاب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِیَّةِ ج ۱ مک ۳۲ کتاب الرضاع۔



**فیملی کورٹ سے تیسخ نکاح کے بعد نکاح ثانی کا حکم** | سوال :- آج کل حکومت کے تیسخ نکاح کی ڈگری حاصل کر لے جبکہ شوہر اسے طلاق نہیں دینا چاہتا بلکہ وہ اس کو رکھنے کا خواہشمند ہو تو کیا اس طرح تیسخ نکاح کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد عورت کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** شریعت مقدسہ نے طلاق کا حق صرف شوہر کو دیا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو یہ حق نہیں، ایسے فیملی کورٹس شرعاً اسکی مجاز نہیں کہ کسی عورت کو بلا عذر شرعی خاوند سے جدا کرے، لہذا اگر کوئی عورت بلا عذر شرعی فیملی کورٹ سے تیسخ نکاح کی ڈگری حاصل کر لیتی ہے تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی اس لیے دوسری جگہ نکاح کرنا باطل ہے کیونکہ یہ عورت شرعاً پہلے شوہر کی منکوحہ ہے۔

قال الله تبارك وتعالى: إِلَّا أَنْ يَعْفُوَ أَوْ يَعْفوَ الَّذِي بَيْنَهُمَا عَقْدَةُ النِّكَاحِ - (البقرہ آیت ۲۲۰)  
قال العلامة شوکانی: (تحت هذه الآية) فيكون الذي بيده عقد النكاح حقيقة هو الزوج لانه هو الذي اليه رفعه بالطلاق - (تفسير فتح القدير ج ۱ ص ۲۲۰) -

**طلاق مغلطہ میں بغیر حلالہ کے تجدید نکاح کرنے کا حکم** | سوال :- ہمارے محلے کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاق مغلطہ دیں، اب چند دنوں کے بعد بغیر حلالہ شرعی کے بذریعہ جرگہ اس نے تجدید نکاح کر لی ہے، کیا اس طرح میاں بیوی کا تجدید نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں بغیر حلالہ شرعی کے اس عورت کا سابقہ شوہر سے نکاح کرنا باطل ہے اور یہ دونوں بحیثیت میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے حلال نہیں، ان کا بذریعہ جرگہ تجدید نکاح کرنا باطل ہے، جب تک عورت حلالہ شرعی نہ کرے

لہ قال العلامة ابن رشد المالکی: الاصل ان الطلاق ليس بيد احد سوى الزوج او من يوكله الزوج - (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۸۱ کتاب الطلاق -  
ومثله في مقدمات ابن رشد ج ۲ ص ۳۸۲ کتاب طلاق السنۃ -

پہلے تاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔

قال الله تبارك وتعالى: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (سورة البقرة آیت ۲۳) ۱۰

**سوال :- اگر کوئی آدمی اپنی بیوی مطلقہ عورت کا وضع حمل سے قبل نکاح ثانی کرنا**

وہ اس سے دو تین ماہ کی حاملہ ہو اور پھر یہ عورت وضع حمل سے پہلے دوسری جگہ نکاح کر لے تو کیا اس عورت کا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ایسی مطلقہ عورت جو کہ حاملہ ہو اور حمل بھی ثابت النسب ہو، کا نکاح ثانی کرنا باطل ہے، اس لیے صورت مسئلہ میں اس مطلقہ کا نکاح وضع حمل سے قبل باطل ہے لہذا اس عورت کو وضع حمل کے بعد دوبارہ نکاح باندھنا چاہیے۔

وفی الہندیۃ: وحلی ثابت النسب لا يجوز نكاحها اجماعاً۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱، ۲۸، کتاب النکاح، المقسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير) ۱۱

**سوال :- تمتع کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا واقعی امام مالک تمتع کے تمتع کی شرعی حیثیت**

**الجواب :-** ابتداء اسلام میں تمتع جائز تھا لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اس لیے اہل السنۃ والجماعت کے ہاں تمتع بالاتفاق حرام ہے۔ اگرچہ ہدایہ میں امام مالک رحمہ اللہ کی طرف جواز کا قول

۱۰ وفی الہندیۃ: وان كان اطلاق ثلاثاً في الحرة ثنتين في الامة لم تحل حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱، ۲۸، الباب السادس في الرجعة۔ فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به) ۱۲

وَمِثْلُهُ فِي لَدِّ الْحَنَاءِ عَلَى هَذَا الْمَتْنِ ج ۲، بَابُ الرَّجْعَةِ، مَطْلَبُ فِي الْعَقْدِ عَلَى الْمُبَاتَةِ۔

۱۱ قال العلامة البرکبکری لکاسانی: ومنها ان لا يكون بها حمل ثابت النسب من الغير فان كان لا يجوز نكاحها وان لم تكن معتدة ..... لوجود حمل ثابت النسب ..... الخ۔ (بدائع الصنائع ج ۲، ۲۶۹ کتاب النکاح۔ فصل ومنها ان لا يكون بها حمل)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳، ۱۰۶، اوائل کتاب النکاح۔



ہے لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے، یہاں کاتب یا ناسخ ہدایہ سے غلطی ہوئی ہے۔  
 قال العلامة شیخ زادة، واعلم ان نکاح المتعة قد كان مباحاً بين ايام خيبر و ايام فتح مكة  
 الا انه صار منسوخاً باجماع الصحابة رضي الله تعالى عنهم حتى لو قضى بجوازه لم يرجز  
 ولو اباحه صار كافراً۔۔۔۔۔ فعلى هذا يلزم عدم ثبوت ما نقل من اباحته عندما لك الخ  
 (مجمع الانهرج ۳۳۱ كتاب النكاح باب المحرمات) ۱۰

**نکاح موقت کی تعریف** | سوال :- نکاح موقت کسے کہتے ہیں؟ اور شریعت مقدسہ میں اس کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** نکاح موقت کی تعریف یہ ہے کہ بڑکا اور بڑکی دو گواہوں کے سامنے ایک  
 معین مدت مثلاً ایک یا دو ماہ وغیرہ کے لیے نکاح کریں، اس قسم کا نکاح شرعاً باطل ہے،  
 تاہم اگر نکاح ایسی مدت مقرر کر دی جائے کہ جہاں تک دونوں یا ایک کا جینا محال ہو تو ایسا  
 نکاح جائز اور صحیح ہوگا۔

قال العلامة شیخ زادة، ولا يصح نکاح المتعة والموقت والفرق بينهما ان يذكر في الموقت  
 لفظ النكاح او التزويج مع التوقيت۔۔۔۔۔ وعن الامام اذا وقتاً وقتاً لا يعيشتان اليه  
 كمائة سنة او اكثر يكون صحيحاً۔ (مجمع الانهرج ۳۳۱ كتاب النكاح، باب المحرمات) ۱۰  
**سوال :-** کیا موجودہ دور کی عیسائی یا یہودی عورت سے نکاح  
 عیسائی اور یہودی عورت سے نکاح | سے مسلمان مرد کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی عورتوں سے مسلمان مرد کا نکاح کرنا اگرچہ

۱۰ قال العلامة المرغيناني: ونكاح المتعة باطل وهو ان يقول لامرأة اتبع بك كذا امدة يكدن المال  
 وقال مالك هو جائز لانه كان مباحاً فيبقى الا ان يظهر ناسخه قلنا ثبت النسخ باجماع  
 الصحابة الخ (الهداية ج ۲ ص ۲۹۲ كتاب النكاح)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۱۵۱ كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات۔

۲ قال العلامة المرغيناني: والنكاح الموقت باطل مثل ان يتزوج امرأة بشهادة  
 شاهدين عشرة ايام الخ (الهداية ج ۲ ص ۲۹۲ كتاب النكاح)

وَمِثْلُهُ فِي شَرْحِ الْوَقَايَةِ ج ۲ ص ۲ كتاب النكاح۔



مرخص ہے لیکن ان کے ساتھ نکاح کرنے سے اگر کسی مسلمان کا عقیدہ اور مذہب متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔

كما قال العلامة الحصكفي<sup>۲</sup>؛ وصح نكاح كتابية وان كره تنزيهاً مومنة بنی مرسل مقرة بكتاب منزل وان اعتقد والمسيح الهما- وقال ابن عايدین<sup>۳</sup>؛ ففي الفتح ويجوز تزوج الكتابيات والاولى ان لا يفعل ولا ياكل ذبيحتهم الا لضرورة وتكره الكتابية الحربية اجمالاً لافتتاح باب الفتنة من امكان التعلق المستدعي للمقام معها في دار الحرب۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۵۷ کتاب النکاح۔ مطلب عھم فوطہ السراوی الخ) لہ

**مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح** | سوال :- ایک مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** مسلمان عورت کا نکاح غیر مسلم مرد کے ساتھ جائز نہیں، خواہ یہ نکاح طوعاً ہو یا کرہاً، خواہ یہ غیر مسلم اہل کتاب سے یا غیر اہل کتاب سے ہو۔  
لقوله تعالى: ولا تنكحوا مشركين حتى يؤمنوا ولعبد مؤمن خير من مشرك ولو اعجبكم۔ (سورة البقرة آیت ۲۲۱) ۲ لہ

**قادیانی عورت سے نکاح جائز نہیں** | سوال :- اہل کتاب عورت سے تو مسلمان مرد نکاح کر سکتا ہے تو کیا ایک قادیانی عورت

لہ قال ابن نجيم<sup>۴</sup>؛ وحل تزوج الكتابية۔ لقوله تعالى: والمحصنات من الدين اوتوا الكتاب ..... والاولى ان لا يتزوج كتابية ولا ياكل ذبائحهم الا لضرورة وفي المحيط يكره تزوج الكتابية الحربية لان الانسان لا ياكل من ان يكون بينهما فينشأ على طبائع اهل الحرب۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۳ فصل في المحرمات)۔

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۱۳۵ فصل في المحرمات۔

۲ لہ قال العلامة الكاساني رحمه الله: ومنها اسلام الرجل اذا كانت المرأة مسلمة۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۷۷ فصل كتاب النكاح)۔

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَةِ ج ۱ ص ۲۸۲ كتاب النكاح۔

سے بھی مسلمان مرد کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** قادیانی چونکہ باجماع امت مُرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس لیے ان سے کسی قسم کا رشتہ ناظر کرنا شرعاً جائز نہیں۔ جس طرح کسی قادیانی سے مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا ایسے ہی کوئی مسلمان شخص کسی قادیانی عورت سے نکاح نہیں کر سکتا، اس لیے کہ قادیانی اہل کتاب کے حکم میں نہیں بلکہ مُرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

لما قال شيخ الاسلام برهان الدين مرغيناني: ان تصرفات المرتد على اقسام نافذة بالاتفاق كالاستيلاء والطلاق لانه لا يفتقر الى حقيقة الملك وتتمام الولاية وباطل بالاتفاق كالنكاح والذبيحة لانه يعتمد الملة - (الهداية ج ۲ باب المرتد) لہ

**خاوند کے مُرتد ہو جانے سے نکاح کا حکم** | سوال :- میاں بیوی دونوں مسلمان تھے اور خوشگوار زندگی گزار رہے تھے کہ اچانک خاوند

قادیانیوں کا شکار ہو کر مُرتد ہو گیا جبکہ عورت دینِ حق یعنی اسلام پر قائم ہے، ایسی حالت میں اس عورت کو کیا کرنا چاہیئے؟

**الجواب :-** قادیانی چونکہ مُرتد کے حکم میں ہیں، اس لیے صورتِ مسئلہ میں خاوند کے مُرتد ہو جانے سے مسلمان بیوی سے اس کا رشتہ نکاح ختم ہو گیا ہے۔ ایسی حالت میں یہ عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

قال الحصكفي: وارتد احد هما اي الزوجين فسخ عاجل - (در المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۲۵ باب نكاح الكافر) لہ

**لا علمی میں قادیانی سے نکاح کا حکم** | سوال :- ایک مسلمان عورت کا نکاح لا علمی میں کسی قادیانی سے ہو گیا، یعنی نکاح کے وقت مرد نے

لہ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري: والمرتدة لا يجوز نكاحها مع احد وكذا المرتد لا يجوز نكاحه مع احد - (فتاویٰ تاتارخانیة ج ۳ ص ۸ کتاب النكاح)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرَالْمَخْتَارِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمَخْتَارِ ج ۳ ص ۳۳ باب المرتد -

لہ وقال في السهنية: ارتد احد الزوجين عن الاسلام وقعت الفرقة بينهما كذا في الكافي - (الفتاویٰ السہندیة ج ۱ ص ۳۳۹ الباب العاشر في النكاح الكفار)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۲ ص ۳۲۸ فصل في النكاح الكافر -



اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا لیکن نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شخص قادیانی ہے، اندریں صورت یہ نکاح منعقد ہوا ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** قادیانی چونکہ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، اس لیے جس شخص کا قادیانی ہونا قطعی اور یقینی ہو تو اس کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح شرعاً جائز نہیں اور لاعلمی میں کیا ہوا نکاح کا عدم رہے گا۔

کافی الہندیۃ : ارتد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفروقة بغیر طلاق فی الحال۔ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۳۹) باب العاشر فی نکاح الکفار۔

**شیعہ عورت سے سستی مرد کے نکاح کا حکم** | سوال :- جو شیعہ حضرت علیؑ کی الوہیت کا قائل ہو اور حضرت جبریلؑ سے غلطی صادر

ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو اور صحبت ابوبکر صدیقؓ کا منکر ہونے کے ساتھ ساتھ قذف عائشہؓ کا قائل ہو اور قرآن مجید کو منحرف سمجھتا ہو تو ایسے شیعہ مرد کے ساتھ سستی عورت یا سستی مرد کے ساتھ شیعہ عورت کا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جو روافض قطعیات اسلام کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتے ہوں وہ کافر ہیں مثلاً حضرت علیؑ کی الوہیت اور حضرت عائشہؓ پر قذف کا قائل ہونا، جو قرآن کریم کی نص قطعی کے خلاف ہے، اور حضرت جبریلؑ سے غلطی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوں اور صحبت ابوبکر صدیقؓ کے منکر ہوں تو اس قسم کے کمرہ فرقہ کے لوگوں سے رشتہ مناکحت سے احتراز و اجتناب لازم ہے اور ایسے لوگوں کا حکم مرتد کی طرح ہے اور مرتد کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

کافی الہندیۃ : ويجب اقرار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الى الدنيا.....

واحکامهم احکام المرتدین۔ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۶۴) ۲۔

۱۔ قال المحقق: وارتد احدهما ای الزوجین فسخ عاجل۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۲۵۵ کتاب النکاح) وَ مِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۲ ص ۳۳۸ کتاب النکاح۔

۲۔ قال العلامة عالم بن علاء انصاری: يجب اقرار الروافض فی قولهم لرجع الاموات الى الدنيا..... وهو لا نقول خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین۔ (فتاویٰ تبارک ج ۵ ص ۵۳۸ کتاب احکام المرتدین) وَ مِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى قَاضِي خَان عَلِي هَامِش الْهِنْدِيَةِ ج ۶ ص ۳۱۸ باب المرتد۔



لا علمی میں رضا عی بہن سے نکاح کا حکم | سوال :- اگر کہیں لا علمی اور غلطی سے رضا عی بہن بھائی  
 کا نکاح غلطی سے ہو جائے اور سال دو سال کے بعد  
 رضا عت کا علم ہو جائے تو دونوں میں جدائی ہو جائے گی یا دونوں کا نکاح برقرار  
 رہے گا ؟

الجواب :- صورتِ مرقومہ کے مطابق اگرچہ رضاعی بہن سے نکاح شرعاً حرام ہے مگر جب نکاحِ فاسد سے دونوں کا ملاپ ہو جائے تو مہر واجب ہو جاتا ہے، لہذا یہ عورت شوہر سے مہر لینے کی حقدار ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي: ويجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطوء لا بغيره -  
(الدر المختار على هامش رد المختار ج ٢ ص ٢٨١، ٢٨٢) باب المهر له

غیر مسلم عورت کو جبراً مسلمان کر کے اس سے نکاح کرنا

سوال :- افغانستان میں روس کی آمد کے بعد جب جہاد شروع ہوا تو بعض مجاہدین نے روسی عورتوں کو جبراً مسلمان کر کے اُن کے ساتھ نکاح کیا، کیا ان عورتوں کا اسلام معتبر ہے؟ اور ان کے ساتھ نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- جب کسی کافر کو اسلام پر مجبور کیا جائے اور وہ کلمہ شہادت پڑھ لے تو وہ مسلمان منتصّر ہوگا۔ لہذا صورت مسئلہ میں روسی غارتگوں کا اسلام لانا اور بعض مجاہدین کا ان کے ساتھ نکاح کرتا دونوں صحیح ہے۔

لما قال العلامة فخر الدين الشهير بقاضى خان: واذا اجبروا كافر على الاسلام فاسلم  
صح اسلامه فان ارتد بعد ذلك يجبر على الاعلام ولا يقتل -

(فتاویٰ قاضی خان ج ۲ ص ۲۱۶ باب الاکراه)

سوال :- اگر کوئی عورت کسی جن مرد سے کسی عورت کا جن مرد سے نکاح کرنا اپنا نکاح کر لے تو کیا یہ نکاح شرعاً جائز

له وفي الهندية: ولتزوج امرأة فقالت امرأة ارضعتكما..... واذا فارقتها.....  
وان كان يعد الدخول بها فالافضل للزوج ان يعطيها كمال المهر والنفقة والسكنى.  
(الفتاوى الهندية ج ٣٢٤ كتاب الرضاع)

ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** شریعت مقدسہ میں نکاح کرنے کے لیے دونوں کا ایک جنس ہونا ضروری ہے، مختلف الاجناس میں نکاح جائز نہیں اس لیے جن مرد سے اس عورت کا نکاح شرعاً جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: وفي الاشياء عن السراجية لا تجوز المناكحة بين بنى ادم والجن وانسان اى لاختلاف الجنس ومفاد المفاعلة انه لا يجوز للجن ان يتزوج انسية ايضاً..... عن شرح الملتقى عن زواهر الجواهر الاصح انه لا يصح نكاح ادمى جنسية كعكسه لاختلاف الجنس فكانوا كبقية الحيوانات۔  
(رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۱ ادائل كتاب النكاح) لہ

**سوال :-** اگر کوئی شخص اپنے بھائی کی بیوی سے ناجائز تعلقات کے نکاح پر اثرات

بھائی کی بیوی سے ناجائز تعلقات رکھتا ہو اور وہ اس ناجائز عمل پر رنجے ہاتھوں پکڑا بھی گیا ہو تو کیا اس سے اس کے بھائی کی بیوی کا نکاح متاثر ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** دیور سے ناجائز تعلقات قائم کرنے سے شوہر کا نکاح متاثر نہیں ہوگا بلکہ وہ تاحال اس کی منکوحہ ہے تاہم اگر شوہر اس کو طلاق دے کر الگ کرنا چاہتا ہو تو کر سکتا ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: ولو زنت امرأة رجل لم تحرم عليه وجاز له وطؤها عقب الزنا۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۶ فصل في المحرمات) لہ

لہ قال العلامة علی بن عثمان سراج الدین رحمہ اللہ: لا يجوز المناكحة بين بنى ادم والجن والانسان المائى لاختلاف الجنس اذا امتس بشهوة ثبتت حرمة المصاهرة۔ (الفتاوى السراجية ص ۳ کتاب النکاح باب نکاح الحرام)۔

لہ قال الشیخ وھبۃ الزحیل: یحل بالاتفاق للزانی ان یتزوج بالزانیۃ التي زنی بها فان جاءت بولد۔ (الفقه الاسلامی وادلتہ ج ۱ ص ۱۳۸، کتاب النکاح، المرأة الحامل من الزنا۔ الخ)

جنسی کمزوری کی صورت میں نکاح کرنے کا حکم | سوال :- بعض لوگ جنسی طور پر کمزور ہوتے ہیں اور بیوی کے حقوق ادا کرنے کے قابل نہیں ہوتے لیکن اس کے باوجود وہ شادی کر لیتے ہیں، تو ایسے شخص کے لیے نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- شادی کرنا ہر اُس مسلمان مرد کے لیے سنت جو نان و نفقہ اور حقوق زوجیت پورا کر سکتا ہو، لہذا جو شخص یہ حقوق ادا نہیں کر سکتا اُس کے لیے نکاح کرنا جائز نہیں، کرنے کی صورت میں مرد گنہگار ہوگا۔

قال العلامة الحصفی: ویكون سنة مؤكدة في الاصح فیاثم بتركه وثیاب ان نوى تحصیناً وولداً حال الاعتدال الى القدرة على وطء ومهر ونفقة۔ الخ قال العلامة ابن عابدین: رتحت قوله الى القدرة على وطء الى الاعتدال في التوقان ان لا يكون بالمعنى المار في الواجب والقرض وهو شدة الاشتياق وان لا يكون في غاية الفتور كالعین۔۔۔۔۔ بان يكون بين الفتور والشوق وزاد المهر والنفقة لان العجز عنهما يسقط الفرض فيسقط السنية بالاولیٰ والدر المختار مع الرد المختار ج ۳ مک کتاب النکاح مطلب کثیراً ما تبساهل فی اطلاق المتجر على السنة (۱)

کسی اسلامی ملک میں مسلمان ہونے والی شادی شدہ عورت سے نکاح کرنے کا طریقہ | سوال :- اگر کسی اسلامی ملک میں کوئی شادی شدہ غیر مسلم عورت اسلام قبول کرے تو کیا اس عورت کے ساتھ بغیر عدت گزارے ہوئے کسی مسلمان مرد کے لیے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- جب کوئی غیر مسلم شادی شدہ عورت اسلام قبول کرے تو یہ عورت اقلاً عدالت میں اپنے اسلام لانے کا قطعہ پیش کرے اور عدالت اس کے غیر مسلم شوہر پر اسلام پیش کرے گی اب اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو عدالت عورت کو نسیخ نکاح



کی ڈگری جاری کرے گی اور یہ عورت عدت طلاق گزار کر کسی مسلمان مرد سے نکاح کر سکتی ہے، اس کے علاوہ بغیر عدالتی فیصلے اور مرد عدت کے نکاح نہیں کر سکتی۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی: واذا اسلمت المرأة وزوجها كافراً عَرَضَ القاضی علیه الاسلام فان اسلم فهمی امرأته وان ابی فرق بينهما وكان ذلك طلاقاً عند ابی حنیفة ومحمد۔ (رحمهم الله)

(الهدایة ج ۲ ص ۳۲۵ باب نکاح اهل الشرك) ۱۷

**ماموں کی بیوہ سے نکاح کا حکم** | سوال: سگے ماموں کی بیوہ سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حقیقی ماموں کی بیوہ کے ساتھ بعد از اختتام عدت نکاح کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ اب ان کے درمیان ایسا کوئی رشتہ نہیں جو حرمت کا سبب ہو۔

لما قال الله تعالى: وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ۔ (سورة النساء آیت ۲۴) ۱۸

۱۷ قال ابن النہمام: اذا احل الزوجين اللذين هما مجوسيان والزوجة عنها مجوسية والزوج كتابي والزوجة من الكتابيين والزوجة الكتابية والزوج قائم فان ابی فرق بينهما۔ (فتح القدير ج ۳ ص ۲۸۸ باب نکاح اهل الشرك)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْنَدِيَّةِ ج ۱ ص ۳۳۴ الباب العاشر في نکاح الکفار۔

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى التَّائِيْدِ الْخَانِيَّةِ ج ۳ ص ۱۸۱ کتاب النکاح۔ باب نکاح الکفار۔

۱۸ قال العلامة علاؤ الدین الکاسانی: والمعومات على التابيد ثلاثة انواع محرمات بالقربة ومحرمات بالمصاهرة ومحرمات بالرضاع، اما النوع الاول فالمحرمات بالقربة سبع فرق الأمهات والبنات والعمات۔۔۔۔۔ قال الله تعالى: حُرِّمَتْ

عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ۔ الآية۔ وفي الصفحة الثانية وتحل له بنت العمّة والحالة وبنت العمّ والحال لان الله تعالى ذكر المحرمات في آية التحريم ثم أخبر سبحانه وتعالى انه اهل ما وراء ذلك بقوله وأحل لكم ما وراء ذلكم (الآية) الخ

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۵۶، ۲۵۷ فصل ومنها ان تكون المرأة محللة)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۲ ص ۲۸۷ فصل في بيان المعومات۔





ایک جگہ منگنی کر دینے کے بعد لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ کرنا | سوال :- اگر ایک لڑکی کے بعد اس کے والدین اس کا نکاح کسی دوسری جگہ کر دیں، تو کیا اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر منگنی کے موقع پر صحیح اور شرعی طریقے سے ایجاب و قبول ہو چکا ہو تو اس کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنا درست نہیں، اور اگر ایجاب و قبول نہ ہوا ہو تو یہ منگنی صرف وعدہ نکاح ہے نکاح نہیں اس صورت میں دوسری جگہ نکاح درست ہے لیکن وعدہ خلائی کی وجہ سے گنہگار ضرور ہوں گے۔

قال ابن عابدین: لو قال هل اعطيتها فقال اعطيت ان كان المجلس للوعد فوعد وان كان للعقد فتكاح۔ ۱ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۷ کتاب النکاح) ۲

کسی لڑکی اور اس کی سوتیلی ماں کا ایک مرد کے نکاح میں آنا | سوال :- ایک شخص نے کسی لڑکی

اور اس کی سوتیلی ماں کو اپنے نکاح میں جمع کیا ہے، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ کیا یہ اَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب :- جَمْعُ بَيْنِ الْأُخْتَيْنِ کی پہچان کے لیے فقہاء کرام نے جو قاعدہ مقرر کیا ہے کہ دونوں میں سے جس کو بھی مرد تصور کر کے دوسرے کے ساتھ اس کا نکاح صحیح نہ ہو، لہذا صورت مشولہ میں اگر لڑکی کو مرد تصور کر کے سوتیلی ماں کا تو منکوحۃ الای کی وجہ سے نکاح صحیح نہیں مگر سوتیلی ماں کو مرد تصور کرنے کے بعد لڑکی سے نکاح کے عدل ہوا پر کوئی دلیل نہیں، اس لیے یہ صورت اَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ میں داخل نہیں، دونوں ایک شخص کے نکاح میں جمع کی جاسکتی ہیں۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: حرم الجمع وطاء بملک یمین بیت

۱۔ وفي الهندية: ولو قال تزوجني نفسك فقلت العقد، ان لم يقصد به الاستقبال،  
هكذا في التهراتفاق - (الفتاوى الهندية ج ۱) ۲ الباشا في فيما ينقد به النكاح  
ومثله في تبیین الحقائق ج ۲ ص ۹۶ کتاب النکاح -





الجواب: شریعت اسلامی میں جب بچے کا ولی اس کا نکاح کر دے تو نکاح صحیح ہے نابالغ کے سمجھنے کی ضرورت نہیں صرف ولی کا سمجھنا ہی کافی ہے اور نہ یہ بچوں پر ظلم ہے۔

قال العلامة برهان الدین المرتبین رحمہ اللہ: یجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ اذا زوجہما الولی بکراً وکانت الصغیرۃ او ثیباً۔

(الہدایۃ ج ۲ ص ۲۹۵ باب الاولیاء) لہ

**رہیب کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح کرنے کا حکم** | سوال: جناب مفتی صاحب! اگر کوئی شخص ایک عورت سے

شادی کرے اور اس عورت کے ساتھ پہلے شوہر سے ایک لڑکا بھی ہے جس کے پرورش اس زوج ثانی نے کی، اب اگر یہ لڑکا اپنی بیوی کو طلاق دیدے یا وہ فوت ہو جائے، تو کیا شخص اپنے رہیب کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: رہیب یا تبی حقیقی یا رضاعی بیوی کی طرح نہیں، اس لیے صورت مسئلہ میں رہیب کی بیوہ یا مطلقہ سے یہ مرئی (منہ بولا باپ) شادی کر سکتا ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: (تحت قوله، واما بنت زوجۃ ابیہ وابنتہ فحلّال) ولا تحرم زوجۃ الرّیب ولا زوجۃ الرّاب۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۳۰۳ فصل فی المحرمات) لہ

**عدت کے دوران سالی سے نکاح کرنا صحیح نہیں** | سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے کر عدت

لہ وفي الہندیۃ: لولی الصغیر والصغیرۃ ان ینکحہما وان لحریر ضیابط لک سواء

کانت بکراً وکثیباً۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب النکاح۔ الباب الرابع فی الاولیاء)

ومثله فی الدر المختار ج ۳ ص ۵۵ کتاب الولی۔

لہ وفي الہندیۃ: ولا تحرم حلیۃ الاین المتبئی علی اکاتب المتبئی۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۸۸ الباب الثالث فی بیان المحرمات۔ القسم الثانی المحرمات بالصہریۃ)

ومثله فی الہدایۃ ج ۲ ص ۲۸۸ کتاب النکاح۔ فصل فی بیان المحرمات۔



کے دوران ہی اس کی بہن سے نکاح کر لے، تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے ؟

**الجواب :-** چونکہ عدت کے اندر عورت شوہر کے نکاح میں من وجہ داخل ہے اس لیے اس دوران بیوی کی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ تاہم اگر عدت کے بعد نکاح کرنا چاہتا ہو تو کر سکتا ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي رحمه الله : والجمع نكاحاً وعدة ولو من طلاق بائن - الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۲ فصل في المحرمات له

**منکوحہ کی بیٹی سے نکاح کرنا** | سوال :- ایک شخص نے کسی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح کیا، اس عورت کی سابقہ خاوند سے ایک جوان بیٹی بھی ہے

جبکہ اس شخص نے دخول سے قبل ہی اس کو طلاق دیدی اور اب وہ اس کی بیٹی سے نکاح کرنے کا خواہشمند ہے، تو کیا اس شخص کا اپنی مطلقہ کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** منکوحہ کی بیٹی سے نکاح شرعاً حرام ہے مگر یہ حرمت دخول یا خلوت صحیحہ کے ساتھ مشروط ہے، اگر یہ شرط پائے جانے سے قبل طلاق واقع ہو جائے تو منکوحہ مطلقہ کی بیٹی سے نکاح کرنا مخصص ہے ورنہ خلوت صحیحہ یا دخول کی صورت میں نکاح ناجائز و حرام ہے۔ صورت مسئلہ میں چونکہ خلوت صحیحہ یا دخول کی شرط مفقود ہے اس لیے اس شخص کا اس لڑکی سے نکاح درست ہے۔

قال العلامة المرغيناني: ولا باء امرأته دخل بها ولم يدخل، لقوله تعالى: واتمات نساءكم من غير قيد الدخول ولا ببنت امرأته التي دخل بها لثبوت قيد الدخول بالنس سواء كانت في حجره أو في حجر غيره۔

(الهداية ج ۲ ص ۲۸۷ کتاب النکاح۔ فصل في المحرمات) ۲

لما قال العلامة برهان الدين المرغيناني: وإذا طلق امرأته طلاقاً بائناً ورجعياً لم يجز له ان يتزوج باختها حتى تنقضي عدتها۔

(الهداية ج ۲ ص ۲۸۹ کتاب النکاح۔ فصل في بيان المحرمات)

وَمَثَلُهُ فِي الْهَدْيَةِ: الثَّالِثُ فِي بَيَانِ الْمُحْرَمَاتِ: الْقِسْمُ الرَّابِعُ الْمُحْرَمَاتُ بِالْجَمْعِ  
لَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَرَبَا بَيْكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ (سُورَةُ الْبَقَرَةِ ۲۰)



**باپ کی سوتیلی بیٹی سے نکاح جائز ہے** | سوال :- باپ کی دوسری بیوی کی بیٹی سے جبکہ وہ بیٹی اس بیوی کے پہلے خاوند سے ہو

نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- باپ کی دوسری بیوی کی بیٹی جو کہ اس کے پہلے خاوند سے ہو اس سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے۔

قال العلامة الحصكفي: (واما بنت زوجة ابيه او ابنة فحلالة) قال ابن عابدین<sup>۲</sup>  
وكذا بنت ابنتها الخ. (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۳۰۳، ۳۰۴) كتاب النكاح، فصل في المحرمات الخ

**بیٹے کی مزنیہ سے نکاح کا حکم** | سوال :- ایک لڑکے کے کسی لڑکی کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں، اب چند دن قبل دونوں رنگے ہاتھوں پکڑے

گئے، علاقائی جرگہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس لڑکی کا اسی لڑکے سے نکاح کر دیا جائے لیکن لڑکا کسی صورت میں بھی اس سے نکاح کے لئے تیار نہیں، جبکہ لڑکے کا باپ کہتا ہے کہ میں اس لڑکی سے شادی کے لیے تیار ہوں۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا لڑکے (زانی) کے باپ کا نکاح اس لڑکی (مزنیہ) سے جائز ہے یا نہیں؟ فقہ حنفی کی رو سے جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب :- فقہ حنفی کی رو سے زنا بھی سبب مصاہرت ہے۔ لہذا اگر واقعی لڑکے نے اس لڑکی کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا ہو تو یہ لڑکی لڑکے کے باپ کی بمنزلہ بیہودہ منکوحۃ الابن کے ہے جبکہ بہو سے نکاح کرنا شرعاً جائز نہیں، اسی وجہ سے بیٹے کی مزنیہ سے اس کا باپ نکاح نہیں کر سکتا۔  
لما فی الہندیۃ: کذا تحرم المزنی بہا علی ابد الزانی واجدادہ وان علواً وبنائہ وان سفلاً کذا فی فتح القدیر۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ کتاب النکاح: ابواب الثالث<sup>۳</sup>)

۱۔ قال العلامة صدر الشہید رحمہ اللہ: وتحل اخت اخیه رضاعاً کما تحل نسا کاخ من الاب له اخت من امه تحل لانجیہ من ابیہ۔

(شرح الوقایۃ ج ۲ ص ۶۸، ۶۹ کتاب النکاح)

۲۔ قال العلامة الحصكفي: وحرم ایضاً بالصهریۃ اصل مزنیۃ۔ قال ابن عابدین: تحتم حرمة المرأة علی اصول الزانی وقروعه نسباً ورضاعاً۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۴ کتاب النکاح)

**بیٹے کی ساس سے نکاح کرنا** | سوال :- جناب مفتی صاحب! میرا سسر فوت ہو چکا ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اب میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیوہ ساس کا نکاح اپنے باپ سے کر دوں تاکہ ہم مشترکہ طور پر ان کی دیکھ بھال کر سکیں، تو کیا شرعاً ان دونوں کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ کے مطابق دونوں کے مابین کوئی ایسا رشتہ نہیں جو کہ موجب حرمت ہو، اس لیے ان دونوں کا نکاح شرعاً جائز ہے، اور امید ہے کہ اس کا رخصت پر آپ کو منجانب اللہ اجر بھی ملے گا۔

لما قال العلامة ابن عابدین: ولا تحرم ام زوجة الابن۔ (رد المحتار جلد ۲ ص ۸۳ کتاب النکاح) | سوال :- اگر کوئی غیر مسلم شادی شدہ عورت اسلام قبول کر لے تو کیا عدت گزارنے سے قبل نکاح کرنا

اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جب کوئی غیر مسلم شادی شدہ عورت اسلام قبول کر لے اور اس کا خاوند غیر مسلم ہو تو اس کا نکاح از خود ختم ہو جاتا ہے، اب اگر وہ عورت دار الحرب میں ہو تو صرف تین حیض گزار کر کسی مسلمان مرد سے نکاح کر سکتی ہے، اور اگر دارالاسلام میں ہو تو تفریق قاضی کے بعد دوبارہ نکاح کیے تین حیض گزارنا لازمی ہے، بدون اس کے نکاح جائز نہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: ولو اسلم احدھما ات احد المجو سین او امرأة الکتابی ثمة ای فی دار العرب وملحق بہا کالبحر الملح لمر تین حتی تحيض ثلاثاً وتمضی ثلاثة اشھر قبل اسلام الاخر اقامة بشرط الفرقة مقام السبب۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۹ کتاب النکاح)

لے قال العلامة مفتی عبد الرحیم رحمہ اللہ: الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً! زید کا باپ زید کی زوجہ کی ماں یعنی باپ اپنے بیٹے کی نحو شامی سے نکاح کر سکتا ہے یہ رشتہ حرام نہیں ہے۔

{ فتاویٰ رحیمیہ ج ۱۰ ص ۱۹۴ }  
{ کتاب النکاح }

## باب المهر

دھق مہر کے احکام و مسائل

رخصتی سے قبل طلاق دے کر لڑکی والوں کو کچھ رقم دینا | سوال :- یہاں ایک لڑکے کا رخصتی نہ ہو سکی بلکہ لڑکے نے بیوی کو طلاق دے دی، اب اگر یہ لڑکا لڑکی والوں کو کچھ رقم دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر نکاح کے وقت مہر مقرر ہوا ہو تو طلاق قبل الدخول کی صورت میں نصف مہر مسمی لازم ہے اور اگر مہر مقرر نہ ہوا ہو تو تمتع دینا لازمی ہے، تاہم اگر لڑکے والے اپنی طرف سے مہر مسمی کے علاوہ کچھ رقم لڑکی یا اس کے رشتہ داروں کو بطور ہدیہ دیدیں تو بہتر ہے۔  
قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ: ومن سمی مهرًا عشرة فما زاد فعليه المسمى ان دخل بها او مات عنها ..... وان طلقها قبل الدخول والخلوة فلها نصف المسمى ..... قال وان تزوجها ولم يسلم لها مهرًا او تزوجها على ان لا مهر لها فلها مهر مثلها ان دخل بها او مات عنها ..... ولو طلقها قبل الدخول بها فلها الممتعة۔  
(الهداية ج ۲ ص ۳۰۴ باب المهر) لہ

لہ قال اللہ تبارک وتعالیٰ: وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً۔ (وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرِهِ وَعَلَى الْمُقْتَرِ قَدَرِهِ مَتَاعًا بِمَا لَمْعَرُوفٍ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ) وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمْسُوهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا قَرَضْتُمْ۔ (سورة البقرة پ آیت ۲۳۶)  
وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۳۰۳ كِتَاب النِّكَاح، بَاب الْمَهْر۔



**سوال :- شریعت اسلامی میں مہر کی کم از کم مقدار کتنی ہے اور مہر کی کم از کم مقدار** اس کی قیمت کیا ہوگی ؟

**الجواب :-** مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے جس کی وزنی مقدار تقریباً ۳.۵ گرام چاندی ہے یا اس کی قیمت رائج الوقت قیمت کے اعتبار سے ہے ۔

قال فی الہندیۃ : اقل المہر عشرة درہم مضروۃ او غیر مضروۃ حتی یجوز وزن عشرة تبراً وان كانت قیمتہ اقل ۔ ( الفتاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۳۰۲ الفصل الاول فی بیان ادنی مقدار المہر )

**سوال :- جناب مفتی صاحب ! مہر فاطمی و حضرت فاطمہ الزہراء کے حق مہر کی مقدار کیا ہے ؟**

**الجواب :-** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صاحبزادی کا حق مہر ۴۸۰ درہم ہے جو کہ موجودہ نظام اوزان کے مطابق ۰.۶۳۲۹۶ کلو چاندی کا وزن بنتا ہے یا رائج الوقت کرنسی کے حساب سے اس کی قیمت کا اعتبار ہے ۔

قال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما علمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکح شیئاً من نسائه ولا انکح شیئاً من بناتہ علی اکثر من ثنتی عشرة اوقیۃ ہذا حدیث حسن صحیح ۔ ( ترمذی ج ۱ ص ۱۶۵ باب ما جاء فی مہور النساء )

**سوال :- جو شخص طلاق مغلفہ کے بعد نکاح میں مہر مقرر کرنا لازمی ہے بعد حلالہ شرعی کر کے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کو دوبارہ مہر مقرر کرنا ضروری ہے یا کہ سابقہ مہر ہی کفایت کر جائے گا ؟**

الحال علامۃ ابوبکر الکاسانی : واما بیان ادنی المقدار الذی یصلح مہراً فادناہ عشرة درہم او ما قیمتہ عشرة درہم ۔ ( بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۵۵ فصل واما بیان ادنی المقدار )

۲ و ذکر الامام ابوداؤد السجستانی : عن ابی العفاء قال خطبنا عمرؓ فقال الا لا تغالوا بصدق النساء فانہا لو كانت مکرمۃ فی الدنیا او تقوی عند اللہ کان اولاکم بہا التبی صلی اللہ علیہ وسلم ما صدق رسول اللہ امرأۃ من نسائه ولا اصدق امرأۃ من بناتہ اکثر من ثنتی عشرة اوقیۃ ۔ ( ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۲ باب الصداق )

الجواب :- مہر کے تفرز کا تعلق نکاح باندھنے کے ساتھ ہے، جب بھی نکاح باندھا جائے گا تو مہر مقرر کیا جائے گا چاہے اپنی مطلقہ سے حلالہ شرعی کے بعد نکاح کرنا ہو یا کسی اور عورت سے نکاح کرنا ہو، لہذا صورت مسئلہ میں دوبارہ مہر مقرر کرنا ہوگا ورنہ مہر مثل لازم ہوگا۔

قال العلامة الحصكفي: وكذا يجب مهر المثل فيما اذا المرء لم يسم مهرًا او نفى ان وطئ الزوج أو مات عنها اذا لم يتواضعا على شيء يصلح مهرًا والا فذلك الشيء هو الواجب -  
 (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۳ باب المهر) لہ

متعدد ازواج کی صورت میں مہر میں مساوات کا مسئلہ | سوال: جناب مفتی صاحب! ہم نے سنا ہے کہ جس شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان برابری شرعاً ضروری ہے، تو کیا مہر میں بھی برابری ضروری ہے؟

الجواب :- اسلام نے حقوق نسواں کا خیال رکھ کر مرد کو ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان مساوات کا حکم دیا ہے لیکن یہ مساوات کھانے پینے، لباس، رہائش اور رات گزارنے میں ہے، مہر میں یہ تساوی جاری نہ ہوگا، اس لیے مہر مقرر کرنا صرف مرد کا کام نہیں بلکہ باہمی رضامندی کا مسئلہ ہے، اس لیے متعدد بیویوں کے درمیان مہر میں تفاوت موجب گناہ نہیں ہے۔

قال العلامة ابن نجيم المصري: يجب عليه التسوية بين الحرين والامتين في المأكل والمشرب والملبس والسكنى والبيتوتة - (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۲ باب القسم) لہ

لہ قال العلامة قاضی خان: المہر یتکرر بالعقد مرة وبالوطء اخرى یتکرر بہما۔

(فتاویٰ قاضیخان علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۳۹۲ فصل فی تکرار المہر)

لہ قال العلامة قاضیخان: وما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهما فيما يملك وهو البيتوتة عندها للصعبة والمؤانسة لا فيما لا يملك -

(الفتاویٰ قاضیخان علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۲۳۹ فصل فی القسم)

ومثله فی بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳۲ فصل ومنها وجوب العدل بين النساء۔

**حق مہر میں نقدی کے بجائے زمین وغیرہ دینا** | سوال :- جناب مفتی صاحب! ہمارے علاقہ میں یہ دستور ہے کہ لوگ حق مہر میں نقدی کے بجائے مکان، زمین یا سونے کے زیورات دیتے ہیں، کیا نقد رقم کی جگہ مذکورہ اشیاء دینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حق مہر میں ہر وہ چیز دینا جائز ہے جو بذات خود مال ہو۔ صورت مسئلہ میں چونکہ مذکورہ اشیاء بھی مال متقوم ہیں اس لیے ان اشیاء کو مہر میں دینا جائز ہے۔  
وفی الہندیۃ: المہر انما یصح بکل ما ہو مال متقوم۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۳۰۲)

**الانقضاء نکاح کے بعد حق مہر میں زیادتی کرنا** | سوال :- کیا انقضاء نکاح کے بعد شوہر مہر میں زیادتی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کرے تو کیا بیوی اس زیادتی کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جس طرح نکاح سے قبل حق مہر میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے اسی طرح نکاح کے بعد بھی شوہر مہر میں زیادتی کر سکتا ہے اور اس زیادتی کا مطالبہ عورت کا حق بن جائے گا۔

وفی الہندیۃ: الزیادۃ فی المہر صحیحۃ حال قیام النکاح..... فاذا زادھا فی المہر بعد العقد لزمته الزیادۃ کذا فی السراج الوہاج۔  
الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۱۲ الفصل السابع فی الزیادۃ فی المہر والمطعنہ فیما یزید ویقتص (ص ۲۷)

لے قال العلامة ابوبکر الکاسانی: منها ان یكون المستی مالاً متقوماً۔  
(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۷۲ فصل واما بیان ما یصح تسمیة مہر)  
لے قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: (تحت قوله وما فرض بعد العقد او زید لا یتنصف).... دل وضع المسئلة علی جواز الزیادۃ فی المہر بعد العقد وہی لازمۃ لہ بشرط قبولہا فی المجلس علی الأصح۔  
(البحر الرائق ج ۳ ص ۱۲۸ باب المہر)



اپنی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا | سوال :- جو شخص نکاح کے وقت اپنی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرے تو اس کے اس عمل کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- مہر کی تقرری میں اپنی حیثیت کو مد نظر رکھنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر میں زیادتی کو ناپسند فرمایا ہے، اس لیے حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا اچھا نہیں لیکن تقرر کے بعد شوہر کے ذمے ادا کرنا لازم ہو جائے گا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : لا تغالوا صدقة النساء۔ (مشکوٰۃ ص ۲۴۴ باب الصداق) لہ  
سوال :- یہاں صوبہ سرحد میں اکثر والدین بیٹوں اور بیٹیوں کی شادیاں کرتے ہیں، تو کیا عورت مہر کا مطالبہ کرے گی یا سسر سے؟ (جس نے اس کا نکاح کرایا ہے)

الجواب :- مہر منفعۃ زوجیت کا عوض ہے جو شرعاً شوہر کے ذمے واجب ہوتا ہے، صورت مسئلہ میں اگر لڑکے کے باپ نے مہر کا ضمان اپنے ذمے لے لیا ہو تو عورت سسر اور شوہر دونوں سے اس کا مطالبہ کر سکتی ہے بصورت دیگر مہر کا مطالبہ صرف شوہر سے ہوگا۔

وفی الہندیۃ : زوج ابنة الصغیرۃ او الکبیرۃ وہی بکر او مجنونة رجلاً او ضمن  
عنه مهرها صح ضمانہ ثم ہی بالخیار ان شاءت طالبت زوجها او ولیها ان کانت  
اهلاً لذلك ويرجع الولی بعد الاداء علی الزوج ان ضمن با مرہ۔  
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۲۶ الفصل الرابع عشر فی ضمان المہر) لہ

لہ قال المفتی عزیز الرحمن رحمہ اللہ : زیادہ مہر مقرر کرنا اچھا نہیں سمجھا گیا۔  
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۸ ص ۲۴۱ مسائل واحکام مہر)

لہ وقال العلامة الحسکفی : وتطالب أیاً شادت من زوجها البالغ او الولی الضامن۔

{ الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۴ }  
مطلب فی ضمانات المہر

وَمِثْلُهُ فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۴۲ مسائل واحکام مہر۔

**عورت کے ورثاء شوہر سے مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں** | سوال :- ایک عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دیدی طلاق کے

بعد اس عورت کا نکاح دیور سے ہو گیا، اب وہ عورت وفات پا گئی ہے تو کیا عورت کے ورثاء دونوں شوہروں سے مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

**الجواب :-** نکاح کرنے کے بعد مہر عورت کا حق بن جاتا ہے جو کسی وقت بھی مطالبہ کر سکتی ہے چونکہ اس عورت نے دو مردوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا ہے لہذا اگر دونوں نے اس کی وفات تک حق مہر ادا نہ کیا ہو تو ان کے ذمے عورت کا مہر لازمی ہے، اس لیے وفات کے بعد عورت کے ورثاء دونوں سے مطالبہ کر سکتے ہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: افادات المہر وجب بنفس العقد۔

درمۃ المختار ج ۲ ص ۳۵۸ باب المہر۔

**مہر عورت کے ورثاء کو دیا جاسکتا ہے** | سوال :- اگر کوئی عورت شوہر کے گھر فوت ہو جائے اور اس کے والدین و دیگر رشتہ دار شوہر سے مہر کا مطالبہ کریں تو کیا مہر ورثاء کو دیا جاسکتا ہے یا شوہر ہی اس کا حقدار ہے؟

**الجواب :-** اگر مہر شوہر کے ذمے قرض ہو تو بیوی کی وفات کے بعد مہر بطریقہ میراث تقسیم ہوگا جس میں شوہر عورت کی اولاد اور والدین شریک ہیں، اس لیے کل مہر نہ تو شوہر کے پاس رہے گا اور نہ کل مہر عورت کے رشتہ داروں کو دیا جائے گا۔

قال العلامة الکاسانی: ومنها الادب من الجانین جمیعاً لقولہ عزوجل: وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِلٰی قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: وَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تَوْصُونَ بِهَا اَوْ دِينَ مِمَّا بَدَّلْتُمْ بِمَا لَكُمْ مِنْهَا الْاَدَبُ۔

قال العلامة الکاسانی: المہر فی النکاح الصبیح یمجب بالعقد لانہ احدا الملك والمہر یمجب بمقابلة احدا الملك۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۸۴ فصل واما بیان ما یمجب المہر)

وَمِثْلُهُ فِي فتاوی قاضیخان علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۳۹۲ فصل فی تکرار المہر۔

قال العلامة المفتی عزیز الرحمن: جو مہر ہندہ کا بذمہ شوہر ہے اس میں نصف شوہر کو پہنچے گا اور نصف ہندہ کے والدین کو ملے گا، زید کو اپنے حصہ کا اختیار ہے کہ خیرات کر دے، والدین کا حصہ ان کو دینا چاہیے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۸ ص ۲۱۲ فصل اول مسائل واحکام مہر)



**نابالغ لڑکے کی شادی کے مہر کا حکم** | سوال: ایک آدمی نے بچپن میں اپنے لڑکے کی شادی کر دی تو اب بیوی کا حق مہر نابالغ شوہر پر واجب ہو گا یا سسر پر؟

الجواب: مہر کے وجوب کے لیے بلوغ شرط نہیں اس کا تعلق نکاح سے ہے یعنی جس سے نکاح ہوا ہو اس کے ذمے مہر دینا واجب ہے چاہے بالغ ہو یا نابالغ، اگرچہ باپ ضامن بن سکتا ہے۔

وفی الہندیۃ: واذا زوج ابنہ الصغیرا امرأة وضمن عنہ المہر وکان ذلک فی صحۃ جازا اذا قبلت المرأة الضمان واذا ادى الاب ذلک ان کان الاداء فی حالة الصغۃ لا يرجع علی الابن بما ادى استحصاناً الا اذا کان بشرط الرجوع فی اصل الضمان۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۲۶ الفصل الرابع عشر فی ضمان المہر)۔

**بذریعہ جرگہ طلاق لینے کی صورت میں مہر کا مطالبہ کرنا** | سوال: بعض عورتیں گھر بلیو نا چاقی کی وجہ سے شوہر سے

بذریعہ جرگہ وغیرہ طلاق لے لیتی ہیں، تو کیا طلاق لینے کے بعد مہر کا مطالبہ کر سکتی ہیں یا نہیں؟  
الجواب: اگر طلاق دیتے وقت شوہر نے مہر معاف کرنے کی شرط لگائی ہو اور عورت نے قبول کر کے شوہر سے طلاق لی ہو تو اسے مہر کے مطالبہ کا حق نہیں رہتا اور اگر طلاق دیتے وقت ایسی کوئی شرط نہ لگائی گئی ہو اور نہ عورت نے مہر معاف کیا ہو تو مہر اس کا حق ہے اور وہ مطالبہ کر سکتی ہے۔

قال ابن عابدین: افادۃ المہر فجب بنفس العقد... انما یتاکد لزوم مطالبہ بالوطء ونحوہ رد المختار ج ۲ باب المہر ص ۳۵۸  
لہ قال العلامة الحصکفی: (وطلب ایثاراً من زوجها البالغ والولی الضامن)۔

رد المختار علی هامش مرد المختار ج ۲ ص ۳۸۴ مطلب فی ضمان الولی المہر)  
۲۷ فی الہندیۃ: املاء قالت لزوجها اخلعی قالت نؤشین خیریم فقال الزوج عجیباً لہا انت طالق صار بمنزلة قوله خلعت ہکذا ذکر فی النوازل والفتاویٰ علی انہ اراد بہ الجواب یكون جواباً ولو قال فروتم بیک طلاق ویكون جواباً بدون النیۃ وبعد اسطر... وهل یدبر الزوج عن المہر اختلفوا فیما بینہم قال بعضهم لا یدبر وهو الاصح۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۹۱ الفصل الاول فی شرائط الخلع وکلمہ ما یتعلق بہ)  
ومثله فی فتاویٰ دیوبند ج ۸ ص ۲۱۵ مسائل واحکام مہر۔



**تبراً مہر معاف کرانا** | سوال :- اگر کوئی عورت جبر و اکراہ سے یا کسی دباؤ میں آکر حق مہر معاف کر دے تو کیا مہر معاف ہو جائے گا؟

الجواب :- بتقاضائے نص قرآنی مہر کی معافی کے لیے طیب نفس کا ہونا ضروری ہے جبر و اکراہ کے ساتھ معاف کرانے سے مہر معاف نہیں ہوتا۔

لَقَوْلِهِ تَعَالَى : فَإِنْ طِبَّنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هِنًا مَّرِيًّا۔

(سورة النساء آیت ۴۷) لہ

**مقدار مہر میں اختلاف کا پیدا ہونا** | سوال :- اگر کبھی میاں بیوی کے درمیان مہر کی مقدار میں اختلاف ہو جائے اور شرعی دلیل کسی

کے پاس نہ ہو تو دونوں میں سے کس کا قول معتبر ہوگا؟

الجواب :- نکاح کے معاملے میں اصل مہر مثل ہے، جب میاں بیوی کا مقدار مہر میں اختلاف پیدا ہو جائے اور دلیل کسی کے پاس نہ ہو تو اس متنازع صورت میں فیصلہ مہر مثل پر ہوگا۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وقال لا يقضى بمهر المثل كحال حياة وبه

يفتي - (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۳ باب المهر) لہ

**عدالت کے ذریعے مہر کم کروانا** | سوال :- اگر کوئی شخص مفلس ہو اور بوقت نکاح لڑکی والوں نے مہر زیادہ مقرر کر دیا ہو، تو اب اگر وہ

عدالت کے ذریعے مہر کو کم کروانا چاہے تو کروا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- مہر کا تقرر میاں بیوی کی باہمی رضامندی سے ہوتا ہے، تقرری کے بعد

لہ قال الشيخ المفتي محمد شفيع رحمه الله: دور حاضر میں چونکہ عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ مہر ملنے والا نہیں

ہے، اگر سوال کروں یا معاف نہ کروں تو بددلی یا بد مزگی پیدا ہوگی، اس لیے بادلِ نخواستہ معاف کر دیتی

ہیں، اس معافی کا کوئی اعتبار نہیں۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۲۹۸ سورة النساء)

لہ وفي الهندية: اذ اختلف الزوجان في قدر المهر حال قيام النكاح عنداني حفيظة وحمد حمداً

تعالیٰ بحکم مہر المثل۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۳۱۹ الفصل الثانی عشر فی اختلاف الزوجین فی المہر)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۳۰۵ فصل واما حکم اختلاف الزوجین فی المہر۔

جب مہر ایک مرتبہ متا کر ہو جائے تو بیوی کی رضا مندی کے بغیر عدالت یا کوئی جرگہ وغیرہ تو مہر کم کر سکتے ہیں اور نہ ختم کر سکتے ہیں شوہر پر اس کی ادائیگی لازم ہے۔

قال العلامة أبو بكر الكاساني: فالمهر يتأكد بأحد معاثلة ..... لا يسقط بعد ذلك إلا بالبراءة - ردائع الصنائع ج ۲ ص ۲۹۱ فصل بيان ما يتأكد به المهر (۱) لہ

**تاجیل و تعجیل مہر میں عرف کا اعتبار ہے** | سوال :- اگر بوقت نکاح مہر کی تاجیل و تعجیل کا کوئی ذکر نہ ہوا ہو تو کیا عورت مہر فوراً

لینے کا حق رکھتی ہے یا نہیں؟

الجواب: جس مہر کی تاجیل و تعجیل کا ذکر بوقت انعقاد نکاح نہ ہو تو اس صورت میں مہر عرف کا تابع ہو کر جتنا مال مؤجل دیا جاتا ہے تو اتنی مقدار میں عورت حق مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: ولها منعه عن الوطء والسفر بها ولو بعد وطء وخلوة رضيتها ما لا خذ ما بين تعجيله او قدر ما يعجل مثلها عرفاً وان لم يؤجل قال المصنف: به يفتى لان المعروف كالمشروط - (رد المختار ج ۲ ص ۳۸۹ باب المهر) لہ

**رخصتی سے قبل شوہر کی وفات پر عورت پورے مہر کی مقدار ہے** | سوال :- اگر کسی عورت کا شوہر رخصتی سے قبل

وفات پا جائے تو کیا عورت پورے مہر کی مقدار ہوگی یا نہیں؟

لہ قال العلامة ابن عابدین: وأما المسمى فأنما قام مقامه للتواضي به ثم عرف المهر في العناية بانه اسم للمال الذي يجب في عقد النكاح على الزوج في مقابلة البضع اما بالتسمية او بالعقد - (رد المختار ج ۲ ص ۳۵۷ باب المهر)

وَمَثَلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۳ ص ۳۳۳ الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والمتعة - قال العلامة أبو بكر الكاساني: اذا كان المهر معجلاً بان تزوجها على صدق عاجل او كان مسكوتاً عن التعجيل والتأجيل لاحكم المسكوت حكم المعجل لان هذا عقد معاوضة فيقتضي المساواة من الجانبين والمرأة لميت حق الزوج فيجب ان يعين الزوج حقها وانما يتعين بالتسليم -

(ردائع الصنائع ج ۲ ص ۲۸۸ فصل ۱ ما بيان ما يجب به المهر وبيان وقت وجوبه)

الجواب :- موت ایک ایسا حادثہ ہے کہ جس کی وجہ سے مہر متا کد ہو جاتا ہے، لہذا صورت مسئلہ کے مطابق اگر رخصتی سے قبل کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت بوقت نکاح مقرر کردہ پورے مہر کی حقدار ہے۔

قال العلامة الحصكفي: ويتأكد عند طء أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما. الخ (رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۸ باب المہر) لہ

بیٹی کے حق مہر کی رقم سے جہیز کا سامان خریدنا | سوال: بعض علاقوں میں رواج ہے کہ سے بیٹی کے لیے جہیز کا سامان خرید تلہے، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب :- مہر کی رقم سے بیٹی کے لیے جہیز کا سامان خریدنا جائز ہے اور یہ سامان لڑکی کی ذاتی ملکیت تصور ہوگا، باپ کے اس قبضے سے شوہر کا ذمہ فارغ ہو جائے گا۔

قال ابن عابدین: وفيها قبض الاب المهر وهي بالغة اولا وجهزها او قبض مكان المهر عينا ليس لها ان لا تجيز لان ولاية قبض المهر الى الابد وكذا التصرف فيها۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۸ باب المہر قبیل باب النکاح الرقیق) لہ

جہیز کی شرعی حیثیت | سوال: جناب مفتی صاحب! آج کل ہم اکثر لوگوں سے یہ الفاظ سنتے رہتے ہیں کہ جہیز کی لعنت ہمارے سروں پر سوار ہے۔ تو کیا واقعی ایک لعنت ہے؟ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب :- ایک باپ جب اپنی بیٹی کے لیے کہیں شادی کا ارادہ رکھتا ہو تو سنت یہ ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق کچھ نہ کچھ سامان بیٹی کو جہیز میں دینا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو شادی کے موقع پر جہیز دیا تھا۔ تاہم اپنی وسعت سے زیادہ کام کرنا مناسب نہیں۔

لہ قال فی الہندیۃ: والمہریتا کد باحد معان ثلاثۃ الدخول والخلوة الصبیحة وموت احد الزوجین۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۳ الفصل الثانی فیما یتأكد به المہر والمتعۃ)

۲ قال العلامة المفتی عزیز الرحمن: لڑکی کے سامان کے لیے باپ کو مہر کا کچھ حصہ لے کر اس میں صرف کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۸ ص ۲۲۳ مسائل و احکام مہر)



عن عليٍّ: أنَّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم لما رَوجَه فاطمةُ بعثَ معها خُميلةً ووسادةً  
أرَّمَ حشوها ليفَ ورَّحائينَ وسقائينَ ..... الحديث (الاصابة ج ۴ ص ۳۷۹)  
حضرت علیؑ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ  
کی شادی میرے ساتھ کی تو جہیز میں ساتھ ایک چادر اور ایک گداحس کے اندر کھجور کے پتے  
بھرے تھے اور دو چکیاں اور دو مشکیں بھیجی تھیں۔ (امداد الاحکام جلد ۲ باب المهر) لہ  
جہیز کے سامان کی ملکیت کا حکم | سوال :- لڑکی کے والدین جو جہیز کا سامان اپنی بیٹی کو  
شادی کے موقع پر دیتے ہیں، یہ سامان کس کی ملکیت ہے؟  
لڑکی کی یا شوہر کی؟

الجواب: یہ تو جہیز کا سامان دینے والے کی نیت پر موقوف ہے، اگر اُس نے لڑکے کو  
دیا، ہو تو اس کی ملکیت ہے اور اگر لڑکی کو دیا ہو تو اس کی ملکیت ہے۔ چونکہ یہ سامان لوگ  
عموماً اپنی بیٹی کو دیتے ہیں اسلئے عدم نیت کی صورت میں یہ سامان لڑکی کا متصور ہوگا۔  
قال في الهندية: لوجهز ابنته وسلمه اليها ليس له في الاستحسان استرداد وعلیه  
الفتوى..... واذا بعث الزوج الى اهل زوجته اشياء عند زفافها منها ديباج فلما زفت  
اليه اذ ان يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلك اذا بعث اليها على جهة التملك كذا  
في الفصول العبادية۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۷۷ الفصل السادس عشر في جهاز البنت) لہ

لہ عن عليٍّ رضي الله عنه قال: جهَّز رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة في خُميلٍ  
وقربة ووسادة حشوها ادخر۔ (سنن النسائي ج ۲ ص ۹۲ جهاز الرجل ابنته)  
لہ وقال العلامة ابن عايد بن رحمه الله: "سئل" فيما  
اذا زوجا بنتهما بالغة وجهَّزها بجهاز سلماء منها في صحتها  
ثم ماتا عنها وعن ورثته غيرها يريدون قسمه الجهاز بينهما  
مع البنت فهل ليس له ذلك۔ الجواب "نعم"  
(تنقيح الحامدية ج ۱ ص ۲۶ مسائل الجهاز)  
وَمِثْلُهُ فِي جَامِعِ الْفُصُولِ جلد ۱ ص ۱۹۲ فِي الْفُصُولِ الْعَشْرُونَ  
فِي دَعْوَى النِّكَاحِ -

**مہر معاف کرنے کے بعد دوبارہ مطالبہ کرنا** | سوال :- یہاں ہمارے گاؤں میں ایک عورت نے شوہر کو اپنا حق مہر معاف کر دیا تھا، اب کسی گھریلو ناچاقی کی وجہ سے نوبت طلاق تک پہنچ گئی ہے، تو کیا یہ عورت دوبارہ اپنے مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جب کوئی عورت برضا و رغبت ایک مرتبہ اپنا حق مہر معاف کر دے تو اس کو دوبارہ مطالبہ کا حق حاصل نہیں رہتا، اس لیے صورت مسئلہ میں عورت کا دوبارہ مطالبہ کرنا صحیح نہیں۔

وفی الہندیۃ :- للمرأة ان تہب ما لھا الزوج ھا من صدق دخل بہا زوجھا اولم یدخل ولیس لاحد من اولیائہا اب ولا غیرہ الاعتراض علیہا۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۸ - ابواب السابغ فی المہر الفصل العاشر فی ہبۃ المہر)

**مہر معاف کرنے پر اولیاء کا اعتراض کرنا** | سوال :- کیا عورت اپنے شوہر کو حق مہر معاف کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتی ہے تو کیا معاف کرنے کے بعد عورت کے باپ یا دیگر رشتہ داروں کا اعتراض معتبر ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** شریعت اسلامی میں عورت اپنے مہر کی خود مالک ہے وہ اس کو جس طرح استعمال کر سکتی ہے چاہے شوہر کو معاف کرے یا کسی اور کو ہدیہ دیدے، باپ یا کسی اور رشتہ دار کو اعتراض کا کوئی مستحق نہیں ہے۔

وفی الہندیۃ :- للمرأة ان تہب ما لھا الزوج ھا من صدق دخل بہا زوجھا اولم یدخل ولیس لاحد من اولیائہا اب ولا غیرہ الاعتراض علیہا۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۸ - ابواب السابغ فی المہر الفصل العاشر فی ہبۃ المہر)

**خلوت صحیح کے بعد نامرد شوہر کا مل مہر دے گا** | سوال :- جناب مفتی صاحب اہل سے گاؤں میں چند سال قبل ایک رٹ کے کی شادی ہوئی، شادی کے بعد وہ نامرد ثابت ہوا جبکہ عورت نے رات کے وقت اپنے آپ کو

لہ وسلم قال العلامة المحقق رحمہ اللہ :- (روحم خطھا) یکتبہ او یعضدہ (عندہ) قبل اولادہ  
قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ :- تحت ہذہ العبارة (روحم خطھا) وقید  
بخطھا لأن خط ابیہا غیر صحیح لوصف غیرہ ولو کبیرۃ توقف علی اجازتہا ولا  
ید من رضاہا۔ (رد المحتار مع رد المحتار ج ۳ باب المہر مطلب فی خط المہر ولا یولوا منه)  
ومثله فی الہدایۃ ج ۲ ص ۳۵۵ باب المہر۔



شوہر کے حوالے کر دیا تھا، تو کیا اب طلاق کے بعد عورت کو نصف مہر ملے گا یا کامل؟  
**الجواب:** مہر کی تاکید صرف دخول پر موقوف نہیں بلکہ عورت کا اپنے آپ کو شوہر کے  
 حوالے کرنے پر بھی مہر مؤکد ہو جاتا ہے، صورت مسئلہ میں چونکہ عورت نے اپنے آپ  
 کو شوہر کے حوالے کیا ہے اس لیے وہ کامل مہر کی مقدار ہے۔

وفی الہندیۃ: وخلوة المجویب خلوة صحیحة عندابی حنیفة وخلوة العین والخصی خلوة  
 صحیحة۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۱۵ الباب السابع المہر، الفصل الثانی فیما یتا کد بہ المہر والمتعة) لہ  
 تجھے خلع دیا ہے اسے سقوط مہر کا حکم اس میں نے تجھے خلع دیا ہے مگر عوض خلع ذکر نہیں کیا  
 اور عورت اس کو قبول کر لے تو کیا اس سے مہر ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟

**الجواب:** خلع سے چونکہ میاں بیوی کے حقوق ساقط ہو جاتے ہیں، اب اگر عورت نے اپنا مہر وصول  
 نہ کیا ہو تو خلع قبول کر لینے سے اس کا حق مہر شوہر کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا اور اگر وصول کیا ہو تو  
 اس خلع کے عوض کچھ لازم نہ ہوا اور نہ عورت پر مہر واپس کرنا لازم ہے اسلئے کہ سوال میں لہ خلع مذکور نہیں۔

وفی الہندیۃ: واذا اخلعها علی مال مسی معروف سوی الصداق فان كانت  
 المرأة مدخولاً بہا والمہر مقبوضاً فانہا تسلم الی الزوج بدل الخلع ولا یتبع أحدہما  
 صاً بعد اطلاق بشی وان كان المہر غیر مقبوض فالمرأة تسلم الی الزوج بدل الخلع ولا یتبع علی  
 الزوج بشی بمن المہر الخ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۸۹ الباب الثامن فی الخلع الخ ۲ لہ

لہ قال العلامة برهان الدین مرغینانی رحمہ اللہ، واذا اخلع المجویب بامرأته  
 ثم طلقها قلها کمال المہر عندابی حنیفة ثم قال علیہ نصف المہر لانه اعجز  
 من المریض بخلاف العین.... لان الحکم ادبر علی سلامة الاله۔ الخ

(الہدایۃ ج ۲ ص ۳۰۶ باب المہر)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرَ الْمُخْتَارِ مَعَ رَدِّ الْمُخْتَارِ ج ۳ ص ۱۱۸ باب المہر مطلب احکام الخلوۃ۔  
 ۲ قال العلامة قاضیخان: واما حکم المہر فان كانت المرأة مدخولۃ فقد قبضت المہر بلزها  
 البدل ولا یرجع أحدہما علی صاحبہ بشی فقولہم۔ (فتاویٰ قاضیخان ج ۲ ص ۲۵۶ باب الخلع)  
 وَمِثْلُهُ فِي خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۱۸ الفصل الثالث فی الخلع۔



**سوال :-** بعض لوگ لڑکی کا رشتہ دیتے کے لڑکے والوں سے شادی کا خرچہ لینا بعد لڑکے والوں سے مختلف رسومات کے نام پر شادی کا خرچہ وغیرہ لیتے ہیں، تو کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

**الجواب :-** عقد نکاح میں لڑکی دینے کی وجہ سے لڑکے یا اس کے رشتہ داروں سے رسومات کے بہانے شادی بیاہ کا خرچہ لینا ناجائز اور حرام ہے، اگر پیسے لیے ہوں تو واپس کرنا لازمی ہے، تاہم اس سے نکاح متاثر نہیں ہوتا۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : ومن استخت ما يأخذہ الصهر من الختن بسبب بنتہ بطیب نفسہ حتی لو کان بطلیہ یرجع الختن ۔  
(رد المحتار ج ۵ ص ۳۰ کتاب الخطر والاباحۃ ، فصل فی البیع )

**سوال :-** جناب مفتی صاحب ! مہر کی کتنی قسمیں ہیں؟  
**الجواب :-** شریعت مقدسہ میں حق مہر کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں :-  
(۱) مہر مسمی : یہ وہ مہر ہے جو زوجین یا ان کے وکلاء نکاح کرتے وقت باہمی رضامندی سے مقرر کرتے ہیں۔

(۲) مہر مثل : یہ وہ مہر ہے جو عورت کے خاندان کی دیگر عورتوں مثلاً سگی بہنوں، پھوپھیوں اور چچا زاد بہنوں کے مہر کے برابر مقرر کیا جائے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اصل مہر مثل ہے۔

قال الشیخ وھبۃ الزحیلی : المہر عند الفقہاء نوعان مہر مسمی ومہر مثل۔ اما المہر المسمی فہو ماسمی فی العقد او بعد بالتراضی..... اما مہر المثل فقد حد مراد الحنفیۃ بانہ مہر امراۃ تماثل الزوجۃ وقت العقد من جہۃ ابیہا لامہا ان لم تکن من قوا ابیہا کاختہا وعمتہا وبنت عمہا فی بلدہا وعصرہا۔  
(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۲۶۶ رابعاً انواع المہر)

قال العلامة الحسکفی : اخذ اھل المرأۃ شیئاً عند التسلیم فللزواج ان یستردہ لانہ رشوۃ۔  
(الدر المختار علی مشرک المحتار ج ۲ ص ۳۹۴ مطلب اتفق علی معتدۃ الغیر)  
ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۳۲۴ الفصل السادس عشر فی جہاز البنت۔

**سوال:** نکاح باندھتے وقت اگر بالغ لڑکے کا حق مہر خاوند کے ذمہ واجب ہے | باپ حق مہر میں مقرر شدہ مال کی ادائیگی کا وعدہ کرے

مگر ناداری اور غربت کی وجہ سے ادا نہ کر سکے تو کیا خاوند کے ذمے مہر دینا واجب یا نہیں؟  
**الجواب:** صراحتاً یا عرفاً لڑکے کی طرف سے اجازت کی صورت میں مذکورہ حق مہر اس کے ذمہ واجب الادا ہے، حق مہر کی ادائیگی کا اصل ذمہ دار خاوند ہے، تاہم اگر باپ نے بیٹے کی جگہ حق مہر میں کوئی چیز دے دی تو وہ حق مہر شمار ہوگا خاوند پر دوبارہ ادائیگی ضروری نہیں، اور اگر باپ وعدہ کر کے نہ دے سکے تو خاوند پر لازمی ہے کہ مقرر شدہ حق مہر ادا کرے۔

قال ابن نجيم، اُماولى الزوج الكبير فهو وكيل عنه كالأجنبي وكليته عليه ولاية استحباب وحكم ضمان مهره كحكم ضمان الأجنبي فان ضمن عنه باذنه رجع والا فلا۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۵۱ باب المهر)۔

**سوال:** نکاح کے انعقاد کے وقت اگر باپ و قبول کے دوران حق مہر مقرر ہو گیا ہے مگر نہ کیا جائے تو کیا اس صورت میں نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حق مہر کا تقرر ضروریات نکاح میں سے ہے مگر کن نہیں لہذا اگر مجلس نکاح میں گواہوں کے سامنے شرعی طریقہ پر نکاح پڑھا گیا ہو تو اگرچہ اس میں مہر کا ذکر نہ کیا جائے تب بھی نکاح درست ہے لیکن خاوند کے ذمہ دخول کے بعد مہر مثل کی ادائیگی لازم ہے۔

قال ابن نجيم، (تحت قول الماتن) صح النكاح بلا ذكوره لأن النكاح عقد لضمائم وأرد دواج لغة فيتم بالزوجين ثم المهر واجب شرعاً بانه لشرق المحل فلا يحتاج إلى ذكره لصحة النكاح.... وذكر الأكل والكمال أنه لا خلاف لأحد في صحته بلا ذكوره المحر۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۳۲ باب المهر)۔

لہ قال فی الہندیۃ: ويرجع الولی بعد الادار علی الزوج ان ضمن بأمره هكذا فی التبیین۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۳۲۶ الفصل الرابع عشر فی ضمان المہر)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّر المختار علی صدر مراد المختار ج ۲ ص ۱۲۱ باب المهر مطلب فی ضمان الولی المهر۔

۲ قال العلامة العثماني، عن علقمة قال أتى عبد الله في امرأة تزوجها رجل ثم ما عنها ولم يقرض لها صداق ولم يكن دخل قال فاختلفوا إليه فقال أرى لها مثل مهر نسائها ثم ذكر أن معقل بن سنان الأشجعي شهد أن النبي صلى الله عليه وسلم قضى في واقعة مثل ما قضيت۔ رواه الخمسة وصححه الترمذي۔ (اعلاء السنن ج ۱۱)۔ وقال الہندیۃ: وان تزوجها ولم يسم لها مهر أو تزوجها على أن لا مهر لها فلها مهر مثلها ان دخل بها أو مات عنها۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۲۶ الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والتعنة)

وَمِثْلُهُ فِي بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۷۷ فصل ان لا يكون مجهولاً جهالة۔

**سوال :-** اگر خاوند کی طرف سے مقرر شدہ حق مہر مقرر شدہ حق مہر میں اضافہ کرنا جائز ہے | میں کوئی اضافہ ہو جائے تو کیا عورت اس اضافے

کی مقدار ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** حق مہر میں اضافہ اور کمی دونوں شرعاً جائز ہیں اس لیے بیوی کے قبول کرنے کی صورت میں خاوند کی طرف سے مقرر شدہ مہر میں اضافہ درست اور نافذ ہے اور عورت اس کسر مالکہ متصور ہوگی۔

قال في الهندية : الزيادة في المهر صحيحة حال قيام النكاح عند علماءنا الثلاثة كذا في المحيط : فاذا زادها في المهر بعد العقد لزمته الزيادة كذا في السراج الوهاج : هذا إذا قبلت المرأة الزيادة سواء كانت من جنس المهر أو كلاً من زوج أو من ولي كذا في التمهيد الفائق - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۱۲ الفصل السابع في الزيادة في المهر - الخ) ۱

**سوال :-** شادی سے پہلے بڑی والوں کا لڑکے سے حق مہر کے علاوہ کچھ وپیہ

وغیرہ لینا شرعاً کیسا ہے ؟ کیا لڑکا شادی کے بعد یا پہلے اس کی والدہ یا کسی کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں ؟  
**الجواب :-** شادی سے پہلے بڑی کے والدین یا دوسرے اولیاء کے لیے حق مہر کے علاوہ لڑکے سے نقدی یا جتنس کی شکل میں کچھ لینا حرام اور ناجائز ہے ایسا مال بڑکے کی ملکیت ہے اور وہ کسی وقت بھی اس کی والدہ یا کسی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

قال المحقق : أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه رشوة -

(الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ ص ۱۵۶ آخر باب المهر) ۲

۱۔ قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله : ودل وضع المسئلة على جواز

الزيادة في المهر بعد العقد وحی لانه له بشرط قبولها في المجلس

على الأصح - (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۴۸ باب المهر)

۲۔ قال في الهندية : ولو أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه

رشوة - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۲۲ الفصل السادس عشر في جهات البنت)

ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۱۸۴، ۱۸۵ باب المهر -



**حصول مہر کیلئے عورت اپنے آپ کو خاوند سے روک سکتی ہے** | سوال :- حق مہر حاصل کرنے کے لیے عورت اپنے آپ

کو خاوند کے سپرد کرنے سے روک سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر خاوند بیوی کو مہر معجل ادا نہ کرے تو مہر کے حصول کے لیے عورت اپنے آپ کو اس وقت تک، خاوند سے روک سکتی ہے جب تک وہ اسے مہر ادا نہ کر دے۔

قال في الهندية: في كل موضع دخل بها أو سحت الخلوة وتأكد كل المهر لو أريدت أن تمتع نفسها لاستيفاء المعجل لها ذلك عندة خلافاً لهما.... وقبل تسليم النفس لها ذلك بالاجماع. (الفتاوى الهندية ج ۳ ص ۳۱۸ الفصل الحادي عشر في منع المرأة نفسها بمهرها) له

**سوال :-** اگر مہر کی مفت دار زیادہ ہو کہ خاوند کیلئے یکمشت ادا کرنا مشکل ہو تو کیا اس کیلئے قسط وار

ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر عقد نکاح کے وقت تمام مہر یا بعض کا مؤجل یا معجل یکمشت یا قسط وار دینے کا فیصلہ ہوا ہو تو اس کے موافق عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

قال الحسكفي: ان لم يؤجل أو يعجل كله فكما شرط لأت الصريح يفوق الدلالة - الدر المختار على صدر رد المختار ج ۳ ص ۱۲۲ مطلب زمان الولى ۲۰

له قال ابن عابد بن رحمه الله: تحت قول الماتن ولها متعه من الوطأ وكذا الولى الصغيرة المنع المذكور حتى يقبض مهرها - رد المختار ج ۳ ص ۱۲۳ مطلب في منع النوجة نفسها لقبض المهر

ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۸۸ فصل يجب به المهر -

له قال في الهندية: وإن بينوا قدر المعجل يعجل ذلك وإن لم يبينوا شيئاً ينظر إلى المرأة وإلى المهر المذكور في العقد أنه كم يكون المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المهر فيجعل ذلك معجلاً ولا يقدر بالربع ولا بالخمس وإنما ينظر إلى المتعارف وإن شرطوا في العقد تعجيل كل المهر يجعل الكل معجلاً ويترك العرف. (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۱۸ الفصل الحادي عشر في منع المرأة نفسها)

ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۱۴۵ باب المهر -

**تقلیل مہر مندوب ہے** | سوال :- مہر میں کیا معیار ہونا چاہیے، بعض علاقوں میں زیادہ مہر مقرر کرنا بڑائی اور عظمت و شرافت کی علامت سمجھا

جاتا ہے جبکہ کئی علاقوں میں تقلیل مہر ثواب سمجھا جاتا ہے ؟  
**الجواب :-** لڑکے کی مالی حالت کو مد نظر رکھ کر مہر مقرر کرنا چاہیے، اگر لڑکے کی غربت معلوم ہونے کے باوجود زیادہ مہر مقرر کر دیا جائے تو یہ لڑکے پر بے جا بوجھ لادنے کے مترادف ہے تاہم زیادہ سے زیادہ کے لیے کوئی خاص حد مقرر نہیں پھر بھی مہر ایسا ہونا چاہیے جس کی ادائیگی لڑکے کے دائرہ اختیار میں ہو۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إن أعظم النکاح بركة أيسره مؤنة - رواه احمد (اعلاء السنن ج ۱ ص ۱۹ کتاب النکاح) لہ

**تحدید مہر جائز نہیں** | سوال :- کیا حاکم وقت یا علاقے کے بڑوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مہر کی تحدید کریں کہ مثلاً کوئی بھی دس ہزار روپے سے زیادہ مہر نہیں باندھ سکتا، اور یہ ایسے کیا جائے کہ لوگ مغالاة فی المہور مہروں میں زیادتی سے باز آجائیں ؟

**الجواب :-** مہر کی حد اکثر اور تحدید قرآن و حدیث کی کسی دلیل سے ثابت نہیں بلکہ بعض آیات کریمہ سے تکثیر اور بعض دلائل سے اس کا اطلاق معلوم و مفہوم ہوتا ہے، لہذا حاکم وقت یا اہل حل و عقد کیلئے جائز نہیں کہ وہ مہر کی تحدید کریں تاہم ذرائع ابلاغ بطور علم و وعظ عوام کے اندر اس کی تقلیل کی مسنوت پر ترغیب دیں اور صاحب اقتدار طبقہ، علماء و حکام اس کا عملی نمونہ پیش کریں۔

قال الله سبحانه وتعالى: وَإِيتِيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذْ بِمِنِّهِنَّ شَيْئًا وَاللَّوَالِئَاتُ صَدَقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ وَأَخْلَ كُمْ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ فَحُصْنَيْنِ غَيْرِ مُسَافِحَيْنِ (سورة النساء)

لہ وعن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال إن من بین المرأة نيسر لها ونيسر صدقها ونيسر رجها، أخرجه الحاكم وغيره بسند حسن قاله لا لباني، (سلسلة الأحاديث الضعيفة ج ۳ ص ۲۲۲)

ومثله رواه احمد واصحاب السنن الاربعه والدارمي عن عمر رضي الله عنه - (مشکوٰۃ المصابيح ج ۲ ص ۲۷۷)  
 قال الشيخ وهبة الزحيلي: وقد نبهت امرأة الائمة الابعة عينا اراد عزها الغتاب تحديد المهر فنهى ان يواذ الصداق على اربعة درهم وخطب الناس فيه..... فقالت له امرأة من قریش بعد نزوله من على النبوة ليس ذلك ايك يا عمر قال ولم؟ قالت لان الله تعالى يقول وايتيتم احداهن قنطارا فلا تاخذوا منه شيئا تاخذونه بهفتا تاواثما مينا، فقال عمر امرأة انما ورجل اخطاء. ورواه ابو يعلى الكير فقال اللهم غفر كل الناس فقه من عمر ثم رجع فركب المشرك فقال ايها الناس اني كنت نهيتمكم ان تزيدوا النساء صدقاتهن على اربعة درهم فمن شاء ان يعطى ماله ائيب. (انفقه الاسلامي وادله ج ۲ ص ۲۵۶)  
 ومثله في الفتاوى الاسلامية ج ۲ ص ۳۳۳ وابعاث هيئته كبار العلماء ج ۲ ص ۳۰۹



**سوال :-** شادی کے وقت جو مال، سامان وغیرہ والدین لڑکی کے جہیز کس کا حق ہے؟ **اساتھ اُس کے شوہر کے گھر بھیجتے ہیں یہ کس کا حق ہے؟ شوہر کا یا بیوی کا؟**

**الجواب :-** والدین کی طرف سے شادی کے وقت جو سامان وغیرہ لڑکی کو دیا جاتا ہے اس کی اصل حقدار لڑکی ہی ہے خاوند کا اُس سامان کے ساتھ کچھ تعلق واسطہ نہیں۔

قال في الهندية: لوجهز ابنته وسلمه اليها ليس له في الاستحسان استردادها منها و عليه الفتوى - (الفتاوى الهندية ج ۳۲۴ الفصل السادس عشر في جهاز البنت) له

**سوال :-** ایک آدمی نے اپنی مدخولہ بیوی کو ناحشہ ہونے **مطلقہ ہر کی حقدار ہے** کی وجہ سے طلاق دے دی، تو کیا یہ عورت اب مہر کی حقدار ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** دخول سے مہر ٹوکر ہو جاتا ہے اس لیے بعد ازاں طلاق دینے سے حق مہر پر کوئی اثر نہیں پڑتا، مطلقہ عورت شرعاً مہر کی حقدار ہے طلاق خواہ کسی بھی وجہ دی گئی ہو۔

قال في الهندية: والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة، الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين سواء كان مسمى أو محرماً حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق - (الفتاوى الهندية ج ۳۰۴ الباب السابع في المهر) له

**سوال :-** بعض علاقوں میں یہ **خاوند کے مرنے کے بعد بھی بیوہ مہر کی حقدار ہے** رسم ہے کہ اگر خاوند مر جائے اور اس کی بیوہ کسی دوسری جگہ شادی کرے تو اس کو پہلے خاوند سے مہر نہیں دیا جاتا کیا یہ شرعاً درست ہے؟

له قال العلامة الحصكفي: جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد ولا ورثته بعده ان سلمها ذلك في صحته بل تختص به - (الدر المختار على مدار المختار ج ۳ مطلب انفق على معتدة الغير)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ م ۱۸۴۰ باب المهر -

له قال الحصكفي: ويتأكد عند وطأ وخلوت صحت من الزوج أو موت أحدهما - (الدر المختار على مدار المختار ج ۳ م ۱۰۲ باب المهر)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ م ۱۲۳۰ باب المهر -



**الجواب:** نکاح کے انعقاد کے بعد خاوند کے فوت ہو جانے سے بیوی کا حق مہر باکد ہو جاتا ہے ایسے بیوہ مہر کی مقدار ہے خواہ وہ دوسری جگہ شادی کرے یا نہ کرے۔

قال فی الہندیۃ: والمہر یتاکد باحد معان ثلاثۃ الدخول والخلوة والصحة وموت أحد الزوجین سواء کان مسمیاً أو مہراً مثل حتی لا یسقط منه شیء بعد ذلك الا بالبراءۃ من ضامنی (باب السابع فی المہر) ۲۴۳  
**سوال:** ایک منکوحہ عورت کو رخصتی سے پہلے طلاق دی گئی تو یہ عورت کتنے مہر کی مقدار ہے؟

**الجواب:** اگر کسی منکوحہ عورت کو خلوت صحیحہ اور جماع سے پہلے طلاق دی جائے تو وہ عورت مقرر شدہ مہر کے نصف کی مقدار ہے۔

قال العلامة الحصکفی: ویجب نصفہ بطلاق قبل وطاً أو خلوة فلو کان علی ما یمتہ خمسة کان لہا نصفہ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۱۰۴ باب المہر) ۲۴۴

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کا باپ گواہوں کے سامنے بیٹے کے حق مہر کی ادائیگی کا وعدہ کرے اور گواہوں کے سامنے دستخط بھی کر دے تو بیٹے کی وفات کی صورت میں لڑکی یا اس کے والدین لڑکے کے باپ سے مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

**الجواب:** صورت مذکورہ میں باپ بیٹے کی طرف سے مہر کا ضامن ہے، اگر عورت مہر معاف نہیں کرتی تو اس کے شوہر کے انتقال کے بعد عورت یا اس کے والدین لڑکے کے باپ سے مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

قال العلامة الحصکفی: وتطالب یتاشأت من زوجہا البالغ أو الوالی الضامن۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۷ باب المہر) ۲۴۵

۱۔ قال العلامة الحصکفی: ویتاکد عند وطاء أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۱۰۴ باب المہر)۔ وَمِثْلُهُ فی البحوالرائق ج ۳ ص ۱۴۳ باب المہر۔

۲۔ قال النسفی: وبالنسفی قبل الدخول یتنصف۔ (کنز الدقائق علی هامش البحوالرائق ج ۳ ص ۱۴۴ باب المہر)

۳۔ قال العلامة المرغینانی: وإذا ضمن الولی المہر صح ضمانہ ثم المرأة بالخیار فی

مطالبتها زوجہا أو ولیہا الخ۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۱۳ باب المہر)

## باب الاولیاء والا کفار

(ولایت اور کفو کے مسائل و احکام)

**قریشی سادات کے کفو ہیں** | سوال :- کیا غیر سید قریشی سادات کے کفو ہیں یا نہیں؟  
الجواب :- قریش کے جملہ خاندان یعنی شعوب آپس میں برابر ہیں کسی کو دوسرے پر نکاح کے معاملے میں کوئی فوقیت حاصل نہیں، اس لیے قریشی سادات کا نکاح غیر سید قریشی سے جائز ہے۔

قال ابن عابدین: (تحت قول المحقق) فقریش بعضهم اکفار بعض أشار به الى أنه لا تفاضل فيما بينهم من الهاشمي والنوفلي والتميمي والعدوي وغيرهم ولهذا زوج علي وهو هاشمي أم كلثوم بنت فاطمة لعمر وهو عدوي۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۸۶ باب الاكفار) لہ  
غیر عالم کا عالم دین کی لڑکی سے نکاح کرنا | سوال :- کسی عالم دین یا پیش امام کی لڑکی سے غیر عالم کا نکاح کرنا کیسا ہے؟ کیا جاہل

آدمی عالم دین کی بیٹی کا کفو ہے یا نہیں؟  
الجواب :- علم یا جاہالت کفو بننے کی صفات نہیں، اس لیے اگر کفایت کے دیگر اقسام موجود ہوں تو ولی کی رضامندی سے غیر عالم عالم دین کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔  
قال العلامة الکلباسی: لأن في الكفاءة حقاً للأولياء لانهم يفتقون بذلك... ولو كان التزويج برضاهم يلزم حتى لا يكون لهم حق الاعتراض۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۸ فصل في النكاح الذي الكفاءة) ۲ لہ

لہ قال في الهندية: فقریش بعضهم اکفار لبعض كيف كانوا حتى ان القریشی الذي لبس بھاشمی کفار للھاشمی۔ (الفتاویٰ الھندیة ج ۱ ص ۲۹ الباب الخامس في الاكفار)  
وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۱۳ ج ۳ ص ۱۳ فصل في الاكفار۔ و بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۹۔  
۲ قال ابن نجيم: تحت قول النسفي ورضا البعض لكل أي ورضا بعض الاولياء المستويين في الدخلة كرضا كلهم حتى لا يتعرض أحد منهم بعد ذلك۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۲۹ باب الاولياء والاكفار)  
وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۲ باب الاولياء۔

**سوال :-** ایک شخص نے بے دین لڑکے کو صلح سمجھ کر فاسق امیر کے کو صلح سمجھ کر رشتہ دینا اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا، نکاح کے بعد لڑکے کا فسق معلوم ہوا، تو اب نکاح کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** اگر لڑکی نے بالغ ہونے کے بعد اس نکاح پر ناراضگی کا اظہار کیا ہو اور لڑکی کے خاندان کے اکثر افراد صلح ہوں تو یہ نکاح باطل ہے، دونوں کے درمیان تفریق کی جائے گی۔

قال ابن عابدین: (تحت قوله ان عرف لا يصح النكاح) زوج بنته الصغيرة ممن ينكر أنه يشرب مسكراً فاذا هو مد من له فقالت لا أرضى بالنكاح اى بعد ما كبرت ان لم يكن يعرفه الأب بشر به وكان غلبة أهل بيته صالحين فالنكاح باطل لانه انما زوج على ظن أنه كفاه۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۶۷۷ باب الاولياء)۔

**سوال :-** کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ کسی غیر سید کا سید زادی سے نکاح کا حکم؟

**الجواب :-** اگر سید لڑکی کا باپ کسی غیر سید لڑکے کو رشتہ دینے میں غامخوس نہیں کرتا ہو اور لڑکی بھی راضی ہو تو سید زادی کا نکاح غیر سید لڑکے سے کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

قال ابن نجيم: (تحت قول التسنی) (ورضاء البعض كالكل) أى ورضاء بعض الاولياء المستويين في الدرجة كرضاء كلم حتى لا يتعرض احد منهم ليعمل ذلك۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۱۲۹ فصل في الاكفاء)۔

له قال في الهندية: رجل زوج ابنته الصغيرة من رجل على ظن أنه صالح لا يشرب الخمر فوجد الأب شريباً مد مناً وكبرت ابنته فقالت لا أرضى بالنكاح ان لم يعرف أبوها يشرب الخمر وغلبة أهل بيته الصالحون فالنكاح باطل وهذا المسئلة بالاتفاق كذا في الذخيرة۔ (انقضاء الهندية ج ۱ الباب الخامس في الاكفاء) ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۱۳۵ فصل في الاكفاء۔

قال العلامة الكاساني: لأن في الكفاءة حقاً للاولياء لأنهم يتتبعون بذاتك.... ولو كان الزوج يرضاهم يلزم حتى لا يكون لهم حق الاعتراض۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۲۸۸ فصل في النكاح الذي الكفاءة فيه شرط) ومثله في رد المحتار ج ۳ ص ۸۲ فصل في الاكفاء۔



**سوال :** کیا مجنون اور دیوانہ شخص کسی عاقلہ عورت کا کفو نہیں ہو سکتا

دونوں کے درمیان نکاح درست ہے؟  
**الجواب :** مجنون ایسی چیز ہے جو عاقل بننے کا سبب بنتا ہے اس لیے مجنون اور پاگل مرد رائج قول کے مطابق عاقلہ عورت کا کفو نہیں ہو سکتا ہے، لہذا ان دونوں کے درمیان نکاح بھی درست نہیں۔

قال ابن عابدین: قال في النهر وقيل يعتبر لأنه يفوت مقاصد النكاح فكان أشد من الفقر ودناءة الحرقة ويتبع اعتماده لأن الناس يعيرون بتزويج المجنون أكثر من دنس الحرقة الدنيسة وفي البناية عن المرغيناني لا يكون المجنون كفواً للعاقلة وعند بقية الأئمة هو من العيوب التي يفسخ لها النكاح۔

(منحة الخلق على هامش البحر الرائق ج ۳ ص ۱۳۲ فصل في الأكفاء)

**سوال :** نکاح میں ولایت کی ترتیب کیا ہے اور کون کس پر مقدم ہے؟

**الجواب :** ولایت نکاح میں سب سے مقدم ولی ارث وحب کی ترتیب سے عصبہ ہوتا ہے پھر اگر عصبہ نہ ہوں تو ماں ولی ہے۔

قال العلامة الكاساني: وأما شرط التقدم فشيئان أحدهما العصبية عند أبي حنيفة فتقدم العصبية على ذوى الرحم سواء كانت العصبية أقرب أو أبعد..... وعند عدم العصبية ثبتت الولاية لذوى الرحم الأقرب منهم يتقدم على الأبعد۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۵۲ فصل شرط التقدم فشيئان)۔

۱۔ قال العلامة المحقق: في النهر عن المرغيناني، المجنون ليس بكف للعاقلة۔

(الدر المختار على صدر رد المختار ج ۳ ص ۹۳ فصل الأكفاء)

۲۔ قال في الهمدية: وعند عدم العصبية كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوى الارحام يملك تزويجهما في ظاهر الرواية..... والاقرب عند أبي حنيفة الأم ثم البنت ثم

بنت الابن الخ۔ الفتاوى الهمدية ج ۱ ص ۲۸۲ الباب الرابع في الاولياء۔

ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۱۲۴ باب الاولياء والاکفاء۔

قرب کے زلی کی موجودگی میں بعید کا ولی نکاح کرے تو اس کا حکم | سوال: باپ کی  
نابالغ لڑکی کا نکاح اس کا چچا کرے اور باپ اس پر ناراضگی کا اظہار کرے تو کیا یہ نکاح شرعاً  
صحیح ہے؟

الجواب:- قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور کا رشتہ دار نکاح کر دے تو یہ نکاح  
قریبی رشتہ دار کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اگر وہ اجازت دے تو نکاح درست ہے ورنہ  
اس نکاح کا کوئی اعتبار نہیں، اس لیے صورت مسئلہ میں چچا کا کیا ہوا نکاح باپ کی ناراضگی کی  
وجہ سے درست نہیں۔

قال ابن نجيم: وأما إذا كان أحدهما أقرب من الآخر فلا ولاية للأبعد مع الأقرب إلا  
إذا غاب غيبة منقطعة. (المحوال لائق ج ۳ ص ۱۱۹ باب الأولياء والألقاء) ۱۰

باپ دادا کے علاوہ کسی ولی کا نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کر دینے کا حکم | سوال:- چچا نے  
نکاح ایک فاسق لڑکے سے کر دیا جبکہ لڑکی صالحہ، نیک سیرت ہے، تو کیا شرعاً یہ نکاح  
درست ہے یا نہیں؟

الجواب:- فسق چونکہ عار بننے کا سبب ہے اسلئے صالح عورت کا فاسق مرد کفو نہیں اور  
باپ دادا کے علاوہ ولیوں کا نابالغ صالحہ عورت کا فاسق اور غیر کفو کے نکاح میں دینے سے نکاح منعقد  
نہیں ہوتا بلکہ بالغ ہونے پر لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے چچا تو نکاح ختم کر سکتی ہے

قال العلامة الكاساني: وأما إنكاح الأب والجد الصغير والصغيرة فالكفاءة فيه ليست  
بشرط للزوم عندنا بحقيقة... بخلاف إنكاح الأخ والعمة من غير الكف فإنه لا يجوز بالاجماع  
لأنه ضرر محض. (ردائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۸ فصل في إنكاح الذي الكفاءة فيه شرط) ۱۱

قال في الهندية: وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية  
توقف إنكاح الأب بعد على إجازته. (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۵ الباب الرابع في الأولياء)

وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۳ ص ۱۰۰ باب الأولياء۔

۱۲ قال السبكي: ولو زوج طفله من غير كف أو بغين فاحتش محمولاً بحج ذلك لغير الأب والجد۔

(المحوال لائق ج ۳ ص ۱۱۹ فصل في الألقاء) وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۳ ص ۱۰۰ باب الأولياء۔

کسی ایک ولی کا اپنا حق ولایت استعمال کرنے سے دوسرا ولی کا حق ساقط ہو جاتا ہے | سوال: اگر

کے متعدد اولیاء ہوں اور ان میں سے کسی ایک ولی کا اپنا حق استعمال کرنے سے نکاح کے بعد دوسرے اولیاء کو نکاح کے رد کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب: کسی عورت کے متعدد اولیاء جب مرتبہ میں برابر ہوں تو جس ولی نے پہلا نکاح کرایا تو وہ درست ہے، دوسرے اولیاء کے رد کرنے سے نکاح باطل نہیں ہوگا۔

قال ابن نجيم: ثم اذا اجتمع في الصغير او الصغيرة وليان في الدرجة على السواء فزوج أحدهما جاز أجاز الأول أو فسخ - (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۹ باب الأولیاء والاكفاء) ۱۷

سوال: دادی نے اپنی نابالغہ کا نکاح دادی کے کرینے سے بڑکی کو اختیار بلوغ کا حق ہے | نابالغہ پونی کا نکاح کر دیا تو

بالغ ہونے پر بڑکی کو اختیار بلوغ کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب: فقہ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ باپ یا دادا جب نابالغ کا نکاح کر لیں بعد بلوغ اس کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں، صورت مسئلہ میں چونکہ نکاح دادی نے کرایا ہے جس کو حق ولایت بھی حاصل نہیں اس لیے بڑکی بلوغ کے بعد اختیار بلوغ کی وجہ سے فسخ نکاح کا حق رکھتی ہے تاہم نکاح فسخ کرنے کا حق قاضی / حاکم کے ذریعے ہوگا جس کے بعد بڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

قال النسفي: ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء - (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۲۰ باب الأولیاء والاكفاء) ۱۸

الحال في الهندية: وإذا اجتمع للصغير أو الصغيرة وليان مستويا كالأخوين والعين فأيهما جاز عندنا - كذا في فتاوى قاضی خان - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۴ الباب الرابع في الأولیاء)

ومثله في الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ ص ۸۰ باب الأولیاء۔

۱۹ قال ابن عابدین: وحاصله أنه إذا كان المزوج للصغير أو الصغيرة غير الأب والجد فلها الخيار بالبلوغ والعلم به فان اختار الفسخ لا يثبت الفسخ إلا بشرط القضاء - (رد المحتار ج ۳ ص ۸۰ باب الأولیاء) ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۸۵ الباب الرابع في الأولیاء۔



کفائت میں مال داری کے اعتبار کا حکم | سوال :- چچا نے اپنی نابالغہ قیم بھتیجی کا نکاح  
اپنے عہدیم المال بیٹے سے کر دیا، تو کیا یہ نکاح شرعاً  
معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب :- بناء بر روایت مختار کفائت صحت نکاح کے لیے شرط ہے اور جن چیزوں میں  
کفایت شرط ہے ان میں سے ایک مال بھی ہے، پس صورت مسئلہ میں اگر لڑکا مہر معجل اور محترف  
نہ ہونے کی صورت میں ایک ماہ کے نفقے پر قادر ہو اور لڑکی بھی بلوغ کے بعد راضی ہو تو نکاح  
درست ہے ورنہ نہیں۔

قال ابن عابدین :- تحت قول الحصکفی (الكفاءة معتبرة في ابتداء النكاح للزوجه والصحة)  
وهذا بناء على ظاهر الرواية من ان العقد صحيح ولو على الاعتراض أما على رواية الحسن المختارة  
للفقهاء من انه لا يصح فالمعنى معتبرة في الصحة. انتهى. وقال الحصکفی: ومالا بأن يقدر على  
المعجل ونفقة شهر لو غير محترف - (رد المحتار ج ۳ ص ۸۲ باب الكفاءة)

سوال :- تشریعت میں لڑکے اور لڑکی کی حد بلوغ کیا ہے؟  
الجواب :- لڑکے میں بلوغ کی نشانی احتلام کا ہونا ہے اور  
لڑکی کے بلوغ کی علامت حیض کا آنا ہے، اگر یہ دونوں نشانیاں نہ ہوں تو مفتی بہ قول کی رو سے  
پندرہ سال پورے ہو جانے پر بلوغ کا حکم جاری کیا جائے گا۔

قال في الهندية: بلوغ الغلام بالاحتلام أو الإحبال أو الانزال والجارية بالاحتلام والحيض أو الحمل  
كذا في المختار والسن الذي يحكم ببلوغ الغلام والجارية إذا انتهيا إليه خمس عشرة سنة عند أبي يوسف ومحمد  
رحمهما الله تعالى وهو رواية عن أبي حنيفة وعليه الفتوى - (الفتاوى الهندية ج ۵، باب الثاني في الحجر الفصل في معرفة البلوغ ص ۱۷)

۱۔ وقال ابن نجيم المصري: الفقير لا يكون كفؤاً للغنية كبيرة كانت أو صغيرة إلا ان يكون عالماً أو  
شريعاً - (الأشباه والنظائر ج ۲ ص ۱۶ كتاب النكاح)

ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۹ فصل ما تعتبر فيه الكفاءة۔

۲۔ قال النسفی: بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والا نزال..... والجارية بالحيض والاحتلام  
والحمل..... وليفتی بالارغ فیہما بخمسة عشرة سنة - (البحر الرائق ج ۸ ص ۸۵ باب الحجر)  
ومثله في البدائع الصنائع ج ۲ ص ۱ کتاب الحجر فصل حکم الحجر ما معرفة البلوغ۔

**وکیل کے ذریعے نکاح کا حکم | سوال :-** اگر رٹ کا یا رٹ کی اپنے نکاح کے لیے کسی کو وکیل بنائیں اور وہ ان کی طرف سے ایجاب قبول کرے

تو اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** نکاح و انکاح ان امور میں سے ہے جن میں وکالت جائز ہے پس رٹ کا یا رٹ کی اپنے نکاح میں ایجاب و قبول کے لیے کسی کو وکیل بنا سکتے ہیں اور اس پر اکتفاء کر کے ان کا نکاح منعقد ہوگا۔

قال العلامة الكاساني: ثم النكاح كما ينعتق بهذه الالفاظ بطريق الإحصالة ينعتق بهما بطريق النيابة بالوكالة والرسالة لأن تصرف الوكيل كتصرف الموكل - (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۳ فصل ركن النكاح) -  
**نکاح میں نابالغ کی وکالت کا حکم | سوال :-** کیا نکاح میں کسی نابالغ رٹ کے کو وکیل بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** نابالغ رٹ کا جب عاقل اور متمیز ہو تو نکاح میں اس کی وکالت درست ہے۔

قال العلامة الكاساني: وأما البلوغ والحرية فليس بشرط لصحة الوكالة فتصح وكالة الصبي العاقل الخ - (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۴ فصل شرائط الوكالة) -

**نکاح میں کسی اجنبی کی توکیل کے لیے تصریح ضروری ہے | سوال :-** بالغہ عورت سے اگر کوئی اجنبی شخص نکاح کی

اجازت مانگے تو ایسی حالت میں عورت کا رونا یا خاموش رہنا اجازت کے مترادف ہے یا صراحتاً اجازت ضروری ہے؟

**الجواب :-** اجنبی شخص کا اجازت طلب کرتے وقت عورت کا رونا یا خاموش رہنا اجازت

له قال في الهندية: يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود - كذا في التاتارخانية -

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۹۲ الباب السادس في الوكالة بالنكاح)

ومثله في رد المحتار ج ۳ ص ۹۵ مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح -

له قال الشيخ النسفي: صح التوكيل وهو إقامة الغير مقام نفسه في التصرف ممن يملكه إذا كان

الوكيل يعقل العقد ولو صبيًا الخ - (المحاررات ج ۲ ص ۱۲۲ كتاب الوكالة)

ومثله في الهندية ج ۳ ص ۵۶۲ كتاب الوكالة - الباب الأول

شمار نہیں ہوگی بلکہ اس میں تصریح بالقول (واضح الفاظ میں اجازت دینا ضروری ہے۔

قال المحقق: فان استاذنها غير الاقرب كاجنبي أو ولي بعيد فلا عبدة لسكوته بل لا بد من القول كالشيب البالغة - الدر المختار على صمدية المختار ج ۳ ص ۲۲ کتاب النکاح - باب الولی علیہ

**نکاح میں عاقد کا خود وکیل بننا** | سوال :- ایک عورت نے ایک مرد کو اختیار دیا کہ تم میری طرف سے وکیل ہو تم میرا نکاح اپنے نفس کے ساتھ

باندھو، اس شخص نے دو گواہوں کے روبرو ایسا ہی کیا تو کیا اس طریقہ سے نکاح کا شرعاً اعتقاد ہو جاتا ہے؟

**الجواب :-** عقد نکاح میں جیسا کہ ایک آدمی مرد عورت دونوں کی طرف سے وکیل بن سکتا ہے، ایسا ہی کوئی مرد ایک طرف سے اکیل اور دوسری طرف سے وکیل ہو کر نکاح کر سکتا ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں عورت نے جب اس مرد کو وکیل بنایا کہ اپنے نفس کے ساتھ میرا نکاح باندھ لو تو جب اس شخص نے روبرو گواہان نکاح باندھ لیا تو یہ نکاح درست اور صحیح ہے۔

قال العلامة المحقق: كما للوكيل الذي وكلته أن يزوجهما من نفسه فان له ذلك فيكون أصلاً من جانب وكيلاً من الآخر - الدر المختار على صمدية المختار ج ۳ ص ۹۸ کتاب النکاح - باب الکفاءة ۲

**خیار بلوغ میں عدالت سے نکاح فسخ کرائے بغیر دوسری جگہ نکاح کرنا** | سوال :- ایک لڑکی جس کا نکاح

بچپن میں اس کی ماں نے کسی سے کر دیا تھا بلوغ کے بعد عدالت سے فسخ کرائے بغیر دوسری جگہ

۱۔ قال ابن نجيم المصري رحمه الله: تحت قول المتن: وإن استاذنها غير الولي فلا بد من القول كالشيب أي فلا يكفي لقلة الالتفات أي كلامه فلم يقع دلالة على الرضا -

(البحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۵ کتاب النکاح - باب الاولياء والاکفاء)

وَمَثَلُهُ فِي الْبَزَازِيَةِ عَلَى هَامِشِ الْهِنْدِيَةِ ج ۴ ص ۱۲۱ باب الاولياء والاکفاء - ۲۔ قال ابن نجيم المصري رحمه الله: تحت قول المتن، وللوكيل أن يزوجه مؤكلته من نفسه

والمراد بالوكيل الوكيل في أن يزوجهما من نفسه لما في المحيط الوكيلته بتزويجهما من رجل فزوجهما من

نفسه لم يجز - (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۳۶ کتاب النکاح - فصل لابن العم ان يزوجه الخ)

وَمَثَلُهُ فِي الْهِنْدِيَةِ ج ۱ ص ۲۹۵ الباب السادس في الوكالة بالنکاح وغيرها -



نکاح کیا تو کیا یہ نکاح درست ہے ؟

الجواب :- جس رکن کو خیار بلوغ کا حق حاصل ہو بالغ ہونے کے بعد باقاعدہ عدالت سے فسخ نکاح کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، عدالت سے فسخ نکاح کی ڈگری حاصل کیے بغیر دوسری جگہ نکاح کا اعتبار درست نہیں، فسخ نکاح کے لیے عدالت کا سہارا لینا ضروری ہے۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ: (تحت بشرط القضاء للفسخ) وحاصله أنه إذا كانت المذونة للصغير أو للصغيرة غير الأب والجد فلها الخيار بالبلوغ أو العلم به فإن اختار الفسخ لا يثبت الفسخ إلا بشرط القضاء - رد المحتار ج ۳ ص ۳۰۲ کتاب النکاح باب الولی، مطلب فہم هل للعصبة تزويج الصغير الخ

**سوال :-** جو نکاح وکیل کے ذریعے باندھا جائے تو اس کے انعقاد کے لیے وکیل میں کون کون سی شرائط ہونی چاہئیں ؟

الجواب :- نکاح کا انعقاد وکلاء کے ذریعے ہو سکتا ہے بشرطیکہ وکلاء عاقل و بالغ ہوں ورنہ نکاح صحیح نہیں ہوگا، تاہم اگر وکیل نابالغ ہو مگر اچھے برے اور نفع نقصان میں تمیز کر سکتا ہو تو بایں صورت خفیہ کے نزدیک نکاح صحیح ہوگا۔

قال العلامة راماداندی: فیصح توکیل الحر البالغ العاقل بقربة الاقارب والمأذون الصبی او بالغ من جهة الولی او الولی حرًا بالغًا أو مأذونًا۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الوکالة) وقی مجمع الانہر: الصبی العاقل الذی اذن له الولی والعبد الذی اذن له الولی ای یصح توکیل کل منهما۔ (مجمع الانہر ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الوکالة) ج ۲

لہ قال النسفی: ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۱ کتاب النکاح، باب الاولیاء والاوکفاء) ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۸۵ الباب الرابع في الاولیاء۔

لہ قال العلامة الحسینی: ثم ذکر شرط التوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل ولوصبیاً او عبداً محجوراً لا یخفی ان الکلام الآن فی صحة الوکالة۔

(رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۵ ص ۱۵ کتاب الوکالة)

ومثله في رد المحتار ج ۵ ص ۱۵ کتاب الوکالة۔

**ولایت میں قریب و بعید کے ورثاء کا اعتبار** | سوال :- جناب مفتی صاحب! ہمارے

گاہوں میں ایک یتیم بچی ہے جس کے اولیاء میں دادا اور دو چچے ہیں، بچی کے بالغ ہونے پر چھوٹے چچا نے باپ اور بڑے بھائی کی اجازت کے بغیر بچی کا ایک جگہ نکاح کر دیا، جب بچی کے دادا کو پتہ چلا تو اس نے یہ نکاح نامنظور کر دیا، تو کیا اس بچی کا نکاح صحیح ہے یا کہ دادا کے انکار کی وجہ سے اس کی حیثیت ختم ہو جائے گی؟

**الجواب :-** واضح ہو کہ اولیاء دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) قریب (۲) بعید۔ اگر کسی بچی کا نکاح اس کا ولی بعید بغیر اجازت ولی قریب کے کسی جگہ کر دے تو وہ نکاح ولی قریب کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر وہ نافذ کر دے تو فہما و نعماء ورنہ ناجائز ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں اگر دادا اجازت دیدے تو نکاح صحیح ہے ورنہ نہیں۔

قال العلامة السرخسی: فان زوجها الابد والاقرب حاضر توقف علی اجازة الاقرب لان الابد كالاجنبی عند حضرة الاقرب فيتوقف عقده علی اجازة الولی - الخ  
(المبسوط ج ۲ من ۲۲ کتاب النکاح - باب نکاح الصغیر والصغیرة) -

**مساوی ورثاء میں سے کسی ایک کا نابالغ لڑکی کا نکاح کر دینے کا حکم** | سوال :- اگر کسی نابالغ لڑکی کا باپ فوت ہو جائے اور اس کے اولیاء میں تین چچا ہوں اور ان میں سے ایک چچا اس بچی کا نکاح کر دے تو کیا یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں چونکہ لڑکی کے تینوں چچا رشتے میں مساوی ہیں اور قرابت میں تجزیہ بھی نہیں ہو سکتا ہے اس لیے راجح مذہب یہ ہے کہ تینوں چچا میں سے کوئی ایک بھی لڑکی کا نکاح کر دے تو جائز ہے اس میں شرعاً کوئی قیاحت نہیں۔

قال العلامة السرخسی: واذا اجتمع فی الصغیرة اخوان لاب وام فایهما زوجها جاز عندنا۔۔۔۔۔ علی ان کل واحد منهما یفرد بالعقد والمعنی فیہ ان سبب الولیة

لہ قال ابن عابدین: (قوله والّا) ای وان لم یستوا فی الدرجة وقد رضی الابد فللا قرب الاعتراض۔ (مراد المحتار ج ۳ ص ۳۲ کتاب النکاح - باب الولی)  
ومثله فی درر المنتقى شرح المنتقى ج ۱ ص ۳۹ کتاب النکاح باب الاولیاء والاکناف۔

هو القراية وهو غير محتمل للوصف بالتجزى - الخ (المبسوط ج ۲ ص ۲۱۸ کتاب النکاح ، باب نکاح الصغیر والصغیرة) لہ

**عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کرانے سے حق مہر کا حکم** | سوال :- ایک لڑکی نے از خود غیر کفو میں نکاح کر لیا اور ورثاء نے بذریعہ عدالت نکاح ختم کرایا، تو کیا لڑکی اب مہر کی مالک ہوگی یا نہیں ؟  
الجواب :- صورت مسئلہ میں غیر کفو میں نکاح کے بعد اگر دخول ہوا ہو تو حق مہر شوہر کے ذمے لازم ہے اور عدم دخول کی صورت میں تفریق ہو جانے سے بیوی حق مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔

وفي الهندية: ولو تزوجت المرأة ونقصت من مهر مثلها فللولى الاعتراض عليها حتى يتم لها مهرها او يفارقها واذا فارقها قبل الدخول فلا مهر لها وان فارقها بعدة فلها المسمى الخ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۹۳، ۲۹۴ ابنا الخامس في الكفاءة) لہ  
**عدالت سے نسیخ نکاح کی ڈگری حاصل** | سوال :- ایک لڑکی نے ورثاء کی رضامندی کے کیے بغیر عورت کا دوسری جگہ نکاح کر دینے کا حکم اپنے گھر لے آئے اور اس کا نکاح کسی دوسرے مرد سے کر دیا جبکہ انہوں نے عدالت سے نسیخ نکاح کی ڈگری نہیں لی ہے، تو کیا یہ دوسرا نکاح صحیح ہے یا عدالت سے تفریق کرنا لازمی ہے ؟  
الجواب : بعض تفاریق ایسے ہیں کہ جن میں قضاء قاضی (یعنی بذریعہ عدالت تفریق کرنا) لازمی

لہ قال العلامة ابن عابدین: (قوله لثبوتہ لكل كلاً) لانه حق واحد لا يتجزأ لانه ثبت بسبب لا يتجزأ - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۳ کتاب النکاح ، باب الولی)  
وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲۸۴ کتاب النکاح ، الباب الرابع في الاولياء -  
لہ قال العلامة عالم بن العلامة الانصاری: واذا فسخ القاضي بينهما تكون هذه فرقة بغیر طلاق حتى لو لم يكن الزوج دخل بها فلا شيء لهما من المهر وان كان قد دخل بها فلم يمسها من المهر وعليها العدة - (الفتاوى التاتارخانية ج ۳ ص ۶۴ کتاب النکاح الفصل الخ مس عشر في الكفاءة)  
وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ عَلَى هَامِشٍ رَدِّ الْمَخْتَارِ ج ۲ ص ۳۵۲ باب الكفاءة -



ہے ان میں سے ایک صورت مسئلہ بھی ہے لہذا مذکورہ عورت کا دوسرا نکاح اُس وقت تک صحیح نہیں جب تک عدالت سے تسخیر نکاح کی ڈگری نہ لی جائے۔

قال العلامة عالم بن العلامة الانصاری: ثم الفرقة التي تختص بقضاء القاضي، هي الفرقة بالحب واللعنة واللعان وابعاء الزوج الاسلام - هو طلاق وبخيار البلوغ وعدم الكفاءة ونقصان في المهر فسخ - (الفتاوى التاتارخانية ج ۳ ص ۲۸ کتاب النکاح، الفصل الحادی عشر فی معرفة الاولیاء) ۱۷

**کفایت ایک جانب سے ہونی ضروری ہے** | سوال :- کیا کفوت جانین سے ہونی چاہیئے یا کہ صرف مرد کے لیے عورت کا کفو ہونا ضروری ہے؟

الجواب :- ائمہ کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نکاح میں صرف مرد کا عورت کا کفو ہونا ضروری ہے، باقی عورت کے لیے یہ شرط لازمی نہیں اس لیے کہ نکاح کے بعد بیوی شوہر کا کفو بن جاتی ہے۔

قال العلامة الجزری: انَّ الكفاءة معتبرة في جانب الرجل لا في جانب المرأة قللجل ان يتزوج من يشاء ولوامة او خادمة الخ - (الفقه على المذاهب الاربعہ ج ۴ ص ۵۷، کتاب النکاح، بحث الکفاءة فی الزواج) ۱۷

**کفوت کی شرائط** | سوال :- جناب مفتی صاحب! کفایت کے اندر کون سے امور داخل ہیں جن کی عدم موجودگی کا وجہ سے مرد عورت کے

۱۷ قال العلامة المحصفي: (وله) ای للولی (اذا كان عصبة) - (الاعتراض في غير الكف) - فينسخه القاضي ويتجدد بتجدد النكاح الخ (الدر المختار علیٰ ما مشرد المختار ج ۲ ص ۳۲ کتاب النکاح، باب الولی) ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۹۲ کتاب النکاح - الباب الخامس في الکفاءة -

۱۸ قال العلامة وهبة الزحيلي: يرجح هو الفقهاء ان الكفاءة تطلب للنساء لا للرجال بمعنى أن الكفاءة تعد في جانب الرجال للنساء، فهو حق في صالح المرأة لا في صالح الرجل - الخ (الفقه الاسلامی وادلتہ ج ۷ ص ۲۳۹ الفصل الخامس الکفاءة فی الزواج - البحث الرابع من تطلب الکفاءة فی جانیه) ومثله في الاحوال الشخصية ص ۱۷۱ - ۱۷۲ - الجانب الذي تشترط فيه الکفاءة -

کفو بننے سے نکل جاتا ہے؟

**الجواب :-** کفوات کے بارے میں ائمہ اربعہ نے مختلف امور ذکر کئے ہیں مگر خفیہ کے نزدیک اسلام، نسب، آزادی، پیشہ، دیانت اور مال جیسے امور کفوت میں داخل ہیں۔  
قال العلامة الجزري: ان الكفاءة هي مساواة الرجل للمرأة في امور مخصوصة وهي ست: النسب، والاسلام، والحرفة، والحرية، والديانة، والمال. الخ  
(الفقه على المذاهب الاربعه ج ۴ ص ۵۴ کتاب النکاح، مبحث الکفاءة فی الزواج) ۱۷

**تفریق قاضی طلاق ہے یا فسخ؟** | سوال: جناب مفتی صاحب! ہم نے استاذ سے سبق میں پڑھا ہے کہ عدم کفو کی بناء پر قاضی تفریق کر سکتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ یہ تفریق بمنزلہ طلاق ہوگی یا فسخ؟ فقہاء احناف کی اس بات سے میں کیا رائے ہے؟

**الجواب :-** عدم کفوات کی وجہ سے عدالت جو تفریق بین الزوجین کرتی ہے وہ بمنزلہ فسخ نکاح ہوگی بمنزلہ طلاق نہیں۔

وفي الهندية: ولا يكون التفریق بذلك الا عند القاضي، اما بدون فسخ القاضي فلا يفسخ النكاح بينهما وتكون هذه فرقة "بغير طلاق حتى لو لم يكن الزوج دخل بها فلا شيء لهما من المهر۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۹۲ الباب الخامس في الاكفاء) ۱۸  
۱۹ قال الدكتور وهبة الزحيلي: وفي اصطلاح الفقهاء: الماثلة بين الزوجين دفعا للعارف في امور مخصوصة هي عند المالكية: الدين والحال راي السلامة من العيوب التي توجب لها الخيار، وعند الجمهور: الدين والنسب والحرية والحرفة (والصناعة) وزاد الحنفية والحنابلة اليسار (والمال)  
(الفقه الاسلامي وادلته ج ۲ ص ۲۳۹ الفصل الخامس الكفاءة في الزواج)

وَمَثَلُهُ فِي الاحوال الشخصية ۳۵ کتاب النکاح۔ الجانب الذي تشترط فيه الكفاءة۔

۲۰ قال ابن عابدین رحمہ اللہ: تحت هذه العبارة (قوله) ويفرق القاضي ولا تكون هذه الفرقة الا عند القاضي وما لم يقض القاضي بالفرقة بينهما فحكم الطلاق والظهار ولا يلاء والميراث باق..... وبعد اسطر، قال تحت قوله فلا مهر لها، لان الفرقة جاءت من قبل من له الحق وهي فسخ۔ الخ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۲ کتاب النکاح، باب الکفاءة)

وَمَثَلُهُ فِي الفتاوى قاضيان ج ۲ ص ۱۶۲ کتاب النکاح، فصل في الكفاءة۔



**سوال :-** اگر کوئی لڑکی کسی لڑکے کے ساتھ بھاگ جائے اور لڑکا پیشہ کے

اعتبار سے لڑکی کا کفو نہ ہو یعنی اس کا پیشہ قابل عار ہو، جبکہ لڑکی کے رشتہ داروں کو اس نکاح کا علم اس وقت ہوا جب لڑکی کے ہاں اس لڑکے سے ایک بچہ پیدا ہوا، تو کیا لڑکی کے ورثاء اب اس نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

**الجواب :-** عدم کفوئت کی وجہ سے مرور زمانہ سے اولیاء کا حق ماقط نہیں ہوتا، الا یہ کہ اولیاء رضامندی ظاہر کر دیں یا اس مرد کا عورت سے بچہ پیدا ہو جائے، اس لیے صورت مسئلہ میں بچے کی پیدائش کے بعد اولیاء کو کسی قسم کے اعتراض کا حق نہیں رہتا۔

قال العلامة الدكتور وهبة الزحيلي: وثبت هذا الحق عند الحنفية للاقرب من الاولياء العصبية فالاقرب، فاذا ابرضا فلهم ان يفرقوا بين المرأة وزوجها ما لم تلد او تحمل حملاً ظاهراً في ظاهر الرواية الخ - (الفقه الاسلامي وادلته ج ۷، ص ۲۳۷ الفصل الخامس الكفاءة في الزواج - المبحث الثالث صاحب الحق في الكفاءة) لہ

**سوال :-** ایک شخص جو کہ نیک، پرہیزگار اور صاحب ثروت تھا، اس نے ایک مالدار گھرانے میں شادی کی، چند سال بعد وہ آدمی دیوالیہ ہو گیا اور اب وہ ایک باٹی کا محتاج ہے اور اس کے کسراں والے اپنی بیٹی کو اس سے چھڑانا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ہمارے کفو نہیں رہے، یہ ہمارے لیے عار کا سبب ہے۔ کیا اتنی مدت گزرنے کے بعد اس بھانسنے وہ لوگ بذریعہ عدالت اپنی بیٹی کو آزاد کر سکتے ہیں یا نہیں؟

**الجواب :-** شریعت اسلامیہ نے نکاح کے لیے اگرچہ کفو کا اعتبار کیا ہے مگر

لہ قال العلامة عبد الرحمن الجزري: ان الكفاءة في الامور المذكورة من حق الولي بشرط ان يكون عصبية ولو كان غير محرم كان ابن عم يجل له زواجها..... ثم اذا سكت الولي عن الاعتراض حتى ولدت المرأة فان حقه يسقط في الكفاءة الخ -

(الفقه على المذاهب الاربعة ج ۴ ص ۲۵۶ کتاب النکاح مبحث الكفاءة في الزوج)  
وَمِثْلُهُ فِي الْاَحْوَالِ الشَّخْصِيَّةِ لِلْاِمَامِ مُحَمَّدٍ ابْنِ وَهْبٍ ص ۱۲۱ وَاَمِنْ لَهُ حَقُّ الْكِفَاةِ -



یہ یاد رہے کہ اس کا اعتبار ایک خاص وقت میں کیا جائے گا اور جب وہ مدت ختم ہو جائے تو پھر اس کا کوئی اعتبار نہیں، اس لیے صورت مسئلہ میں لڑکی کے والدین کو اتنی مدت کے بعد یہ حق حاصل نہیں اور نہ ہی عدالت میاں بیوی میں تفریق کرنے کی مجاز ہے۔

قال العلامة الحکفیؒ :- والكفاءة اعتبارها عند ابتداء العقد فلا يفسر زوالها بعده فلو كان وقته كفواً ثم فسر لم يفسخ - الخ (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۵ کتاب النکاح - باب الکفاءة) ۱۷

**گوئے شخص کا اشارے سے نکاح کرانا** | سوال :- اگر کوئی گونگا آدمی اپنی بیٹی کا نکاح مجلس نکاح میں مخصوص اشارے سے کر لے

تو کیا یہ نکاح منعقد ہو گا یا نہیں ؟  
الجواب :- گوئے شخص کا اپنے مخصوص اشاروں سے (جو صرف نکاح کے لیے مخصوص ہوں اور حاضرین مجلس نکاح بھی ان اشاروں سے نکاح مراد لیتے ہوں) بیٹی کا نکاح کرانا صحیح اور درست ہے -

قال ابن نجیمؒ :- الاشارة من المحرس معتبرة قائمة مقام العبارة في كل شيء الى ان قال آلا في الحدود ..... وهذا في اشارة الاخرس ان تكون معهودة والا لا تعتبره - (الاشباه والنظائر ج ۳ ص ۲۵۲ فی بیان احکام الاشارة) ۱۸

۱۷ قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله :- ولا يخفى ان اعتبار هذه الكفاءة بين الزوج وأبيها وان الظاهر اعتبارها وقت الزوج - الخ (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۱ کتاب النکاح - فصل فی الکفاءة) ومثله في الفتاوى قاضى خان ج ۲ ص ۱۶۲ فصل في الكفاءة -

۱۸ قال العلامة ابن الهمامؒ :- (تحت قول صاحب الهداية) وطلاق الاخرس واقع بالاشارة لانها صارت مفهومة فكانت كالعبارة في الدلالة استحساناً فيصم بها نكاحه وطلاقه وعتاقه وبيعه وشرائه سواء قدر على الكتابة أو لا وهذا استحساناً بالضرورة - الخ (فتح القدير ج ۳ ص ۳۱ کتاب الطلاق)

ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۸ کتاب الطلاق -

**سوال:** بعض علاقوں میں لڑکیوں کو نکاح کر چکے ہوتے ہیں، کیا بالغ لڑکی کا نکاح اس کا باپ بغیر اس کی اجازت کے کر سکتا ہے؟  
**الجواب:** شریعت اسلامیہ نے بالغ حرہ لڑکی کو اپنے نفس کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے اس لیے اگر کسی نے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر دیا تو وہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر وہ اجازت دے اور رضامندی کا اظہار کرے تو درست ہے ورنہ نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: (سئل) فی بکریالغۃ عاقلۃ رشیدۃ زوجہا ابوہا رجلاً بلااذنہا ولاوکالۃ عنہا فردت النکاح حین بلغہا فورا فہل یرتد برتہا والحالۃ ہذہ (الجواب) نعم۔ (تنقیح الحامدیۃ ج ۱ ص ۳ کتاب النکاح، فی مسائل منورۃ من ابواب النکاح) لہ

**سوال:** جناب مفتی صاحب! شرعاً بیوی کو کتنے دنوں کے بعد والدین کے گھر جانے کی اجازت ہے؟  
 کتنے دنوں کے بعد والدین کے گھر جانے دینا چاہیے؟ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو سالہا سال والدین کے گھر نہ جانے دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

**الجواب:** شریعت مقدسہ نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ اگر ممکن ہو تو ہفتے میں ایک مرتبہ والدین کی زیارت کے لیے جاسکتی ہے یہ اس کا شرعی حق ہے، جو شخص ظلم و تعدی کے ساتھ اپنی بیوی کو والدین کی زیارت کے لیے جانے سے روکتا ہو تو وہ گنہگار ہے، تاہم اگر والدین کے گھر جانے سے فتنے کا اندیشہ ہو تو والدین کو چاہیے کہ وہ خود بیٹی کو دیکھنے کے لیے آیا کریں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: ولا یمنعہا من الخروج الی الوالدین فی کل جمعة ان لم یقدرا علی اتیانہا علی ما اختیارہ فی الاختیار فی ہامشہ

لہ قال العلامة فخرالدین المعروف بقاضی خان: ولا یزوج البکر بالغۃ أبوها علی کہ منها خلافاً للشافعی۔ (فتاویٰ قاضیخان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۸ فی الفصل الاولیاء) ومثله فی الفتاویٰ لتا تاریخانیۃ ج ۲ ص ۲ کتاب النکاح، معرفۃ الاولیاء۔

ہکذا نعم ما ذکر والشارح - (رد المحتار ج ۲ ص ۶۶۲ کتاب النکاح) لہ  
سورہ کی رسم کا شرعی حکم | سوال :- پٹھانوں میں ایک رسم زمانہ قدیم سے چلی آرہی ہے  
 کہ جب وہ کسی جھگڑے کے سلسلہ میں راضی نامہ کرتے ہیں تو اس  
 میں فریق مخالف کو لڑکی نکاح میں دی جاتی ہے جس کو عرف میں سورہ کہا جاتا ہے -  
 دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کے معاملے میں اگر باپ اپنی نابالغ بیٹی دے دے تو  
 کیا اس لڑکی کو بعد البلوغ اختیار حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب :- یہ ایک جاہلانہ رسم ہے، اس میں لوگ انتقام اس مظلوم لڑکی سے لیتے  
 ہیں، گھر میں اس کو زرخیر باندی کی طرح رکھا جاتا ہے بلکہ معاشرہ میں بھی یہ معیوب سمجھا جاتا ہے  
 لہذا ایسی مظلوم لڑکی کو باپ کے سوء اختیار کی وجہ سے اختیار بلوغ حاصل ہے اگر وہ چاہے  
 تو اختیار استعمال کر کے الگ ہو سکتی ہے -

عن خنساء بنت خدام الانصاریۃ ان اباها زوجها وهي ثیب فکرت ذلك  
 فانت رسول الله فَرَدَّ نِكَاحَهُ - (مختصر صمیم البخاری ج ۲ ص ۲۳۱ باب اذا زوج  
 الرجل ابنته وهي كارهة فتكاحه مردود) لہ

لہ قال قاضی خان: ويجوز للزوج ان يأذن لها بالخروج ولا يصير عاصياً با لاذن  
 ومنها الخروج الى زيارة الوالدين وتعزيتهم وعبادتهم وزيارة المحارم -  
 (الفتاویٰ الخانیۃ علی هامش الہندیۃ ج ۲ ص ۲۴۲ کتاب النکاح)

وَمِثْلُهُ فِي الْأَشْبَاهِ وَالنِّظَائِرِ ج ۲ ص ۱۰۹ کتاب النکاح -

لہ قال العلامة مرغینانی: ولا يجوز للولي اجبار البكر البالغة على النکاح - وبعد اسطر  
 ولنا انها حرة فلا يكون للغير عليها ولاية الاجبار - (الہدایۃ ج ۲ ص ۲ کتاب النکاح)

وقال أيضاً: واذا زوج الاب ابنته الصغيرة ونقص من مهرها او ابنته الصغير  
 وزاد في مهر امرأته جاز ذلك عليهما ولا يجوز ذلك لغير الاب والجد وهذا عند  
 ابی حنیفۃ وقال لا يجوز، الخط والزيادة الا بما يتغابن الناس فيه ومعنى هذا الكلام  
 انه لا يجوز العقد عندهما لان الولاية مفيدة بشرط النظر فعد فواته يبطل  
 العقد - (الہدایۃ ج ۲ ص ۲ کتاب النکاح - فصل في الكفاءة)



**بیٹی کا غیر کفو میں نکاح کروانا** | سوال :- اگر باپ کسی دینی یا دنیاوی مصلحت کی خاطر اپنی بیٹی کا نکاح غیر کفو میں کر دیتا ہے جبکہ لڑکی بھی اس پر راضی ہے، تو کیا یہ نکاح صحیح ہے ؟

**الجواب :-** غیر کفو میں نکاح عیب و رسوائی کی وجہ سے قابل اعتراض ہے ورنہ فی نفسہ اس میں کوئی حرج نہیں، اس لیے اگر لڑکی بالغہ ہو اور وہ باپ کے اس فیصلے پر راضی ہو تو نکاح درست ہے۔

قال الشيخ ظفر احمد العثماني: اگر لڑکی بالغہ اور باکرہ ہے اور اس کا ولی غیر کفو سے نکاح کرتا ہے اور لڑکی اس پر خاموش رہے یا زبان سے اس کو منظور کرے تو نکاح صحیح ہے، غیر کفو سے نکاح کرنا اس صورت میں مضائقہ نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم

(امداد الاحکام ج ۲ ص ۳۲۳ کتاب النکاح ۲) ۱

**غیر کفو میں نکاح پر اولیاء کا اعتراض** | سوال :- آج کل بعض لڑکیاں کسی غیر کفو والے لڑکے کے ساتھ قرار ہو کر نکاح کر لیتی ہیں، کیا ایسی لڑکی کے اولیاء کو نکاح پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** جب کوئی لڑکی از خود غیر کفو میں شادی کرے جو خاندان کیلئے ذلت و رسوائی کا باعث ہو تو لڑکی کے ورثاء کو اس نکاح پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے۔

قال العلامة مرغینانی: اذا زوجت المرأة نفسها من غير كفوف لا ولياء ان يفرقوا بينهما دفعاً لضرر العار عن أنفسهم - (المهداية ج ۲ ص ۲۹۹ کتاب النکاح - باب الاكفاء والاولياء) ۲

۱ قال الكاساني: واما النكاح بالجد الصغير والصغيرة فالكفاءة فيه ليست بشرط للزوم عند أبي حنيفة كما انها ليست بشرط الجواز عند فيجوري ذلك ويلزم الصدور من كمال نظر كمال الشفقة - (بدائع الصنائع ج ۲ فصل واما الثاني فانكاح الذي) - ومثله في امداد الاحكام ج ۲ ص ۳۲۳ کتاب النکاح -

۲ قال الكاساني: حتى لو زوجت نفسها من غير كف عن غير رضاء الاولياء لا يلزم وللاولياء حق الاعتراض لان الكفاءة حقاً للاولياء لانهم ينتفعون بذلك الا ترى انهم يتفاخرون بعلو نسب الختن ويتعبدون بدناءة نسبه فيتضررون بذلك فكان لهم ان يدفعوا الضرر عن أنفسهم بالاعتراض -

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۸ کتاب النکاح - فصل واما الثاني)

**فاسق و فاجر لڑکا دیندار خاندان کی لڑکی کا کفو نہیں** | سوال :- ایک نیک اور دیندار  
خاندان سے تعلق رکھنے والی لڑکی نے  
معاشقہ میں کسی فاسق و فاجر اور بے دین لڑکے کے ساتھ بلا رضا اولیاء کے از خود شادی کر لی،  
تو کیا اس شادی پر لڑکی کے اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** جو بھی شادی لڑکی کے خاندان والوں کے لیے عار کا باعث بنتی ہو تو اس پر  
لڑکی کے اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔ چونکہ فسق و فجور اور بے دینی بھی ایک عیب ہے  
جو نیک اور دیندار خاندان کے لیے باعث عار ہے، اس لیے صورت مسئلہ میں لڑکی کے  
اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔ لیکن یہ یاد رکھئے یہاں فسق سے مراد وہ فسق ہے جو عار  
کا باعث بنتے۔

لما قال العلامة الكاساني رحمه الله : حتى لو ان امرأة من بنات الصالحين اذا  
زوجت لنفسها من فاسق كان للاولياء حق الاعتراض ----- لان التفاخر بالدين  
احق من التفاخر بالنسب - (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۲۱ کتاب النکاح - الفصل الثاني)

**ولایت میں ماں دادی سے مقدم ہے** | سوال :- اگر کسی لڑکی کے آبائی رشتہ  
میں کوئی مرد نہ ہو تو کیا ولایت کا حق لڑکی  
کی دادی کو حاصل ہوگا یا اس کی ماں کو ؟

**الجواب :-** جب کسی لڑکی کے آبائی رشتہ میں کوئی مرد نہ ہو تو ولایت کا حق اس لڑکی  
کی ماں کو حاصل ہے نہ کہ کسی اور کو۔

قال العلامة المحقق : فان لم تكن عصبة فالولاية للأم ثم لام الاب -  
الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۸۷ باب الاولیاء

قال العلامة ابن نجيم المصري : وانما هران الصلاح لو منها او من اباؤهم كاف لعدم  
كون الفاسق كفا هم - (البحر الرائق ج ۲ ص ۶۳۲ کتاب النکاح - فصل في الاكفاء والاولیاء)  
ثم قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري : ثم عصبة مولى العتاقة ثم الأم ثم ذو الارحام  
الأقرب فالأقرب وهذا قول أبي حنيفة وانه استحصان -  
(الفتاوی التارخانية ج ۳ ص ۱۹۹ الفصل الحادی عشر في معرفة الاولیاء)



ولی کی اجازت کے بغیر بالغ مرد اور عورت کے نکاح کا حکم | سوال :- کیا کسی بالغ مرد اور بالغ عورت کا نکاح

بلا اجازت ولی کے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- حنفیہ کے نزدیک بالغ مرد اور عورت اپنے نفس کے خود مختار ہیں اس لیے دونوں ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کر سکتے ہیں اور ایسا نکاح شرعاً صحیح اور درست ہوگا، لیکن موجودہ دور کے نازک حالات کو سامنے رکھ کر ولی سے اجازت لیتا فتنہ و فساد ختم کرنے کا ذریعہ ہے۔

قال المرغینانی: وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وان لم يرضى عليها  
ولی بکراً كانت او ثیباً عند ابی حنیفۃ و ابی یوسف (رحمہما اللہ) فی ظاہر الروایۃ۔

(الہدایۃ ج ۲ ص ۲۴۳ باب فی الاولیاء والاکفاء) ۱۷

بالغہ کا اپنے کفو میں نکاح کرنا صحیح ہے | سوال :- اگر ایک بالغہ بڑی والدین کی رضامندی کے بغیر اپنے کفو میں نکاح کر لے تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

الجواب :- ایک عاقلہ بالغہ بڑی کے لیے والدین کی رضامندی کے بغیر اپنے کفو میں نکاح کرنا احناف کے ہاں درست ہے اس لیے کہ بالغہ بڑی اپنے اختیار کی حقدار ہے۔

قال المرغینانی: وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة بوليها وان لم يعقد ولياً... ولو الاعتراض في غير  
الكفو وعن ابی حنیفۃ و ابی یوسف انه لا يجوز في غير الكفو الخ۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۲۹۳ باب فی الاولیاء والاکفاء) ۱۸

لہ قال العلامة داماد افندی: نفذ ای صحیح نکاح حرة احترازاً عن الامة لان نكاحها  
موقوف على اذن مولاها كتوقف نكاح الصغيرة والمجنونة والمعتوهة على اذن المولى  
ولذا قال مكلفه بکراً كان او ثیباً بلا ولی الی ولو كان النكاح بلا اذن ولی وحضوره  
عند الشيخين في ظاهروا لایة لانها تصرف في خالص حقها وهي من اهله لكونها  
عاقلة بالغه۔ الخ (درر المنتقى شرح ملتقى ج ۲ ص ۳۳۲ باب الاولیاء والاکفاء)

۱۷ وفي الهندية: ثم المرأة اذا زوجت نفسها من غير كفو صح النكاح في ظاهروا لایة... ولكن لا ولياً حق  
الاعتراض وهو الحسن عن ابی حنیفۃ ان النكاح لا یعتقد وبه أخذ كثير من مشائخنا والمختار في  
زماننا للفتوى رواية الحسن الخ۔ (الفتاوى الهندية جلد ۱ ص ۲۹۲ الباب الخامس فی الاکفاء)

و مثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۱ باب الاولیاء والاکفاء۔



# باب الرضاع

(رضاعت کے مسائل)

**رضاعی بھائی کی ماں سے نکاح کا مسئلہ** | سوال :- زید نے بکر کی ماں کا دودھ مدت رخصت میں پیا ہے، اب بکر زید کی ماں سے نکاح کر

سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں بکر کی ماں زید کی رضاعی والدہ ہے اور اس کی اولاد زید کے رضاعی بھائی بہن ہیں جن سے زید کا نکاح جائز نہیں، البتہ زید کی ماں کا اگر بکر کے ساتھ کوئی ایسا رشتہ نہ ہو جس سے حرمت نکاح ثابت ہو جائے اس لیے بکر کا نکاح زید کی حقیقی ماں سے جائز ہے۔

قال ابن نجيم المصري: تحت قوله (وحرماً به وإن قل في ثلاثين شهراً ما حرماً منه النسب إلا أم أخته وأخت ابنه) يعني فانهما إعلان من الرضاع دون النسب، أطلق المضاف والمضاف إليه ففي أم أخته ثلاث صور الأولى أ لأم رضاعاً والأخت نسباً بأن أَرْضَعَتْ أجنبية أخته نسباً ولعروضه الثانية عكسه ان يكون لأخته رضاعاً أم من النسب۔

البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۳ کتاب الرضاع م ۱۰

**رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے** | سوال :- رشیدہ نے خالد کی بیوی کا دودھ مدت رضاعت میں پیا ہے، کیا خالد کے بھائی بکر کا نکاح

رشیدہ سے جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت مذکورہ میں رشیدہ خالد کے بھائی بکر کی رضاعی بھتیجی ہے تو

القول ابن عابدین: وأم أخت، صادق بأن يكون كل منهما من الرضاع كأن يكون لك أخت من الرضاع لها أم أخرى من الرضاع أرضعتها وحدها وبأن تكون الأخت فقط من الرضاع لها أم نسبية۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۲۱۴ کتاب الرضاع) ومثله في الهندية ج ۱ ص ۳۴۳ کتاب الرضاع۔

جیسے نسبی (حقیقی) بھتیجی سے نکاح جائز نہیں اسی طرح رضاعی بھتیجی سے بھی رضاعی چچا کا نکاح ناجائز اور حرام ہے۔

عن ابن عباس قال قيل للنبي صلى الله عليه وسلم لا تزوج ابنة حمزة قال انها ابنة اخی من الرضاعة۔ (الصحيح البخاری ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب النکاح، باب یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب) ۱۷

**منکوحہ کا دودھ پینے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا | سوال :- اگر کسی نے اپنی بیوی**

یا سہوؤ دودھ پی لیا تو کیا اس سے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟  
**الجواب :-** حرمت رضاعت کے لیے مدت رضاعت (دو سال) کی عمر میں کسی عورت کا دودھ پینا ضروری ہے اور جو دودھ مدت رضاعت کے بعد پیا جائے اگرچہ حرام ہے مگر اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، صورت مسئولہ میں خاوند کی عمر اگر دو سال سے زیادہ ہو تو نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا البتہ ایسا کرتا حرام ضرور ہے۔

قال العلامة الحصکفی: مص رجل شدي توجته له تحرم۔ قال ابن عابدین: تحته قيد به احترازاً عما اذا كان الزوج صغيراً في مدة الرضاع فانها تحرم عليه۔  
 رد المحتار ج ۳ ص ۲۲۵ کتاب الرضاع ۱۷

**رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کا حکم | سوال :- رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کرنا**

جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً زید اور کبر رضاعی بھائی ہیں زید نے کبر کی ماں کا دودھ پیا ہے، اب کبر زید کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** زید کی بہن اور کبر کے درمیان کوئی ایسا رشتہ نہیں ہے جو حرمت کا سبب بنے اس لیے کبر اپنے رضاعی بھائی کی سگی بہن سے نکاح کر سکتا ہے، البتہ زید

۱۷ قال الشيخ النسفی: زوج موضوعة لبنها منه أب للرضیع وابنه أخ وبنته أخت وأخوه عم وأخته عمة۔ (کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۶ کتاب الرضاع)  
 ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۳۴۳ کتاب الرضاع۔

۱۸ قال فی الہندیۃ: ولا بأس بان یسقط الرجل بلبن المرأة ویشریه للذی وارد فی شرب لبن المرأة للبالغ من غیر ضرر وصرۃ اختلاف المتأخرین۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۵۵ الباب الثامن عشر فی التداوی الخ)

بکر کی نسبى بہن سے نکاح نہیں کر سکتا اس لیے کہ یہ لڑکی زید کی رضاعی بہن ہے۔

قال العلامة الحصکفی: وتحل أخت أخیه رضاعاً یصح اتصالہ بالمضاف کان یکون له أخ نسبی له أخت رضاعیة وبالمضاف إلیہ کان یکون لأخیه رضاعاً أخت نسباً وبہما وهو ظاہر۔ (الدر المختار علی صدر المختار ج ۳ ص ۲۱ کتاب الرضاع) لہ

**نکاح کے بعد رضاعت کے ثبوت کا حکم** | سوال :- نکاح ہو جانے کے بعد اگر لڑکی کا والد کبھی رضاعت کا دعویٰ کر دے تو کیا اس

دعویٰ کو اعتبار دیا جائے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** ثبوت رضاعت کے لیے حجت کاملہ ضروری ہے وہ خود عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتیں ہیں (صرف ایک مرد یا صرف دو عورتوں کا قول دعویٰ رضاعت کے ثبوت کے لیے کافی نہیں) تاہم نکاح سے پہلے اگر ایک عورت کا بیان ہو موجب ظن غالب ہو تو احتیاط اس میں ہے کہ اس کو اعتبار دے کر نکاح سے اجتناب کیا جائے، البتہ جہاں زوجین کسی عورت کے بیان پر اعتماد کر کے یقین کریں تو ایسی حالت میں انکی تصدیق گواہوں یا کسی گواہی کی محتاج نہیں۔

قال طہر بن عبد الرشید البخاری: ولا تجوز شہادة امرأة واحدة علی الرضاع اجنبیة كانت أو أم أحد الزوجین، فان وقع فی قلبہ صدق المخبر فالأفضل أن یتنزه قبل العقد وبعد العقد یسعمہا المقام معہ حتی یشہد علی ذلك رجلان أو رجل وامرأتان عدول ولا یقبل شہادة النساء وحدهن۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۲۱ الفصل الرابع فی الرضاع) لہ

لہ قال ابن نجیم: تحت قول النسفی (وتحل أخت أخیه رضاعاً) یصح اتصالہ بكل من المضاف والمضاف إلیہ وبہما کما قدمنا ہ۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲ کتاب الرضاع)

ومثله فی الہندیة ج ۱ ص ۳۴ کتاب الرضاع۔

لہ قال ابن نجیم: تحت قول النسفی (ویثبت بما یشیت بہ المال) وهو شہادة رجلین عدلین أو رجل وامرأتین عدول..... وان کان الخبر بعد النکاح وھما کبیران فالأحوط أن یفارقھا روی ذلك عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنه أمر بالمفارقة۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳ کتاب الرضاع)

ومثله فی رد المختار ج ۳ ص ۲۲ کتاب الرضاع۔



**رضاعت کے ثبوت کے لیے ایک بار پستان چوسنا کافی ہے** | سوال: کیا رضاعت کے اثبات کے لیے

پانچ مرتبہ پستان چوسنا ضروری ہے یا صرف ایک بار چوسنے سے رضاعت ثابت ہوگی؟  
الجواب:- احناف کثر اللہ سوادہم کے نزدیک دو دھ حلق کے اندر اترنے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے، چاہے وہ ایک مرتبہ ہو یا پانچ مرتبہ، البتہ شوافع کے ہاں پانچ مرتبہ چوسنا ضروری ہے۔

قال العلامة المرغینانی: قليل الرضاع وكثيره سواء اذا حصل في مدت الرضاع يتعلق به التحريم قال الشافعي لا يثبت التحريم الا بخمس رضعات۔  
(الهداية ج ۱ ص ۳۲۹ کتاب الرضاع) لہ

**رضاعی بیٹی کی نسبی بہن سے نکاح جائز ہے** | سوال: کیا رضیعہ کی نسبی بہن سے مرضعہ کا شوہر نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:- حرمت رضاعت میں رضیعہ کی طرف سے مرضعہ اور اس کے شوہر صرف رضیعہ اور اس کی بیوی اور اس کی اولاد حرام ہوتی ہے باقی کے ساتھ مرضعہ اور اس کے شوہر کا کوئی حرمت والا رشتہ نہیں اس لیے مرضعہ کا شوہر رضیعہ کی نسبی بہن سے نکاح کر سکتا ہے۔  
قال العلامة المرغینانی: وتجوز تزوج اخت ابنه من الرضاع ولا يجوز ذلك من النسب۔ (الهداية ج ۱ ص ۳۳ کتاب الرضاع) لہ

لہ قال العلامة صدر الشریعہ: یثبت بمصنة فی حولین ونصف لا بعدہ.....  
عند الشافعي یثبت بخمس مصات۔ (شرح الوقایة ج ۲ ص ۶۲ کتاب الرضاع)  
وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۳ کتاب الرضاع۔

لہ قال العلامة المحصی رحمہ اللہ: ویحرم منه ما یحرم من النسب..... الا ام  
اخیه واخته..... وقس علیہ اخت ابنه وبنته۔ قال ابن عابدین: تحت قوله اخت ابنه  
انما حرمت علیہ اخت ابنه وبنته نسباً لكونه بنته او بنت امرأته وهذا المعنی مفقود  
فی الرضاع۔ (رد المختار ج ۲ ص ۴۰۶ باب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۲۲۳ کتاب الرضاع۔

رضیعہ پر مرضعہ اور شوہر کے اصول و فروع حرام ہیں | سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام

یعنی دودھ پیتے والے بچے پر مرضعہ یعنی دودھ پلانے والی عورت اور اس کے شوہر کی طرف سے کون کون سے رشتہ دار حرام ہو جاتے ہیں؟

**الجواب:-** حرمت رضاعت مرضعہ اور اس کے شوہر کی طرف سے رضیعہ پر اصول اور فروع دونوں حرام ہیں، یعنی مرضعہ کے آباؤ اجداد اور اس کی اولاد اور اسی طرح شوہر کے آباؤ اجداد مع اس کی اولاد کے حرام ہوں گے۔

قال العلامة المرغینانی رحمہ اللہ: ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب لحديث الذی روینا۔ (المہدایۃ ج ۳ ص ۳۳ کتاب الرضاع) ۱۷

رضاعت پر اجرت لینا جائز ہے | سوال: کیا مرضعہ عورت رضاعت پر رضیعہ کے باپ یا ولی سے اجرت لے سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** رضاعت ایسا عمل ہے کہ اس کے کرنے کی اجرت کے جواز پر سب علماء کا اتفاق ہے اس لیے مرضعہ رضاعت پر اجرت لے سکتی ہے شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

لما فی الہندیۃ: واجمعوا علی ان مدۃ الرضاع فی استحقاق اجرة الرضاع مقدّر بحولین حتی ان المطلقة اذا طالبتہ بعد الحولین باجرة الرضاع فابی الاب ان یعطى لا یجبر ویجبر فی الحولین۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۲۳ کتاب الرضاع) ۱۸

۱۷ قال العلامة الحصفی رحمہ اللہ: فیحرم منہ ای بسببہ ما یحرم من النسب۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۲۱ باب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الْمُرْتَقِ ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الرضاع۔

۱۸ قال العلامة فخر الدین قاضی خان: واجمعوا علی ان مدۃ الرضاع فی استحقاق اجرة الرضاع علی الاب مقدّر بحولین حتی ان المطلقة اذا طالبتہ بعد الحولین اجرة الرضاع فابی الاب ان یعطى لا یجبر ویجبر فی الحولین۔

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۴ باب الرضاع)

عمر رسیدہ عورت کے پستان سے نکلنے والے سفید پانی سے رضاعت ثابت نہیں | سوال: اگر  
اس نے انتہائی بوڑھی عورت (جو سن اباس کو پہنچ چکی ہے) کے پستان سے سفید پانی پیا ہو تو کیا  
اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- اگر کسی بوڑھی عورت کے پستان سے سفید پانی نکل آئے جو دودھ جیسا  
نہ ہو تو اس کے پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، لہذا صورت مسئلہ میں  
اگر واقعی بچے نے سفید پانی پیا ہو تو حرمت نہیں ورنہ ہے۔

قال العلامة المحقق: ولبن بکربنت تسع سنین فاکثر محرم والا لا جوهره۔  
قال ابن عابدین: تحت هذا القول ای وان لم تبلغ تسع سنین فنزل لها لبن لا تحرم  
جوهره لانهم نصبوا علی ان اللبن لا يتصور الا من تتصور منه الولادة فيحكم  
بانه ليس لبناً كما لو نزل للبكر ماء صفر لا يثبت من ارضاعه تحريم كما فی  
شرح الوهبانية۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۳ باب الرضاع)

سوال :- اگر مرضعہ (دودھ  
صرف دعویٰ کرنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی | پلانے والی عورت) یہ دعویٰ  
کرے کہ فلاں لڑکے کو میں نے دودھ پلایا ہے مگر اس پر گواہ نہیں، تو کیا صرف مرضعہ کے اس  
دعویٰ سے حرمت رضاعت ثابت ہو کر لڑکے کا مرضعہ کی بیٹی سے نکاح حرام ہو جائے  
گا یا نہیں؟

الجواب :- رضاعت کے اثبات کے لیے شرعی گواہوں کا ہونا ضروری ہے جو یہاں  
منفوقہ ہے، اس لیے صرف مرضعہ کے دعویٰ سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی، البتہ اگر مرضعہ  
اپنے دعویٰ میں سچی ہو تو عبتا ہو سکے اجتناب بہتر ہے اگرچہ نکاح صحیح ہوگا۔

قال العلامة المحقق: وجهه حجة المال وهي شهادة عدلين او عدل وعدلتين۔  
قال ابن عابدین: ولو احداها المرضعة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۸ باب الرضاع) لہ  
لہ قال العلامة مرغیتانی: ولا یقبل فی الرضاع شهادة النساء منفردات وانما یثبت بشهادة  
رجلین اور رجل وامرأتین۔ (الہدایہ ج ۲ ص ۳۳۳ کتاب الرضاع)  
فمثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۲ کتاب الرضاع۔



شوہر کا بیوی کے پستان چوسنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی | سوال: عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر شوہر بیوی کے پستان پر منہ رکھ کر اس کا دودھ چوس لے جو اس کے حلق سے اتر جائے تو اس شخص کا نکاح ٹوٹ جائے گا اور اس کی بیوی بمنزلہ ماں کے ہو جائے گی شرعاً اس کی حقیقت کیا ہے؟

الجواب: حرمت رضاعت کے لیے مدت رضاعت کے اندر دودھ پینا لازمی ہے، اگر مدت رضاعت کے بعد دودھ پیا جائے تو حرمت ثابت نہ ہوگی اس لیے عوام الناس کی یہ بات غلط ہے اور شوہر کا بیوی کا دودھ پینے سے نہ نکاح متاثر ہوگا اور نہ بیوی اس کی ماں بن سکتی ہے، تاہم مرد کے لیے بیوی کا دودھ پینا حرام ضرور ہے۔

قال العلامة مرغینانی: ثم مدة الرضاع ثلثون شهراً عند أبي حنيفة وقالانستان و هو قول الشافعي۔۔۔ قال التتبی علیہ السلام لا رضاع بعد حولین۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۲۹ کتاب الرضاع) لہ

رضاعی بیٹی کا مرضعہ کے سابقہ خاوند سے نکاح جائز ہے | سوال: ایک بچی

ہندہ کا بچپن میں دودھ پیا ہے، ظاہر ہے کہ اس بچی کا نکاح ہندہ کے موجودہ شوہر سے (جس کی وجہ سے یہ دودھ آیا ہے) تو جائز نہیں لیکن کیا یہ بچی کی ہندہ کے سابقہ شوہر کے لیے بھی حرام ہے یا نہیں؟

الجواب: رضیعہ (بچی) پر مرضعہ کا وہ شوہر حرام ہے جس کی وجہ سے اسے موجودہ دودھ آیا ہو، یہ شخص اب اس بچی کا رضاعی باپ ہے، اس کے علاوہ اگر ہندہ کا کوئی سابقہ خاوند ہو اور اس کے ساتھ اس بچی کا کوئی رشتہ نہیں جو سبب حرمت کہنے اس لیے ان دونوں کا نکاح صحیح ہے اس میں شرعاً کوئی قیاحت نہیں ہے۔

قال العلامة مرغینانی: لین الفعل يتعلق به التحريم وهوان ترضع المرأة صبیه

لہ قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی رحمہ اللہ: وحولان ونصف عندہ وحولان فقط عندہما وهو الاصح فتح ویدہ یفتی کہافی تصحیح القدوری۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۲ باب الرضاع)

ومثله فی فتح القدیر ج ۳ ص ۳۹ کتاب الرضاع۔

فتحرّم هذه الصبيّة على زوجها وعلى أبائهما وبنائهما ويصير الزوج الذي نزل لها منه اللبن  
أباً للمرضعة - (الهداية ج ۲ ص ۳۳ کتاب الرضاع) ۱

**رضاعی بیٹے کی بیوہ سے نکاح جائز نہیں** | سوال :- زید نے بچپن میں زینب کا دودھ  
پیا ہے اب جبکہ زید کا انتقال ہو گیا ہے  
تو کیا زید کا رضاعی باپ اس کی بیوہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- جو بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس عورت کا شوہر جس سے یہ دودھ  
ہے اُس بچے کا رضاعی باپ بن جاتا ہے، جس طرح سگے بیٹے کی بیوہ سے نکاح صحیح نہیں  
اسی طرح رضاعی بیٹے کی بیوہ سے بھی نکاح کرنا جائز نہیں، اس لیے زینب کا شوہر زید کی  
بیوہ سے نکاح نہیں کر سکتا۔

قال العلامة ابن عابدین: لا لاحتلال حلیّة الابن رضاعاً فانها تحرم  
كالنسب بحرو غیره - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۳ فصل فی المحرمات) ۲

**نسی بھائی کا رضاعی بہن سے نکاح کرنا** | سوال :- زید نے ہندہ کے ساتھ بچپن میں  
اس کی ماں کا دودھ پیا ہے، کیا ہندہ کا نکاح  
زید کے دوسرے بھائی بکر سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- حرمت رضاعت میں وہ رشتہ دار حرام ہو جاتا ہے جس میں جزئیت ثابت  
ہوتی ہو، چونکہ صورتِ مسئلہ میں ہندہ کا زید کے ساتھ جزئیت کا رشتہ ثابت ہوا ہے اُسکے

۱ قال العلامة ابن نجيم المصري: (زوج مرضعة لبنها منه اب للرضيع) بيان لان لبن الفعل  
يتعلق به التحريم لعموم الحديث المشهور واذا ثبت كونه ايا له لا يحل لكل منهما  
موطؤة الاخر - (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۶ کتاب الرضاع)  
وَمَثَلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۳۲۳ کتاب الرضاع -

۲ قال العلامة ابن نجيم المصري: معناه ان الحرمة بسبب الرضاع تعتبر بحرمة النسب  
فتمثل حلیّة الابن والاب من الرضاع لانها حرام بسبب النسب وكذا بسبب  
الرضاع - (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الرضاع)  
وَمَثَلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۳۲۳ کتاب الرضاع -

بھائی بکر کے ساتھ نہیں اس لیے ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ جائز ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: وتحل اخت أخيه رضاعاً يصح اتصاله بالمضاف كان يكون له أخ نسبي له اخت رضاعية (رد المختار علی ہامش رد المختار ج ۲ ص ۵۶۱ باب الرضاع) لہ  
رضاعی باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا سوال :- ایک لڑکے نے کسی شخص کی بیوی کا دودھ  
 مدت رضاعت میں پیا تھا، اب وہ بالغ ہو چکا  
 ہے اور اس شخص کی دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا یہ لڑکا اس شخص کی دوسری  
 بیوی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- یہ شخص اس لڑکے کا رضاعی باپ ہے، تو جس طرح اپنے نسبی باپ کے  
 موطوئہ سے نکاح کرنا جائز نہیں تو اسی طرح رضاعی باپ کی موطوئہ سے بھی نکاح کرنا جائز  
 نہیں ہے۔

قال ابن عابدین: (تحت قوله ما يحرم من النسب) معتاد ان الحرمة بسبب  
 الرضاع معتبرة بحومة النسب فشمّل زوجة الابن والاب من الرضاع لانها حراماً  
 بسبب النسب وكذا بسبب الرضاع وهو قول اكثر اهل العلم كذا في المبسوط بحر  
 (رد المختار ج ۲ ص ۵۵۷ باب الرضاع) لہ

غلطی سے کسی عورت کا دودھ پینے سے بھی رضاعت ثابت ہوتی ہے سوال :- اگر  
 کوئی بچہ غلطی  
 سے یا دھوکہ سے کسی عورت کا دودھ پی لے تو کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو  
 گی یا نہیں؟

لہ قال المرغینانی: ويجوز ان يتزوج الرجل باخت أخيه من الرضاع لانه يجوز ان يتزوج  
 باخت أخيه من النسب۔ (الهدایة ج ۲ ص ۲۳ کتاب الرضاع)  
 ومثله في شرح الوقاية ج ۲ ص ۶ کتاب الرضاع۔  
 لہ قال المرغینانی: وامرأة ابیه وامرأة ابنه من الرضاع لا يجوز ان يتزوجها كما لا يجوز  
 ذلك من النسب۔ (الهدایة ج ۲ ص ۲۳ کتاب الرضاع)  
 ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الرضاع۔



الجواب :- مدت شیرخواری میں جب بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی چاہے بچہ نے غلطی سے پیا ہو یا دھوکہ اور قصد و ارادہ سے ۔

قال فخرالدین قاضی خان : قليل الرضاع وكثيره سواء عندنا ..... كما يحصل الرضاع بالمص من الثدي يحصل بالصب والسعوط ۔

(الفتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۶ باب الرضاع) ۱۷

سوال :- اگر کسی بچے کو چمچہ کے ذریعے کسی عورت کا دودھ پلایا جائے تو

کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں ؟

الجواب :- جب دودھ بچے کے حلق کے نیچے چلا جائے چاہے کسی بھی طریقے سے ہو تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی ، چونکہ صورت مسئلہ میں دودھ حالت صغریٰ میں بچے کے بدن میں پہنچ چکا ہے اس لیے حرمت رضاعت ثابت ہوگئی ہے ۔

قال العلامة المرغینانی : اذا اختلط اللبن بالماء واللبن هو الغالب تعلق به التحريم وان غلب الماء لم يتعلق التحريم ۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۳ کتاب الرضاع) ۱۸

رضاعی بہن بھائی کا نکاح حقیقت حال معلوم ہونے کے بعد واجب التفريق ہے | سوال :- اگر ایک عورت

کا نکاح لاعلمی میں کسی ایسے مرد سے ہو جائے جس نے بچپن میں اس کے ساتھ کسی عورت کا دودھ پیا تھا ، کیا اب حقیقت حال کا علم ہونے کے بعد ان کے درمیان تفريق کرا فی ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب :- چونکہ یہ دنوں آپس میں رضاعی بہن بھائی ہیں اس لیے ان دنوں کا نکاح شرعاً

۱۷ قال العلامة ابن نجيم : هو مص الرضيع من ثدي الأممية في وقت عضو اي وصول اللبن من ثدي المرأة الى جوف الصغير من فيه او الفه في مدة الرضاع ۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲ کتاب الرضاع) وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۳۲ کتاب الرضاع ۔

۱۸ قال العلامة ابن نجيم : لو اختلط اللبن لما ذكر يعتبر الغالب ان كان الغالب الماء لا يثبت التحريم ۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۸ کتاب الرضاع) ۱۹

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۳۲ کتاب الرضاع ۔

جائز نہیں ہے اور دونوں کے درمیان تفریق لازمی ہے جو نفس متارکت سے ثابت ہو سکتی ہے۔

قال العلامة الحصکفی: (ولا) حل (بین الرضیعة وولد مرضعتها) ای (التي ارضعتها

(وولد ولدها) لانه ولد الاخ۔ الخ (الدرا المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۳ باب الرضاع)

وقال ایضاً: (فیحرم منه) ای (بسببه) (ما یحرم من النسب)۔ الخ

(الدرا المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۹ باب الرضاع) لہ

**بلوغ کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں** | سوال :- کسی عورت کے ساتھ ایک لڑکے نے زنا کے دوران

اس کے پستان کو منہ میں لے کر اس کا دودھ پیا کیا اب اس مزنیہ اور زانی کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حرمت رضاعت کے لیے دو اڑھائی سال کے اندر اندر کسی عورت کا

دودھ پینا ضروری ہے اس مدت کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہ ہوگی، لہذا اس زانی لڑکے کا نکاح مزنیہ سے جائز ہے۔

قال العلامة المرغینانی: مدت الرضاع ثلاثون شهراً عند ابی حنیفۃ۔ وقال

سنداً وهو قول الشافعی۔۔۔۔۔ وقال النبی علیہ السلام لا رضاع بعد حولین۔

(الہدایۃ ج ۲ ص ۳۲۹ کتاب الرضاع) لہ

**شک کی بنا پر رضاعت ثابت نہیں** | سوال :- رات کے وقت ایک شیرخوار بچی نے کسی عورت کے پستان کو منہ میں لیا

لہ وفي الہندیۃ: یحرم علی الرضیع ابوالہ من الرضاع واصولہما وفروعہما من النسب

..... فالکل اخوة الرضیع واخواتہ واولادہم اولاد اخوتہ واخواتہ الخ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۳۳ کتاب الرضاع)

لہ قال العلامة الحصکفی: هو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندہما وهو

الاصح فتح وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری۔۔۔۔۔ ولا یصح الارضاع بعد مداتہ۔

(الدرا المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۰۴/۲۰۳ باب الرضاع)

ومثله فی فتح القدیر ج ۳ ص ۳۰۹ کتاب الرضاع۔

مگر اس بات کا یقین نہیں کہ آیا بچہ نے دودھ پیا ہے یا نہیں، تو کیا اب اس بچی کا نکاح مذکورہ عورت کے لڑکے سے جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** حرمت رضاعت کے ثبوت کے لیے یقین محکم کا ہونا ضروری ہے محض شک کی بناء پر حرمت ثابت نہ ہوگی، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ مذکورہ بچی کا نکاح اس عورت کے کسی بھی بیٹے کے ساتھ نہ کیا جائے۔

قال الشيخ ابن السعدي: بان ادخلت الحلمة في فم الصغير وشكت في الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشك. (فتح القدير ج ۳ ص ۳۰۲ کتاب الرضاع) لہ

**مُدتِ رضاعت کے بعد دودھ پلانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی** | سوال:- اگر کوئی عورت کسی کے

بچے کو دو سال کے بعد اپنا دودھ پلائے تو کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟  
**الجواب:-** حرمت رضاعت کے ثبوت کے لیے مدتِ رضاعت کے اندر اندر دودھ پینا یا پلانا ضروری ہے جو بنص قرآن دو سال ہے، لہذا اگر کوئی عورت کسی غیر کے بچے کو دو سال کے بعد دودھ پلائے تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

قال النبی علیہ السلام: لا رضاع بعد حولين. (الهدایۃ ج ۲ ص ۳۲۹ کتاب الرضاع) لہ  
**رضاعی ماں کی پوتی سے نکاح کرنے کا مسئلہ** | سوال:- ایک لڑکے نے دو سال کی عمر سے پہلے اپنی دادی کا دودھ پیا تھا، اب وہ اپنے چچا کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو کیا یہ لڑکی اس کے لیے حلال

لہ قال العلامة الحصکفی: فلو اتقمت الحلمة ولعیدرا دخل اللبن فی حلقه ام لا لم یعم لان فی المانع شکا. (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۶ باب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الرضاع۔

لہ قال الحصکفی:- فی وقت مخصوص هو حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما وهو الاصح فتح وبه یفتی کما فی تصحیح القدوری..... ولع یصح الارضاع بعد مدته۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۳، ۴۰۴ باب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۳۰۹ کتاب الرضاع۔



ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- صورت مسئلہ کے مطابق یہ لڑکی مذکورہ لڑکے کی رضاعی بھتیجی لگتی ہے، اور بھتیجی سے نکاح کرنا شرعاً درست نہیں لہذا یہ لڑکا چچا کی بیٹی سے نکاح نہیں کر سکتا۔  
قال العلامة المروغینانی رحمہ اللہ : ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب

للمحدث الذی روینا - (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۳ کتاب الرضاع) لہ

**سوال :-** جناب مفتی صاحب ! مدت رضاعت کے اثبات کے **مدت رضاعت** لیے کتنا وقت مقرر ہے؟ یا یہ کہ جب بھی کوئی کسی عورت کا دودھ

پی لے تو حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے؟

الجواب :- حرمت رضاعت کے لیے جمہور علماء کے نزدیک دو سال کی مدت مقرر ہے جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تیس مہینے یعنی اڑھائی سال مقرر ہے، لہذا اس مدت کے اندر اندر جب بھی والدہ کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ پیا جائے تو رضاعت ثابت ہوگی ورنہ نہیں۔

قال العلامة المروغینانی رحمہ اللہ :- مدّة الرضاع ثلثون شهراً عند ابی حنیفۃ  
وقلا سنتان وهو قول الشافعی - (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۲۹ کتاب الرضاع) لہ

**سوال :-** اگر ایک عورت نے کسی لڑکے کو رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں

دودھ پلایا ہو تو اس لڑکے کا آپس میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب :- بھانجی سے چاہے وہ حقیقی ہو یا رضاعی دونوں صورتوں میں نکاح جائز نہیں

لہ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ :- ویحرم منہ ای بسببہ ما یحرم من

النسب - (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۵ باب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الرضاع۔

لہ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ :- هو حولان وتصف عدۃ وحولان فقط عندهما وهو الاصح فتح و

بہ یفتی کافی لصیغہ القدوری - (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۳ باب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۳۰۹ کتاب الرضاع۔

چونکہ صورت مسئلہ میں یہ بڑ کی اس بڑ کے کی رضاعتی بھانجی لگتی ہے اس لیے ان دونوں کا نکاح شرعاً جائز نہیں۔

قال العلامة المرغینانی رحمہ اللہ: ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب للحديث الذی روینا۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۳ کتاب الرضاع) لہ

**حرمیت رضاعت صرف اسلام کا حکم ہے** | سوال :- جناب مفتی صاحب! کیا حرمیت رضاعت اسلام کے علاوہ

دوسرے شرائع میں بھی نازل ہوئی تھی یا نہیں؟

**الجواب :-** اسلام دیگر منفردات کے علاوہ اس مسئلہ میں بھی منفرد مذہب ہے جس میں رضاعت کی وجہ سے بھی نسبی رشتہ جیسی حرمت بیان فرمائی گئی، اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں یہ حکم نہ تھا۔

قال الشیخ ابو زھرہ: انقردت الشریعة الاسلامیة من بین الشرائع السماویة القائمة الان یجعل الرضاع سبباً من اسباب التحريم۔  
(الاحوال الشخصیة ص ۸۳ التحريم بالرضاع)

**سوال :-** میرے بڑے بھائی اور ایک بہن نے اپنی والدہ اور نانی کا دودھ پیتے سے اپنی والدہ اور نانی کا دودھ پیا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اگر ہم اپنے کسی بھائی کا نکاح اپنے ماموں یا خالہ کی بڑ کی سے کرنا چاہیں تو وہ شریعت مقدسہ کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جس بھائی اور بہن نے نانی کا دودھ پیا ہے اس کا نکاح ماموں اور خالہ کی اولاد سے حرام ہے اور جس بھائی اور بہن نے نانی کا دودھ نہ پیا ہو تو اس کا نکاح خالہ اور ماموں کی اس اولاد سے درست ہو گا جس نے نہ نانی کا دودھ پیا ہو اور نہ اس بھائی اور بہن کی والدہ کا دودھ پیا ہو۔

لہ قال العلامة الحسینی رحمہ اللہ: ویحرم منہ ای بسببہ ما یحرم من النسب۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۲ باب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الرضاع۔

قال العلامة المحقق: فيحرم منه أي بسببه ما يحرم من النسب إلا ما أخيه  
دأخته واخت ابنه وبنته ومجدة ابنه وبنته وأمه وعمته الخ

والدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۹ کتاب النکاح۔ باب الرضاع ۱۰  
**رضاعی خالہ سے نکاح کا حکم** | سوال ۱۔ جناب مفتی صاحب! ایک لڑکے نے  
صغیر سنی میں ایک عورت کا دودھ پیا ہے اب اس  
کے والدین اس عورت کی چھوٹی بہن سے اس لڑکے کا نکاح کرنا چاہتے ہیں، کیا شرعاً ان  
دونوں کا نکاح درست ہے یا نہیں؟

**الجواب:** قانون شریعت کی رو سے جس عورت سے نکاح نسبی رشتے کے حوالے  
سے حرام ہے تو رضاعی رشتے کے حوالے سے بھی اس عورت سے نکاح جائز نہیں،  
صورت مسئلہ کے مطابق یہ لڑکی چونکہ اس لڑکے کی رضاعی خالہ ہے اس لیے نسبی خالہ  
کی طرح رضاعی خالہ سے بھی نکاح ناجائز و حرام ہے، لڑکے کے والدین کو چاہیے کہ  
وہ اس ارادے کو ترک کر دیں۔

لما قال العلامة المرفیغی فی رحمہ اللہ: یحرم من الرضاع ما یحرم  
من النسب للحديث الذی رویتا۔

والہدایۃ ج ۲ ص ۳۳ کتاب الرضاع ۱۰

۱۰ وفق الہندیۃ: وثبت حرمة المصاهرة فی الرضاع حتی ان امرأة الرجل حرام علی  
الرضیع وامرأة الرضیع حرام علی الرجل وعلى هذا القیاس الا فی المسئلتین احدھما  
ان لا یجوز للرجل ان یتزوج اخت ابنه من النسب ویجوز فی الرضاع۔ والمسئلة  
الثانیۃ لا یجوز للرجل ان یتزوج ام أخته من النسب ویجوز فی الرضاع۔ الخ  
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۳۳ کتاب الرضاع ۱۰)

۲۰ قال العلامة المحقق: ویحرم منه ای بسببه ما یحرم من النسب۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۵ باب الرضاع)

ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الرضاع۔



## باب فی حرمت المصاہرت

(حرمت مصاہرت کے احکام و مسائل)

**سوال :-** ایک شخص کا اپنی بیوی کو جگاتے وقت ساس کو بغیر شہوت کے ہاتھ لگانا بیوی کے بجائے ساس کو ہاتھ لگ گیا اور دل میں

جماع کا خیال تھا لیکن شہوت نہیں تھی، تو کیا اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی؟  
**الجواب :-** حرمت مصاہرت کے اثبات کے لیے لمس و چھونا ضروری ہے جو کہ شہوت سے ہو اور جس لمس (چھونے) میں شہوت نہ ہو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، لہذا صورت مسئلہ میں حرمت مصاہرت ثابت نہ ہونے کی وجہ سے اس شخص پر بیوی حرام نہیں ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي: وفي المس لا تحرم ما لم تعلم الشهوة لان الاصل في التقبيل الشهوة بخلاف المس۔ (رد المحتار علی صمد رد المحتار ج ۳ ص ۳۶ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات) ۱۷

**سوال :-** اگر کسی نے اپنی ساس کو شہوت کی نگاہ سے دیکھا ساس کو شہوت سے دیکھنا تو کیا اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر فرج داخل کو شہوت کی نظر سے دیکھا ہو تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی ورنہ مطلق نظر شہوت سے حرمت مصاہرت کا اثبات نہیں۔

قال ابن عابدین: رتحت قوله والمنظور الى فرجها قيد بالفرج لأن ظاهر الذخيرة وغيرها أنهم اتفقوا على أن النظر لشهوة الى سائر أعضائها لا عبوة به ما عدا الفرج۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۳ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات) ۱۸

قال أبو بكر النسفي: والزنا واللمس والنظر لشهوة يوجب حرمة المصاهرة۔ (كنز الدقائق على معاش البحر الرائق ج ۳ ص ۹۸ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)۔ قال ابن نجيم: وقيد يكون اللمس عن غير شهوة لم يوجب الحرمة۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۱ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات) ومثله في الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۵ الباب الثالث في المحرمات۔

۱۷ قال في الهندية: لا تثبت بالنظر الى سائر الأعضاء لا بشهوة ولا بلمس سائر الأعضاء عن شهوة بلا خلاف۔ كذا في البدل والمعتبر بالنظر الى الفرج الداخل، هكذا في الهداية۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۵ فصل فی المحرمات)

سہ گئی یا نہیں؟  
**سوال :-** اپنی ساس سے زنا کا ارتکاب کرنے والے شخص کے لیے اس عورت کی بیٹی حلال رہے گی یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر کوئی شخص اپنی ساس سے زنا کرے یا شہوت کے ساتھ مس یا تقبیل کرے تو اس سے اس عورت کی بیٹی ہمیشہ کے لیے زنا کے مرتکب و امار پر حرام ہو جاتی ہے۔

قال ابن نجيم: واداد بحرمة المصاهرة المحرمات الاربع حرمة المرأة على اصول الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة اصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً. كما في الوطئ الحلال - (البحر الرائق ج ۳ من كتاب النكاح - فصل في المحرمات)۔

**سوال :-** اگر کسی نے اپنی بیٹی کو بیٹی کو شہوت سے ہاتھ لگانے سے نکاح پر اثرات شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا تو اس عمل سے اس کے نکاح پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ کیا بیوی اس کے لیے حرام ہو جائے گی یا حلال رہے گی؟

**الجواب :-** اگر کسی شخص نے بیٹی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا ہو اور درمیان میں کوئی ایسی چیز بھی حائل نہ ہو جو بیٹی کے بدن کی حرارت کے احساس سے مانع ہو اور نہ بیٹی کی عمر نو سال سے کم ہو تو اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہو کر پڑے گی کی ماں اس شخص پر حرام ہو جائے گی، اور اگر مذکورہ شرائط میں سے ایک بھی موجود نہ ہو تو پھر حرمت ثابت نہیں۔

قال في الهندية: قلوا يقطر زوجته ليها معها فوصلت يدها الى بنته منها فقرصها بشهوة وهي ممن تشتهي يظن أنها أمها حرمت عليه الأم حرمة مؤبدة كذا في فتح القدير... ثم لا فرق في ثبوت المحرمة بين كونه عامداً أو ناسياً... ثم الممس إتما يوجب حرمة المصاهرة إذا لم يكن بينهما ثوب أما إذا كان بينهما ثوب فإن كان رقيقاً بحيث تصل حرارة المسوس الى يده تثبت كذا في الذخيرة... والفتوى

له وفي الهندية: فمن زنى بامرأة حرمت عليه أمها وإن علت وإبنتها وإن سفلت - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۴۲ الباب الثالث في المحرمات - ومثله في رد المحتار ج ۳ ص ۳۲ كتاب النكاح - فصل في المحرمات -

على أن بنت تسع محل الشهوة لآما دونها - كذا في معراج الدراية - انتهى  
(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۱ الباب الثالث في المحرمات) له

**زانی اور مزنیہ کی اولاد کے درمیان نکاح جائز ہے** | سوال :- جناب مفتی صاحب اس مسئلہ کی وضاحت درکار ہے کہ

زانی اور مزنیہ کی اولاد کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** فقہاء کرام نے زنا سے حرمت مصاہرت کا اثبات چار گروہ میں کیا ہے جن میں صورت مسئلہ شامل نہیں ہے اس لیے زانی اور مزنیہ کی اولاد کا آپس میں نکاح جائز اور درست ہے۔

قال ابن نجيم المصري رحمه الله : وأراد بحُرْمَةِ المصاهرة المحرمات الأربع حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً كما في الوطء الحلال ويحصل لأصول الزاني وفروعه أصول المتر في بها وفروعها -

(البحر الرائق ج ۳ ص ۳۱۱ کتاب النکاح - فصل فی المحرمات) له

**نابالغ لوط کے کا بالغ سے زنا کرنے سے حرمت مصاہرت کا حکم** | سوال :- اگر کوئی نابالغ لوط کا کسی بالغ عورت سے زنا

له قال العلامة الحسكي رحمه الله : ولا فرق فيما ذكر بين اللبس والنظر بشهوة بين عمداً ونسياناً وخطأ وإكراه فلو أيقظ زوجته وأيقظته هي لجماعها فمست بیده بذنتها المشتبهة أو يدها ابنه حرمت الأقرأبداً - (الدرا مختار على صدر رد المحتار ج ۳ ص ۳۵ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب النکاح - فصل فی المحرمات -

له قال ابن عابدين : (تحت قوله حرم أيضاً بالصهرية اصل منية) .... ومثله ما قدمناه قريباً عن القهستاني عن القظم وغيره وقوله ويجل الخ أي كما يحل ذلك بالوطء الحلال وتقييداً بالحرمة الأربع مخرج لما عداها وتقدم آنفاً الكلام عليه - (رد المحتار ج ۳ ص ۳۲ کتاب النکاح - فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى الْهِنْدِيَّةِ ج ۲ ص ۲۱۱ الباب الثالث في المحرمات -



کرے تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟  
**الجواب:** زنا سے حرمتِ مصاہرت کے لیے لڑکے لڑکی کا بالغ ہونا ضروری ہے یا کم از کم دونوں کا مراہق ہونا شرط ہے، اس لیے وہ نابالغ لڑکا جو مراہق نہیں کے زنا کرنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

قال ابن نجيم المصوى رحمه الله: وكذا اشترط الشهوة في الذكر حتى لو جامع أربع سنين زوجة أبيه لا تثبت الحرمة. وفي الذخيرة خلافه وظاهر الأول أنه يعتبر فيه السن المذكور لها وهو تسع سنين. (البحر الرائق ج ۳ ص ۹۹)  
 وقال أيضاً: المراهم كالبالغ. (البحر الرائق ج ۳ ص ۳ کتاب النکاح، فصل في المحرمات) ۱۷

**بیٹے کی منکوحہ سے نکاح حرام ہے** | **سوال:** ایک لڑکے نے نکاح کیا لیکن وہ جماع کرنے پر قادر نہیں، اب اگر لڑکے کا باپ اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** شریعت اسلامی میں جب کوئی عورت ایک مرتبہ کسی شخص کے نکاح میں آجائے تو وہ عورت ہمیشہ کے لیے اس شخص کے باپ پر حرام ہو جاتی ہے، اس کے ساتھ کسی بھی صورت میں نکاح نہیں کر سکتا۔

قال الله تبارك وتعالى: وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ. (سورة النساء) ۱۷

**سو تیلے بیٹے سے زنا کرتے والی عورت اپنے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے** | **سوال:** اگر کوئی عورت اپنے

سو تیلے بیٹے سے زنا کرے تو کیا یہ عورت اب اپنے شوہر کے لیے حلال ہے یا حرام؟

۱۷ قال ابن عابدين: (تحت قول كبا بالغ)..... وفي الفتح لو لمس المراهم وأقر أنه بشهوة ثبتت الحرمة. (رد المحتار ج ۳ ص ۳ کتاب النکاح، فصل في المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲۷۵ الباب الثالث في المحرمات۔

۱۸ وفي الهندية: وحليلة الابن وابن الابن وابن البنت وان سفلوا دخل بها الابن

ام لا۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۷۵ القسم الثاني في المحرمات بالصهرية)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِدَايَةِ ج ۲ ص ۲۸۸ کتاب النکاح۔

**الجواب :-** جب کوئی عورت اپنے یا شوہر کے بالغ یا مراہق بیٹے سے جماع کرے اس زنا کی وجہ سے اب یہ عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔

قال العلامة ابن بدینؒ: قال فی البحر اداد بحرمۃ المصاہرة الحرمات الاربع حرمة لمرءة علی اصول الزانی وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسباً ورضاعاً۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۴ فصل فی المحرمات)۔

**سوال :-** ایک عورت نابالغ لڑکے سے زنا کرنا حرمتِ مصاہرت کا سبب نہیں | تے شدتِ شہوت کے

درجہ سے ایک نابالغ لڑکے سے زنا کر لیا، اب یہ عورت اس لڑکے کو اپنی بیٹی نکاح میں دینا چاہتی ہے، کیا ان دونوں کا نکاح جائز ہے؟

**الجواب :-** حرمتِ مصاہرت کے ثبوت میں وہ زنا قابلِ اعتبار ہے جس میں دونوں افراد بالغ یا مراہق ہوں، صورتِ مسئلہ میں چونکہ لڑکا مراہق بھی نہیں ہے لہذا حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں اس لیے دونوں لڑکے اور لڑکی کا نکاح جائز ہے۔

قال العلامة الحسکفیؒ: فلو جامع غیر مراہق زوجة ابنه لم تحرم۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۹ فصل فی المحرمات)۔

**سوال :-** کتب فقہ میں مذکور **فرج داخل کو دیکھنا موجبِ حرمتِ مصاہرت ہے** | ہے کہ شہوت کی نظر سے دیکھنے

سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے، جبکہ آجکل تو بازاروں میں اکثر او باش قسم کے لڑکے

له قال العلامة ابن نجیمؒ: والمہرمین وأراد بحرمۃ المصاہرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علی اصول الزانی وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسباً ورضاعاً۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۳۸۴ فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْنَدِيَّةِ ج ۱ ص ۲۷۵ الباب الثالث في المحرمات۔

۲۔ وفي المهنديّة: وكذا تشترط الشهوة في التأكّد حتى لو جامع ابن أربع سنين زوجة ابنة لا تثبت به حرمة المصاهرة كذا في فتح القدير۔ (الفتاوى الهنديّة ج ۱ ص ۲۷۵ القسم الثاني في المحرمات بالصهرية)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۹۹ فصل في المحرمات۔

لڑکیوں کو شہوت کی نظروں سے دیکھتے ہیں، تو کیا اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- مطلقاً شہوت کی نظر سے دیکھنا حرمتِ مصاہرت کا سبب نہیں بلکہ کسی عورت کے داخلِ فرج کو بتقریب شہوت دیکھنا سببِ حرمت ہے باقی دیگر اعضاء کو دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

قال العلامة الحصکفی: والمنظور الی فرجها الداخل -

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۶ باب المحرمات) ۱۷

کم سن بچی کو شہوت کیساتھ چھونا حرمتِ مصاہرت کا سبب نہیں | سوال: اگر کسی

سے کم عمر کی بچی کو شہوت کے ساتھ چھوؤ تو کیا اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- حرمتِ مصاہرت کے اثبات کے لیے لڑکی کا مشتہات ہونا ضروری ہے چوتھ ۸/۷ سال کی بچی مشتہات نہیں ہوتی، اس لیے مذکورہ صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں۔

قال العلامة الحصکفی: وبنت سنھا دون تسع لیست بمشتہاة -

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۹ فصل فی المحرمات) ۱۸

۱۷ وفق الہندیۃ: والمعتبر النظر الی الفرج الداخل ھکذا فی الہدایۃ  
وعلیہ الفتاویٰ ھکذا فی الظہیریۃ - الخ - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۷۲ القسم  
الثانی فی المحرمات بالصہریۃ)۔

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۲ ص ۲۷۹ كِتَابُ النِّكَاحِ -

۱۸ وفق الہندیۃ: الفتویٰ علی بنت تسع محل الشہوة لا ما دونہا۔ کذا فی  
معراج الدرایۃ - قال الفقیہ ابواللیث: ما دون تسع سنین لا تكون مشتہاة وعلیہ

الفتاویٰ - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۷۵ القسم الثانی فی المحرمات الصہریۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۹۹ فَصْلُ فِي الْمَحْرَمَاتِ - كِتَابُ النِّكَاحِ -



**سوال :- جناب مفتی صاحب! یہاں** **سکس سے زنا کے اقرار کے بعد انکار کی کوئی حیثیت نہیں**

علاقائی جرگہ کے سامنے ایک شخص نے اقرار کیا کہ اس نے اپنی ساس کے ساتھ زنا کیا ہے مگر اب وہ اس بات سے منکر ہے، تو کیا اس عورت کی بیٹی اس شخص کے لیے حلال ہے یا حرام؟  
**الجواب :-** بشرطِ صحت سوال ایک مرتبہ اقرار کرنے کے بعد اب اس کے انکار کا کوئی فائدہ نہیں، اس شخص کی بیوی اس پر حرام ہوگئی ہے جرگہ اس کے انکار کی تصدیق نہ کرے۔  
 قال العلامة الحصکفی: فی الخلاصة قبل للہ ما فعلت بامرأتک فقال جامعہا تثبت الحرمة ولا یصدق انه کذب ولو هازلا۔ قال ابن عابدین: (قوله ولا یصدق انه کذب الخ) ای عند القاضی اما بینه وبين الله تعالى وان کان کاذبا فیما اقر له تثبت الحرمة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۹ فصل فی المحرمات) ۱۷

**سوال :- یہاں لندن میں ایک مسلمان مرد** **مرزئیہ کافرہ کی بیٹی سے نکاح جائز نہیں**

کے ایک کافرہ عورت کے ساتھ ناجائز تعلقا تھے، اب وہ شخص توبہ کر کے اس عورت کی مسلمان بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، تو کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھونا یا اس کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنا موجب حرمتِ مصاہرت ہے، عورت چاہے مسلمان ہو یا کافرہ اس حرمت کی وجہ سے مسوسہ کے اصول و فروع چھونے والے پر حرام ہو جاتے ہیں، اس لیے صورتِ مسئلہ میں مسلمان مرد کا نکاح اس مسوسہ کافرہ کی مسلمان بیٹی سے جائز نہیں۔

قال العلامة الحصکفی: واصل مسوسة بشهوة ولولشعر علی الرأس..... وفروعہن مطلقاً۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۵ فصل فی المحرمات) ۱۸

اقل ابن نجیم: یقل لوجہ ما فعلت بامرأتک قال جامعہا تثبت الحرمة ولا یصدق انه کذب ان لو هازلین والاصوار لیس بشرط فی الاقرار لحرمة المصاهرة۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۸۱ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات) ۱۹  
 ۲۰ وفي الهندية: فمن بامرأة حرمت عليه أمها وإن علت وابتها وإن سفلت وكذا نحو المرنى بيها على إباء الزاني وإجداده وإن علو وإبنائه وإن سفلوا كذا في فتح القدير..... كما تثبت هذه الحرمة بالوطء تثبت بالمس والتقبيل والنظر إلى الفرج بشهوة كذا في الذخيرة۔ (الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۲۴۲۔ القسم الثاني فی المحرمات بالصهرية) ومثله في الهداية ج ۲ ص ۲۸۹ کتاب النکاح۔

**سوال :- جناب مفتی صاحب !** چھوٹے گاؤں میں جاری شدہ نماز جمعہ کو بند کرنا ہمارے گاؤں بٹنگی دھزارہ میں تقریباً

اٹھ سال سے نماز جمعہ پڑھی جا رہی ہے، تبلیغ اور درود و سلام کا سلسلہ بھی جاری ہے، حال ہی میں ایک مولوی صاحب نے اس بستی کو چھوٹی بستی میں شمار کر کے عوام سے نماز جمعہ بند کرنے کو کہا بستی کے کوائف حسب ذیل ہیں: گھر تقریباً ۳۰۰ - ووٹ ۸۰۰ - مسجدیں ۸ ملحقہ ہیں۔ ایک عدو پرائمری سکول - ایک پھوٹا بازار - کل آبادی تقریباً ۴۰۰۰ - ایک نمبردار - ایک پٹواری - ایک ممبر یونین کونسل - ایک چوکیدار - ایک سکول ماہٹر بھی ہے۔ یہ گاؤں یونین کونسل کی طرف سے ایک جدا وارڈ ہے بستی کے تمام بالغ مرد اگر جمع ہو جائیں تو ایک بڑی مسجد میں نہیں سما سکتے۔ مندرجہ بالا کوائف کی روشنی میں شرعی حکم صادر فرمایا جائے کہ اگر واقعی بستی ٹھڈا میں نماز جمعہ نہیں ہو سکتی اور اُسٹھ کے لیے ترک کی جاوے اور سابقہ کی قضاء ادا کی جائے ؟

**الجواب :-** جناب کو معلوم ہوگا اور کتب فقہ میں ملاحظہ کیا ہوگا کہ ہمارے امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک میں صحت اور جواز جمعہ کے لیے دیگر شرائط کے ساتھ ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ جگہ مصر ہو یا فناء مصر ہو، اگر وہ جگہ مصر یا فناء مصر نہ ہو، تو اگرچہ دوسرے شرائط ہوں پھر بھی امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہاں جمعہ جائز اور صحیح نہ ہوگا۔ تحدید مصر میں اگرچہ فقہاء احناف آپس میں مختلف نظر آتے ہیں اور مصر کی مختلف تعریفیں فقہاء نے کی ہیں اُن میں سے ایک تعریف یہ ہے کہ ما لا یسع اکبر مساجد اہلہ المكلفین بہا۔ اور دوسری تعریف جس کو ظاہر الحمد ہے کہا گیا ہے یہ ہے: انه کل موضع له امیر وقاض یقدر علی اقامۃ الحدود۔ (الدر المختار)

علامہ ابن عابدینؒ المعروف بہ شامیؒ نے "شرح منیہ" سے جو حدیث نقل کی ہے اور جس کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے، یہ ہے: انه الذی له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود۔

بہر حال مصر کی تحدید کے بارے میں اقوال بکثرت ہیں، بعض میں افراط ہے اور بعض میں تفریط اور بعض اعدل و اوسط ہیں، اور وہی الحق بالقول ہیں۔

صورت مسئلہ کے مطابق موضع مذکور بہر حال میں اعدل الاقوال پر مصر میں تو داخل نہیں ہے لیکن فقہاء کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ قصبات و قریہ کبیرہ بھی مصر کے حکم میں ہیں چنانچہ



روالمختار جلد ۱ ص ۲۸ میں بھارت موجود ہے، وعبارة القہستانی وتقع فرضاً فی القصبات  
والقرای الکبیرۃ التي فیہا اسواق الی قوله لا یجوز فی الصغیرۃ التي لیس فیہا  
قاضی ومنیر وخطیب۔ اھ۔ اور نظر برحالت مذکورہ سوال موضع مذکور قریہ کبیرہ میں  
ضرور داخل معلوم ہوتا ہے۔ اور کبیرہ و صغیرہ میں اگر مابہ الفرق آبادی کی مقدار لی جائے تو اس کا  
مدار عرف پر ہوگا، اور عرف کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ حکام وقت جو کہ حکمائے تمدن بھی  
ہیں چار ہزار کی آبادی والے گاؤں کو قصبہ میں شمار کرتے ہیں اور چار ہزار کے قریب یومیہ  
معتبر نہ ہونے کسر کے حکم میں چار ہزار کے ہیں۔ پس موضع مذکورہ اگر قصبہ نہیں ہے تو قریہ  
کبیرہ ہونے میں تو شبہ ہی نہیں ہے، اس بناء پر تو مناسب ہے کہ موضع مذکورہ میں جمعہ کا  
جائز ہوتا مان لیا جاوے، لیکن فقہاء کرام نے قریہ صغیرہ اور کبیرہ میں مابہ الفرق وہ صفات  
مراد لی ہیں جو عبارت مرقومہ میں کبیرہ و صغیرہ کی صفت میں وارد ہیں۔ یعنی اسواق، حاکم، خطیب  
کا ہونا یا نہ ہونا، اس بناء پر موضع مذکور قریہ کبیرہ میں داخل نہیں ہے اور یہاں جمعہ کا جائز ہونا تسلیم  
نہیں کیا جاسکتا کیونکہ موضع مذکور میں ایک چھوٹا بازار ہے جو قریہ صغیرہ کی نشانی ہے، مصر اور قریہ کبیرہ  
میں کم از کم تین بازار ہونے چاہئیں۔ محقق ابن الہمامؒ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ حاکم سے  
بڑا حاکم قاضی اور والی مراد ہیں جو وہاں مقیم ہوں، یہ صفت بھی موضع مذکور میں معدوم ہے اسلئے  
یہ جگہ قریہ صغیرہ ہونی چاہئیے اور جب قریہ صغیرہ ہو تو پھر جواز جمعہ کے ساتھ چند مفاسد لائق  
ہوتے ہیں کیونکہ پھر جمعہ کی نماز نقل ہوگی اور نقل تداعی کے ساتھ باجماعت بدعت و مکروہ ہیں،  
ظہر جو اصل فریضہ ہے اس کا ترک یا جماعت کا ترک لازم آتا ہے۔ اس لیے ذاتی مشورہ یہ ہے کہ  
اکابرین دیوبند نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر ایک قریہ صغیرہ میں عرصہ دراز سے جمعہ قائم ہو اور  
اُسے بند کرنے میں فساد کا خطرہ ہو تو اس کو فوراً بند نہ کیا جائے بلکہ جمعہ پڑھایا جائے  
اور لوگوں کو آہستہ آہستہ سمجھایا جائے کہ چونکہ یہ جگہ نہ مصر ہے نہ قریہ کبیرہ، اور ہمارا  
مسک میں ایسی جگہ جمعہ جائز نہیں اور خود گھر میں جا کر چار رکعت بہ نیت آخر ظہر  
پڑھ لیا کریں، اس طریقہ سے درست مسئلہ بھی واضح ہو جائے گا اور فساد بھی برپا  
نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم



خطبہ جمعہ کے بارے میں چند سوالات | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین  
متدرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ :-

(۱) جمعہ کا خطبہ بدستور عربی زبان میں رکھا جائے یا عوام الناس کے سمجھنے کے لیے مقامی  
زبان میں رواج دیا جائے ؟

(۲) اگر خطبہ عربی زبان ہی میں باقی رکھا جائے تو جو لوگ عربی زبان نہ سمجھنے کا اشکال کرتے  
ہیں اس کا کیا حل ہے ؟

(۳) خطبہ میں سلطان وقت کا نام لانا چاہیے یا نہیں ؟

الجواب :- اس مسئلہ پر کئی عرصہ پہلے علماء و اسخین نے قرآن و حدیث اور  
فقہ حنفی کی روشنی میں اپنے اپنے فتاویٰ رسالوں کی شکل میں شائع کیے ہیں اور قوی دلائل  
کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ اگر جمعہ و عیدین میں خطبہ بجائے عربی کے اردو یا فارسی میں  
پڑھا جائے تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہوگا اور صاحبین کے نزدیک  
ایک قول میں خطبہ صحیح اور ادا نہ ہوگا اور جب خطبہ ادا نہ ہوگا تو نماز جمعہ بھی نہ ہوگی  
کیونکہ جمعہ کی ادائیگی کی شرائط میں سے خطبہ بھی ہے۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب  
فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے حصہ ”عزیز الفتاویٰ“ میں اس فتویٰ کے دلائل میں ”درمختار“  
کی یہ عبارت پیش فرماتے ہیں : والرابع الخطبة فيه فلو خطب قبله وصلى فيه  
لم تصح۔ درمختار باب الجمعة كما صح لو شرع بغير عربية الخ وشرط  
عجزه وعلى هذا الخلاف الخطبة وجميع اذكار الصلوة۔ درمختار و  
في الشامي وعلى هذا الخلاف لو سيج في الفارسية في الصلوة اودعا الخ  
اي يصح عندا ليكن هيئتي كراهة الدعاء بالعجمية الخ شامی باب  
صفة الصلوة وفي باب الجمعة من رد المحتار له يقيد الخطبة بالعربية  
اكتفاء بما قدمه في باب صفة الصلوة من انها غير شرط ولو مع القدرة  
على العربية عندا خلا قالهما حيث شرطها الا عند العجز الخ  
ان عبارات سے واضح ہے کہ عربی زبان پر قدرت کے باوجود اردو یا فارسی  
وغیرہ میں خطبہ جمعہ پڑھنا صاحبین کے نزدیک اور ان کے قول کے موافق صحیح نہیں،  
اور امام صاحب کے نزدیک اگرچہ خطبہ ادا ہو جائے گا مگر مکروہ تحریمی ہوگا۔

اسی طرح مولانا محمد تمیم بن محمد الدراسی نے اس موضوع پر دو عدد رسالے زبدۃ التحقیقات<sup>۲</sup> عمدۃ التحقیقات فی اکراہۃ الخطبۃ بغیر العربیۃ تالیف فرمائے ہیں، جن پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے تقریظ لکھی ہے۔ نیز حضرت مفتی صاحب نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بنام ”الاعجوبۃ“ تحریر فرمایا ہے۔ حضرت مفتی صاحب تقریظ میں لکھتے ہیں: الخطبۃ بالعربیۃ سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام لا یقال ان المواظبۃ تكون دلیل السنۃ اذا لم یکن ثمة دلیل الخصوص وکفی کونه علیہ الصلوٰۃ والسلام عربیاً و کون لغتہ عربیۃ دلیل الخصوص فاننا نقول ان الخلفاء الراشدون ومن سواهم من اصحابہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بلغوا مشارق الارض ومغاربہا وافتتحو العرب والعجم ولم یثبت من احد منهم انه خطب بغیر العربیۃ مع القدرۃ علیہ لما ثبت من کثیر من الصحابة معرفتهم بلغة العجم وقد رتہم علی الخطبۃ بہا کزید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یعلم اللسان العجمی والجش والرومی وکسلان الفارسی کان یعلم الفارسیۃ ومع ذلک لم یأمرہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالخطبۃ بلسان العجم مع من الحاجة الیہ ومعرفتهم بہ فی شئ من الاحادیث علی انه قد ثبت من الاحادیث الصحیحۃ والسیرۃ النبویۃ حضور العجمین عند اللہ علیہ وسلم وحدانا وجماعات وکانوا فی اقل امرہم لا یعرفون العربیۃ فان کان تفہیم الخطبۃ الحاضریں من ضروریات الخطبۃ فقد من الحاجة الی ترجمتہا بلسانہم ولم یفعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع القدرة علیہ باقامة الترجمان من جماعة الصحابة فعلم ان مواظبۃ علیہ السلام علی اللغة العربیۃ فی الخطبۃ لیس لمحض کونه عربیاً وعلی سبیل جریان العادة كما ظنہ بعض الفضلاء بل کان ذلک مقصوداً منه علیہ الصلوٰۃ والسلام والحاصل ان جعل الخطبۃ بالعربیۃ سنۃ مؤکدۃ۔



اسی تقریظ میں محبت الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ فی ارض اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں جو انہوں نے شرح موطا میں ذکر فرمایا ہے: ولما لاحظنا خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وخلقائہ وھلم جلا فنقحنا وجودا شیاء فیہا الحمد والشہادتین والصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واکامر بالتقوی وتلاوة آیتہ والدعاء للمسلمین فی المشارق والمغارب بہ مع ان فی کثیر من الاقالیم کات المخاطبون اعجمیین۔

آگے امام نووی رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں جو انہوں نے "اذا کار کتاب حمد اللہ تعالیٰ" میں ذکر کیا ہے: ویشرط کونہا یعنی خطبۃ الجمعة وغیرہا بالعربیۃ انتہی والحاصل ان اللغة العربیۃ فی الخطبۃ سنة مؤكدة عندنا ولكن ترك العربیۃ وجعلها بالعجمیۃ مکروہ تحریمًا وتارکھا آثم ولا سیما المدمن علیہ۔

اس موقع پر صاحب تقریظ ایک اعتراض کو نقل کر کے اس کا دفعیہ بھی فرماتے ہیں: ولا یورد علینا ما نھن علیہ فی رد المحتار من ان ترک الواجب مکروہ تحریمًا وترک السنۃ تنزیہًا وایضاً صرح بدہ الحلبي فی شرح المنیۃ حیث قال والمراد بها ما لزمہ ترک السنۃ وهو کراہۃ تنزیہۃ او ترک واجب وهو کراہۃ تحریم کما ذکرہ المصنف فی رسالۃ ہذہ زبدۃ التحقیقات وذلك لان المحکم بتنزیہیۃ الکراہۃ فی ترک السنۃ انما هو اذا لم یخالطہ غیرہ من احداث بدعۃ او ادمان علی ترکہا والا فالفقہاء مصرحون بکونہ آثمًا ضالًا قال الشامی فی ادائل سنن الوضوء وہی سنن المؤکدۃ القریبۃ من الواجب التي یضلل تارکھا لان ترکھا استنحاف بالبدین۔ (رج ۱ ص ۹) ثم قال فی المضمضۃ والاستنشاق فلو ترکہما آثم علی الصحیح۔ (سراج) وقال فی الحلیۃ لعلہ محمول علی ما اذا جعل التارک عادة له من غیر عذر یا کما قالوا مثله فی التثلیث۔ (شامی ج ۱ ص ۱) وقال فی البدائع لان من لم یرسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنۃ فقد ابتدع فیلحقہ الوعید۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲) قلت والمراد بالوعید



قوله عليه السلام في حديث الاعرابي من زاد على هذا او نقص فقد تعدى وظلم. ومن هذه الجملة وضح ان تارك العربية في الخطبة آثر مبتدع فانه لا يراه سنة فالحاصل ان اختصاص اللغة العربية في الخطبة وان كان في الاصل من السنن الا انه لحق بتركه امور آخر من ابداع بدعة وآثر اكادمان على ترك السنة وترك البدعة واجب فجاء الوجوب من هذا القبيل لا بمحض المواظبة عليه وبالجملته فالحكم بوجوب العربية وآثر تاركها في خطبة الجمعة وان ترجمتها بغير العربية بدعة حق لا سايب۔

اسی طرح حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ”امداد الفتاویٰ“ میں بھی تحریر فرمایا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: قرآن مجید اور خطبہ دونوں کا اصل مقصد ایک ہی ہے، چنانچہ خطبہ کو قرآن مجید میں ذکر اللہ فرمایا ہے۔ یہی لفظ ذکر قرآن مجید کے لیے فرمایا ہے: اِثَّانَحْتُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِثَّا لَهٗ لِحَاجًا فِظُوْهُ ۝ ہ بلکہ قرآن مجید کے لیے لفظ ذکر کا بمعنی تذکیر بھی وارد ہے۔ اِنْ هُوَ ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۔ پس اگر لفظ ذکر اس پر دال ہے کہ اس سے لوگوں کو ان کی زبان میں نصیحت کی جاوے تو چاہیے کہ قرآن مجید کی جگہ بھی یا اس کے ساتھ نماز میں حاضرین کی زبان میں ترجمہ پڑھا جاوے بلکہ لفظ ذکر کی اس پر زیادہ دال ہے، اور اگر قرآن مجید سے تفہیم ناس کو خارج نماز کے ساتھ مخصوص کیا جاوے اور نماز میں محض تلاوت کا حکم کیا جاوے تو خطبہ سے تفہیم ناس کو بھی خارج ہیئت خطبہ کہا جاوے۔ مثلاً خطبہ سے قبل یا نماز کے بعد پھر ضرورت تفہیم کو حضرات صحابہ کرامؓ، ہم سے زیادہ جانتے تھے، اور روم و فارس اس وقت فتح ہو چکا تھا اور حضرات صحابہ کرامؓ میں ان زبانوں کے جاننے والے بھی موجود تھے، پھر کیا وجہ کہ اُس وقت ایسا نہیں کیا گیا؟ پھر اگر سامعین میں آٹھ دس زبانوں والے ہوں تو کیا خطیب کے لیے یہ شرط ہوگی کہ وہ سب زبانوں کا ماہر ہو، اگر نہیں تو پھر دوسری زبانوں والوں کی کیا رعایت ہوئی؟ نیز اسی بحث میں حضرت تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ جمعہ کا خطبہ عربی زبان کے سوا کسی اور زبان میں پڑھنا خلاف سنت متواتر ہے اس لیے ممنوع ہے۔ انتہی۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہ نے ”مجموعۃ الفتاویٰ“ میں اس بارہ میں تفصیل سے کلام کیا ہے، چند عبارات حوالہ قلم کی جاتی ہیں :-

دسوال (خطبہ جمعہ اردو زبان میں یا فارسی زبان میں یا اردو و فارسی اشعار میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور جو ہے تو کس کتاب میں مذکور ہے؟ بیسوا و تو جدوا هو العليم الغبیر۔

(جواب) خطبہ جمعہ اردو زبان میں نثر ہو خواہ نظم اور اسی طرح فارسی زبان میں بھی نثر ہو یا نظم، وعلى هذا القیاس۔ جو خطبہ کہ اس کی کچھ عبارات لغت عربی میں ہو اور کچھ زبان فارسی یا اردو وغیرہما میں نظم ہو یا نثر مکہ وہ بکراہت تحریری ہے کیونکہ مخالف ہے سنت ہدی کے، اس لیے کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء اور صحابہ کرامؓ نے علی الدوام خطبہ زبان عربی میں پڑھا ہے اور اس وقت کسی سے خطبہ پڑھنا غیر زبان عربی میں منقول نہیں ہے، جیسا کہ کتاب ”آکام النفاثی فی اداء الاذکار بلسان الفارس“ میں مسطور ہے: وهذا عبادتہ الکراہۃ انما هی لمخالفة السنة لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ قد خطبوا دائما دائما بالعربیۃ ولم ینتقل عن احد منهم انہم خطبوا خطبۃ ولو خطبۃ غیر الجمعة بغیر العربیۃ۔ انتہی

اور یہ پوشیدہ نہ رہے کہ باعث احداث خطبہ غیر عربیہ کا نہیں ہے مگر نہ سمجھنا عجم کا عبارات عربیہ کو، حالانکہ یہ امر قرون ثلاثہ میں بھی موجود تھا، اس واسطے کہ جب اطراف مختلفہ میں بلاد و امصار مفتوح ہوئے اور اکثر مردمان فارس و حبش و روم وغیرہ کے مشرف بہ اسلام ہوئے، وہ لوگ مجالس شعائر اسلام مثل جمعہ و عید وغیرہما کے حاضر ہوتے تھے اور ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو بوجہ عدم وقوف لغت عرب کے شعور فہم عبارات عربیہ کا نہ تھا بایں ہمہ کسی نے برعایت فہم امتیاز عربیہ عجمیہ کے غیر زبان عربی میں خطبہ نہ پڑھا، باوجودیکہ تعلیم و تفہیم کے خطباء و علماء کی شان سے ہے مقتضی اس کی تھی، جبکہ ایسا نہ ہوا تو خطبہ عربیہ کے مکروہ ہونے میں جو ادنیٰ مرتبہ ضلالت کا ہے کچھ شک نہ رہا۔ الی آخر ما قال واطال نور اللہ مرقدہ۔

محققین کی ان تصریحات کو مد نظر رکھ کر ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ وعیدین کا خطبہ بدستور عربی زبان میں رکھا جائے اور اس کا دوسری زبان (مثلاً اردو یا فارسی وغیرہ) میں بدل دینا مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) آپ کے اس سوال کا جواب سوال اول کے جواب کے ضمن میں ہو گیا ہے تاہم اتنا لکھا جاتا ہے کہ خطبہ عربی سے پہلے وعظ و تبلیغ کرنے میں یہ اشکال رفع ہو سکتا ہے، خاص خطبہ کے الفاظ کے معانی اور مطالب لوگوں کو سمجھانا اس وقت کوئی شرط نہیں ہے۔

(۳) خطبے میں کسی کا شخصی نام لانا شرط نہیں ہے، فقہاء اسلام خطبے کے متعلق جو تفصیل بیان فرماتے ہیں اس میں کہیں اس کا ذکر نظر سے نہیں گذرا مشہور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ خطبہ کے شرائط میں سے ایک شرط خطبہ ہے۔ رومنتھا الخطبة قبایہا۔ آگے لکھتے ہیں: الخطبة تشتمل علی فرض وسنة والفرض شیئان الوقت الی قوله والثانی ذکواللہ۔ آگے لکھتے ہیں: واما سننہا فخمسة عشر۔ خطبہ کی تفصیل میں بھی کہیں کسی بادشاہ کا شخصی

نام ذکر کرنے کی تصریح نہیں ہے، علیحدہ بھی کوئی تجزیہ دستیاب نہیں ہو سکا، اس لیے بہتر یہی ہے کہ خطبے میں شخصی نام نہ لایا جائے، خطبہ میں اوصاف پر دُعا اور ترغیب و ترہیب ہونی چاہیے، جیسا کہ خطیبوں میں اسلاف کا معمول رہا ہے کہ اُن کے خطبوں میں یہ الفاظ موجود ہیں: والسلطان المسلم ظلّ اللہ فی الارض من اهان سلطان اللہ فی الارض اهان اللہ۔

هذا ما عندی واللہ اعلم





**عیدین کی نماز کتنے دنوں تک ادا کی جاسکتی ہے** | سوال :- عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کتنے دنوں تک ادا کی جاسکتی ہے؟

**الجواب :-** اگر عید الفطر کی نماز بوجہ شرعی مجبوری کے نہ پڑھائی جاسکے تو دوسرے دن پڑھی جاسکتی ہے اس کے بعد جائز نہیں اور عید الاضحیٰ کی نماز تین دن تک جائز ہے بشرطیکہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے ترک کی گئی ہو۔

لما قال العلامة طاهون بن عبد الرشيد البخاري: ولو زالت الشمس يوم الفطر قبل ان يصلي صلاة العيد سقطت صلاة العيد ولا يصلي من الغد الا اذا تركوا بعد فراغهم من الغد قبل الزوال وان زالت الشمس من الغد سقطت صلاة العيد سواء تركوها بعد الزوال او بعد عذر وفي عيد الاضحى اذا لم يصل من الغد حتى زالت الشمس يصلي بعد الغد قبل الزوال فاذا زالت الشمس في آخر ايام النحر ولم يصل سقطت سواء كان بعذر او بغير عذر غير ان التأخير ان كان بعذر لا يلحقهم الاساءة وان كان بغير عذر فقد اساءوا۔ (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۱۴ باب صلاة العيدين) له



له وفي الهنديّة، وتؤخر صلاة عيد الفطر الى الغد اذا امتنع من اقامتها عذر بان غيم عليهم الهلال و شهد عند الامام بعد الزوال او قبله بحيث لا يمكن جمع الناس قبل الزوال او صلاحها في يوم غيم فظهر انها وقعت بعد الزوال ولا تؤخر الى بعد الغد وكلاما لم يوصلها مع الجماعة وفاتت بعض الناس لا يقضيها من فاتته خرج الوقت ولم يخرج واذا حدث عذر يمنع من الصلوة في يوم الاضحى صلاحها من الغد وبعد الغد ولا يصليها بعد ذلك، ثم العذر ههنا النقي الكراهة حتى لو آخروها الى ثلاثة ايام من غير عذر جازت الصلوة وقد اساءوا وفي الفطر للجواز حتى لو آخروها الى الغد من غير عذر كما يجوز۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۵۱ الباب السابع عشر في صلاة العيد)

ومثله في الطحطاوى حاشية مراقي الفلاح ص ۲۳۹ باب صلاة العيدين۔

## احکام و مسائل عید و صدقۃ الفطر

دارالعلوم حقایق کے درالافتاء کی طرف سے عوام الناس کے افادہ کے لیے احکام و مسائل کے عنوان سے ماہنامہ الحق میں وقتاً فوقتاً مضمون شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ذیل کا مضمون بھی ماہنامہ الحق میں شائع ہو چکا ہے۔ فتاویٰ کی مناسبت سے یہاں بھی شامل کیا جا رہا ہے۔ (مرتبہ)

- یکم سوال کو شکرانے کے طور پر دو رکعت نماز عید ادا کرنا واجب ہے۔
- عید کے دن غسل کیا جائے، مسواک کی جائے، عمدہ کپڑے جو دبیر ہوں پہن کر خوشبو لگائی جائے باؤں کو تیل لگا کر کنگھا کیا جائے۔
- صبح سویرے عید گاہ جلد پہننے کی کوشش کی جائے اور نماز عید کے لیے جانے سے قبل کوئی میٹھی چیز کھالی جائے۔
- عید کی نماز پڑھنے کے لیے ایک راستے سے جائے اور نماز کے بعد دوسرے راستے سے واپس آئے اور اگر ممکن ہو تو عید گاہ پیدل چل کر جائے۔
- راستے میں یہ تکبیریں آہستہ آہستہ پڑھے: اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر واللہ الحمد۔
- نماز عید سے پہلے کسی جگہ نوافل پڑھنا مکروہ ہے البتہ عید کی نماز کے بعد گھر آکر پڑھ سکتے ہیں۔
- نماز عید میں صرف چھ تکبیریں زائد ہوتی ہیں، پہلی رکعت میں سبحانک اللہم کے بعد تین تکبیریں زائد ہاتھ پھوڑ کر اور دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے تین تکبیریں زائد ہاتھ پھوڑ کر کہی جاتی ہیں باقی نماز دوسری نمازوں کی طرح ہے، نماز کے بعد خطبہ سننا واجب ہے۔
- نماز عید کے متفرق مسائل | عیدین کے خطبوں کی ابتدا و تکبیر سے کرنا مستحب ہے پہلے خطبے میں نو مرتبہ تکبیر پڑھی جاتی ہے۔
- عید کے دونوں خطبوں کے درمیان امام کے لیے تھوڑی دیر بیٹھنا مسنون ہے۔

○ عید کے دن عورتوں، مریضوں اور مسافروں کے لیے بھی نماز عید سے پہلے نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔  
○ عیدین کی نماز عید گاہ میں ادا کرنا مسنون ہے، البتہ معذوروں کے لیے مساجد میں نماز عید ادا کرنا جائز ہے۔

○ نماز عید کا باجماعت ہونا شرط ہے لہذا اگر کسی وجہ سے نماز عید کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکا تو تنہا نماز عید ادا نہیں کر سکتا، اسی طرح اگر کسی کی نماز عید کسی وجہ سے فاسد ہو گئی ہو تو اس کی قضا واجب نہیں ہے۔

○ اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے نماز عید پہلے دن نہ پڑھی جاسکے تو دوسرے دن نماز عید پڑھ لیں۔  
○ اگر کسی کی واجب زائد تکبیریں چھوٹ گئی ہوں اور وہ امام کے ساتھ قیام میں آکر شریک ہوا تو بیت باندھ لینے کے بعد وہ سب سے پہلے تین زائد تکبیریں کہے خواہ امام نے قرأت شروع کر دی ہو یا نہ کی ہو۔

○ ایک شخص نماز کی دوسری رکعت کے رکوع میں آکر شریک ہوا تو ایسے موقع پر اگر اسے یقین ہو کہ تین تکبیریں کہہ کر رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے گا تو وہ پہلے کھڑے ہو کر تینوں تکبیریں کہے اس کے بعد رکوع میں شریک ہو جائے۔ اگر ایسے شخص کو رکوع چھوٹ جانے کا خوف ہو تو وہ رکوع میں شریک ہو جائے اور سبحان ربی الاعلیٰ کی بجائے رکوع ہی میں زائد تکبیریں کہے مگر رکوع میں یا تھ نہ اٹھائے۔

○ اگر تینوں تکبیریں پوری کرنے سے پہلے امام صاحب رکوع سے مبرا اٹھالیں تو وہ بھی امام کی اقتدا میں کھڑا ہو جائے جس قدر تکبیریں رہ گئی ہیں وہ معاف ہوں گی۔

○ اگر کسی کی ایک رکعت نماز عید جاتی رہے تو اس کو چاہیے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ رکعت ادا کرے، سب سے پہلے قرأت کرے اس کے بعد زائد تکبیریں کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔  
○ اگر امام صاحب رکوع سے پہلے زائد تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع کی حالت میں انہیں وہ تکبیریں یاد آئیں تو وہ حالت رکوع میں ہی تکبیریں کہہ لیں قیام کی طرف نہ لوٹیں تاہم اگر غلطی سے امام صاحب کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہو کر انہوں نے یہ زائد تکبیریں کہیں تو یہ صورت بھی جائز ہے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

○ ہجوم کی کثرت کی وجہ سے عیدین کی نماز میں سجدہ سہو معاف ہے۔  
○ عیدین کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا سنت مؤکدہ ہے لیکن اگر امام کسی مجبوری کی وجہ سے کھڑا



نہ ہو سکے تو بیٹھ کر خطبہ پڑھنا جائز ہے۔<sup>۱۷</sup>

مستحب یہ ہے کہ جو شخص عید کی نماز پڑھائے وہی خطبہ بھی پڑھے، تاہم اگر امام کو کوئی شرعی عذر پیش آجائے تو دوسرا شخص بھی خطبہ دے سکتا ہے۔<sup>۱۸</sup>

مسنون طریقہ یہ ہے کہ نماز طویل ہو اور خطبہ مختصر ہو، یعنی پوری نماز سے کم وقت میں خطبہ ختم ہو جائے۔<sup>۱۹</sup>

**صدقۃ الفطر** | صدقۃ الفطر اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس ضروریات خانہ کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا اسی وزن کے روپے ہوں یا زیور ہوں یا مال و جائیداد یا تجارت کا مال ہو یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو یا اس وزن کے برابر شرفیاں یا زیور ہو، یہ شرط نہیں کہ اس مال پر سال گذر چکا ہو، اگر کسی کے پاس بہت مال ہے لیکن قرض اس قدر ہے کہ اگر ادا کیا جائے تو ۵۲ ۱/۲ تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا اسباب باقی نہیں رہتا تو اس پر صدقۃ فطر واجب نہیں۔ جس شخص کے پاس مذکورہ مال یا اس سے زیادہ ہو وہ اپنی طرف سے بھی صدقۃ فطر ادا کرے اور اپنی نابالغ اولاد اور بیوی کی طرف سے بھی۔<sup>۲۰</sup>

صدقۃ فطر ایک آدمی کا بوزن انگریزی پونے دو سیر گندم ہے یا اس کی قیمت، اور جو ۱۳۱۰ھ میں ہے، اپنے عزیز و اقارب سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ ایک شخص کو کئی آدمیوں کا صدقۃ فطر دیا جائے تو درست ہے اور اگر ایک آدمی کا صدقۃ فطر کئی محتاجوں کو دیدیا جائے تو بھی درست ہے۔ عید کی نماز سے پہلے ادا کر دینا بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ جس نے کسی عذر یا غفلت سے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقۃ فطر واجب ہے بشرطیکہ مذکورہ بالا مقدار کا مال رکھتا ہو۔ صدقۃ فطر مؤذن یا امام وغیرہ کو اُجرت میں دینا جائز نہیں۔ صدقۃ فطر مسجد کی تعمیر اور اس کے مصارف میں لگانا بھی درست نہیں۔

۱۔ قال العلامة المرغینانی: تجب صلوة العید علی کل من تجب علیہ صلوة الجمعة۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۵۱ باب العیدین)

۲۔ ۳۔ ندب یوم الفطر اكله حلواً وتراً قبل خروجه الی صلوٰتہا واستیاكہ واغتسالہ تطیبہ ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابيض..... ثم خروجه الی الجبانۃ۔

(الدر المختار علی ص ۲۰۰ ج ۲ ص ۱۶۸ باب العیدین)



۱۶ لما فی الہندیۃ : ولورفع الامام رأسہ بعد ما ادى بعض التكبيرات فانه  
يرفع رأسہ ويتابع الامام وتسقط عنه التكبيرات الباقية ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۱ باب صلوة العیدین)

۱۷ کلمہ ولو ادرکہ فی القومۃ لایقضى فیہا لانه یقضى الرکعۃ الاولیٰ مع التكبيرات ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۱ باب العیدین)

۱۸ کلمہ واذا نسی الامام تکبیرات العیدین حتی قرأ فانه یکبر بعد لقراءة او فی  
الرکوع ما لہر رفع رأسہ ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۱ الباب السابع عشر فی صلوة العیدین)

۱۹ کلمہ لما فی الہندیۃ : الا مشائخنا قالوا لا یسجد للسهو فی العیدین والجمعة لئلا یقع  
الناس فی الفتنة ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۸ باب العیدین)

۲۰ کلمہ ومنها ان یخطب قائماً فالقیام سنة فلیس بشرط حتی لو خطب قاعداً یجوز عندنا ۔

(بدائع الصنائع ج ۳ ص ۳۶۳ باب الجمعة)

۲۱ کلمہ قال العلامة الحسینی : لا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب لانہما کثنی واحد فان فعل  
بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز هو المختار ۔

(الدر المختار علی هامش رد المختار ج ۵ ص ۵۵۲ باب الجمعة)

۲۲ کلمہ قال العلامة الکاسانی : وعن عمر رضی اللہ عنہ انه قال طولوا الصلوة وقصرو  
والخطبة ۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۳ باب الجمعة)

۲۳ کلمہ صدقة الفطر واجبة علی الحر المسلم اذا کان مالکاً لمقدار النصاب فاضلاً عن  
مسکنہ وثیابہ واثاثہ وقرسہ وسلاحہ وعبیدة ۔ اما وجوبہا فلقولہ علیہ السلام  
فی خطبته ادوا عن کل حر وعبد صغیر او کبیر نصف صاع من بر او صاع من  
شعیر ۔ رواہ ثعلبہ بن صعیر العدوی ۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۹۱ باب صدقة الفطر)

۲۴ کلمہ وزن انگریزی سے وزن صاع کا قریب آدھ پاؤ اور ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے اور نصف  
صاع پونے دو سیر ایک چھٹانک ہوتا ہے ۔ (ہشتی زیور باب صدقة الفطر)









## باب حقوق الزوجین

(خاوند اور بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق کے بیان میں)

میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق کا حکم | سوال :- از روئے شرع بیوی پر خاوند کے اور خاوند پر بیوی کے کیا کیا حقوق ہیں ؟

الجواب :- خاوند اور بیوی کے ایک دوسرے پر بہت سے حقوق ہیں جن کا ادا کرنا اور پورا کرنا از روئے شریعت مطہرہ لازمی ہے ان میں بعض حقوق مشترک ہیں اور بعض خاص ہیں، مثلاً مہر، نان نفقہ، کسودہ، مکان، اعفاف الزوجہ، عدل و انصاف وغیرہ بیوی کے حقوق منفردہ ہیں اور جائز امور میں خاوند کی اطاعت، اس کی امانت کی حفاظت، مثل عصمت کا تحفظ، مال و اولاد وغیرہ کی حفاظت (خاوند کا حق تادیب اور عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونے پر جنابت کے لیے غسل کرنا اور دیگر خاوند کے حقوق منفردہ ہیں۔ اور ایک دوسرے سے حسن معاشرت، نرمی کا مظاہرہ اور ایک دوسرے کی تکلیف برداشت کرنا وغیرہ حقوق مشترک ہیں لیکن خاوند کی ذمہ داریوں کی کثرت کیوجہ سے اس کا حق عورت پر زیادہ ہے۔ ویدل علیہ ما یأتی۔ قال اللہ سبحانہ و تعالیٰ: **الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ** (سورۃ النساء آیت ۳۴) **وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ**۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۲۸) **وَعَايِشُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ الْوُفَّ**۔ (سورۃ النساء آیت ۱۹)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: **وَإِنْ لَزَّوْكَ عَلَيْكَ حَقٌّ**۔ (صحیح بخاری ج ۵ کتاب النکاح) **وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا**۔ (صحیح بخاری ج ۵ کتاب النکاح) ۱۹۹۵

بیوی کا خاوند کے مال سے اپنا حق وصول کرنا | سوال :- اگر کوئی شخص بیوی کو نفقہ دینے سے انکار کرے تو کیا اس کو یہ حق پہنچتا ہے

کہ وہ خاوند کے مال سے اپنا حق اس کی اجازت کے بغیر وصول کرے ؟

الجواب :- اگر خاوند کا بیوی کو نفقہ دینے سے انکار کسی ایسی وجہ سے ہو جس میں عورت کے کسی جرم کا دخل نہ ہو تو نفقہ بوجہ لزوم عورت کا حق ہے اور وہ کسی بہانے سے خاوند کے مال سے

۱۔ **وَأَنْظُرْ لِلتَّفْصِيلِ** : (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۷۸) کتاب النکاح ، والفقه الاسلامی

وَادِلَّتْ ج ۲ ص ۳۲۴ و ۳۲۳ الفصل السابع، حقوق الزواج و واجباتہ



اپنا حق وصول کر سکتی ہے، تاہم اگر کہیں عورت کی نافرمانی کی وجہ سے خاوند نے اس کو نفقہ سے محروم کر رکھا ہو تو پھر عورت کی نافرمانی کی وجہ سے اس کا یہ حق باقی نہیں رہتا۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت إن هند بنت عتبة قالت يا رسول الله إن باسقيان رجل شحيح وليس يعطيني ما يكفيني وولدي إلا ما أخذت منه وهو لا يعلم فقال خذي ما يكفيك وولدك بالمعروف. متفق عليه. (مشکوٰۃ المصابيح ج ۲ ص ۲۹ کتاب النکاح) ۱۷

**ایک بیوی سے زیادہ محبت رکھنا دوسری بیویوں کی حق تلفی نہیں | سوال :- اگر ایک آدمی کی تین یا چار بیویاں**

ہوں اور ان میں کسی ایک کی طرف اس کا قلبی میلان اور اس کے ساتھ محبت زیادہ ہو تو کیا اس سے دوسری بیویوں کی حق تلفی لازم آتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- تین یا چار بیویوں میں سے کسی ایک کے ساتھ کسی وجہ سے قلبی محبت زیادہ ہو اور دیگر حقوق میں سب کے ساتھ برابری اور عدل کرتا ہو تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں، شریعت مطہرہ کی نظر میں خاوند ایسے حقوق کا مکلف ہے جو اس کے دائرہ اختیار میں ہوں جبکہ ایک سے زیادہ بیویوں میں سے کسی ایک کے ساتھ قلبی محبت اس کی قدرت سے باہر ہے۔

قال في الهندية : ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهما فيما يملكه والبيتوتة عندها للصحة والموانسة لا فيما لا يملك وهو الحيت والجماع. (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۴۲ الباب السابع عشر في النفقات) ۱۸

۱۷ قال في الهندية : في كل موضع كان للقاضي أن يقضي لها بالنفقة فلها أن تأخذ من مال الزوج ما يكتفيها بالمعروف بغير قضاء۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۵۵ الباب السابع عشر في النفقات)

وَمِثْلُهُ فِي الْيَحْرَ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۱۷۶-۱۹۶ يَابِ النِّفْقَةِ۔

۱۸ قال الشيخ الكاساني رحمه الله : وروى عن أبي قلابة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يعدل بين نساءه في القسمة ويقول اللهم هذه قسمتي فيما أملك فلا تولاخذني فيما تملك ولا أملك۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳۲ باب النفقات)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۴۳۲ کتاب النکاح۔ باب النفقات۔

بیوی کے لیے علیحدہ مکان کا انتظام کرنا خاوند کی ذمہ داری ہے | سوال: اگر بیوی

راں باپ کے ساتھ رہنا پسند نہ کرے اور اپنے رہنے کے لیے علیحدہ مکان کا مطالبہ کرے تو کیا خاوند کے ذمہ لازم ہے کہ اس کے لیے علیحدہ مکان کا انتظام کرے؟

الجواب:- اگر بیوی کسی وجہ سے خاوند کے عزیز و اقارب کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی ہو تو خاوند کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیوی کے لیے علیحدہ جگہ کا انتظام کرے یہ ضروری نہیں کہ کسی علیحدہ جگہ میں مکان بنانے کی تکلیف کرے بلکہ گھر کے اندر ہی اگر کوئی ایسا کمرہ بیوی کے لیے ہو جس میں کسی دوسرے کا عمل دخل نہ ہو تو پھر بھی اس کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ: وکذا تجب لہا السكنی فی بیت خالٍ عن اہلہ سوی طفله الذی لا یفہم الجماع وأُمّہ وأُم ولدہا من غیرہ۔ (رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۴۱۹) لہ

سوال:- ایک بڑے اور بڑکی کے درمیان نکاح ہو گیا ہے، بڑ کا کسی دوسرے ملک میں رہتا ہے اور وہ بڑکی کو اپنے ساتھ لے جاتا چاہتا ہے جبکہ

بڑکی اور اس کے والدین یہ نہیں چاہتے کہ بڑکی اس کے ساتھ دوسرے ملک چلی جائے، تو کیا خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیوی کو ساتھ لے جانے کے لیے طاقت استعمال کرے؟

الجواب:- اگر بڑکی اور اس کے والدین راضی نہ ہوں تو بڑ کا بڑکی کو جبراً اپنے ساتھ کسی دوسرے ملک نہیں لے جاسکتا۔

قال فی الہندیۃ: وکثیر من المشائخ علی أنہ لیس للزوج أن یسافر بہا فی زمانہ

لہ قال ابن نجیم: أی الإسکان للزوجة علی زوجها لان من کفایتہا فیتجب لہا کالتفقة وقد أوجبہا اللہ تعالیٰ کما أوجب التفقة۔ بقولہ تعالیٰ: أَسْكُنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكُنْتُمْ مِنْ قُجْدَ كُمْ۔ اِی من طاقتکم مما تطیقونہ ملکاً أَوْ إِجَارَةً أَوْ عَارِیَةً اِجْمَاعاً وَاِذَا وَجِیْتَ حَقَّالِہَا لَیْسَ لَہُ أَنْ یَشْتَرِکَ غَیْرُہَا لِأَنَّہَا تَتَضَرَّرُ بِہُ..... وَلَوْ کَانَ الْخِلَافُ مُشْتَرِکاً بَعْدَ أَنْ غَلَّقَہُ یَخْصُہُ وَلَیْسَ لَہَا أَنْ

تطالبہ بمسکن آخر۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۳، ۱۹۴ باب النفقة)

وَمِثْلُہُ فی الہندیۃ ج ۱ ص ۵۵۶ الباب السابع فی النفقات۔



وإن أوفاه المهر ولكن بتقلها إلى القرى أين أحب وعليه الفتوى -

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۱۰ الفصل الحاد عشر في منع المرأة نفسها بمهرها) -

**سوال :- کیا بیوی سے جماع کے لیے کچھ ممنوعہ**  
**بیوی سے ہمبستری کرنا کن اوقات میں جائز نہیں**

اوقات ہیں؟ جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز ظہر کے بعد عید کے دن شرب برات وغیرہ اوقات و مواضع میں جماع کرنا منع ہے، کیا یہ درست ہے؟

**الجواب :-** شرعی موانع (حیض و نفاس کی حالت) کے علاوہ جماع کے لیے مخصوص اوقات کے تعین اور بعض سے ممانعت کی کوئی شرعی دلیل نہیں۔ قال الله سبحانه وتعالى: نَسَاءَكُمْ حُرَّتٌ لَكُمْ فَاتُوا حُرَّتَكُمْ أَوْ شِئْتُمْ - (البقرة آیت ۲۲۳)

قال الرازی رحمہ اللہ: اختلف المفسرون في تفسير قوله أَوْ شِئْتُمْ: والمشهور ما ذكرناه أنه يجوز للزوج أن يأتيها من قبلها ومن دبرها في قبلها والثاني أن المعتبر أي وقت شئتم من أوقات الحل يعني إذا لم تكن أجنبية أو محرمة أو صائمة أو حائضاً - والخامس متى شئتم من ليل ونهار - (تفسير كبير للرازي ج ۶ ص ۶۸ سورة البقرة) -

**سوال :- مباشرت کا صحیح طریقہ شرعاً کس طرح ہے؟**

**الجواب :-** منہ اور دبر سے اجتناب کیا جائے اور حیض و نفاس کی حالت میں ناف سے لیکر زانو تک بلا حائل نفع نہ لیا جائے، باقی تمام کیفیات جائز ہیں۔ قال الله تبارك وتعالى: نَسَاءَكُمْ حُرَّتٌ لَكُمْ فَاتُوا حُرَّتَكُمْ أَوْ شِئْتُمْ - (البقرة ۲۲۳)

۱۔ قال ابن عابدین: ثم ذكر عن الفقيهين أبي القاسم الصفار وأبي الليث أنه ليس له السفر مطلقاً بلا رضاها لفساد الزمان لأنها لا تأمن على نفسها في منزلها فكيف إذا خرجت وأنه صرح في المختار بأن عليه الفتوى وفي المحيط أنه المختار وفي الوالجية أفتجاب ظاهر الروية كان في زمانهم أمافي زماننا فلا - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۱ باب النفقة)

ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۱۷۹ باب النفقة -

۲۔ قال الكاساني: وللزوج أن يطالبها متى شاء إلا عند اعتراض أسباب مانعة من الوطأ كالحيض

والنفاس والظهار والاحرام وغير ذلك - (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳۱ النفقات)

ومثله في نيل الأوطار ج ۲ ص ۲۲۵ باب النفقات -



وقال الله عز وجل: فَأَعْتَزَلُوا النِّسَاءَ فِي الْحَيْضِ - (البقرة ۲۲۲) ۱۰

**سوال:** جماع کے کیا کیا آداب ہیں؟ وضاحت فرمائیں؟  
**الجواب:** جماع سے مقصود اولاد اور تحصیل الفرج ہو شہوت رانی مقصود نہ ہو

پرست کا اہتمام ہو بالکل برہنہ نہ ہو، قبلہ رخ نہ ہو، جماع سے قبل ماثورہ دعائیں پڑھی جائیں، حالت جماع میں زیادہ باتیں نہ کی جائیں، جماع سے قبل ملاعبت و ضم و تقبیل کی جائے، مرد و عورت کے انزال کے بعد اٹھیں ۲۱

قال الله عز وجل: وَاحْلَلْ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذِكْمٍ أَنْ يَتَغَوَّا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِينَ غَيْرِ مُسَافِحِينَ - (النساء)

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: لَوَاتَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا

الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَقَضَى بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَفْهَرْ - (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۶ کتاب الوضوء)

۱۰ عن ابن عباس قال جاء عمر بن الخطاب رضي الله عنه فسلم فقال يا رسول الله هلكت قال وما الذي اهلكك قال حولت

رجلي لبارفلم يرد عليه شيء قال فاجابني الله الى رسوله هذه الآية: نساءكم حرث لكم فأتوا حرثكم أنى شئتم - أقبل

وأدبر واتقوا الذين يرون الميضة - رواه أحمد والترمذي وقال أحمد بن حنبل غريب - (نيل الأوطار ج ۶) وذكر الشوكاني

أحمد بن حنبل - فلما قدم المهاجرون المدينة تزوج رجل امرأة من الأنصار فذهب يصنع بها ذلك فأنكرته

عليه وقالت إنما كنا نؤتي على حرف فاصنع ذلك وإلا فاجتنبني فسمي أمرها حتى بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم

فأنزل الله عز وجل: نساءكم حرث لكم فأتوا حرثكم أنى شئتم - يعني مقبلات ومدبرات و

مستقبليات يعني بذلك موضع الولد والمرجع السابق - ومثله في تفسير القرطبي ج ۳ ص ۹۳ سورة البقرة -

۱۰ قال النبي صلى الله عليه وسلم: إذا أتى أحدكم أهله فليستر ولا يتجردا لعيريت -

رواه ابن ماجه - (نيل الأوطار ج ۶ ص ۳۴۲ كتاب النكاح، باب التسمية والستر عند الجماع)

ومثله في إعلال السنن ج ۱ ص ۴۰۸ كتاب الخطر والاباحة -

قال الدكتور وهبة الزحيلي: للجماع آداب كثيرة ثابتة في السنة النبوية منها ما يأتي لتسبب التسمية

ويقول رقل هو الله أحد ويكبر ويهمل ويقول ولومع اليأس عن الولد بسم الله على العظيم اللهم اجعلها ذرية

طيبة إن كنت قد رت أن تخرج ذلك من صلبى اللهم جنبنى الشيطان وجنب الشيطان ما رزقنى

رواه البوداود - ويتعرف عن القبلة ولا يستقبل القبلة بالوقاع أكراماً للقبلة وأن

يتغطي نفسه هو وأهله بغطاء ولا يكونا متجردين فذلك مكروه كما سيأتى -

وان يبدأ بالملاعبة والضم والتقبيل وإذا قضى وطره فليتمهل لتقضى وطرها فإن انزالها ربما تأخر

ويكره الإكثار من الكلام حال الجماع - (الفقه الاسلامي وادلتة ج ۳ ص ۵۵۵ الفصل السابع في

حقوق الزواج)

بیوی کے علاج معالجہ کا خرچہ کس کے ذمہ ہے | سوال :- شادی کے بعد بیماری کے دوران  
 بڑی کی والدین اس کے علاج معالجہ پر جو

خرچ کریں تو کیا وہ یہ خرچہ خاوند سے لے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- بیماری و مرض کے علاج کا خرچہ شرعاً خاوند کے ذمہ نہیں تاہم اگر خاوند تبرع  
 کرے تو باعث اجر ہے۔

قال في الهندية : ولا يجب الدوا للمرض ولا أجرة الطبيب ولا الفصد ولا الحجامة -  
 (الفتاوى الهندية ج ۵۲۹ الباب السابع عشر في النفقات) ۱۷

حاملہ بیوی سے جماع کرنے کا مسئلہ | سوال :- کیا بیوی سے حالت حمل میں جماع  
 کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر ضرر اور تکلیف پہنچنے کا خطرہ نہ ہو تو حاملہ بیوی کے ساتھ جماع کرنا  
 جائز ہے۔

قال في الهندية : وأما إذا أقر الزوج أن الحمل منه فالنكاح صحيح بالاتفاق  
 وهو غير ممنوع من وطئها - (الفتاوى الهندية ج ۵۲۶ الباب السابع عشر في النفقات) ۱۷

نابالغ بیوی سے جماع کرنا | سوال :- کیا خاوند اپنی نابالغ بیوی سے جماع کر سکتا ہے؟  
 الجواب :- بیوی کے ساتھ جماع کرنے کے لیے عمر کی کوئی

خاص قید نہیں بلکہ جب بھی منکوحہ میں جماع کے لیے قوت برداشت پیدا ہو اور اس سے جماع  
 کرنے سے کسی بیماری کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی حالت میں نابالغ بیوی کے ساتھ جماع کرنے میں  
 کوئی حرج نہیں تاہم اگر بیوی کی حالت ایسی ہو کہ بالغ ہونے کے باوجود اس کی صحت جماع

۱۷ قال ابن عابدین رحمہ اللہ :- وعليه ما تقطع به الصناعات لا الدوا للمرض ولا أجرة

الطبيب ولا لفصد ولا الحجامة - (رد المحتار ج ۲ مک ۲ باب النفقة)

ومثله في البحر الرائق ج ۳ مک ۱۷ باب النفقة -

۱۸ قال ابن نجيم : أما الزوج الزاني بها (للحاملة) فجائز اتفاقاً وتستحق النفقة عند الكل

ويزل وطؤها عند الكل كما في النهاية - (البحر الرائق ج ۴ مک ۱۷ باب النفقة)

ومثله رد المحتار ج ۲ مک ۳۱ باب النفقة -



کی اجازت نہیں دیتی ہو بلکہ جماع کرنے کی وجہ سے امراض پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو ان حالات میں منکوحہ کے بالغ ہونے کے باوجود اس سے جماع جائز نہیں۔

قال في الهندية : وأكثر المشائخ على أنه لا عبرة للسن في هذا الباب وإنما العبرة للطاقة إن كانت فحمة سمينة تطيق الرجال ولا يخاف عليها المرض من ذلك كان للزوج أن يدخل بها وإن لم تبلغ تسع سنين وإن كانت نحيفة مهزولة لا تطيق الجماع ويخاف عليها المرض لا يحل للزوج أن يدخل بها وإن كبر سنهما۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ باب الرابع في الأولياء والنساء ص ۲۸) سوال :- حالت حیض میں خاوند

حالت حیض میں منکوحہ سے جماع کے علاوہ استمتاع کرنا اپنی بیوی سے جماع تو نہیں کر سکتا

لیکن اس کے علاوہ استمتاع کا کیا حکم ہے ؟

الجواب : حیض و نفاس کی حالت میں خاوند کے لیے اپنی بیوی سے جماع کرنا ناجائز اور حرام ہے لیکن اس کے علاوہ مافوق الاذار استمتاع میں کوئی حرج نہیں تاہم اگر استمتاع سے جماع تک نوبت پہنچنے کا احتمال ہو تو اس سے بھی بچنا چاہیے، جبکہ وقوع فی الزنا سے بچنے کے لیے مافوق الاذار استمتاع کا طریقہ اپنانا زیادہ محتاط ہے۔

قال في الهندية : وله أن يقلعها ويصاحبها وليستمتع لجمع بينهما ما خلا بين السرة والركبة عند أبي حنيفة وروا بن يوسف۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس) لم سوال :- اگر بیوی حیض و نفاس یا دیگر امراض کی وجہ سے جماع بیوی سے استمتاع بالید کرنا قابل نہ ہو اور خاوند کو جماع کی ضرورت ہو تو کیا وہ بیوی کے ہاتھ

لم قال ابن نجيم : وفي الغلاصة وأكثر المشائخ على أنه لا عبرة للسن فيهما وإنما الاعتبار الطاقة۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۲۱ باب الأولياء والاكفاء)

وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۹ و ۳۳۰ باب الأولياء والاكفاء۔

لم قال ابن نجيم : ويمنع الحيض قربان زوجها ما تحت أزارها ما حرمة وطئها فجمع عليها القول لم تعالى : وَلَا تَقْرَبُوا مَنْ يَظْهَرُونَ ..... وما أكل استمتاع بها بغير الجماع فمذهب أبي حنيفة وأبي يوسف والشافعي ومالك يحرم عليه ما بين السرة والركبة وهو المراد بما تحت الأزار۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۹۴) وَمِثْلُهُ فِي بدائع الصنائع ج ۱ ص ۴۲۰ كتاب الحيض۔



سے استمناء کر سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ ایسی حالت میں فعل حرام سے بچنے کا امکان ہو۔  
**الجواب:** مذکورہ اعذار کی وجہ سے اپنی بیوی سے استمناء بالید کرنا جائز ہے ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔

قال ابن عابدین: ويجوز ان يستمنى بيد زوجته وخادمته وليد كوالشارح في  
 الحد ودعن الجوهرية أنه يكره ولعل المراد به كراهة تنزيهية - ررد المحتار ج ۲ ص ۱۰۹

**بیوی کے برہنہ بدن کو دیکھنا** | **سوال:** کیا خاوند اپنی بیوی کا برہنہ بدن جماع کے وقت  
 یا اس کے علاوہ دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** قرآن کریم کے انداز بیان "هَنَ لِبَاسٌ لَّكَ وَأَنْتَ لِبَاسٌ لَّهِنَّ" سے معلوم ہوتا  
 ہے کہ میاں بیوی کے درمیان رشتہ ازدواج کی وجہ سے پردہ کی کیفیت باقی نہیں رہتی اس لیے  
 میاں بیوی کے لیے ایک دوسرے کے بدن پر نظر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں تاہم فقہاء کرام نے  
 شرمگاہ پر نظر ڈالنے سے اجتناب کرنے کو بہتر لکھا ہے۔

قال الطوري تحت قول النسفي: وينظر الرجل الى اخرج أمته وزوجته "يعني عن  
 شهوة وغير شهوة" قال عليه الصلوة والسلام غرض بصرك إلا عن زوجتك وامتك وما  
 روى عن عائشة قالت كنت اغتسل أنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم من إناء واحد -  
 (البحر الرائق ج ۸ ص ۱۹۳ کتاب الکراہیۃ - فصل فی النظر)

۱۔ قال ابن نجيم المصري رحمه الله: وهل يجلب الاستمناء بالكف خارج رمضان إن أراد  
 الشهوة لا يحمل لقوله عليه السلام تأم اليد ملعون وإن أراد التسكين الشهوة يبرح أن لا  
 يكون عليه وبال - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۲ باب ما يفسد الصوم ما لا يفسد)  
 ومثله في الهندية ج ۲ ص ۲۰۳ الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد -

۲۔ قال في الهندية: أما النظر إلى زوجته ومملوكته فهو حلال من قرنهما إلى  
 قد هما عن شهوة وغير شهوة وهذا ظاهر إلا أن الأولى أن لا ينظر كل  
 واحد منهما إلى عورة صاحبه كذا في الذخيرة -

(الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۲۴ الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه)  
 ومثله في بدائع الصنائع ج ۵ ص ۱۱۹ کتاب الاستحسان -



# الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريه باحسان



## باب شرائط الطلاق

(طلاق کی شرائط اور اسکے احکام و مسائل)

نکاح سے پہلے دی گئی طلاق کا عدم ہے | سوال :- ایک شخص نے خطبہ کے بعد نکاح سے آزاد ہے اور منجھ پر طلاق ہے، کیا اس کے بعد ان دونوں کے درمیان نکاح جائز ہے؟  
الجواب :- چونکہ طلاق قبل النکاح کا عدم ہے لہذا صورت مسئلہ میں الفاظ لغو ہو کر بعد میں نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة الحسینیؒ: فلما قوله لاجنبیة ان زرت زیداً فاطلق فتمکھا فزارت۔  
وقال: لعدم الملك والاضالیة (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۲۴ کتاب الطلاق، مظہر  
التعلیق المراد به المجازاة دون الشرط)۔

سوال :- ایک شخص کو طلاق دینے پر مجبور کرتے ہوئے  
طلاق میں اضافت ضروری ہے | ڈرا یا دھمکایا گیا جس سے وہ شخص حواس باختہ ہو گیا اور طلاق  
دیتے وقت بیوی کا نام لے کر اس کے باپ کی جگہ دادا کی طرف نسبت کی، کیا والد کے نام میں  
غلطی سے طلاق پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- طلاق پر تلفظ کرتے وقت اکراہ مؤثر نہیں اس لیے جبر و اکراہ کے باوجود طلاق  
واقع ہو جاتی ہے، خاوند عموماً اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے، اس لیے صورت مسئلہ میں باپ کی  
طرف نسبت نہ ہونے کے باوجود صرف عورت کا نام لینے سے طلاق واقع ہو جائے گی، ایسا  
ہی باپ کی جگہ دادا کی طرف نسبت کرنے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا، بظاہر طلاق کے واقع

لہ وقال العلامة ابن نجیم: فلو قال لاجنبیة ان زرت زیداً فانت طالق فتمکھا فزارت  
لم تطلق لانه حين صد ولا يصح جعله ایقاعاً لعدم المحل۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۸۷ کتاب التعلیق، تحت قوله نلو قال لاجنبیة)

ومثله فی فتح القدیر ج ۳ ص ۴۲۶ کتاب الطلاق، باب الايمان فی الطلاق۔

ہونے میں کوئی امر مانع نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: لو قال امرأة طالق او قال طلقت امرأة ثلاثا وقال لم عن امرأتی یصدق ویفهم منه انه لو لم یقل ذلك تطلق امرأته لان العادة ان من له امرأة انما یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها۔ وقال: بخلاف ما لو ذکر اسمها او اسم ابیها او امها او ولدها۔۔۔۔۔ فقد صرحوا بانها تطلق وانه لو قال لم عن امرأتی لا یصدق قضاء اذا كانت امرأته كما وصف۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۶) باب الصریح، کتاب الطلاق ہ۔

سوال :- کسی شخص نے بیوی کو ڈرانے دھمکانے کے لیے طلاق کا لفظ کہنا

کیا جبکہ اسکی نیت طلاق کی نہ تھی، تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟  
الجواب :- طلاق کے لفظ صریح میں نیت و ارادہ کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے، اس لیے جب بھی عورت کو یہ الفاظ استعمال کئے جائیں تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام: ثلاث جدھن جد وھزلھن جد التکاح والطلاق والعقاق۔ (نصب الرایۃ ج ۳ ص ۲۹۳) کتاب الایمان ہ۔

سوال :- والد نے نابالغ بیٹی کا  
طلاق کے وقوع کے لیے خاوند کا بلوغ شرط ہے کسی بالغ لڑکی سے نکاح کر دیا  
اب دونوں خاندانوں کے تعلقات اس حد تک خراب ہو گئے ہیں کہ نوبت طلاق تک پہنچ گئی ہے

ہ۔ وقال العلامة ابن نجیم المصری: وكذا لو لم ينسبها الى ابیها وانما نسبها الى امها او ولدھا تطلق۔ وقال: فقال ذلك وهو يعلم نسب امرأته او لا يعلم طلقت امرأته ولا یصدق قضاء وفيما بیته وبين الله تعالى لا یقع ان كان یعرف نسبها وان كان لا یعرف یقع دیانته۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۳، ۲۵۴) کتاب الطلاق ہ

ومثله فی فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق۔

ہ۔ وقال العلامة المحقق: او محالاً لا یقصد حقيقة كلامه۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۹) کتاب الطلاق، مطلب فی المسائل التي تصح للاکراه

ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الطلاق۔

اندریں صورت کیا نابالغ لڑکا طلاق دے گا یا اس کا والد اس کی طرف سے طلاق دے کر عورت کو فارغ کرے گا؟

الجواب :- ایسی صورت میں نابالغ خاوند خود طلاق نہیں دے سکتا کیونکہ طلاق کے وقوع کے لیے خاوند کا بلوغ شرط ہے اور نہ یہ لڑکا اپنی طرف سے کسی کو وکیل مقرر کر سکتا ہے والد نابالغ بیٹے کا نکاح تو خود کر سکتا ہے لیکن اس کی طرف سے طلاق دینے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ ایسی حالت میں عورت خاوند کے بلوغ کا انتظار کرے گی، البتہ اگر کہیں عصمت نفس یا نان نفقہ کا مسئلہ درپیش ہو تو پھر مجبور عورت حاکم وقت کی وساطت سے فسخ نکاح کی ڈگری حاصل کر سکتی ہے۔

قال العلامة الحصکفی: ولا يقع الطلاق الصبی ولو مرأهقاً۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۲ کتاب الطلاق)

ادبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: الطلاق لمن اخذ المساق۔

(ابن ماجہ ص ۱۴۷ ابواب الطلاق) لہ

**سوال :-** ایک شخص نے نابالغ لڑکی سے نکاح کیا اور ابھی وہ نابالغ تھی کہ اس نے طلاق بھی دے دی، کیا اس نابالغ لڑکی پر طلاق واقع ہو گئی ہے یا نہیں؟

الجواب :- وقوع طلاق میں منکوحہ کا اعتبار ہے چاہے منکوحہ بالغ ہو یا نابالغ، اس لیے نابالغ لڑکی پر طلاق کے وقوع میں کوئی شبہ نہیں لڑکی مطلقہ ہو جائے گی۔

قال العلامة ابن ہمام: فی بیان شرائط الطلاق، وفي الزوجة ان تكون منکوحۃ۔ (فتح القدیر شرح الہدایۃ ج ۳ ص ۳۲ کتاب الطلاق تحت شرطہ) لہ

لہ وفي الہندیۃ: ولا يقع طلاق الصبی وان کان یعقل۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۳،

کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقہ وفیمن لا یقع طلاقہ)

ومثله فی الہدایۃ وفتح القدیر ج ۳ ص ۳۳ کتاب الطلاق۔

لہ قال العلامة التمریاشی: ومحلہ رای الطلاق المنکوحۃ۔

(تنویر الایصار علی هامش رد المختار ج ۳ ص ۳۵۲ کتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور)

ومثله فی البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۳ ص ۲۳۴ کتاب الطلاق۔



**مجنون کی طلاق کا حکم** | سوال :- اگر ایک شخص مجنون ہو اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

**الجواب :-** طلاق کے وقوع کے لیے خاوند کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے، چونکہ مجنون عقل کی نعمت سے محروم ہوتا ہے اس لیے مجنون اگر طلاق دیدے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

لما فی الہندیۃ : ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل والمجنون۔

رافتاوی الہندیۃ ج ۳ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، فصل فیمین یقع طلاقہ وفیمین لا یقع طلاقہ ۱

**بے وقوف کی طلاق کا حکم** | سوال :- کسی شخص میں بالغ ہونے کے بعد کوئی تبدیلی رومانہ ہوئی بلکہ شروع ہی سے سادہ اور بھولا بھالا چلا آ رہا ہے،

والدین نے اس کی شادی کر دی، دنیا کے جس کام پر اس کو لگایا جائے تو بڑی چستی سے وہ کام کرتا ہے لیکن دنیا کے کسی بھی رسم و رواج سے واقف نہیں، کھانے پینے یا کپڑے پہننے میں عام لوگوں کی طرح ہے، کیا ایسے شخص کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ایسا شخص سفیدہ ہے اور اس کی دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس کے تصرفات شرعاً معتبر ہیں، البتہ جو شخص فاسد التذکرہ ہو اور اس کو اپنی باتوں کا اندازہ نہ ہو عموماً بیہودہ بے ربط اور بے جوڑ باتیں کرتا ہو ایسا شخص معتوہ ہے جس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لما فی الہندیۃ : ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل والمجنون وكذلك المعتوہ لا یقع طلاق۔ ایضاً۔ (رافتاوی الہندیۃ ج ۳ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، فصل فیمین یقع طلاقہ وفیمین لا یقع طلاقہ) ۲

**بیہوشی کی حالت میں دی گئی طلاق کا حکم** | سوال :- اگر ایک شخص حواس باختہ ہو کر ایسی کیفیت میں طلاق دے کہ اس کو یہ پتہ نہ ہو کہ میں کیا کہہ

رہا ہوں یہاں تک کہ اس کو رات و دن کی تمیز بھی نہ ہو، تو کیا ایسے شخص کی دی گئی طلاق واقع

۱۔ قال العلامة صدء الشریعة : لا طلاق صبی و مجنون و نائم۔ (شرح الوقایہ ج ۲ کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق) ومثله فی فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق۔

۲۔ وقال العلامة ابن عابدین : واحسن القوال فی الفرق بینہما ان المعتوہ هو قلیل الفہم المختلط الکلام، الفاسد التذکرہ لکن لا یضرب ولا یشتہم بخلاف المجنون۔ (رد المختار ج ۲ ص ۶۲ کتاب الطلاق) ومثله فی البحر الرائق شرح الكنز الدقائق ج ۳ ص ۲۴۹ کتاب الطلاق۔

**الجواب :-** طلاق دیتے وقت عقل و حواس کی موجودگی ضروری ہے، اگر کسی شخص کے حواس بیہوشی کی وجہ سے ختم ہو جائیں تو اس حالت میں دی ہوئی طلاق کا کوئی اعتبار نہیں۔

قال العلامة الحصكفي: لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده والمجنون والمد هوش فتح وفي القاموس: دهش الرجل تحير ودهش بالبناء للمفعول فهو مد هوش وادهشه الله - الخ  
الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۳ کتاب الطلاق، مطلب طلاق المد هوش (۱) ص ۱۷

**معنویہ کی طلاق کا حکم** | سوال :- جس شخص کو یہ پتہ نہ ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں، عموماً بے ربط اور بے جوڑ باتیں کرتا ہو، اگر ایسا شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو کیا اس کی طلاق واقع ہو جائے گی؟

**الجواب :-** طلاق دینے کے لیے عاقل بالغ ہونا ضروری ہے، صورت مسئلہ کے مطابق ایسے شخص کو فقہاء کرام ”معنویہ“ کہتے ہیں جس کی طلاق شرعاً واقع نہیں ہوتی۔

قال العلامة التمرقاشي: ولا يقع طلاق الصبي والمعتوه - (تنوير الابصار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الطلاق، تحت مطلب في الحيشة والافقون... الخ) ص ۱۷

**وسوسہ کی بیماری میں مبتلا شخص کی طلاق کا حکم** | سوال :- ایک شخص جو کم وسوسہ کی بیماری میں مبتلا ہو اور کسی کام کے کرنے یا نہ

کرنے میں ہمیشہ تردد رہتا ہو اور بسا اوقات کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر طلاق معلق کرتا ہو پھر اس کو طلاق معلق کرنے میں بھی وسوسہ اور شک پیدا ہو جاتا ہے، کبھی تو یہ گمان کرتا ہے کہ میں نے طلاق دی ہے اور کبھی طلاق نہ دینے کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے، جبکہ یقینی طور پر اس کو معلوم نہیں کہ اس نے طلاق دی ہے یا نہیں، تو ایسے شخص کی طلاق کی شرعاً کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** طلاق کے وقوع کے لیے باقاعدہ قطع اور یقین ضروری ہے، جب تک

لہ وفي الهنديّة: ولا يقع طلاق الصبي وان كان يعقل والمجنون والتائم والمبرسم والمنعمي عليه والمد هوش -

الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه (

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۲۲۹ کتاب الطلاق -

لہ وفي الهنديّة: وكذلك المعتوه لا يقع طلاقه - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۵۳

کتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه)

وَمِثْلُهُ فِي فَتَحِ الْقَدِيرِ شرح الهداية ج ۳ ص ۳۲۳ فصل ولا يقع طلاق الصبي... الخ -



اس کو یقین نہ ہو تو شک اور وسوسہ کی بنا پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قال العلامة الحصکفی: علم انه حلف ولم یدر بطلاق او غیره لغا کما لو شک اطلق  
ام لا۔ رالدرا المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۲ باب طلاق غیومد خول بہا) ۱۰

**نشہ کی حالت میں طلاق کا حکم** | سوال :- کیا نشہ کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** نشہ کی حالت میں اگرچہ انسان سماس کھو بیٹھتا ہے لیکن نشہ بذات خود چونکہ غیر مشروع فعل ہے اس لیے اس سے طلاق زجر واقع ہوگی۔

قال العلامة الحصکفی: ویقع طلاق کل زوج بانع عاقل.... ولو عبداً او مکروہاً او سکران۔  
رالدرا المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب الطلاق، مطلب فی الکراہ) ۱۰

**غصہ کی حالت میں طلاق دینا** | سوال :- کیا غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** طلاق عموماً غصہ کی حالت میں دی جاتی ہے اس لیے غصہ کا ہونا طلاق پر اثر انداز نہیں ہوتا، تاہم اگر غصہ کی کیفیت اس درجہ تک پہنچ جائے کہ اس کو کلام سمجھنے کی طاقت نہ رہے تو مدہوش کے حکم میں ہو کر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قال العلامة ابن عابدین: والذی یظہر لی ان کلام من المدہوش والغضبان لایلزم فیہ  
ان یکون بحیث لایعلم ما یقول بل یکتفی فیہ بغلبۃ الہذیان واختلاط الجذ بالہزل کما هو  
المفتی بہ فی السکران۔ رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۳ تحت مطب طلاق المدہوش، کتاب الطلاق) ۱۰

۱۰ قال العلامة ابن عابدین: سئل فی الرجل اذا شک انه طلق امرأته ام لا فهل یقع علیہ الطلاق  
الجواب نعم لایقع الطلاق۔ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ج ۱ ص ۳۰۰ کتاب الطلاق)

۲ قال العلامة ابن الہمام: وطلاق السکران واقع۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۲۲۵ فصل او یقع طلاقہ کل  
زوج اذا کان عاقلاً بالغاً ولا یقع طلاق الصبی والمجنون والنائم)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ شَرْحِ كَنْزِ الدَّقَائِقِ ج ۳ ص ۲۲۴ کتاب الطلاق۔

۳ قال العلامة ابن الہمام: ولا یقع طلاق الصبی والمجنون، والمبرسم والمغنی علیہ والمدہوش  
کذلک۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۲۲۳ کتاب الطلاق، فصل ویقع طلاق کل زوج.... الخ)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۲۲۹ کتاب الطلاق۔



**غافل کی طلاق کا حکم** | سوال :- اگر ایک شخص نے کسی وجہ سے اپنے والد کو نکاح کرانے کی اجازت دی ہو مگر بعد میں وہ اپنی اجازت بھول گیا، جبکہ والد نے اس کا نکاح کر دیا تھا تو اس شخص نے اپنی اجازت کے بھول جانے پر لاعلمی کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ میری بیوی کو طلاق ہو، تو کیا اس کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** ایسا شخص غافل کے حکم میں داخل ہے اس لیے اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔  
قال العلامة المحقق: او مخطئاً بان اردا التکلم بغیر الطلاق فجری علی لسانہ الطلاق او تلفظ به غیر عالم بمعناه او غافلاً او ساهياً وبالفاظ مصحفة يقع قضاءً فقط بخلاف الهازل واللاعب فانه يقع قضاءً اودیانة۔ (الدر المختار علی ہاشم رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۱ کتاب الطلاق) لہ

**حیض کی حالت میں بیوی کو طلاق دینا** | سوال :- عن عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه طلق امرأته وهي حائض علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فتسال عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ علیہ عن ذلك فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مره فليراجعها ثم ليمسكها حتى تطهر ثم تحيض ثم تطهر ثم انشاء امسك بعد ذلك وان شاء طلق قبل ان يمسكها فذلك العدة التي امر الله ان تطلق لها النساء۔ (ابوداؤد ج ۳ کتاب الطلاق۔ باب الطلاق فی الحيض)

مذکورہ بالا حدیث شریف کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تھی جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ عبداللہ سے کہہ دو کہ وہ بیوی سے رجوع کرے۔ اس واقعہ کو مد نظر رکھتے ہوئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا حالت حیض میں طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی شخص نے حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو اس کے لیے رجوع کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** وقوع طلاق کے لیے حیض مانع نہیں اس لیے اگر خاوند بیوی کو حیض کی حالت میں

لہ وقال العلامة ابن نجيم المصري: واقاد ان طلاق الهازل واللاعب والمخطئ واقع كما قدمناه لكنه في القضاء واما فيما بينه وبين الله تعالى فلا يقع على المخطئ۔

(المبجهر الرائق ج ۳ ص ۳۸۸ باب الطلاق ای الفاظة فی اقل الصفحه)

وَمَثَلُهُ فِي قَتَحِ الْقَدِيرِ شَرْحِ الْهُدَايَةِ ج ۳ ص ۳۵۲ کتاب الطلاق۔

طلاق دے دے تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے تاہم حیض کی حالت میں چونکہ میاں بیوی کے درمیان عارضی دوری موجود رہتی ہے اس لیے حیض کی حالت میں طلاق دینا کراہت سے خالی نہیں ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ عارضی بعد طلاق کا محرک بن کر ایک گھرنے کو اجاڑ دے۔ حضرت ابن عمرؓ کے واقعہ میں ممانعت میں یہی جذبہ کار فرما ہے۔

عن عبد الله ابن عمر انه طلق امرأته وهي عائض على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فسأل عمر ابن الخطاب رضي الله تعالى عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم مرة فليراجعها ثم ليمسكها حتى تطهر ثم تحيض ثم تطهر ثم انشاء أمسك بعد ذلك واتشاء طلق۔ (البداء ج ۱ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق۔ باب الطلاق في الحيض)

ورنہ حضرت ابن عمرؓ کو رجوع کرنے کے حکم سے اندازہ ہوتا ہے کہ طلاق تو واقع ہو گئی تھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کا حکم فرمایا تھا۔

وقال الحنفیؒ :- والبدعی ثلاث متفرقة اثنتان بمرّة او مرتین فی طهر واحد لارجعة فيه او واحدة فی طهر وطئت فيه او واحدة فی حیض..... الخ

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۵ کتاب الطلاق واقسامها ثلاثة... الخ)

**طلاق کے لیے گواہ ضروری نہیں** | سوال :- اگر ایک شخص بیوی کو گواہوں کے بغیر طلاق دیدے تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** طلاق کا دارودار خاوند کے تلفظ پر ہے، طلاق کا وقوع گواہوں کی موجودگی پر موقوف نہیں، بغیر گواہوں کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

وقال العلامة الحنفیؒ :- لان ركن الطلاق هو اللفظ او ما يقوم مقامه۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الطلاق۔ باب العسر یح)

له وفي الهندية: والبدعی من حيث الوقت ان يطلق المدخول بها وهي من ذوات الاقراء في حالة الحيض۔ (الفتاویٰ الهندیة ج ۱ ص ۳۲۹ کتاب الطلاق واما البدعی فتوعان)

ومثله في فتح القدير شرح الهداية ج ۳ ص ۳۲۹ کتاب الطلاق۔ باب طلاق السنة

۲ له وقال الامام الكاساني: فكن الطلاق هو اللفظ الذي جعل دلالة على معنى الطلاق لغة..... او ما يقوم مقام اللفظ۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۹۸ فصل واما بيان ركن الطلاق)

ومثله في فتح القدير ج ۳ ص ۳۲۵ کتاب الطلاق۔



**سوال :-** اگر طلاق دیتے وقت منکوحہ حاملہ ہو تو کیا حمل کی موجودگی حمل مانع وقوع طلاق نہیں | سے طلاق کے وقوع پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** منکوحہ کا حاملہ ہونا وقوع طلاق کیلئے مانع نہیں جس طرح غیر حاملہ منکوحہ پر طلاق واقع ہو سکتی ہے اسی طرح حاملہ بیوی کو طلاق دینے سے طلاق واقع ہو سکتی ہے، تاہم حاملہ مطلقہ کی عدت وضع حمل ہوگی۔ لقولہ تعالیٰ : واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ (الطلاق ۴۲)۔

**سوال :-** کیا عورت کو نفاس کی حالت میں طلاق دینا جائز ہے؟ اور ایسی حالت میں عدت کیا رہے گی؟

**الجواب :-** حیض کی طرح نفاس کی حالت میں طلاق دینا اگرچہ صحیح نہیں لیکن بہر حال طلاق واقع ہو جاتی ہے تاہم جب حالت نفاس میں طلاق دی جائے تو یہ ایام عدت میں شمار نہیں ہونگے بلکہ مستقل تین حیض عدت شمار ہوں گے۔

لما قال العلامة الحصکفی : والنفاس كالحيض۔ والد المختار علی ہامش رد المختار ج ۱ کتاب الحيض ۴۲۔

**سوال :-** اگر ایک عورت جھوٹے گواہوں کا سہارا لے کر حاکم کی عدالت سے طلاق کی ڈگری حاصل کرے جبکہ خاوند طلاق دینے سے بالکل بے خبر ہو، کیا ایسی جھوٹی گواہی کی بنیاد پر عورت آزادی کے زعم میں عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حقیقت حال کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، قاضی صرف گواہوں پر اعتماد کر کے فیصلہ کرتا ہے اس لیے حاکم یا قاضی کو جب گواہوں کے جھوٹ کا علم نہ ہوا اور ان کے ظاہر پر اعتماد کر کے فیصلہ کرے تو اس سے طلاق ثابت ہو کر عورت مطلقہ متصور ہوگی، تاہم قاضی کو گواہی قبول

لما قال العلامة يوهان الدين المرغيناني : وان كانت حاملا فعدتها ان تضع حملها۔

(الهداية ج ۲ ص ۲۲۳ باب العدة)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۳ ص ۱۹۲ فصل واما عدة الحيض۔ الخ۔

لما قال العلامة ابن نجيم : ولما كان المنع منه فيه لتطويل العدة عليها كان النفاس

كالحيض۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۳ کتاب الطلاق)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۳۴۸ کتاب الطلاق۔ مطلب تفسير الطلاق وركنه وشرطه۔



کرتے وقت احتیاط کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

لما فی الہندیۃ : وكذلك لو قضی بالطلاق بشهادة الزور مع علمها حل لها التزوج  
باخر بعد العدة... الخ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۸۳ الباب الثالث فی بیان المحرمات۔ القسم  
التاسع المحرمات بالطلاق) لہ

**طلاق نامہ پر جبراً دستخط کرانا** | سوال :- ایک شخص سے زبردستی طلاق نامہ لکھوایا گیا ،  
زبان پر تلفظ نہ کرنے کے باوجود اس نے دستخط بھی کر دیئے

کیا اس حالت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

**الجواب** جبر و اکراہ سے طلاق پر تلفظ کروانے میں زبردستی مؤثر نہیں ایسی حالت میں مکروہ کی طلاق واقع  
ہوگی البتہ تحریری طلاق میں نیت کا اعتبار ہے، اس لیے تحریری طور پر طلاق لکھوانے میں جب  
زبردستی ہو تو نیت نہ ہونے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قال العلامة ابن عابدین: وفي البحران المراد الاكراه على التلفظ بالطلاق فلو  
اكراه على ان يكتب طلاق امراته فكتب لا تطلق۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۲۱ کتاب الطلاق،  
مطلب فی الاكراه على التوكيل بالطلاق والتكاح والعقاق) لہ

**جبراً طلاق کا حکم** | سوال :- اگر ایک شخص پر جبر و اکراہ کر کے طلاق دلوائی جائے تو کیا اس  
سے طلاق واقع ہو جائے گی؟

**الجواب** :- صورت مسئلہ کے مطابق احناف کے نزدیک مکروہ جس پر جبر و اکراہ کیا جائے گی

لہ قال العلامة الحصکفی: ولو قضی بطلاقها بشهادة الزور مع علمها بذلك نفذ وحل لها التزوج  
باخر بعد العدة۔ وقال ابن عابدین: قوله وبقولها ما يفتی قال الکمال وقول الامام اوجه  
واستدل له بدلالة الاجماع۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۹ باب الحرمان مطلب فيما لو زوج المولى امته.... الخ)

وَمِثْلُهُ فِي قِتْعِ الْقَدِيرِ عَلَى الْهَدَايَةِ ج ۳ ص ۱۵۵ فصل فی بیان المحرمات ۔

لہ قال العلامة قاضی خان: وجعل اكره بالضرر او الحبس على ان يكتب طلاق امراته فلانة بنت  
فلان بن فلان فكتب فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق.... الخ

(الفتاویٰ الخانیۃ علی هامش الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۴۲ فصل فی الطلاق بالکتابۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَةِ ج ۱ ص ۳۴۹ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ ۔

طلاق واقع ہوتی ہے، لہذا عورت مطلقہ ہو جائے گی۔

قال العلامة الحصکفی: ویقع طلاق کل زوج عاقل... ولوعبدًا او مکرہا۔

رد المحتار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۵ کتاب الطلاق (۱) لہ

بطور استہزاء دی ہوئی طلاق کا حکم | سوال :- اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو بغیر نیت کے استہزاء طلاق دی اور یہ طلاق اس نے بار بار دہرائی، تو کیا

اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- صریح الفاظ طلاق میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں، نفس تلفظ سے طلاق واقع ہو جائے گی، اس لیے اگر کسی شخص نے بطور استہزاء بھی بیوی کو طلاق دیدی تو پھر بھی طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر متعدد بار یوں اقدام کیا تو متعدد طلاق واقع ہوں گی۔

قال العلامة الحصکفی: بخلاف الهازل واللاعب فانہ یقع قضاء و دیانۃ لان الشارع

جعل ہزلہ بہ جدا۔ (رد المحتار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۲۵ کتاب الطلاق، مطلب فی الحیثیۃ والایقظ والینج) لہ

کنکریاں پھینکنے کا اعتبار نہیں بلکہ الفاظ طلاق معتبر ہیں | سوال :- ایک شخص نے بیوی کو ایک مرتبہ طلاق کا لفظ استعمال

کیا ہے البتہ ہاتھ میں تین پتھر رکھ کر پھینکے ہیں، کیا ایسی حالت میں الفاظ کا اعتبار ہے کہ جس سے بیوی پر ایک طلاق واقع ہو یا کنکریوں کا اعتبار کر کے تین طلاق معتبر ہوں گی؟

الجواب :- طلاق کے وقوع میں بنیادی حیثیت الفاظ کی ہے، پتھر پھینکنا بذات خود کوئی طلاق

لہ قال العلامة المرفینا فی رحمہ اللہ: و طلاق المکرہ واقع۔ (الہدایۃ علی صد فتح القدیر

ج ۳ ص ۳۳۴ باب الطلاق

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۳ ص ۳۵۳ فصل فِيمَنْ يَقَعُ طَلَاقُهُ وَفِيمَنْ لَا يَقَعُ طَلَاقُهُ۔

لہ وفي الہندیۃ: وفي واقعات الناطفی رجل قال لامرأته انت طالق کذا تقع ثلاث کانه قال

انت طالق احد عشر کذا فی التاتارخانیۃ۔ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۶ الفصل الاول فی الطلاق الصریح)

وفیه ایضاً: وطلاق اللاعب والهازل به واقع۔ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۳ فصل فِيمَنْ يَقَعُ

طَلَاقُهُ وَفِيمَنْ لَا يَقَعُ طَلَاقُهُ)

وَمِثْلُهُ فِي شَرْحِ الْوَقَايَةِ ج ۲ ص ۶۸ کتاب الطلاق۔

نہیں، اس لیے اگر کسی نے بیوی کی طرف صرف پتھر پھینکے اور زبان پر کسی تلفظ سے باز رہا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، البتہ زبان پر تلفظ کرنے وقت پتھر پھینکنے سے مافی الضمیر کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے اس لیے اگر تین پتھر پھینکے ہوئے "تو طلاق ہے" کہہ دیا تو تین کی تیت کرتے ہوئے تین طلاق واقع ہو سکتی ہیں ورنہ ایک طلاق واقع ہو کر منکوحہ قابل رجوع ہے۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: وكذا لو التى ثلاثة ايجار اليها ولحميد كلفظ الطلاق ونوى بها الطلاق اثلث لم يقع لعدم الركن وهو اللفظ والنية انما تصح في المفوض او ما يقوم مقامه - رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الطلاق ہلہ

**اشارہ سے طلاق کا حکم** | سوال :- اگر ایک شخص اپنی بیوی کو ہاتھ سے اشارہ کر کے طلاق دے دے تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ جبکہ زبان سے کچھ نہ کہے؟

**الجواب :-** اشارہ سے اس وقت طلاق واقع ہوتی ہے جب انسان بات کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو ورنہ تکلم پر قدرت کے باوجود صرف اشارہ کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لمافی الہندیۃ: ویقع طلاق الاخرش بالاشارة - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق) الباب الثانی، فصل فیمن یقع طلاقہ وفیمن لا یقع طلاقہ) ۲ لہ

لہ وفي الہندیۃ: ولو قالت لزوجها طلقتنی فاشار بثلاث اصابع واراد بذلك ثلاث تطليقات لا يقع ما لم يقل بلسانه - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۴ الفصل الاول فی الطلاق الصریح) قال الحصکفی: انت طالق هكذا مشيراً بالاصابع المنشوقة وقع بعددہ - وفيه: ولو لم يقل هكذا يقع واحدة - - - - - ای بأن قال أنت طالق و اشار بثلاث اصابع وتوى الثلاث ولحميد كبر بلسانه فانها تطلق واحدة - (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۴ کتاب الطلاق) -

ومثل هذا في الهداية على صدر فتح القدير ج ۳ ص ۳۸۴ فصل في تشبيه الطلاق ووصفه -

ومثله ذلك في التاتارخانية ج ۳ ص ۶۹۸ کتاب الطلاق -

۲ لہ قال الحصکفی: ویقع طلاق الاخرش بالاشارة یرید به الذی ولد وهو اخرش او طرأ علیه ذلك ودام حتی صار اشارته مفهومة والام تعتبر - (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۲۳۹ کتاب الطلاق، مطلب الخیثیۃ والبنیون والبنی) ومثله في الحاتية على هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۲۴۲ کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق بالكتابة -



**ہا زل کی طلاق کا حکم** | سوال :- اگر کسی شخص نے اپنے بچے کے ساتھ مزاح کرتے ہوئے کہا کہ تیری ماں طلاق ہے جبکہ اس کا ارادہ طلاق دینے کا قطعاً نہیں تھا، تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** صریح طلاق کے الفاظ میں نیت و ارادہ کا ہونا ضروری نہیں، ارادہ نہ ہونے کے باوجود مزاح میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس لیے صورتِ مسئلہ میں ایک طلاق واقع ہوگی، کیونکہ اس میں عدد کا ذکر نہیں۔ اور اگر کسی شخص نے ایسی حالت میں تین طلاق دی تو منکوحہ مطلقہ منغلظہ ہوگی۔

لما قال العلامة الحصکفی: ویقع طلاق کل زوج عاقل ..... ولو ہا زلا۔  
 (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الطلاق۔ مطلب المسائل التي یقع مع الکلام)۔

**طلاق پر جھوٹی قسم کھانا** | سوال :- اگر کسی شخص نے طلاق پر جھوٹی قسم اس طرح کھائی کہ اگر میں فلاں کام کے بارے میں جھوٹ بولوں، سچ نہ بولوں تو میری بیوی مجھ پر طلاق ہے پھر بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے جھوٹ بولا تھا اور وہ کام اس کی قسم سے پہلے متحقق ہو چکا تھا، اب اس شخص پر اس کی بیوی طلاق ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** اس شخص پر بیوی طلاق ہے، البتہ اگر اس نے یہ الفاظ ایک مرتبہ کہے ہوں تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر تین دفعہ تکرار کیا ہو تو پھر تین طلاق واقع ہوں گی۔

لما فی الہندیۃ: واما الحلف بالطلاق والعقاق وما شہد ذلک فما یكون علی امر المستقبل فهو کالیمن المعقود وما یكون علی امر الماضی فلا یتحقق اللغو والعموس ولكن اذا کان یعلم خلاف ذلک اولا یعلم فاطلاق واقع۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۵۲ کتاب الایمان، فی الباب الاول)۔

۱۔ قال ابن نجیم، ولم یشرط ان یکون جاراً فیقع طلاق الہا زل بہ واللاعب للعداۃ ثلاث جد وجہن جد۔ الخ۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الطلاق، تحت قوله: ویقع طلاق کل زوج عاقل بالغ)

وَمِثْلُهُ فِی قِتْعِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۳۲۲ کتاب الطلاق، فصل فی ایقاع الطلاق۔

۲۔ قال العلامة التمرشی: ان حلف علی کاذب عداً کواللہ ما فعلت کذا عالماً بفعله.... ویأثم بها قتلزمہ التوبۃ وثانیہا لغو۔ وقال العلامة الحصکفی: تحت هذا لقول: لا مؤاخذۃ فیہا الا فی ثلاث طلاق وعقاق ونذر اشاہ۔ (تنویر الابصار علی هامش رد المحتار ج ۳ ص ۵۵ کتاب الایمان۔ مطلب فی حکم الحلف بغيره تعالیٰ)

وَمِثْلُهُ فِی الْفَتَاوِی الْبِزازیۃ علی هامش الہندیۃ ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الایمان۔ فی الفصل الاول۔

**طلاق کا وقوع ثبوت کا محتاج ہے** | سوال :- ایک شخص پر اس کی ساس دعویٰ کرتی ہے کہ تم کر رہا ہے، تو کیا ساس کے کہنے سے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر خاوند طلاق کا اقرار کرتا ہو تو کسی دوسرے کے ماننے کے بغیر بھی طلاق واقع ہو جائے گی لیکن جہاں کہیں خاوند طلاق سے منکر ہو تو وہاں پر ساس کا بیان ناکافی ہے، ایسی صورت میں طلاق تب ثابت ہوگی جب باقاعدہ دو گواہ پیش کئے جائیں۔ تاہم جہاں کہیں عورت کو یہ یقین ہو کہ خاوند نے اس کو طلاق ثلاثہ دے کر فارغ کر دیا ہے لیکن اس کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہ ہو اور خاوند انکاری ہو تو عورت کسی ذریعہ (خلع) سے خاوند سے فراغت حاصل کر سکتی ہے۔

کما فی الہندیۃ: سئل شیخ الاسلام ابوالقاسم رحمہ اللہ تعالیٰ عن امرأۃ سمعت من زوجها انه طلقها ثلاثاً ولا تقدر ان تمنع نفسها منه هل یسعیان ان تقتله قال لہا ان تقتله -  
والفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ کتاب الطلاق - ایاب لسادس فی الرجعة و فیما تحل بہ المطلقۃ وما یصل بہ فی فصل فیما تحل بہ المطلقۃ (۱)۔

**طلاق کے ثبوت کے لیے ایک گواہ ناکافی ہے** | سوال :- اگر خاوند پر عورت یا کسی اجنبی شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ تم نے بیوی کو طلاق دی ہے اور ایک شخص اس کی گواہی دے رہا ہے جبکہ خاوند اس کا انکار کر رہا ہو تو اس سے نکاح پر کیا اثر پڑتا ہے؟

**الجواب :-** ایسی حالت میں اگر مدعی طلاق کے پاس دو گواہ ہوں اور وہ گواہی دیں تو طلاق ثابت رہے گی، صرف ایک گواہ طلاق کے ثبوت کے لیے ناکافی ہے۔

قال العلامة الحصکفی: ونصابہا لغيرہا فی الحقوق سواء کان مالا و غیرہ کنکاح

لہ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: سمعت من زوجها انه طلقها ولا تقدر علی منعة من نفسها الا بقتله لہا قتله - وقال العلامة ابن عابدین: قال فی المحيط وینبغی لہا ان تفتدی بمالہا او تہرب متہ وان لم تقدر قتله - (الدر النخار علی الرد المحتار

ج ۲ من ۵۹ باب الرجعة - وفی مطلب الاقدام علی النکاح اقرار بمعنی العدة )

وَمَثَلُهُ فِی الْفَتَاوِی التَّاتَارِخَانِیۃ ج ۳ من ۶۰ کتاب الطلاق ووسائل الحلل و غیرہام -



و طلاق رجلان اور رجل وامرأتان۔ (رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۳ ص ۲۱۳ کتاب الشہادات ہ۔  
**سوال** اگر ایک شخص بغیر کسی گواہ کے بیوی کو ڈاک کے ذریعہ طلاق بھیجے تو کیا  
 بذریعہ ڈاک بھیجی گئی طلاق کا حکم اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

**الجواب** :- طلاق کے وقوع کے لیے گواہوں کا ہونا شرط نہیں، جیسا کہ خاوند زبانی طور پر طلاق دے  
 سکتا ہے تو تحریری طور پر بھی طلاق دینے کے لیے کوئی امر مانع نہیں، لہذا بغیر گواہوں کے بذریعہ ڈاک رسال  
 کی گئی طلاق سے بھی بیوی مطلقہ ہو جائے گی۔

لما فی الہندیۃ: رجل استکتب من رجل اخر الى امرأته کتاباً بطلاقها وقراءه علی الزوج فآخذہ وطواه  
 وختم وكتب فی عنوانہ وبعث به الى امرأته فاتاها الکتاب وأقر الزوج انه کتابہ فان الطلاق ویقع علیہا۔  
 (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۷۹ کتاب الطلاق۔ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ) ۲

**سوال** :- اگر کسی شخص نے لاعلمی کی حالت میں طلاق نامہ پر دستخط  
 طلاق نامہ پر لاعلمی میں دستخط کرنا کئے تو اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

**الجواب** :- طلاق بالکتابت میں نیت و ارادہ ضروری ہے، اس لیے طلاق نامہ پر لاعلمی کی صورت  
 میں دستخط کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لما فی الہندیۃ: کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه لا یقع به الطلاق اذ الحرقانہ کتابہ۔  
 (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۷۹ کتاب الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ) ۳

۱۔ وفي الہندیۃ: وشرط فیہا شہادۃ رجلین اور رجل وامرأتین سواء کان الحق مالا أو غیر مالاً لنکاح  
 والطلاق۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۳ ص ۲۵ کتاب الشہادات۔ فی الباب الاول)

ومثله فی فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۵ کتاب النکاح۔

۲۔ قال العلامة ابن ہمام: ولو کتب الصبیح الى امرأته بطلاقها ثم انکرا لکتاب وقامت علیہ البینۃ  
 انه کتبہ بیدہ فرق بینہما فی القضاء واما فیما بینہ وبين اللہ تعالیٰ ان کان لمرینوبہ الطلاق قمی  
 امرأته۔ (فتح القدیر شرح الہدایۃ ج ۳ ص ۲۲ کتاب الطلاق۔ فصل فی الطلاق قبل الدخول)  
 ومثله فی رد المحتار ج ۲ ص ۳۷۹ کتاب الطلاق۔ وفي مطلب الطلاق۔

۳۔ قال العلامة ابن عابدین: کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه لا یقع الطلاق مالم یقرانہ  
 کتابہ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الطلاق۔ مطلب فی الطلاق بالکتابۃ)  
 ومثله فی التاتاریخانیۃ ج ۲ ص ۲۸ کتاب الطلاق۔ ایقاع الطلاق بالکتاب۔



**مرضِ سرسام میں دی گئی طلاق کا حکم** | سوال: جناب مفتی صاحب! سرسام ایک ایسی بیماری ہے کہ اس میں مریض پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ اس سے دیوانوں کی سی حرکات سرزد ہوتی ہیں، اگر اس مرض میں مبتلا شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: سرسام زدہ شخص کے افعال و اعمال کا حکم مجنون اور معتوہ جیسا ہے اس کی طلاق باتفاق علماء واقع نہیں ہوتی، لہذا اگر کوئی ایسی حالت میں بیوی کو طلاق دے تو بیوی مطلقہ نہ ہوگی۔

قال العلامة الكاساني: فمنها ان يكون عاقلًا حقيقة او تقديرًا فلا يقع طلاق المجنون والصبي الذي لا يعقل لان العقل شرط اهلية التصرف لان به يعرف كون التصرف مصلحة - (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۹۹ فصل شرائط الركن) | سوال: اگر کوئی شخص خواب (نیند) کی حالت میں اپنی بیوی کا نام لے کر کہے کہ ہندہ کو طلاق طلاق طلاق ہے تو کیا اس سے اُس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: نیند میں انسان کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ اُسے کچھ سمجھ نہیں آتا بلکہ اس کو یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اس لیے یہ شخص شرعاً معذور ہے اور اس کی دی ہوئی طلاق لغو ہے، اس سے بیوی مطلقہ نہیں ہوگی۔

قال العلامة ابوبكر الكاساني: ومنها ان لا يكون معتوہًا ولا مدہوشًا ولا مبرأ ولا مغنی علیہ نائمًا فلا يقع طلاق هؤلاء ما قلنا في المجنون - (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۱۰۱ فصل شرائط الركن) |

لہ قال العلامة ابن الہمام: قوله لا يقع طلاق الصبي وان كان يعقل والمجنون والنائم والمعتوہ كالمجنون... لكن معلوم من کلیات الشریعة التصرفات لا تنفذ الا ممن له اهلیة التصرف وادراها بالعقل والبلوغ - (فتح القدیر ج ۳ ص ۳۳۳ فصل ویقع طلاق کل زوج - الخ)

وَمِثْلُهُ رَدُّ الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۴۶۲ کتاب الطلاق مطلب تعریف السكرات۔  
لہ قال العلامة الحسکفی: لا يقع طلاق المولى على امرأة عید ۵..... والصبي والمعتوہ من العتہ وهو اختلال فی العقل والمبرم من الیرسام والمغنی علیہ - (رد المحتار علی ما مش رَدُّ الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۴۶۲ کتاب الطلاق)  
وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۳۳۳ فصل ویقع طلاق کل زوج - الخ

## طلاق الصریح والکناہ

(طلاق صریح وکناہ کے احکام و مسائل)

”تم طلاق ہو“ میں تین طلاق کی نیت کرنا | سوال :- اگر ایک شخص اپنی بیوی سے یہ کہے کہ ”تم طلاق ہو“ اور اس میں اس کی نیت تین طلاق

کی ہو، تو کیا اس سے تین طلاق واقع ہوں گی یا ایک؟

الجواب :- صریح الفاظ طلاق میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں، اسلئے ”تم طلاق ہو“ سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی، تین طلاق کی نیت کرنا اس میں لغو ہے۔

لمافی الہندیۃ: کانت طالق ومطلقة وطلقت تقع واحدة رجعیۃ وان نوى الاکثر اولاً

ابانۃ - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۲ کتاب الطلاق، الباب الثانی فی ایقاع الطلاق) لہ

سوچ و فکر کے عالم میں طلاق کا لفظ ادا کرنا | سوال :- ایک شخص سوچ و فکر میں گم تھا اس کی کوشش تھی کہ زبان سے طلاق کا لفظ ادا نہ

کرے لیکن اچانک اس کی زبان سے نکل گیا کہ ”چلو میں نے تجھ کو طلاق دے دی“ تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر سوچ و فکر سے مجبور ہو کر ان الفاظ سے مراد بیوی کو طلاق دینا ہو تو صریح طلاق میں واقع ہونے کے لیے اس کا ارادہ اور نیت ضروری نہیں، تاہم اگر یہ تلفظ کسی واقعہ کی حکایت ہو جو اس کے ذہن میں کسی فرضی واقعہ کا پیش خیمہ ہو یا نفس الامر کے کسی واقعہ کی حکایت ہو تو حکایت کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لمافی الہندیۃ: رجل قال لامرأته انت طالق فقال له رجل ما قلت فقال طلقتها

لہ قال ابوالحسن علی المرغینانی: الصریح ہو کانت طالق ومطلقة وطلقت فہذا يقع به الطلاق الرجعی ولا يقع به الا واحدة وان نوى الاکثر ملخصاً۔

(الہدایۃ ج ۲ ص ۳۷۱ کتاب الطلاق۔ باب ایقاع الطلاق۔ مکتبہ حقانیہ)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلَى هَامِشٍ رَدِّ الْمُخْتَارِ ص ۴۲۹ کتاب الطلاق، باب الصریح۔

اوقات قلت ہی طالق فہی واحدة - (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۳۵۵ کتاب الطلاق باب اثنی فی ایقاع الطلاق)  
 وقال العلامة ابن الہمام: ثم قولنا لا يتوقف على التبیة معناه اذ العرینوی شیئاً  
 اصلاً یقع لانه یقع وان نوى شیئاً اخر لما ذکر انه اذا نوى الطلاق عن وثاق صدق دیانہ  
 لا قضاءً وکذا عن العمل - (فتح القدیر شرح الہدایہ ج ۳ ص ۳۵۵ کتاب الطلاق باب ایقاع الطلاق) لہ  
**سوال :- اگر ایک شخص اپنی بیوی**  
**عورت کی عدم موجودگی میں خطاب کے صیغہ سے طلاق دینا**  
**کو اس کی عدم موجودگی میں یوں**

کہے کہ ”جاؤ تم طلاق ہو“ تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟  
 الجواب :- کسی مرد کا اپنی بیوی کو انت طالق کہنے کے لیے اس کی موجودگی ضروری نہیں،  
 بسا اوقات اس کو حاضر فرض کر کے خطاب کیا جاتا ہے، اس لیے ایسی حالت میں ”جاؤ تم طلاق ہو“ کہنے  
 سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

لما فی الہندیۃ : ان ارسل الطلاق بان کتب اما بعد فانت طالق ، فکلمها کتب هذا  
 یقع الطلاق - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۴۸ کتاب الطلاق ، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ) لہ  
**سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا:**  
**ایک دو تین کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی**  
**”ایک دو تین تم طلاق ہو“ ایسی حالت میں عورت**  
**پر کوئی طلاق واقعی ہوگی، کیا اس سے منکوحہ مطلقہ منظر بنتی ہے یا طلاق رجعی واقع ہوگی؟**  
 الجواب :- اگر اس عدد کے ساتھ نسبت ہو یعنی عورت سے یوں کہے تجھے ایک دو تین

لہ وقال العلامة ابن عابدین : ان الصریح لا یحتاج الی التبیة ولكن لا بد فی وقوعه قضاءً  
 ودیانۃ من قصد اضافة لفظ الطلاق الیہا عالمًا بمعناه ولم یصرفہ الی ما یحتملہ - الخ  
 (رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۱ کتاب الطلاق، باب الصریح)

وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۹ کتاب الطلاق، باب الطلاق ای الغلظہ۔  
 لہ قال العلامة ابن الہمام: فان کان علی رسم کتب الرسالة بان کتب اما بعد یا فلانة  
 فانت طالق وانت حرا و اذا وصل الیک کتابی فانت طالق فانه یقع الطلاق - الخ  
 (فتح القدیر ج ۳ ص ۳۰۳ کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق، بحث الکنایات)  
 وَمِثْلُهُ فی قاضی خان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۱ کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق بالکتابۃ۔



تم طلاق ہو، ظاہر ہے کہ اضافت کی موجودگی میں اس سے تین طلاق واقع ہوں گی، لیکن جب اضافت نہ ہو صرف یہ ہو کہ ایک دو تین تم طلاق ہو یا تم طلاق ہو ایک دو تین، ایسی حالت میں "تم طلاق ہو" مستقل جملہ مبتداء خبر ہو کر عدد سے بظاہر اس کا کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا، اس لیے عدد لغو ہو کر ایک طلاق واقع ہوگی، تاہم اگر یوں کہا کہ تم ایک دو تین طلاق یا تم طلاق ایک دو تین ہو تو اس سے پھر لازمی طور پر تین طلاق واقع ہوں گی۔

والدلیل علی ما قلنا ما قالہ العلامة الحصکفی: والطلاق یقع بعد قرن بہ لانفسہ عند ذکر العدد وعند عدمہ الوقوع بالصیغة۔ الخ (الدر المختار علی صدد المختار ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب الطلاق، مطلب الطلاق یقع بعد قرن بہ) لہ

**بیوی کے نام کی جگہ دوسرا نام لیکر طلاق دینا** | سوال :- اگر ایک شخص نے کسی مصلحت کے لیے بیوی کے اصل نام کی جگہ دوسرے

نام سے یاد کر کے طلاق دی ہو تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟  
**الجواب :-** اگر بیوی کی طرف اشارہ نہ ہو تو تعارف اور تعین کے لیے نام کا سہارا لیا جاتا ہے یہ تب ہو سکتا ہے کہ نام درست ہو، جب اصل نام کو چھوڑ کر دوسرے نام سے یاد کیا جائے تو بیوی مطلقہ نہیں ہوگی تاہم اگر اس شخص کی نیت اپنی بیوی کو طلاق دینے کی ہو تو طلاق واقع ہو جائیگی۔  
 وفي الهندية: ولو قال امرأته الجشية طالق وكأنية له في طلاق امرأته وامرأته ليست بجشية لا يقع عليها وعلى هذا إذا سمى بغير اسمها وكأنية له في طلاق امرأته۔  
 والفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۵۸ کتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق (۲) لہ

لہ قال العلامة طاہر بن عبد الرشید الانصاری: رجل قال لامرأته تراکی وتراسه اوقال توکی سہ۔ قال ابوالقاسم الصفار: لا يقع شیء۔ وقال صدر الشہید: يقع اذا نوى وبہ یفتی۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۹۸ کتاب الطلاق، الفصل الثاني في الکنايات جنس آخر ۴)

وَمِثْلُهُ فِي الْبِرَافِیَّةِ عَلٰی هَامِشِ الْهِنْدِیَّةِ ج ۳ ص ۱۴۹ کتاب الطلاق، مسائل لا یقع بلا قصد وازافہ۔  
 لہ قال العلامة ابن ہمام: ولو قال امرأتی فلانة بنت فلان طالق وسماها بغير اسمها لا تطلق امرأته الا بالنية۔ (فتح التدریج شرح المصداية ج ۳ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق)  
 وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلٰی هَامِشِ رَدِّ الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۲۶ کتاب الطلاق، مطلب فيما لو قال امرأته طالق۔ الخ

**طلاق رجعی کی عدت گزرنے کے بعد طلاق دینا مؤثر نہیں** | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو زبانی ایک طلاق دی

اور عدت گزرنے کے بعد اس نے پھر دو طلاق تحریری طور پر دیں، تو کیا اس سے طلاق منغلظہ واقع ہوگی یا تجدیدِ نکاح ہی کافی ہے ؟

**الجواب :-** اگر خاوند نے پہلی زبانی طلاق کی عدت گزرنے کے بعد دو طلاق تحریری طور پر دی ہوں تو تجدیدِ نکاح کافی ہے کیونکہ پہلی زبانی طلاق کی عدت گزرنے کے بعد عورت خاوند سے جدا ہو کر محل طلاق نہیں رہی اس لیے پہلی طلاق کی عدت کے بعد دی گئی دو طلاق لغو تصور ہوں گی۔

قال العلامة ابن عابدین: والرجعی لا یزید الملك الا بعد مضی العدة۔

رد المحتار علی الدر المختار ج ۲ ص ۵۷۶ کتاب الطلاق (۱۷)

**طلاق صریح کے بعد دی گئی طلاق بائن کا حکم** | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی سے دو دفعہ کہا تم طلاق ہو، تم طلاق ہو۔ اور

پھر کہا ”میرے گھر سے چلی جاؤ“ تو اس سے کون سی طلاق واقع ہوگی۔

**الجواب :-** ”تم طلاق ہو“ دو دفعہ کہنا طلاق رجعی ہے لیکن اس کے بعد یہ کہنا کہ ”میرے گھر سے چلی جاؤ“ طلاق بائن ہے طلاق رجعی میں اس کو رجوع کا حق حاصل تھا، لیکن طلاق رجعی کے بعد جب طلاق بائن (یعنی میرے گھر سے چلی جاؤ) سے یہ حق ختم ہو کر منکوحہ مطلقہ بائنہ ہوگی کیونکہ طلاق رجعی کے بعد طلاق بائن دی جاسکتی ہے۔

قال الله تعالى: أَلْطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ فَإِمْسَاكَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٍ بِإِحْسَانٍ۔ الآية (البقرة آیت ۲۰۰)

قال المحققين: والبائن يلحق الصريح۔ (رد المحتار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۹ کتاب الطلاق، باب الکنايات) (۱۸)

له وقال العلامة الكاساني: فلا يصح الطلاق الا في الملك او في علقته من علائق الملك وهي عدة

الطلاق۔ ريداع الصنائع ج ۳ ص ۱۲۶ کتاب الطلاق (فصل، واما الذي يرجع الى المرأة الخ)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ عَلَى الْمَهْدَايَةِ ج ۳ ص ۳۲۶ کتاب الطلاق فی تفصیل اول کتاب الطلاق لالباب قبلہ۔

له وفي الهنديّة: والطلاق البائن يلحق الطلاق الصريح بان قال انت طالق ثم قال لها انت بائن

طلقة اخرى ويلحق البائن البائن۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۷۷ کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِيحِ الْحَقَائِقِ ج ۲ ص ۲۱۹ باب الكنايات۔ (قوله: والصريح يلحق الصريح والبائن)



**دو دفعہ طلاق دینے کے بعد رجوع کیا جاسکتا ہے** | سوال :- بیوی کو دو دفعہ طلاق دینے کے بعد خاوند رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** صریح طلاق جب تک تین دفعہ استعمال نہ ہو تو ایک یا دو دفعہ لفظ طلاق صریح کے استعمال کرنے کی صورت میں خاوند بیوی کی طرف رجوع کر سکتا ہے ایسی حالت میں صرف رجوع ہی کافی ہے۔

لما فی الہندیۃ : ولو قال انت طالق الطلاق وقال عنیت بقولی طالق واحدة وبقولی الطلاق اخرى یصدق فتقع رجعتان ان کانت مدخولاً بہا۔

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۳۵۵ کتاب الطلاق باب الثانی فی ایقاع الطلاق الفصل الاول فی الطلاق الصریح |  
**دو طلاق کے بعد رجوع کر کے دوبارہ طلاق دینا** | سوال :- ایک شخص نے بیوی کو دو طلاق بعد میاں بیوی کے درمیان پھر اختلافات پیدا ہو گئے تو خاوند نے چھ طلاقیں دے دیں، تو کیا خاوند اب بھی رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** دو طلاق کے بعد رجوع مفید ہے اور اس سے میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں لیکن دو طلاق دینے کے بعد خاوند کے پاس صرف ایک طلاق کا حق باقی رہ جاتا ہے جو وہ کسی وقت بھی انفرادی طور پر استعمال کر سکتا ہے، صورت مسئلہ میں خاوند کا رجوع کرنے کے بعد چھ طلاقیں دینے میں ایک طلاق کے لیے عمل کی موجودگی کی وجہ سے یہ طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت مطلقہ مغتظہ ہو کر خاوند کے لیے حلالہ کے بغیر جائز نہیں اور باقی پانچ طلاقیں محل نہ ہونے کی وجہ سے لغو متصور ہوں گی۔

قال المحسینی : ولا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ بہا ای بالثلاث حتی یطأھا غیرہ۔

رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۳ کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فی العقد علی البیاتہ (۲)

لہ قال العلامة الزلیعی : کقولہ انت طالق انت طالق فیقع رجعتان اذا کانت مدخولاً بہا۔

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۲ ص ۱۹۹ کتاب الطلاق)

ومثله فی الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۳ کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی قول البجران الصریح یختم، الخ۔  
 لہ فی الہندیۃ : واذا کان الطلاق باثنا دون الثلاث فله ان یتزوجھا فی العدة وبعد انقضائها وان کان لطلاق ثلاثا فی الحرۃ وثنتین فی الامۃ لم یحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ تکاحاً صحیحاً۔  
 والفتاویٰ الہندیۃ ج ۴ کتاب النکاح فی الرجعة فیما تحل بہ المطلقة الخ، فصل فیما تحل بہ المطلقة وما یصل بہ (۲)



**طلاق بائن کے اثرات** | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی ہے اور اس پر سات آٹھ مہینے گزر گئے ہیں اب اگر وہ دوبارہ میاں بیوی کے

طرح زندگی گزارنا چاہیں تو ان کو کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیئے؟

**الجواب :-** طلاق بائن میں تجدید نکاح ضروری ہے خواہ عدت کے اندر ہو یا بعد میں ہو، طلاق بائن میں رجوع کرنا کافی ہے، صورتِ مسئلہ میں یہ مرد و زن دوبارہ نکاح کر کے ازدواجی زندگی گزار سکتے ہیں۔

لمافی الہندیۃ : و اذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث فله ان يتزوجها في العدة وبعد  
انقضائها۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ کتاب الطلاق باب السادس فی الرجعة و فیما تھل المطلقۃ و ما یصل بہ فصل فیما تھل المطلقۃ۔ الخ ۳۵۲)

**لفظ "ہاں" کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی** | سوال :- میاں بیوی کے درمیان کسی بات پر کشیدگی پیدا ہو گئی، بیوی نے خاوند سے کہا

یہ غیرت مجھے طلاق دے دو، خاوند نے زمین سے پتھر اٹھا کر بیوی کی طرف پھینکتے ہوئے کہا "ہاں" کیا اس سے طلاق واقع ہو گئی یا نہیں؟

**الجواب :-** خاوند کے یہ الفاظ "ہاں" یا بیوی کی طرف پتھر پھینکنا نہ طلاق صریح ہے اور نہ طلاق کنایہ ہے، اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لمافی الہندیۃ : ولو قالت انا طالق فقال نعم طلقت ولو قاله فی جواب طلقنی لا تطلق وان  
نوی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۲ مطلب کرم الطلاق بالواو أو بغيرها ونوی بالثانی الاول ۳۵۲)

**طلاق کی حکایت کا بیان کرنا** | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی پھر اس طلاق کی حکایت کسی مجلس میں اس طرح بیان کیا کہ میں نے اس کو

طلاق دی ہے، کیا اس حکایت سے دوسری طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

لہ قال العلامة المرنغینی: و اذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث فله ان يتزوجها في العدة وبعد  
لاحل المحلیۃ باق۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۷۸ کتاب الطلاق۔ باب الرجعة)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ عَلَى هَامِشٍ رَدِّ الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۵۸۲ کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فیما قبل۔ الخ  
۲ وقال الشيخ ابن البرزازی: ولو قالت طلقنی فقال نعم لا وان نوی۔ (الفتاویٰ ابن باز علی هامش الہندیہ ج ۲ ص ۱۷۶)

کتاب الطلاق، تسعة فصول، الاول فی صریح الطلاق، نوع آخر فی الفاظہم

**الجواب :-** پہلی طلاق کی حکایت سے دوسری طلاق واقع نہیں ہوتی صرف ایک طلاق متصور ہوگی۔

لما فی الہندیۃ: رجل قال لامرأته انت طالق فقال له رجل ما قلت فقال طلقها او قال قلت هی طالق فہی واحدة فی القضاء کذا فی البدائع۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۵ مطلب اذا کور الطلاق علی المواءۃ المدحول بہا وتوی الاخبار) ۱۔

**سوال :-** ایک شخص نے قسم کھا کر کہا کہ اگر میں نے سگریٹ نوشی کی تو میری طلاق کی قسم کھاتا بیوی کو طلاق ہوگی، تو اس طرح قسم کھانے کے بعد سگریٹ نوشی کرنے سے نکاح پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

**الجواب :-** مذکورہ قسم کھانے کی صورت میں حانت ہونے پر ایک طلاق واقع ہوگی لہذا سگریٹ نوشی کے بعد رجوع بالقول یا بالفعل کافی ہے۔

قال العلامة المرجینانی: قوله انت طالق ومطلق وطلقتك فهذا يقع به الطلاق الرجعی۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۳۸ کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق) ۲۔

**سوال :-** کوئی شخص اگر یہ کہے کہ میں نے فلاں مجھ پر بیوی ناجائز طلاق ہوگی سے طلاق کا حکم کام کیا تو میری بیوی مجھ پر ایسی طلاق ہوگی جو

ناجائز ہو تو اس سے کون سی طلاق واقع ہوگی؟

**الجواب :-** حانت ہونے کی صورت میں اس شخص کی بیوی پر طلاق رجعی واقع ہوگی جس میں رجوع بالفعل یا بالقول کرنے کی گنجائش موجود ہے۔

قال العلامة سراج الدین: ولو قال انت طالق ما کا یجوز علیک من الطلاق

۱۔ قال العلامة السکاسانی رحمہ اللہ :- ولو قال لامرأته انت طالق فقال له رجل ما قلت فقال طلقها الخ لان کلامہ انصرف الی الاخبار الخ۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۲۸۶ فصل ومنها النیۃ فی احد نوعی الطلاق)

۲۔ وفي الہندیۃ: ہو کانت طالق ومطلقة وطلقتك وتقع واحدة رجعیۃ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۴ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، وفيہ سبعۃ فصول)

وَمِثْلُهُ فی الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۹ کتاب الطلاق، باب الصبر بحر۔

طلقت واحدة۔ (الفتاویٰ السراجیۃ ص ۲۳ کتاب الطلاق، باب عدد الطلاق) لے  
دو بیویوں میں سے ایک کو مبہم طلاق دینا | سوال :- ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، اس نے اُن  
 سے کہا تم میں سے ایک طلاق ہے، تو اس سے  
 کون سی عورت مطلقہ متصور ہوگی ؟

الجواب :- طلاق کا وقوع یقینی ہے تاہم تعیین کا اختیار خاوند کو حاصل ہے کہ دونوں  
 میں سے جس کو چاہے مطلقہ قرار دے۔

قال العلامة الحصکفیؒ: ولو قال امرأتی طالق وله امرأتان او ثلاث تطلق واحدة  
 منهن وله خيار التعین۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۴ باب طلاق غیر  
 المدخول بہا، مطلب فیما لو قال امرأته طالق وله امرأتان او اکثر تطلق واحدة) لے

معاہدہ کی خلاف ورزی پر شروط طلاق کا حکم | سوال :- اگر چند افراد کسی معاہدہ پر پابندی  
 کے لیے ایک تحریر لکھیں جس میں یہ ہو کہ  
 ہم میں سے جو بھی اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے تو اس کی بیوی اس پر تین طلاق سے طلاق ہو  
 گی، بعد ازاں بعض لوگوں کے مشورہ سے طلاق کا لفظ ساقط کر دیا گیا اور دستخط کرتے وقت طلاق  
 کی شرط معاہدہ میں شامل نہیں تھی، تو کیا معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں طلاق واقع  
 ہوگی یا نہیں ؟

الجواب :- کسی معاہدہ پر پابندی کے لیے کوئی تحریر لکھنا درحقیقت ایک مشورہ ہے اسلئے

لے وفي الهندية : ولو قال لامرأته انت طالق مالا يجوز عليك من الطلاق او مالا  
 يقع لو على اتى بالخيار ثلاثة ايام تقع واحدة۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۲۲ الفصل  
 الثالث فی تشبیہ الطلاق ووصفہ)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۳۹ کتاب الطلاق۔

لے وفي الهندية : ولو قال امرأته طالق وله امرأتان كلتا هما معروفتان كان له ان يصرف  
 الطلاق الى ايتهما شاء۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۸ کتاب الطلاق، الباب الثاني  
 فی ایقاع الطلاق، فصل الاول فی الطلاق الصریح)۔

وَمِثْلُهُ فِي خلاصة الفتاوى ج ۲ ص ۴۹ کتاب الطلاق، فصل اول، جنس آخر۔



صورتِ مشولہ میں طلاق اس وقت نافذ عمل ہوگی جب اس پر دستخط ہو کر ثبت ہوں، اندر میں صورت جب اصل معاہدہ میں طلاق کا ذکر نہیں تو خلاف ورزی کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قال ابن عابدین: وان لم یقر انہ کتابہ ولم تقر بینة لکته وصف الامر علی وجهه لا تطلق قضاء ولا حیانة وکذا کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه لا یقع الطلاق ما لم یقر انہ کتابہ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الطلاق۔ مطلب باعتبار عد الطلاق بالتساقط بالکتابۃ)

سوال :- اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو نکاح کے بعد قبل الدخول غیر مدخول بہا کو طلاق دینا طلاق ویدی ہو، بعد ازاں وہ اُسے پھر نکاح میں لانے کا خواہشمند ہو، تو ایسی صورت میں اسے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیئے؟

الجواب :- طلاق کے وقوع کے لیے ملک نکاح ضروری ہے اس لیے قبل الدخول بھی طلاق واقع ہونے کے لیے کوئی امر مانع نہیں، تاہم اگر تین طلاق متفرق دی ہوں یا صرف ایک طلاق دی ہو تو ایسی حالت میں ایک طلاق سے منکوحہ جدا ہو کر دوبارہ میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے کے لیے صرف تجدید نکاح کافی ہوگی، البتہ اگر بیک وقت تین طلاق دی ہوں تو پھر منکوحہ مطلقہ مغلطہ کے حکم میں رہے گی۔

قال العلامة الحسینی: قال لزوجته غیر المدخول بہا انت طالق ثلاثاً. الخ وقعن والافرق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانية بخلاف الموطاة۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۲ کتاب الطلاق، باب طلاق غیر مدخول بہا) ۲۷

سوال :- زید کی اپنی بیوی سے گھریلو طلاق ثلاثہ کے بیک وقت واقع ہونے کی تحقیق | تعلقات میں کشیدگی کی وجہ سے دونوں میں

۱۔ وفق الہندیۃ: وكذلك کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه لا یقع به الطلاق۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۳ ص ۳۷۹ کتاب الطلاق، باب الثاني، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ) ۲۔ وفق الہندیۃ: اذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بہا وقعن علیہا فان فرق الطلاق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانية والثالثة۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۳ ص ۳۷۳ کتاب الطلاق، باب الثاني فی ایقاع الطلاق، الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول)

وَمَثَلُهُ فی الہدایۃ علی صدر فتح القدر ج ۳ ص ۳۹۱ کتاب الطلاق، فصل فی التشبیہ الطلاق ووصفه۔

کچھ بحث تھی، ایک روز ان کا چھوٹا لڑکا گھرایا اور اپنی والدہ سے باتوں باتوں میں گھر کے حالات پوچھے تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا باپ گھر خرچ نہیں دیتا، اس پر لڑکے نے والدہ سے کہا کہ میری کچھ رقم آپ کے پاس موجود ہے آپ اس میں سے خرچ کیوں نہیں کر لیتیں، تو اس کی والدہ نے کہا کہ میں اس رقم کو ان کی امانت تصور کرتی ہوں، اسی دوران میں زید اور اس کا بڑا لڑکا بھی آگے توڑے لڑکے نے کہا کہ ان دونوں کی بخشش میں ۱۲ آنے میرے والد کا قصور ہے اور ہم آنے والدہ کا، زید بیٹے کی اس بات پر مشتعل ہو گیا اور اس نے کہا اگر تم سب ایسا سمجھتے ہو تو یہ میرے تن پر حرام حرام، اور اس سے کہو کہ چار دیواریں چھوڑ کر باقی جو چیزیں بھی لے جانا چاہیے اجازت ہے اور جو رقم اس کے پاس موجود ہے اس میں سے اپنا حق المہر وصول کر لیوے اور جو باقی بچے وہ میں نے اس کو بخش دیا۔ ان الفاظ کے بعد جب زید کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو وہ پشیمان ہوا کہ یہ میں نے کیا کیا، اب آنجناب قرآن و حدیث کی رو سے صحیح فتویٰ صادر فرمائیں۔

نوٹ:- اس استفتاء کے جواب میں ایک عالم صاحب نے درج ذیل جواب دیا ہے:-

### الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم: صورتِ مسئلہ میں حرام حرام حرام کے لفظ سے کہنے والے کی نیت مراد ہوگی، چنانچہ ہدایہ میں ہے: قال وبقية الكنايات اذا نوى بها الطلاق كانت واحدة بائنة. (ج ۲ ص ۲۸۹) اگر ان الفاظ سے طلاق ہی مراد لی جائے تو بیوی ایک طلاق بائن سے طلاق ہوگی اور وہ اس عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ صورتِ مسئلہ میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں نہیں بار طلاق کے لفظ سے یا حرام کے لفظ سے طلاق کہہ دیتا ہے تو یہ طلاق ایک طلاق رجعی شمار ہوگی اور ایسے شخص کو چاہیے کہ فوری طور پر اپنی بیوی سے رجوع کر لے اور اپنے گھر میں بسائے، کیونکہ تین طلاق ایک با دینا ویسے علی الاجماع بدعت ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ایسی طلاق کو ایک طلاق شمار کرتے ہیں، مدخلہ کے حقی میں حدیث شریف میں وارد ہے کہ: عن محمود بن لبيد قال اخبرني رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً فتام غضبان ثم قال ايلعب بكتاب الله تعالى وانا بيت اظهر كمر — سائل کی صورت دوسری حدیث میں اول دلیل موجود ہے: عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال طلق ابوركائة ام ركانة فقال النبي عليه الصلوة والسلام ارجع امرأتك فقال اتي طلقته ثلاثاً قال



قد علمت ارجعها۔ (رواہ ابو داؤد) اس حدیث میں ہے کہ ابو رکائہؓ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے اس کو (یعنی بیوی کو) تین بار اکٹھی طلاق دے دی ہے، حضورؐ نے فرمایا مجھے معلوم ہے تم رجوع کر لو۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں کچھ زائد الفاظ سے روایت فرمایا ہے کہ۔  
 طلق ابورکائہ امرأته فی مجلس واحد ثلاثاً فحزن علیہا فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہا واحدة۔ ابورکائہ۔ چنانچہ ابورکائہؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم پر بیوی سے رجوع کر لیا۔ یہ مسئلہ بڑا طویل ہے، اس مسئلہ پر حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قائم ہیں اور تابعین و تبع تابعین میں سے حافظ قاسم، امام جعفر صادق، امام باقر، امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ ہیں۔

سائل پر واضح ہو کہ دین کے معاملہ میں تنگی نہیں، امام اعظمؒ کے مسئلہ میں یہ بات شامل ہے کہ کوئی شخص نقصان سے بچنے کے لیے دوسرے امام کے مسئلہ پر فتویٰ حاصل کر کے اس پر عمل کر سکتا ہے، چنانچہ ”سبل السلام“ ص ۲۴۳ پر علامہ صنعانیؒ نے طویل بحث فرمائی ہے، اس کی شرح کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے، اس کا اختصار یہ ہے کہ مسئلہ درست ہے کہ اگر تعصب کو بالائے طاق رکھ دیا جائے تو اس شخص پر کوئی امر مانع نہیں ہے کہ ان میں سے کس پر عمل کرے کوئی امر ممنوع نہیں ہے۔ اس لیے ان حالات میں سائل کو فتویٰ دیا جاتا ہے کہ وہ حدیث شریف اور صحابہ کرامؓ و ائمہ عظامؒ کے اقوال کے مطابق اپنی بیوی سے دو گواہوں کے سامنے رجوع کر لے اور اپنے گھر میں رہ جائے اور اسے بسائے۔ علاوہ ازیں یہ بھی واضح ہو کہ موجودہ عائلی قوانین کے مطابق ایسی صورت میں ہر سے طلاق واقع ہی نہیں ہوتی اس لیے فوری طور پر رجوع کر لیا جائے اور سائل دل میں ذرہ برابر بھی ملال پیدا نہ کرے۔ والسلام

یہاں تک تو اس عالم صاحب کا جواب تھا لیکن اس کو مد نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں جو کہ قابل توجہ ہیں:-

(۱) صورت مسئلہ میں کون سی طلاق واقع ہوگی؟ وقوع طلاق ثلاثہ کے بارہ میں ائمہ اربعہؒ کا کیا مسلک ہے؟

(۲) حدیث شریف: عن محمود بن لبید قال اخبرني رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً۔ (الحديث) کا محدثین کے نزدیک صحیح مفہوم کیا ہے؟ اور



کیا اس حدیث سے عدم وقوع طلاق ثلاثہ کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟  
(۳) مذکورہ جواب میں ابو داؤد شریف کی ابو رکانہ والی حدیث تحریر کی گئی ہے تو کیا یہ حدیث قابل حجت اور قابل عمل ہے یا نہیں؟

(۴) صورتِ مسئلہ کے مذکورہ جواب میں امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کو چھوڑ کر شہوانی اور نفسانی خواہشات کے لیے دوسرے امام کے مسلک پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۵) مذکورہ جواب میں مجیب نے موجودہ ملکی عائلی قوانین پر عمل کرنے کی تلقین کی ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۶) امام نووی رحمہ اللہ کی تحقیق کے خلاف طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق شمار کرنے سے کیا تفصیل ائمہ اربعہ لازم آتی ہے یا نہیں؟

مذکورہ بالا سوالوں کے بالوضاحت جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب (من داد لافتاہ دارالعلوم حقانیۃ) :- ان امور کی طرف توجہ دینے سے قبل اصل مسئلہ کے بارے میں اتنا عرض ہے کہ حرام کا لفظ طلاق کنائی ہے اور کنائی طلاق سے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے، لہذا زید کی بیوی پر ایک طلاقِ بائن واقع ہو چکی ہے اگرچہ اس نے طلاق کی نیت نہ کی ہو، علامہ شامیؒ نے ”بحث طلاق کنائی“ میں تصریح کی ہے کہ لفظ حرام عرفاً چونکہ طلاق ہی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اس لیے مفتی بہ قول یہ ہے کہ اس سے عورت پر ایک طلاقِ بائن واقع ہوگی اگرچہ اس میں نیت نہ بھی کی گئی ہو، اور دوسرا تیسرا لفظ حرام لغو ہے کیونکہ بائن طلاق سے نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے، اور جب پہلی دفعہ حرام کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو پھر حرام حرام کہنا لغو ہے اس سے زائد طلاق واقع نہ ہوگی، لہذا اس عورت کو عدت میں یا بعد از عدت دونوں حالتوں میں تجدیدِ نکاح کے ذریعہ سے دوبارہ اپنے نکاح میں لا سکتا ہے اور صرف رجوع ہی کافی نہیں ہے تاوقتیکہ بیوی کی رضا مندی سے دوبارہ نکاح نہ کیا جائے، یہ اُس وقت کہ جب زید نے حرام کے لفظ سے تین طلاقوں کی نیت نہ کی ہو، اور اگر اس نے تین طلاقوں کی نیت کر لی ہو تو اس صورت میں بیوی منغلظہ ہوگی جو حلالہ کے بغیر اس کے لیے ہرگز جائز نہ ہوگی۔ آپ نے جو چھ سوالات اٹھائے ہیں ان کے جوابات مختصراً درج ذیل ہیں :-

(۱) صورتِ مسئلہ میں بائن طلاق واقع ہو گئی ہے نہ کہ رجعی، اور عورت کو دوبارہ نکاح میں لانے کے لیے رجوع کافی نہیں بلکہ تجدیدِ نکاح با رضاء ضروری ہوگی، طلاق ثلاثہ کے بارے

میں ائمہ اربعہ کا مسلک یہ ہے کہ طلاق ثلاثہ خواہ دفعہ واحدہ دی جائیں یا متفرقاً ایک ہی طہر میں ہو یا متفرق اطہار میں تمام صورتوں میں تین طلاق ہی واقع ہوں گی نہ کہ ایک امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے۔

(۲) حدیث مذکور کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ایک ہی طہر میں تین طلاق دینا خواہ متفرقاً تین دفعہ الفاظ طلاق کہہ دے یا ایک ہی دفعہ اَنْتَ طَالِقٌ ثَلَاثًا کہہ دے یہ سب بدعی طلاق ہیں اور اس طرح طلاق دینا گناہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تین طلاق واقع نہ ہوں گی بلکہ طلاق تو تین واقع ہوں گی اور چونکہ اس طرح طلاق دینا شرعی طریقہ طلاق کے خلاف ہے اس لیے اس طرح طلاق دینے والے گنہگار ہوں گے، اس کی نظیر وہ واقعہ ہے جو مسلم وغیرہ کتب حدیث میں مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک دفعہ اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس طرح طلاق دینے پر سرزنش کر کے رجوع کا حکم فرمایا لیکن طلاق کو معتبر قرار دیا (مسلم) اسی طرح ایک دوسرے شخص نے اپنی بیوی کو معائین طلاق دے دی تو حضور انورؐ نے فرمایا: عصیت ربک ویا نیت منك امرأتک۔ (داد قطنی بحوالہ مشکوٰۃ) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل اگرچہ معصیت اور گناہ ہے مگر طلاق تین ہی واقع ہوں گی۔ جو لوگ محمود ابن لبیدؒ کی حدیث سے عدم وقوع طلاق پر استدلال کرتے ہیں ان کا یہ استدلال غلط ہے اور عدم وقوع طلاق کا ثبوت اس سے نہیں ملتا، اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ معائین طلاق دینا گناہ ضرور ہے لیکن گناہ سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ طلاق واقع نہیں ہوگی، نہ ہر کا پیالہ پینا گناہ ہے مگر موت کا اثر ضرور کرے گا، اسی طرح یہ طلاق اگرچہ بدعی ہے مگر ضرور واقع ہونگی۔

(۳) رکائے والی حدیث میں دو قسم کے الفاظ مروی ہیں، ایک یہ کہ: ”طلق امرأتہ ثلاثاً“ دوسری قسم کے الفاظ یہ ہیں کہ: ”انہ طالق امرأتہ البتہ فقال لہ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ما اردت الا واحدة فقال اللہ ما اردت الا واحدة“ پہلی روایت کو جس میں طلق امرأتہ ثلاثاً کے الفاظ ہیں محدثین نے ضعیف قرار دیا، امام نوویؒ فرماتے ہیں: ”واما الروایۃ الّتی رواھا المخالفون ان رکائۃ طلق ثلاثاً فجعلھا النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام واحده فروایۃ ضعیفۃ عن قوم مجہولین“



واما الصحيح منها ما قد مناه انه طلقها البتة (شرح نووی للمسلم ص ۴۷۸) ابو داؤد نے بھی طلقہا البتہ والی روایت کو طلقہا ثلاثاً کی روایت سے اصح قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: وهذا اصح من حديث ابن جريح ان ركائة طلق امرأته ثلاثاً ام۔ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ طلقہا البتہ والی حدیث کے رواہ رکانہ کے اہلبیت اور اولاد ہیں اور ظاہر ہے کہ اجنبی لوگوں کی یہ نسبت رکانہ کے واقعہ طلاق کا علم ان کے اہلبیت اور اولاد کو زیادہ ہوگا۔ فرماتے ہیں: وحديث نافع ابن عجير وعبد الله ابن علي ابن يزيد ابن ركانة عن ابيه عن جدته ان ركانة طلق امرأته البتة فردھا النبي عليه الصلوة والسلام اصح من حديث ابن جريح لانهم ولد الرجل اهل بيته وهم اعلم به۔ (ابو داؤد ج ۳) اس سے معلوم کہ رکانہ نے انت طالق البتہ کے الفاظ سے طلاق دی تھی نہ کہ انت طالق کے الفاظ سے اور چونکہ البتہ کنائی طلاق کا لفظ ہے، اس میں تین کی نیت بھی صحیح ہے، تو خطرہ تھا کہ رکانہ نے تین کی نیت سے یہ الفاظ کہہ دیئے ہوں اور اس تقدیر پر بیوی اس کے نکاح میں نہیں آسکتی تھی، اس لیے اس کی نیت کے بارے میں اطمینان حاصل کرنے کے لیے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ ما اردت الا واحدة، جب آپ کو رکانہ کے جواب اللہ ما اردت الا واحدة سے اطمینان حاصل ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح جدید سے اس کو بیوی واپس کر دی۔ چنانچہ فردھا کے معنی بیان کرتے ہوئے محدثین لکھتے ہیں: قلت معنى قوله فردھا اليه يعنى بالنكاح لانها مطلقة بتطبيقه واحدة البتة ام (فتح القدیر) لہذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رکانہ نے تین طلاق دی تھیں اور انہی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رجعی طلاق قرار دیا، یہ غلط محض ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

(۴) خواہشات نفسانی کی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہو یا کسی دوسرے امام کا، اس کا چھوڑنا گناہ عظیم اور خطرہ سلب ایمان ہے۔ کما صرح به العلماء قاطبة فی زہم و اسفارہم لان هذا ترک الدین لاجل ہوی النفس وهو مذموم جداً۔

(۵) عائلی قوانین میں جو دفعات نکاح و طلاق کے بارے میں رکھی گئی ہیں ان میں سے اکثر دفعات کو ہر مکتب فکر کے علماء نے قرآن و حدیث کے صریح خلاف قرار دیا ہے، لہذا جو شخص



ایسی دفعات پر متحمل عالمی قوانین پر لوگوں کو چلتے کی تلقین کر رہا ہے وہ لوگوں کو قرآن و حدیث کے خلاف ورزی کی تلقین کر رہا ہے جو کسی طرح بھی ایک عالم دین بلکہ ایک مومن کے شایان شان نہیں ہے، ایسے قوانین کے مصنفین اور واضعین کے بارے میں قرآن کریم کا فیصلہ یہ ہے:

قَوْلُ الَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيُشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا قَوْلُ لَهُمْ مِمَّا كَتَبْتُ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ (سورة البقرة ۷۹) آج کل کے قانون سازوں کی حالت ان لوگوں کی حالت سے کچھ زیادہ مختلف نہیں جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں کیا گیا ہے۔

(۶) طلاق ثلاثہ کو واحد شمار کر لینے سے اگر ائمہ اربعہ رحمہما اللہ کی تفصیل لازم نہ بھی آتی ہو مگر تخطیہ تو ضرور لازم آتا ہے اور یہ بھی کچھ کم درجہ کا جرم نہیں ہے، جن حضرات کی امامت اور پیشوائیت مذہبی پر اُمت کا سوادِ اعظم متفق ہو ان کا تخطیہ کرنے والوں کو کس منطق کی رو سے حق بجانب تصور کیا جائے گا حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "اتبعوا السوادِ الاکثر" (المحدث) نیز ان تمام ائمہ اربعہ کا فیصلہ اجماعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خلیفہ راشد کے فیصلہ پر مبنی ہے جس کے متعلق ارشاد نبویؐ یہی میں بصراحت یہ آچکا ہے کہ وہ ملہم او محدث فی ہذہ الائمۃ ہیں۔ یہ خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں جنہوں نے یکجائی طلاق ثلاثہ کو تین ہی شمار کیا ہے اور کسی صحابی یا تابعی نے ان کے اس فیصلہ کو خلاف رائے نہیں دی ہے، تو ان کے اس فیصلہ کی حیثیت تو ایک گونہ اجماع کی ہے جس سے بعد میں آنے والوں کے لیے خلاف کرنے کا کوئی حق معقول سے ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ ایسے فیصلوں کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمُهَدِّیْنَ۔

لہذا ائمہ اربعہ اور اُمت کے سوادِ اعظم کے اجماعی فیصلہ کے مقابلہ میں ایک یا دو عالم یا امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ کی ذاتی رائے اور اجتہاد میں وہ وزن ہرگز نہیں ہو سکتا ہے جو ائمہ اربعہ رحمہما اللہ تعالیٰ اور اُمت کے سوادِ اعظم کے متفقہ فیصلہ میں ہے اور فیصلہ بھی وہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

## جیسے ملہم اور محدث خلیفہ راشد کے فیصلہ پر مبنی ہو۔

لہ قد ذکرہ ہذہ المسئلة العلامة ابن الہمام الحنفیؒ: وقد اثبت انه يقع ثلاثا تطليقات بلفظ واحد وهو يقول "وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلاث" وايضاً قال: وقد اثبتنا النقل عن اكثرهم صريحاً بإيقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال وعن هذا اقلنا لو حكم حاكم بان الثلاث بقم واحد واحدة لم ينفذ حكمه لانه لا يسوغ الاجتهاد فيه فهو خلاف لا اختلاف" (فتح القدير شرح الہدایہ ج ۳ ص ۳۳ کتاب الطلاق)

حضرت ابن ہمامؒ کے مذکورہ بالا اقوال سے ثابت ہوا کہ ایک لفظ سے تین طلاق کے وقوع پر صحابہ کرامؓ کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اس سے خلاف کرنا جائز نہیں اور صحابہ کرامؓ کے اجماع پر عمل نہ کرنا گمراہی ہے۔

اور ملک العلماء امام کا سانی حنفی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ایک لفظ سے تین طلاق واقع ہوتی ہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں صرف شیعہ نے اختلاف کیا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق واقع ہونے کا فیصلہ کیا ہے آپ کے ساتھ کسی صحابی نے اس فیصلہ میں اختلاف نہیں کیا ہے بلکہ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع منعقد ہوا ہے، وہ فرماتے ہیں: واما حكم طلاق البدعة فهو انه واقع عند عامة العلماء وقال بعض الناس انه لا يقع وهو مذهب الشيعة - وقال هكذا - وروينا عن عمر رضي الله تعالى عنه انه كان لا يؤتي برجل قد طلق امرأته ثلاثاً الا اوجعه ضرباً واجاز ذلك عليه وكانت قضاياه بحضور من الصحابة رضي الله تعالى عنهم اجمعين فيكون اجماعاً منهم على ذلك -

(بدائع الصنائع ج ۳ ص ۹۷ کتاب الطلاق)

بہر تقدیر یہ مسئلہ امت اسلامیہ اور اہل السنۃ والجماعۃ کے سلف اور خلف جن میں جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین بھی ہیں، ان تمام کا اس بات پر اجماع کہ ایک لفظ "طلاق ثلاثاً" سے تین طلاق واقع ہوتی ہیں۔ اب ان کے اس اجماع سے ایک دو یا کچھ زائد افراد کا خلاف اس اجماع پر اثر انداز نہیں ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ قاضی شوکانیؒ نے یہ ہی فرمایا ہے کہ داود ظاہریؒ کی مخالفت سے اس مسئلہ میں اجماع پر کوئی رد نہیں پڑتی۔ (رد مکھٹے شرح بلوغ المرام ص ۷)

اور علامہ احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تین طلاقوں کو ایک سمجھنے والوں کے مذہب کے متعلق فرمایا ہے: "بانه مذهب شاذ فلا يعمل به اذ هو منكسر"

(ارشاد الساری ج ۸ ص ۱۵ طبع فی المصر)



طلاق دیتے وقت منہ بند کرنے کا حکم | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا ایک دو تین "ان الفاظ کے کہنے کے بعد فوراً کسی

دوسرے شخص نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر منہ بند کر دیا اس کے بعد اس نے کسی چیز پر تلفظ نہیں کیا، تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- صورت مسئلہ میں اس شخص کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی کیونکہ اس نے طلاق پر تلفظ نہیں کیا نہ صریح پر اور نہ کنائی پر بلکہ اس نے صرف عدد پر تلفظ کیا ہے اور صرف عدد نہ صریح طلاق ہے اور نہ کنائی، طلاق میں عدد کا وہاں اعتبار ہوگا جب طلاق کے بعد متصلاً ذکر کیا جائے۔  
قال العلامة قاضی خان: قالت المرأة لزوجها طلقني فقال الزوج ان شئت الف مرة لا يقع شيء۔ (الخانية ج ۲ ص ۲۱۷ کتاب الطلاق) لہ

"میرے گھر سے نکل جاؤ" کے الفاظ کے طلاق پر اثرات | سوال :- اگر خاوند بیوی کو لڑائی جھگڑے کے وقت غصہ کی حالت میں یہ کہے کہ میرے

گھر سے نکل جاؤ اور یہ الفاظ وہ بار بار دہرائے تو اس سے بیوی پر کون سی طلاق واقع ہوگی؟  
الجواب :- یہ الفاظ طلاق کنایہ کے ہیں اس سے نیت یا دلالت حال کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوگی، تاہم جھگڑے کے وقت چونکہ دلالت حال موجود ہے اس لیے بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگی جو تجدید نکاح سے ختم ہو جائے گی۔

قال التمر تاشی: فتحو اخرجی واذہبی وقوی... ففی حالت الوضات تتوقف الاقسام علی نیتہ... الخ (تنویر اکا بصار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵ باب الکنایات) لہ

"ماں باپ کے پاس چلی جاؤ" کہنے سے نکاح پر اثرات کا حکم | سوال :- خاوند نے بیوی سے جھگڑے کے وقت غصہ کہے

حالت میں یہ کہا کہ "جاؤ! ماں باپ کے پاس چلی جاؤ" کیا اس سے نکاح متاثر ہوگا یا نہیں؟

لہ الجواب :- جب تک شوہر الفاظ طلاق نہ کہے ان الفاظ سے کوئی طلاق نہیں ہوگی۔ (امداد المفتین ج ۲ ص ۶۲ کتاب الطلاق)

لہ قال العلامة قاضی خان: قومی اخرجی واذہبی... لا يقع الطلاق الا بالنیة واذ قال لمرانوی الطلاق کان مصداقاً... الخ (الفتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیہ ج ۱ ص ۲۶۸ فصل فی الکنایات والمدلولات)۔ ومثله فی الہندیہ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات۔



الجواب: مذکورہ الفاظ کی عربی میں ”الحق یا هلك“ سے تعبیر کی جاتی ہے، فقہاء کرام کی تصریحات کی روشنی میں یہ طلاق کتنا ہی ہے جس پر تلفظ کرتے وقت نیت کرنے سے طلاق واقع ہو گی ورنہ نہیں۔

قال العلامة قاضی خان: وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فی الاملاء: انه الحق بهمة الخمسة اربعة اخرى لا ملك لی عليك لا سبیل لی عليك خلیت سبیلک الحق باهلك۔ الخ (الفتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۴۶ فصل فی کنایات والمدلولات) لہ

”میری بیوی نہیں“ کہنے سے طلاق نہیں ہوگی | سوال:۔ ایک شخص نے حاکم کے سامنے یہ کہہ کر ”میری بیوی نہیں“ کہا کہ ”میری بیوی نہیں ہے“ حالانکہ اس کے گھر میں اس کی بیوی ہے، کیا ان الفاظ سے اس شخص کا نکاح متاثر ہوگا یا نہیں؟

الجواب:۔ چونکہ یہ الفاظ طلاق کے نہیں اس لیے ان سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

قال العلامة المحقق: ولو سئل الک امرأة فقال لا لا تطلق اتفاقاً وان لوی۔

والدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۹۱ باب البصریح) لہ

بیوی کو اجازت ہے کہ وہ دوسرا خاوند کر لے | سوال:۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا قصد کیا لیکن اب تک زبانی کچھ نہیں کہا ہے لیکن اس نے ارادہ کے بعد یہ کہا کہ میری بیوی کو اجازت ہے کہ وہ دوسرا خاوند کر لے، کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

لہ قال العلامة صدر الشریعۃ: وکنايته مالم یوضع له واحتمله وغیره فلا تطلق الابنیتہ اودلالة الحال وقیه۔ الحق باهلك تقع واحدة یا ننة ان نواها۔ ملخصاً۔

(شرح الوقایۃ ج ۲ ص ۷ کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق)

ومثله فی الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۲ تا ۵۰۴ باب کنایات۔

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری: وقوله لا عند سؤاله بقوالک امرأة وقوله لا حاجة لی فیک، کما فی البدائع ففی هذه الالفاظ لا یقع وان لوی۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۳۵۵ باب کنایات فی الطلاق)

ومثله فی فتح القدیر ج ۳ ص ۴۰۲ باب ایقاع الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول۔

الجواب :- صرف ارادۃ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی البتہ اس شخص نے جو یہ کہا ہے کہ میری بیوی کو اجازت ہے کہ وہ دوسرا خاوند کر لے اس سے ایک طلاق بائن تب واقع ہوگی جب اس سے طلاق کی نیت ہو۔

قال العلامة الحصكفي: اذ هي وتزوجي تقع واحدة - قال العلامة ابن عابدين: (تحت هذا القول) عني ان تزوج كناية مثل اذ هي فيحتاج الى النية -

رد المحتار ج ۲ ص ۵۱۲ باب الكنايا مطلب المتعاقبة المباعدة امرأة من كل وجه

سوال :- اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو یہ کہہ دیا کہ مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں، کا حکم  
”مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں“ تو ان الفاظ سے نکاح پر کیا اثر پڑے گا؟

الجواب :- فقہاء کرام کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوگی، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ یہ الفاظ کنایات میں داخل کر کے اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو تو اس سے طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر طلاق کی نیت نہ کی ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

لما في الهندية: ولو قال لا حاجة لي بك يتوى الطلاق فليس بطلاق -

الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۷۵ الفصل الخامس في الكنايات م ۷

سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ ”تو مجھ سے آزاد ہے“ سے طلاق کا حکم  
”آج سے تو مجھ سے آزاد ہے“ تو ان الفاظ سے کون سی طلاق واقع ہوگی؟

لہ قال العلامة عالم بن العلماء الانصاري: ولو قال لها اذ هي فتزوجي لا يقع الطلاق الا بالنية واذا توى فهي واحدة واذا توى الثلاث فثلاث - (الفتاوى التاتارخانية ج ۳ ص ۳۱۲ کتاب الطلاق - باب الكنايات - نوع آخر في قوله خلية واشياهما)

ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۲ ص ۹۸ الفصل الثاني في الكنايات، جنس آخر في الامر بالذهاب -

لہ قال العلامة ابن نجيم: وقوله لا حاجة لي بك لما في البدائع ففي هذه الا لفاظ لا يقع وان توى - (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۱۲ باب الكنايات في الطلاق)

ومثله في رد المحتار ج ۲ ص ۵۱۲ باب الكنايات -

الجواب :- بیوی سے یہ کہنا کہ ”تو مجھ سے آزاد ہے“ ان الفاظ کی عربی زبان میں ”سرخٹک“ سے تعبیر کی جاتی ہے جو عرف میں طلاقِ رجعی میں استعمال ہوتے ہیں، اس لیے ان الفاظ سے طلاقِ رجعی واقع ہوگی۔

قال العلامة ابن عابدینؒ : قاذ اقال سرختک يقع به الرجعی مع ان اصله کنایة ایضاً - (رد المحتار ج ۲ ص ۵۳۳ باب الکنایات) ۱۷

سوال :- ایک شخص نے غصہ کی حالت میں بیوی سے یہ ”تو مجھ سے جدا ہے“ کا حکم کہا کہ ”تو مجھ سے جدا ہے جیسا کہ یہ چیز میرے ہاتھ میں ہے“ اور اس چیز کو ہاتھ سے پھینک دے، اس سے کونسی طلاق واقع ہوگی؟  
الجواب :- ”تو مجھ سے جدا ہے“ کے الفاظ عرف میں طلاق کے لیے استعمال ہوتے ہیں اس لیے ان سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی۔

لما فی الہندیۃ : ولو قال لہا انت بائن ثم قال لہا انت بائن الا يقع الا طلاق واحدۃ بائنۃ لانہ یمن جعلہ خبر عن الاول وهو صادق فیہ فلا حاجة الی جعلہ انشاءً وفیہ - وألحق ابو یوسف بخلیۃ وبریۃ ، خلیت سبیلک فارقتک -

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۷۵ تا ۳۷۷ الفصل الخامس فی الکنایات) ۲  
سوال :- اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کے بارے میں تین دفعہ ”تو مجھ پر حرام ہے“ کا حکم دیا کہ ”وہ مجھ پر حرام ہے“ تو اس سے نکاح پر کیا اثر پڑے گا؟  
الجواب :- منکوحہ کو یہ کہنا کہ ”تو مجھ پر حرام ہے“ طلاقِ کنائی ہے جس سے طلاق کا وقوع

۱۷ وفي الہندیۃ : ولو قال الرجل لامرأۃ تراچنگ بازدا شتم او بہ شتم او یلہ کردم ترا۔ فہذا کلمۃ تفسیر قولہ طلقنتک عرفاً حتی یکون رجعیاً ویقع بدون النیۃ -

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۷۹ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیۃ)

ومثلہ فی خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۹۹ الفصل الثانی فی الکنایات جنس آخر۔ وفي الفتاویٰ -  
۲ قال العلامة عالم رب العلام الانصاریؒ : حتی ان الرجل لو اذ قال للمرأة انت بائن ولم یقل متی یقع الطلاق اذا نوى - (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ ج ۳ ص ۳۱۱ کتاب الطلاق - باب الکنایات، نوع منہ فی قولہ انت حرام علی)



نیت پر موقوف ہے، اس لیے اگر خاوند نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی، اور اگر تین کی نیت نہ ہو صرف یہ ارادہ ہو کہ اس بیوی کو ایک طلاق دیتا ہوں تو پھر طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر متعدد بار یہ لفظ استعمال کئے جائیں اور اس سے طلاق کی نیت ہو تو ایک طلاق بائن واقع ہو کر دوسری دفعہ اور تیسری دفعہ اس کا ذکر لغو رہے گا کیونکہ عورت ایک دفعہ طلاق بائن سے جدا ہو جاتی ہے، دوسری یا تیسری دفعہ کے الفاظ کے لیے کوئی عمل باقی نہیں رہتا۔ بہر حال اس میں نیت یا مذکر طلاق کے بغیر طلاق کا وقوع ممکن نہیں۔

قال العلامة المحقق: لان البائن لا يلحق البائن. وايضا قال: قلت لكن عبارة البنازية لو قال امرأته انتما على حرام وتوى الثلاث في احداهما والواحدة في الاخرى صحت نيته عند الامام وعليه الفتوى. (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۳/۵۰۴ باب الكنايات)۔  
**سوال :-** اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کے متعلق یہ کہا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، کا حکم **میں نے اسے چھوڑ دیا ہے** میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، ان الفاظ سے کوئی طلاق واقع ہوگی؟

**الجواب :-** اپنی بیوی کے متعلق یوں کہنا کہ ”میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے“ یہ الفاظ طلاق کناہ کے ہیں، نیت کی موجودگی میں ان سے طلاق بائن واقع ہوگی، لیکن ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرف کے حوالہ سے طلاق رجعی میں شمار کیا ہے جس سے نیت کے بغیر بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔

قال ابن عابدین: فاذا قال سرحتك يقع به الرجعي مع ان اصله كناية. ايضا الخ  
 رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۳ باب الكنايات (۲)

قال العلامة ابوالبركات النسفي: وفي الفتاوى اذا قال لامرأته انت على حرام والحرا عند طلاق ولكن لم يتوى طلاقا وقع الطلاق. (الكنز الدائق على هامش البحر الرائق ج ۳ ص ۲۹۹ باب الكنايات في الطلاق) ومثله في البنازية على هامش الهندية ج ۴ ص ۱۸۸ الفصل الثاني في الكنايات وفي اجناس الاول۔  
 ۲ وفي الهندية: ولو قال الرجل لامرأته تراچنك بازداشتم او بهشتم او يله كرم ترا، فهذا الحلة تفسير قوله طلقك عرفا حتى يكون رجعا ويكون بدون النية۔  
 (الفتاوى الهندية ج ۳ ص ۳۷۹ الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية) ومثله في الفتاوى البنازية على هامش الهندية ج ۴ ص ۱۸۹ الفصل الثاني في الكنايات وفي اجناس الاول۔

وہ مجھے نہیں چاہیے، کا حکم | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو گھر سے نکال کر بعد میں یہ کہا کہ ”وہ مجھے نہیں چاہیے، کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ طلاق کی نیت سے کہے جائیں۔

لما فی الہندیۃ: ولو قال لا حاجة لی فیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۴۵ الفصل الخامس فی الکنایات) ۱۷

تم چاروں طرف جاسکتی ہو، سے طلاق کا حکم | سوال :- ایک شخص نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا: ”تیرے لیے

چاروں راستے کھلے ہیں جس طرف چاہو جاسکتی ہو“ شریعت مقدسہ میں ان الفاظ کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- یہ الفاظ طلاق کنائیہ کے ہیں نیت کے ہوتے ہوئے اس سے طلاق واقع ہوگی اور بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لما فی الہندیۃ: رجل قال لامرأته اربعة طرق علیک مفتوحة لا یقع بہذا شیء وان توی الا اذا قال خذی ای طریق شئت وقال تویت الطلاق۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۴۶ الفصل الخامس فی الکنایات) ۱۸

۱۷ وقال العلامة الکاسانی رحمہ اللہ: ولو قال لا حاجة لی فیک لا یقع الطلاق وان توی لان عدم الحاجة لا یدل علی عدم الزوجیۃ۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۱۰۷، فصل واما الکنایات واما القسم الثالث)

وَمِثْلُهُ فِی الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۳۰۳ باب الکنایات فی الطلاق۔

۱۸ وقال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: ولا یقع باربعة طرق علیک مفتوحة وان توی ما لم یقتل خذی ای طریق شئت۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۱۵، باب الکنایات)

وَمِثْلُهُ فِی الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۳۰۴ باب الکنایات فی الطلاق۔



**اس کتبا کی سچی کو طلاق** | سوال: اگر کوئی شخص گھر بے قوتنازعہ میں اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ اس  
خنزیر کی بچی کو طلاق، اس کتبا کی بچی کو طلاق، اس کتبا کو طلاق، اور  
ساتھ ساتھ ہاتھ سے اشارہ بھی کرتا رہا، اس طریقہ سے کتنی طلاق واقع ہوں گی؟  
الجواب: طلاق میں بیوی کو متعین کرنے کے لیے نفس اشارہ کافی ہے باقی اس کے  
بعد ذکر شدہ صفات کا کوئی اعتبار نہیں، لہذا صورت مسئلہ میں تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں اور  
عورت بغیر حلالہ شرعی کے شوہر کے لیے حلال نہیں۔

قال العلامة الحصکفی: قال لامؤنته هذه كلمة طالق طلقت. قال ابن عابدین، لا تعتبر  
الصفة والتسمية مع الإشارة. (رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۳ فی احوال طلاق غیر المدخول بہا)۔

**بلا قصد و ارادہ طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے** | سوال: اگر کوئی شخص  
بلا قصد و ارادہ طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے

کہ میری بیوی کو طلاق، طلاق، طلاق ہو، تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟  
الجواب: طلاق کے الفاظ سرج ایسے الفاظ ہیں کہ اس میں ارادہ اور قصد کا کوئی  
ضرورت نہیں بلا ارادہ بھی واقع ہو جاتی ہے اگرچہ اس شخص کی نیت طلاق کی ہو یا نہ ہو لہذا  
صورت مسئلہ میں اس شخص کی بیوی پر تین طلاق قضاء واقع ہو چکی ہو۔

قال العلامة الحصکفی: ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً او مکرهاً او  
ہازلہ۔۔۔۔۔ او عتقاً بان اراد التکلم بغیر الطلاق فجری علی لسانہ الطلاق۔  
(رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۱ کتاب الطلاق، قبل مطلب طلاق المدہوش)۔

قال الحصکفی: قال لامؤنته هذه الكلمة طالق طلقت. قال السيد احمد الطحاوی تحتہ لفظ ہونہ لولم  
یسر وراق بال لہ فیکون الکلمۃ طلاقاً لہ یشترک لکن ینتہ بال عهد و وجہ نہالاً تطلق  
لکن الکلمۃ غیر محل للطلاق. (طحاوی حاشیہ رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۰ باب طلاق غیر المدخول بہا)  
قال العلامة طاہر بن عبد الرشید الانصاری رحمہ اللہ: وطلاق اللاعب والہازل  
وطلاق الرجل الذی اراد ان یتکلم فسبق لسانہ بالطلاق واقع۔ الخ  
(خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۵۷ کتاب الطلاق)  
ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق فصل فیمین یقع طلاقہ وفیمین لا یقع طلاقہ۔



**سوال :-** جناب محترم مفتی صاحب! میرا سوال یہ ہے کہ میں نے اپنی زوجہ مسماۃ کلثوم جان دختر سراج احمد ساکن آلوی تحصیل و ضلع ہری پور کو مؤرخہ ۳۱/۳/۸۹ کو اس وقت تحریری طلاق روانہ کی جب وہ اپنی ایک عزیزہ کی فونیدگی پر تعزیت کے لیے کراچی گئی ہوئی تھی۔ معمولی سی بات پر میں نے وہ قدم اٹھایا جس سے متعلق کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ میں نے اپنی تحریر میں یہ الفاظ تحریر کئے کہ: 'میں کلثوم جان دختر سراج احمد کو طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں' اور ساتھ ہی میں نے حق مہر کا چیک بھی بذریعہ رجسٹری مسماۃ مذکورہ کو ارسال کر دیا۔

جناب محترم! بعد ازاں مجھے اس بات کا بے حد افسوس اور صدمہ ہوا کہ میں نے ایسا کیوں کیا، اس دن سے آج تک سخت پریشان ہوں۔ جس وقت میں طلاق نامہ لکھ رہا تھا اس وقت میں کمرے میں بالکل تنہا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ میں نے مندرجہ بالا الفاظ کیوں اور کیسے تحریر کئے اور میرا قلم رک کیوں نہیں گیا۔

جناب محترم! میں سمجھتا ہوں کہ طلاق دینا کوئی اچھی بات نہیں ہے، لیکن سمجھنے کے باوجود نہ جانے ایسے کیوں ہو گیا، میں نے اپنی اس غلطی کی معافی اللہ تعالیٰ سے سر بسجود ہو کر طلب کی، امید ہے اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرمائیں گے۔

جناب محترم! میں نے حال ہی میں اپنے علاقہ کے علماء دین سے رابطہ کیا کہ شاید اس مسئلہ کا کوئی مثبت حل قرآن و سنت اور احادیث نبوی کی روشنی میں بلا حلالہ و تجدید نکاح ہو سکے۔ علماء کرام نے میرے اس مسئلہ کا مثبت حل نکالا جس سے مجھے تسلی ہوئی۔ لیکن پھر بھی میں آپ جیسے عظیم مفکر اور عالم دین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ مزید تسلی کے لیے آپ قرآن و سنت اور احادیث نبوی کی روشنی میں جواب سے جس قدر جلد ہو سکے نوازیں۔ شکریہ

علاقہ کے علماء کرام کے جواب اور تصدیق و تائید کی فوٹو کاپی بھی ارسال خدمت ہے۔  
**الجواب :-** صورت مذکورہ میں از روئے قرآن و حدیث و اجماع امت تین طلاقیں واقع ہو گئی ہیں، اگرچہ ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینا خلاف سنت اور گناہ ہے لیکن جب دے دیں تو تینوں طلاق کے واقع ہونے میں تمام اہلسنت و الجماعت کے نزدیک کوئی شبہ نہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور تمام امت محمدیہ کا یہی مذہب ہے، اب بجز حلالہ شرعی کے کوئی چارہ کار نہیں، ارشاد قرآنی ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ

لَهُ مِنْ أَمْرِ ابْنِهِ حَتَّى تَكُونَ زَوْجًا غَيْرَهُ - (الآية)

وقال الامام النووي في شرح مسلم: وقد اختلف العلماء فيمن قال لا امرؤ ته انت طالق ثلثا فقال الشافعي ومالك والوحيفة واحمد وجماعة العلماء من السلف والخلف يقع الثلث واحتج الجمهور لقوله تعالى: وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ - (الآية) لا تدري لعل الله يحدث بعد ذلك امرا قالوا معناه ان المطلق قد يحدث له ندم فلا يمكنه تداركه لوقوع البينونة فلو كانت الثلاث لم يقع لحريق طلاقه هذا لا رجعا فلا يندم -

(صحيح مسلم ج ۱ ص ۲۸۸ كتاب الطلاق باب طلاق ثلاث)

قال الشافعي: وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع الثلاث - قال في الفتح بعد سوق الاحاديث الدالة عليه وهذا يعارض ما تقدم واما امضاء عمر لثلاث عليهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بانها كانت واحدة فلا يمكن الا وقد ثبت النقل عن اكثرهم صريحا بايقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال ومن هذا قلنا لو حكم حاكم بانها واحدة لم ينقذ حكمه الخ - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۹ كتاب الطلاق)

قرآن و حدیث اور فقہاء کرام کی عبارتوں کی رو سے آپ کی منکوحہ مطلقہ تلاش ہے بدوین حلالہ آپ کے لیے حلال نہیں ہے۔ جن لوگوں نے حکم صحیح رجعت کا عدت میں کیا یا وہ عدم وقوع طلاق کے قائل ہوئے وہ مخالف ہیں حکم خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ آپ کی مطلقہ بعد گزارنے عدت میں حیض کے کسی اور شخص سے کفو میں نکاح کرے اور وہ شخص اس سے جماع کرنے کے بعد اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے اور وہ اس کی عدت گزار کر خاوند اول کے نکاح میں آسکتی ہے۔ اور اگر اس بات کا خطرہ ہو کہ دوسرا خاوند طلاق نہ دے گا تو اس کا ایک جیلہ یہ کیا جاسکتا ہے کہ عورت اس شرط پر اس سے نکاح کرے کہ اپنے اوپر طلاق واقع کرتے کا اس کو اختیار ہو ایس جب وہ خاوند ایک مرتبہ اس سے جماع کر چکے تو یہ عورت اپنے اوپر از خود طلاق واقع کر سکتی ہے اور بعد گزارنے عدت کے خاوند اول کے نکاح میں آسکتی ہے۔

اگر بالفرض حلالہ ساقط کرنے کے لیے آپ غیر مقلد بن جائیں تو بھی حلالہ ساقط نہیں ہو سکتا۔



اور بدون حلالہ کے شوہر اول مطلقہ ثلاثہ سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا۔ درمختار میں ہے۔  
ان الحكم الملق بطل بالاجماع وان الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقاً  
وهو المختار في المذهب۔ (رجامہ)

اور اس غرض کے لیے غیر مقلد ہونے سے بچنے حلالہ ساقط ہونے کے ایک اور  
بہت بڑا گناہ سرزد ہو جائے گا جس سے ذہاب ایمان کا بھی اندیشہ ہے۔

كما قال الجوزجاني في رجل ترك مذهب ابي حنيفة لنكاح امرأة من اهل  
الحديث فقال اخاف عليه ان يذهب ايمانه وقت التزع لانه استخف بمذهب  
الذي هو حق عنده وتركه لاجل جيفه۔ (شامی ج ۳۹۰، امداد المفتین ج ۱ ص ۱۹۱)

**ایک دو تین تم آزاد ہو کہنے سے طلاق واقع ہونے کا حکم** | سوال :- اگر کوئی شخص اپنی بیوی

ایک دو تین تم آزاد ہو (ان الفاظ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کتنی؟ جبکہ عرف میں اس کو تین طلاقی  
شمار کیا جاتا ہے، لوگ ان الفاظ "تم مجھ پر تین طلاق سے طلاق ہو" اور مذکورہ بالا الفاظ میں کوئی فرق نہیں  
کرتے۔ ایک عالم دین نے بتایا ہے کہ ان الفاظ سے صرف ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ قرآن و سنت  
کی روشنی میں مذکورہ بالا الفاظ کی شرعی حیثیت کی وضاحت فرمائی جائے؟

**الجواب :-** وقوع طلاق میں عرف کا بہت بڑا دخل ہے، اگر کسی جگہ صورت مسئولہ میں دُج شد  
الفاظ عرف میں تین طلاق کیلئے استعمال ہوتے ہوں تو وہاں عرف کے مطابق تین طلاق مغلطہ شمار ہوں گی،  
اسلئے کہ "تم آزاد ہو" کے الفاظ کو فقہاء نے عرف کی بنا پر طلاق صریح کے معنی میں لیا ہے۔ اگرچہ بظاہر مذکورہ  
جملہ میں عدد اور معدود کا کوئی تعلق نہیں ہے، دونوں ایک دوسرے سے مغایر ہیں مگر عرف نے دونوں کو  
ایک کر دیا ہے، اسی طرح آزاد اگرچہ الفاظ کنائی ہے مگر عرف نے ان کو الفاظ صریح میں استعمال کیا  
ہے اس لیے مذکورہ الفاظ انت طالق ثلاثاً کی طرح ہیں۔

قال العلامة ابن عابدین، وان كان الحرام في الاصل كناية يقع بها البائن لانه لما غلب استعماله في  
الطلاق لم يبق كناية ولذا لم يتوقف على النية او دلالة الحال۔۔۔۔۔ ثم فرق بينه وبين سرحتك فان  
سرحتك كناية لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح

مع ان اصله كناية ايضاً وما ذاك الا لانه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق وقد مر  
ان الصريح ما لم يستعمل الا في الطلاق من اي لغة كانت۔ (درمختار ج ۳۸ باب الكتابات، كتاب الطلاق)



## کئی دفعہ یہ کہنا کہ ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ سے طلاقِ مغلظہ کا حکم | سوال: جناہ مفتی صاحب!

میں بہت آس امید لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں امید ہے آپ ضرور میری رہنمائی کریں گے۔ میری شادی کو ۱۵ سال ہو چکے ہیں، دو بیٹے ہیں جن کی عمریں بالترتیب چودہ اور تیرہ سال ہیں، میں یہاں ابوظہبی میں درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ ہوں، میرا مسئلہ کچھ اس طرح ہے کہ: (۱) شادی کے شروع سالوں میں ہی میرے شوہر نے مجھ پر پابندی لگا دی کہ اگر تم نے اپنی ٹانگوں اور بازوؤں سے بال صاف کئے تو میری طرف سے تمہیں طلاق ہے؛ لیکن اس کے باوجود میں نے بہت دفعہ یہ بال صاف کئے کیونکہ مجھے یہ بال پسند نہیں ہیں۔

(۲) ۱۹۹۲ء میں میرے شوہر نے یہاں ایک فلپائنی عورت سے تعلق قائم کر لیا اور اس کی اکثر باتیں اس عورت کے ساتھ گزرنے لگیں، مجھے جب پتہ چلا تو میں نے اس بات پر ان سے جھگڑا کیا، بہت زیادہ لڑائی ہوئی تو انہوں نے مجھے منہ پر کہا کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔

(۳) ۱۹۹۲ء میں میرے شوہر کی یہاں سے نوکری ختم ہو گئی تو انہوں نے اس فلپائنی عورت کو ہمارے ساتھ ہی فلیٹ میں بلا لیا اور اس کے ساتھ رہنے لگے، میں اور میرے بچے دوسرے کمرے میں ہوتے تھے اور وہ فلپائنی عورت جس کا نام میری وک (MERRY WICK) کیونکہ وہ کسچن مٹی وہ لوگ بیڈروم میں ہوتے تھے، ہر عورت کی طرح یہ بات میرے لیے ناقابل برداشت تھی، اگرچہ ہمارے درمیان جسمانی تعلقات ختم ہو چکے تھے پھر بھی ذہن میں یہ بات تھی کہ رشتے کی ایک ڈور تو باقی ہے۔ ایک دن اسی عورت کی وجہ سے ہمارے درمیان پھر لڑائی ہوئی تو میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ آپ نے اس عورت کو بغیر نکاح کے رکھا ہوا ہے جو کہ بہت بڑا گناہ ہے، اس انہوں نے کہا کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے، میں مرد ہوں جو چاہوں کروں تم کون ہوتی ہو مجھے منع کرنے یا روکنے والی؟ میں نے جواب دیا کہ آخر میں تمہاری بیوی ہوں میرا تم سے رشتہ ہے، اس نے کہا کہ اگر تم اس رشتے پر اڑتی ہو تو جاؤ میں اس رشتے کو ختم کرتا ہوں، میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے کئی لوگوں سے کہا کہ چونکہ میری بیوی میرے ذاتی معاملہ میں دخل دیتی ہے اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، وہ میرے ساتھ لڑائی کرتی ہے وغیرہ۔ (۴) اس لڑائی کے کچھ دنوں بعد میرا بیٹا بیمار ہو گیا تو میں نے اسے کہا کہ بچہ بیمار ہے اور اسے ہسپتال لے کر جانا ہے، تو اس نے جواب دیا کہ میں تمہارا کوئی رشتہ نہیں میری طرف سے تم

تم آزاد ہو جو چاہے کرو مجھے بچے کی پروا نہیں ہے، میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ بچے میرے زنجیر نہیں ہیں۔

جناب مفتی صاحب! ۱۹۹۳ء کے آخر میں اس کا ویزہ یہاں سے ختم ہو گیا اور وہ واپس پاکستان چلا گیا کیونکہ اس وقت تک فلپائنی عورت میری وک سے بھی اس کا دل بھر چکا تھا، یہاں سے جانے کے بعد اُس نے ہم لوگوں سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھا لیکن ہمیں کہیں نہ کہیں سے خبر ملتی رہی کہ وہ پاکستان جا کر کسی اور عورت کی زلفوں کا اسیر ہو گیا ہے اور شادی کر رہا ہے، پھر شاید ان لوگوں نے انکار کر دیا۔ واللہ اعلم بالصواب

اب تقریباً چھ سال کے بعد وہ لوٹ آیا ہے کیونکہ اسے کسی نے بھی قبول نہیں کیا، اب وہ یہاں آکر مجھے کہتا ہے کہ میں بچوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں، کیونکہ ہمارا رشتہ ختم نہیں ہوا تم میرے بچوں کی ماں ہو، مجھے پاکستان میں ایک مولوی نے کہا ہے کہ تم اسی بیوی سے تجدید نکاح کر سکتے ہو، اس لیے اب تم میرے ساتھ ان بچوں کی خاطر بیوی بن کر رہو میں تمہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گا، وغیرہ وغیرہ۔

جناب مفتی صاحب! میں جانتی ہوں کہ یہ زندگی عارضی ہے اور میں اب کوئی غلط کام کر کے اپنی آخرت خراب کرنا نہیں چاہتی۔ اس لیے آپ سے رجوع کر رہی ہوں کہ اس مسئلے میں میری رہنمائی فرمائیے کہ شریعت مقدسہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی اپنا فیصلہ ایک الگ صفحے پر لکھ کر بھیجیں تاکہ میں اُس کے وکیل کو دکھا سکوں، خدا آپ کو اس کی جزائے خیر دے گا، میں جواب کی شدت سے منتظر رہوں گی۔ (بریشان حال، مسز شہناز چوہدری ابوظہبی)

الجواب: شریعت اسلامی میں حلال اور جائز اشیاء میں سے مبغوض ترین شے طلاق ہے اس سے وہ عظیم رشتہ جو میاں بیوی کے مابین ہوتا ہے ختم ہو جاتا ہے۔ اس میں حقیقت و مذاق شرعاً دونوں برابر ہیں بلکہ ادھر شوہر کی زبان سے ان الفاظ کا نکلنا ہوتا ہے ادھر بیوی مطلقہ ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ الفاظ صریح (لفظ طلاق) بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اس لیے شوہر کو ان الفاظ کے استعمال سے حتیٰ الامکان پرہیز کرنا چاہیئے۔

صورتِ مسئلہ کے مطالعہ اور غور سے دیکھنے کے بعد دو قسم کی طلاق کا ثبوت ملتا ہے راہِ طلاقِ معلق کا جو ۱۔ شادی کے شروع سالوں میں..... کہ اگر تم نے اپنی ٹانگوں اور بازوؤں سے بال صاف کیے تو تمہیں طلاق ہے۔ سے معلوم ہوتا ہے۔ ایسی طلاق کا حکم یہ ہے کہ



جس شرط کے ساتھ اس طلاق کو معلق کیا گیا ہو اس کے پورا ہونے کے بعد بیوی پر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہاں یہ شرط پوری ہو چکی ہے جس پر آپ کے یہ الفاظ ”لیکن اس کے باوجود میں نے بہت دفعہ یہ بال صاف کئے“ دلالت کرتے ہیں، لہذا آپ پر ایک طلاق ربعی واقع ہو چکی ہے۔

(۲) دوسری ”طلاق مؤجزہ“ ایک طلاق مؤجزہ تو رقم ۱ کے ان الفاظ ”کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ سے معلوم ہوتا ہے اور دوسرے رقم ۳ کے الفاظ ”میں اس رشتے کو ختم کرتا ہوں“ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ سے معلوم ہوتا۔ اس دوسری قسم کی دو طلاق بھی مرتب ہیں اس لیے واقع ہو چکی ہیں۔ لہذا اگر صورت مسئلہ کے مطابق تمام واقعات درست ہوں اور شوہر نے وہ الفاظ بعینہ اسی طرح کہے ہوں جو آپ کے خط میں تفصیلاً مذکور ہیں تو بناء بریں آپ کا فاوند بیوی کا رشتہ طلاق منغلظہ کے ساتھ ختم ہو چکا ہے، اب آپ اس کی بیوی نہیں رہیں اگرچہ بچوں کی ماں ضرور ہیں لیکن ایک بیوی کی حیثیت سے اس کے ساتھ اکٹھے رہنا بغیر حلالہ شرعی کے ناجائز و حرام ہے۔ اور اگر کسی مولوی صاحب نے آپ کے شوہر کو بغیر حلالہ کے تجدید نکاح کا کہا ہو تو یہ شرعاً غلط ہے اُس کے قول پر عمل کرنا آپ کے لیے کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

لَقَوْلِهِ تَعَالَى: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ فَاَوْسَاكُ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْوِيْنَهُمْ بِالْحُسْنِ وَلَا يَجِزُ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا... . . . . . فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدِ عَشْرٍ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ (البقرة آیت ۲۰۰) لہ

**تمہاری بیوی پر طلاق ہو کے جواب میں ”ہاں“ کہنے کا حکم** | سوال: جناب مفتی صاحب! کسی دوست کے

ساتھ کسی موضوع پر میری بات چیت ہو رہی تھی، اس نے باتوں کے درمیان مجھ کے کسی بات کے متعلق پوچھا اور کہا کہ آپ پر آپ کی بیوی تین طلاق پر طلاق ہو کہ جھوٹ نہ بولو گے۔ جواب میں میں نے صرف ہاں کہا، اور پھر میں نے وہ جھوٹ بات کہہ دی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح میری پر تین طلاق واقع ہو گئی ہے یا نہیں؟ تفصیل سے مجھے سمجھائیں تاکہ

لہذا فی الہندیۃ: من قال لا مراً ته ان دخلت الدار فانت طالق يتعلق الطلاق بالدخول۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۲ کتاب الطلاق)



میرے دل سے شک و شبہ نکل جائے ؟

**الجواب :-** عبارت مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل نے جب اپنے دوست کے خط کشیدہ الفاظ کہنے پر ”ہاں“ کہا تو سائل ہی حالف بن گیا یعنی اس نے اپنی بیوی پر تین طلاق واقع ہونے کو جھوٹ کہنے سے مشروط کر دیا اور جب اس نے گفتگو میں جھوٹی بات کہی تو اس کی بیوی پر شرط موجود ہونے کی وجہ سے تین طلاق واقع ہو کر مطلقہ مغلظہ ہو چکی ہے اور اب وہ حلالہ شرعی کے بغیر اس کے لیے حلال نہیں ہو سکتی۔

در مختار میں ہے، ولو قال عليك عهد الله ان فعلت كذا فقال نعم فالحالف المجيب۔ (الدر المختار علی هامش رد المختار جلد ۳ ص ۱۵۲ کتاب الطلاق)

وفي الشامية : ولا يمين على المبتدئ وان نوى اليمين خانية وفتح  
اي الاسناد الحلف الى المخاطب فلا يمكن أن يكون الحالف غيرة۔ (جلد ۳ ص ۱۵۲)

وفي الدر المختار : قيل له ان كنت فعلت كذا فامراتك طالق فقال نعم  
وقد كان فعل طلقت۔ وفي الاشباه القواعد الحادية عشر السؤل معاد  
في الجواب، قال امرأة زيد طالق أو عبدة حراً أو عليه المشي لبیت الله  
ان فعل كذا وقال زيد نعم كان خالفاً۔ (الدر المختار)

(الدر المختار علی هامش رد المختار ج ۳ ص ۱۵۳ کتاب الطلاق)

## باب تعلیق و فَوَیض الطَّلَاق

(طلاق معلق و فَوَیض کے مسائل و احکام)

**سوال :-** اگر کسی شخص نے اس طرح قسم کھائی کہ اگر میں گھر جانے سے پہلے مکہ مکرمہ نہ جاؤں تو مجھ پر بیوی طلاق ہے، پھر وہ

شخص مکہ مکرمہ جانے سے پہلے ہی گھر چلا گیا، تو اس سے نکاح پر کیا اثر پڑے گا؟

**الجواب :-** صورت مرقومہ میں گھر کو مکہ مکرمہ جانے پر موقوف کر کے قسم اٹھائی گئی لہذا جب یہ شخص مکہ جانے سے پہلے گھر چلا جائے تو اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہوگی، چونکہ مکہ مکرمہ جانا ممکن ہے اس لیے مالی وسائل کے فقدان کی وجہ سے حنث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لمافی الہندیۃ: و اذا اضافہ الی الشرط وقع عقیبہ اتفاقاً۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۲۰)

الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان و اذا وغیرھا) لہ

**سوال :-** ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ اگر میں نے تم کو قتل کرنے پر طلاق معلق کرنا

قتل نہ کیا تو میری بیوی پر طلاق ہوگی، بعد میں اس شخص نے قتل سے اجتناب کیا ہے، اندریں صورت اس کی بیوی پر طلاق ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** طلاق کو عدم قتل سے معلق کرنا ممکن الوقوع ہے اس لیے یہ قسم اپنی جگہ میں منعقد

ہے تاہم اس شخص پر علی الفور حنث لازم نہیں جس سے اس شخص پر بیوی طلاق ہو، البتہ اگر متعلقہ شخص

اپنی موت جائے یا قسم کھانے والا اس کو قتل کرنے کے بغیر مر جائے تو ایسی حالت میں اس کی بیوی

اس پر طلاق ہوگی، بظاہر الفاظ قسم میں طلاق کی تعداد کا ذکر نہیں اس لیے ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: لو حلف لیفعلنہ بتریمرة۔ وقال العلامة

ابن عابدین: تحت هذا القول، و اذا لم یفعل لا یحکم بوقوع الحنث حتی یفعل لیس

لہ قال العلامة برہان الدین المرغینانی: و اذا اضاف، فی شرط وقع عقیب الشرط۔

(الہدایۃ ج ۲ ص ۳۸۵ باب الایمان فی الطلاق)

و مثله فی بدائع الصنائع ج ۳ ص ۳ کتاب الایمان۔

عن الفعل وذلك بموت الخالف او بفوت محل الفعل۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۱۲۸)  
باب اليمين في الضرب والقتل وغير ذلك

**سوال :-** ایک شخص نے جان کی خلاصی کے لیے طلاق پر جھوٹی قسم کھانا  
قسم ہے یس سج کہہ رہا ہوں، جبکہ حقیقت میں وہ سچا نہیں، تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟  
**الجواب :-** ایسے الفاظ عرف میں طلاق کے لیے استعمال نہیں ہوتے اس لیے ان سے طلاق واقع نہیں ہوگی اور نہ ان الفاظ سے قسم منعقد ہوتی ہے۔

لما في الهندية: وفي الفتاوى لوقال سوگند خورم بطلاق ليس بتطليقة لان الناس لم يتعارفوه يمينًا بالطلاق۔ (الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۵۸) اياب الثاني فيما يكون يمينًا ومالا يكون يمينًا۔  
الفصل الاول في تحليف الظلمة وفيما ينوي الخالف غير ما ينوي المستحلف

**سوال :-** کسی لڑکے کے لیے اس کے والدین نے ایک گھر میں نکاح سے قبل طلاق معلق کا حکم  
رشتہ کرنا چاہا لیکن لڑکی والوں کے ناجائز مطالبات کی وجہ سے لڑکے نے کہا کہ اگر اس نے اس لڑکی سے نکاح کیا تو یہ مجھ پر طلاق ہوگی۔ تو کیا نکاح ہونے کے بعد یہ لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں رہ سکتی ہے یا اس پر طلاق واقع ہوگی؟

**الجواب :-** صورت مرقومہ میں چونکہ طلاق کو نکاح سے معلق کیا گیا ہے اس لیے نکاح ہو جانے کے بعد لڑکی پر طلاق واقع ہوگی لیکن قسم میں طلاق کا چونکہ ایک دفعہ ذکر ہے اس لیے دوسری دفعہ نکاح کرنے کے بعد لڑکی اس کے نکاح میں آ سکتی ہے، تاہم اگر ایجاب و قبول دوبارہ یا سہ بارہ ہو تو

لما قال العلامة المرعيني: وان حلف ليفعلن كذا ففعله مرة واحدة بتر في يمينه لان الملتزم فعل واحد غير عين اذا لمقام مقام الاثبات فبأي فعل فعله وانما يحث لوقوع اليأس عنه وذلك بموته او بفوت محل الفعل۔ (الهداية ج ۲ ص ۵۸) باب اليمين في تقاضي الدراهم

ومثله في الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۱۲۹ اباب الحادى عشر في اليمين في الضرب۔  
لما قال العلامة قاضى خان: ولو قال سوگند خورم بطلاق كه اين كار كنم لا يكون يمينًا۔  
(الفتاوى قاضى خان على هامش الهندية ج ۲ ص ۲۶) فصل في الفاظ اليمين بالفارسية  
ومثله في الفتاوى البزازية على هامش الهندية ج ۲ ص ۲۶ كتاب الايمان۔ نوع الثاني فيما يكون يمينًا



پہلی بار ایجاب سے نکاح ہو کر طلاق واقع ہوگی، دوسری یا تیسری بار ایجاب و قبول سے دوبارہ نکاح منعقد ہوگا۔

قال العلامة الحصكفي: شرطه الملك او الاضافة اليه كان نكحتك فانت طالق۔

ردالمحتار ج ۲ ص ۵۳۴ باب التعليق ۱۷

**طلاق معلق سے بچنے کا حیرلہ** | سوال :- ایک شخص نے کسی کام کے کرنے سے تین طلاق

معلق کی ہیں، ابھی تک تو حنث کا موقع نہیں آیا ممکن ہے کسی وقت حنث واقع ہو کر عورت مطلقہ مغلظہ بن جائے، ایسی حالت میں اس خطرہ سے بچنے کیلئے اس شخص کو کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیئے؟

**الجواب :-** طلاق معلق کی صورت میں شرط کی موجودگی میں طلاق کا واقع ہونا ایک ضروری امر ہے تاہم اس سے بچنے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے کہ شخص بیوی کو طلاق بائن دے کر فارغ کرے، عدت گزارنے کے بعد یہ عورت اس کے نکاح سے نکل جائے تو آزادی کی حالت میں شخص وہ کام کرے جس سے طلاق معلق کی ہے، چونکہ اس وقت عورت اس کی ملک میں نہ ہونے کی وجہ سے طلاق غیر مؤثر رہے گی، اور ایک دفعہ حنث ہونے سے یہیں پورا ہو کر دوبارہ کرنے سے حنث لازم نہیں آتا اس لیے جب دوبارہ نکاح کرے تو ابھی متعلقہ کام کرنے سے حنث لازم نہیں آئے گا۔

قال ابن عابدین: لو حلفت لا يخرج امرأتہ الا باذنه فخرجت بعد الطلاق وانقضاء العدة لم يحث وبطلت اليمين يا لبينونة حتى لو تزوجها ثانياً ثم خرجت بلا اذن لم يحث۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۵۳۴ باب التعليق مطلب ۱۷ الملک ۱۷)

۱۷: قال العلامة المرقيني: واذا اضاف الطلاق الى النكاح وقع عقيب النكاح مثل ان يقول لامرأة ان تزوجتك فانت طالق او كل امرأة تزوجها فهي طالق۔

(الهداية ج ۲ ص ۳۸۵ باب الايمان في الطلاق)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۴۲ الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة ان واذا وغيرها۔  
 ۱۸: قال العلامة الحصكفي رحمه الله: فحلية من علق الثلاث بدخول الدار ان يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتحل اليمين فينكحها۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۵۳۴)

جلد ۲ ص ۵۳۵ باب التعليق۔ مطلب اختلاف الزوجين في وجود الشرط

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۴۱ الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الاول في الفاظ الشرط۔

**طلاق کلمہ کی حقیقت** | سوال :- ایک شخص نے گواہوں کے سامنے اقرار کیا کہ میں نے طلاق کلمہ دی ہے، اس سے کون سی طلاق واقع ہوگی؟

**الجواب :-** طلاق کلمہ کی حقیقت حروف شرط کے ساتھ ذکر ہو کر خاص الفاظ ہیں، ویسے یہ عنوان معنوں کے وجود کے لیے لازم نہیں، اس لیے صرف عنوان ذکر کرنے سے اس کی کوئی حقیقت نہیں پائی جاتی۔

قال العلامة ابن عابدین: ناقلاً عن البزارية انه قد اشتہر فی رسالتی شروان ان من قال جعلت کلمہ او علی کلمہ انه طلاق ثلاث معلق وهذا باطل من هذیانات العوام - رد المحتار حاشیہ الدر المختار ج ۲ ص ۲۶۵ باب الصریح له

**کلمہ طلاق کے وقوع سے بچنے کی صورت** | سوال :- ایک شخص نے کسی کام سے اجتناب اور پرمہیز کرنے کے لیے بڑی تاکید کرتے ہوئے کہا: اگر میں نے فلاں کام کیا تو جب بھی میں نکاح کروں وہ بیوی مجھ پر طلاق ہوگی، ایسے شخص کو طلاق سے بچانے کے لیے کیا تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے؟

**الجواب :-** ایسی طلاق فقہاء کی اصطلاح میں ”طلاق کلمہ“ کے عنوان سے معنون ہے جس میں شخص مذکور اگر متعلقہ کام کرنے کے بعد اصالتاً یا وکالتاً نکاح کرے تو بیوی اس پر طلاق ہوگی، کیونکہ نکاح کے وکیل کے تصرفات کی نسبت بھی مؤکل کی طرف ہوتی ہے۔ تاہم فقہاء نے اس سے بچنے کے لیے ایک حیلہ تجویز کیا ہے جس کی وجہ سے اس کی زندگی بن جانے کی توقع کی جاسکتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ایسا شخص اپنی حالت کسی ایسے عالم کے سامنے بیان کرے جو اس کی ضروریات کو جان کر اس کے لیے بحیثیت فضولی نکاح کرے اور شخص مذکور کسی توکیل یا زبان سے ایجاب و قبول کے بجائے عملی طور پر اجازت دے دے جس سے نکاح متصور ہوگا۔

قال ابن عابدین: بالجليلة فيهما في البحر الزو: فضولي ويجوز بالفعل كقول الواجب اليها - (رد المحتار ج ۲ باب التعليق) ۵۳۴

له وقال ابن البراء: واشتهر أيضاً انه اذا قال جعلت کلمہ او علی کلمہ انه طلاق ثلاث معلق وهذا أيضاً باطل وهذا من هذیانات العوام لانها يهيه لها - (الفتاوى البزارية على هامش الهندية ج ۲ ص ۳۴۴ نوع في تعليقه بالملك) ۵۳۴  
له وفي الهندية: واذا قال كل امرأة اتزوجها فهي طالق فزوجه فضولي واجازه بالفعل بان ساق المهر وتحوه لا تطلق - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۹ الفصل الثاني في تعليق الطلاق بكلمة كل وكلمة) ۵۳۴  
ومثله في البزارية على هامش الهندية ج ۲ ص ۲۵۴ نوع في تعليقه بالملك -



**سوال :-** ایک شخص نے بیوی سے کہا اگر میں گھرایا تو تجھے میں گھرایا تو تجھے طلاق ہوگی | طلاق ہوگی، اب وہ خود تو گھر نہیں گیا لیکن کسی دوسرے شخص نے اسے اٹھا کر جبراً گھر میں داخل کر دیا، تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟  
**الجواب :-** شخص مذکور کی مرضی کے بغیر اسے اٹھا کر جبراً گھر میں لانے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لما فی الہندیۃ: فان احتملہ غیرہ فادخلہ بغیر امرہ لم یحنت سوا مکان راضیاً  
 بد لك بقلبه او ساختاً وسواء مکان قادرًا علی الامتناع او لم یکن۔  
 (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲۸ ابواب الثالت فی الیمین علی الدخول والسکنی) ۱۷

**سوال :-** ایک شخص نے اپنی بیوی کسی کے گھر جانے سے منع کرنے کیلئے طلاق پر قسم کھانا | کو کسی کے گھر جانے سے منع کرنے کے لیے کہا کہ اگر تو اس وقت فلاں کے گھر گئی تو تو مجھ پر طلاق ہے، اب اگر اس کی بیوی اسی وقت یا اس کے بعد اس گھر گئی تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟  
**الجواب :-** صورت مسئلہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زوج کا قول اسی مجلس سے خاص ہے، اگر بیوی اس مجلس سے اٹھ کر فلاں کے گھر چلی گئی تو طلاق ہے اور اگر اس مجلس کے بعد اس گھر گئی تو پھر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قال المرغینانی: ولو ارادت المرأة الخروج فقال ان خرجت فانت طالق فجلست ثم خرجت لم یحنت  
 وكذلك ان اراد ضرب عبده فقال له اخر ان ضربته فعیدی حرفتکہ ثم ضربہ وھذہ تسمی یمین  
 فور تفر ابو حنیفۃ باظہارہ الخ۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۲۸۶ باب الیمین فی الخروج والاتیان والکؤ وغیر ذلک) ۱۷  
 قال قاضیخان: ولو حلف ان لا یدخل.... وان احتملہ انسان فادخلہ فیہا فان کان الحالف لا یقصد علی الامتناع لا یحنت  
 فی قولہم ان کان یقصد ولم یمتع وهو راض بقلبه اختلفوا فیہ والصحیح لا یحنت۔ (فتاویٰ قاضیخان ج ۲ ص ۳۱۸  
 فصل فی الدخول، کتاب الیمان)۔ ومثله فی خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲، الفصل البع عشر فی الیمین فی الدخول۔

قال ابن نجیم: امرأة تہیات للخروج فحلف لا یمتع فاذا جلست ساء ثم خرجت لا یحنت لان قصدہ ان یمنعہا من الخروج  
 الذی تہیات لہ فکانہ قال ان خرجت ای الساعۃ ومنہ من اراد ان یضرب عبداً فحلف علیہ لا یضربہ فاذا  
 ترکہ ساعۃ بعیت ین ذہب فورہ ذلک ثم ضربہ لا یحنت۔ (المحرر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۲ ص ۳۱۵ باب الیمین فی الدخول والخروج  
 والسکنی والاتیان وغیر ذلک)۔ ومثله فی خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ کتاب الیمان الفصل الثامن عشر فی الخروج والاتیان



**طلاق کے ساتھ متصل انشاء اللہ کہنے کا حکم** | سوال :- اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے کر ساتھ ہی متصلاً یہ کہے "انشاء اللہ تعالیٰ"۔

کیا اس طرح یہ طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جب طلاق دینے کے بعد متصلاً انشاء اللہ تعالیٰ کہا جائے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی: وإذا قال الرجل لامرأته انت طالق انشاء الله متصلاً لم يقع الطلاق۔ (المہدایۃ علی صدر فتح القدیر ج ۳ ص ۲۶ کتاب الیمان فی الطلاق) ۱۔

**اگر فلاں کام کیا تو طلاق ہوں گا** | سوال :- کسی شخص نے قسم اٹھاتے ہوئے یوں کہا: "اگر اس نے فلاں کام کیا تو طلاق ہوں گا" کیا اس کام کے کرنے پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** طلاق عرف میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے بیوی کو طلاق دیدیا ہو، اس لیے مذکورہ الفاظ کہنے کے بارے میں متقل جزمیہ نہیں ملا لیکن عام قواعد سے اندازہ ہوتا ہے کہ عانت ہونے پر ایک طلاق واقع ہوگی۔

لما قال العلامة ابن عابدین: وقد تعورث فی عرفنا فی الحلف الطلاق يلزمی لا فاعل کذا یرید ان فعلته لزم الطلاق ووقع فیجب ان یجری علیہم لانه صار بمنزلة قوله ان فعلت فانت طالق، وكذا تعارف اهل الاریاف الحلف بقوله علی الطلاق لا فاعل۔ الخ (رد المحتار علی الدر المختار ج ۲ ص ۲۶۹ باب البصریم) ۲۔

**طلاق کے لیے کسی اور کو حق دینا** | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حق اپنے والد کو اس طرح دیا کہ میں فلاں ابن فلاں بقائم ہوؤں تو اس

۱۔ قال العلامة التمرتاشی: قال لهما انت طالق انشاء الله تعالى متصلاً مسوعاً لا يقع۔

(منویر الابصار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۲ باب التعلیق)

وَمِثْلُهُ فِي كُنْز الدَّقَائِق ج ۱ ص ۱۲۳ باب التعلیق۔

۲۔ وقال العلامة ابن نجیم: وفي فتح القدیر وقد تعورث فی عرفنا فی الحلف الطلاق يلزمی لا فاعل کذا یرید ان فعلته لزم الطلاق ووقع فوجب ان یجری علیہم۔ الخ

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۳ ص ۲۵۲ باب الطلاق)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْح الْقَدِير ج ۳ ص ۲۶ کتاب الیمان فی الطلاق۔

برہنہ اور رغبت بلا کسی جبر و اکراہ کے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حق اپنے والد کو تفویض کرتا ہوں ، اس پر اس کے دستخط اور گواہ بھی موجود ہوں ، کیا اس کے بعد والد بیٹے کی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** طلاق میں مطلقاً توکیل درست ہے ، اس لیے اگر بیٹے نے باپ کو طلاق دینے کے اختیارات دیئے ہوں تو والد کسی وقت بھی ان اختیارات کو استعمال کر کے اپنے بیٹے کی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے ، تاہم بیٹا کسی وقت بھی اس سے رجوع کر سکتا ہے جس کے بعد والد کو طلاق دینے کا حق باقی نہیں رہے گا ۔

قال العلامة الحصكفي: وأما في طلقى ضرتهك أو قوله لأجنبي طلق امرأتى فيصم رجوعه منه ولم يقيّد بالمجلس لانه توکیل محض - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ ص ۳۱۳ باب تفویض الطلاق) لہ  
**بیوی کو طلاق کا حق دینا** | **سوال :-** ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق کا حق سونپتے ہوئے کہا طلقى نفسك تو کیا اس اختیار سے عورت تین طلاق بھی استعمال کر سکتی ہے ، کیا اس سے تین طلاق واقع ہوں گی ؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں چونکہ شوہر کی طرف سے بیوی کو اختیارِ کلی حاصل ہے لہذا اگر عورت تین طلاق استعمال کرنی چاہے تو بھی درست ہے بشرطیکہ شوہر نے تین کی نیت کی ہو ورنہ ایک طلاق کا اختیار تو عورت کو حاصل ہے ہی ۔

لما قال العلامة الحصكفي: قال لها طلقى نفسك هذا تفویض بالصريح ولا يحتاج الى النية والواقع به رجعى وتصح فيه نية الثلاث - (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۱۵ باب تفویض الطلاق) لہ

لہ قال العلامة طاہر بن عبد الرشید التصاری: ما يدل على جواز الوکالت في الطلاق وصحته مانصه - وفي المحيط: سئل شمس الاسلام عن قال لغيره طلق امرأتك فقال ذلك الغير المحكم لك فقال ان كان المحكم لي طلقها .... الخ

(خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۸۹ کتاب الطلاق ، جنس آخر فی التوکیل ..... الخ)

۲۔ وفي الهدية: قال لها طلقى نفسك سوا قال لها ان نية اوليها ان تطلق نفسها - (الفتاوی السہندیة ج ۲ ص ۲۴ الفصل الاول فی المشیئة)



## بَابُ تَفْرِيقِ مَفْقُودِ الْخَبَرِ وَخَوِّهِ

(مفقود الخبر وغیره کی تفریق کے مسائل)

**سوال :-** ایک بالغ بڑکی کا نکاح ایک بڑکے سے  
**مفقود الخبر کی بیوی کا نکاح ثانی کرنا** کر دیا گیا، ابھی نخصتی عمل میں نہیں آئی کہ اس کا  
 خاوند لاپتہ ہو گیا جس پر آٹھ سال گزر گئے ہیں، تمام ذرائع ابلاغ اور دستیاب وسائل سے اس  
 کی تلاش کی گئی تاہم اس کی موت و حیات کا پتہ نہ چل سکا، بڑکی جوان ہے اور اس کوئی سرپرست بھی  
 نہیں، کیا شریعت میں اس کیلئے نسخ نکاح کی کوئی صورت ہے تاکہ وہ کسی دوسری جگہ نکاح کرے۔  
**الجواب :-** زوجہ مفقود الخبر کے بارے میں فقہ حنفی کی تجزیات پر عمل کرنا مشکل ہے،  
 کیونکہ مدت دراز تک بیوی کیلئے خاوند کا انتظار کرنا متعدد معاشی اور اخلاقی مسائل کا موجب بن سکتا ہے۔  
 اس لیے فقہاء کرام نے امام مالک کے مذہب کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ آسانی کی صورت  
 پیدا کی ہے کیونکہ بوقت ضرورت دوسرے فقہاء کے مذہب پر عمل کرنا مرخص ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: وقد كان بعض اصحابنا يفتون بقول مالك في هذه المسئلة  
 للضرورة ثم رأيت ما بحثته بعينته - ذكره محشي مسكين عن السيد الجموي وسيأتي  
 نظير هذه المسئلة في زوجة المفقود حيث قيل انه يفتي بقول مالك انها تعتد  
 عدة الوفاة بعد مضي اربع سنين - (رد المحتار على الدر المختار ج ۳ ص ۵۹ باب العدة)  
 وقال في موضع اخر: وذكر الفقيه ابوالليث في تأسيس النظائر انه اذا لم يوجد في  
 مذهب الامام قول في مسئلة يرجع الى مذهب مالك لانه اقرب المذاهب اليه -  
 (رد المحتار على الدر المختار ج ۱ ص ۸۴)

وقال في مذم مالك زوجة المفقود: وقال في الدر المنتقى يا ولي لقول القهستاني لو  
 افتي به في موضع الضرورة لا بأس به على ما اظن (الى ان قال) وقد قال في البرازية  
 الفتاوى في زماننا على قول مالك - (رد المحتار جلد ۲ ص ۲۹۵)

کتاب المفقود، مطلب فی الافتاء بمذہب مالک فی زوجة المفقود  
 اسلئے ایسی حالت میں امام مالک کے مذہب پر عمل کرنا جائز ہے، چونکہ فقہاء احناف



نے اس پر عمل کی گنجائش پیدا کی ہے اس لیے یہ فقہ حنفی ہی کا حکم شمار ہوگا۔  
پس جس عورت کا خاوند لا پتہ ہو اور چار سال اس کے لا پتہ ہونے پر گزر جائیں اور  
اس کی حیات و ممات کے بارے میں کوئی معلومات نہ ہوں تو اب اگر عورت خاوند کے انتظار  
میں بیٹھی رہے تو اس کو تان و نفقہ کا مسئلہ درپیش ہوگا، اگر اخراجات کا مسئلہ کہیں سے حل  
ہو جائے لیکن بغیر خاوند کے بیٹھنے میں کسی بے راہروی کے شکار ہونے کا اندیشہ ہو تو اس  
حالت میں اپنے آپ کو کسی امتحان میں ڈالتے کے بجائے غلامی کی صورت تلاش کرنا زیادہ  
مناسب ہے تاکہ عورت اپنی مرضی سے کسی دوسری جگہ نکاح کر سکے۔

ایسی عورت کو علماء کرام یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ چار سال تک انتظار کرنے کے بعد  
کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں اپنا معاملہ لے جائے، عدالت ایک سال تک ممکنہ ذرائع  
سے اس کے خاوند کو تلاش کرے، اگر خاوند کہیں مل جائے یا اس کی موت قطعی اور یقینی  
طور پر ثابت ہو تو قبہا و نعمت ورنہ ایک سال کی تحقیق کے بعد متعلقہ عدالت خاوند کی  
عورت کو فسخ نکاح کی ڈگری صادر کرے گی جو عورت کے حق میں طلاق بائن شمار  
ہوگی جس کی رو سے عد گناہ کے بعد یہ عورت دوسری جگہ نکاح، اسی حالت میں اگر  
خاوند کہیں سے آجائے تو عدالت کا فیصلہ اس کے آنے سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ بیوی  
دوسرے خاوند کے پاس رہے گی۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس مسئلہ کے بارے میں یوں روشنی ڈالتے ہیں: ”مفقود  
کو باتفاق ائمہ مجتہدین اپنے مال کے بارے میں اُس وقت تک زندہ تسلیم کیا گیا ہے کہ جب تک  
اسکے ہم عمر و ہم قرن لوگ زندہ پائے جائیں، جس وقت بستی میں اُسکے ہم عمر لوگ ختم ہو جائیں  
اُس وقت اُس کی موت کا حکم کیا جاتا ہے یعنی قاضی اس کی موت کا حکم دیدیتا ہے اور اس  
کی میراث وغیرہ تقسیم کرنے کی اجازت ہو جاتی ہے، اس پر ائمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم ابو حنیفہ،  
امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کا اتفاق ہے۔ کما هو مصرح فی کتبہم اور امام اعظم  
اور امام شافعیؒ اور بہت سے دوسرے مجتہدین نے زوجہ مفقود میں بھی یہی حکم باقی رکھا کہ  
جب تک مفقود کے ہم عمر لوگ ختم نہ ہوں اُس وقت تک وہ زندہ ہے اور حسب قاعدہ اُس کی  
بیوی کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں، البتہ بعض صورتوں میں حقیقہ کے نزدیک وہ مفقود الخبر کو  
اسکے ہم عمروں کے ختم ہونے سے پیشتر بھی قاضی نکاح کی اجازت دے سکتا ہے یعنی جبکہ

اس مفقود کے ظاہر حال سے اس کی ہلاکت و موت کا غالب گمان ہو جیسے وہ شخص جو مرکز جنگ میں گم ہو گیا یا ایسے مرض کی حالت میں نکل گیا ہو جس میں موت کا گمان غالب ہے یا سمندر میں سفر کیا ہو اور ساحل پر پہنچنے کا پتہ نہ چلا ہو) اس قسم کی صورتوں میں اتنا انتظار کر کے موت کا حکم دے دیا جاوے گا کہ جس میں حاکم کو مفقود کے فوت ہو جانے کا غلبہ ظن ہو جاوے اور اس حکم بالموت کے بعد اس کی عورت کو عدت و فوات گزار کر نکاح کر لینا جائز ہوگا۔

کافی الشامیۃ تحت قول الدر۔ (واختار الزیلعی تفویضہ الی الامام) قال فی الفتح فای وقت رأی۔ المصلحة حکم بموته (الی ان قال) ومقتضاه انه یجتهد ویحکم بالقرائن الظاهرة الدالة علی موته وعلی هذا یبتنی ما فی الجامع الفتاویٰ حیث قال واذ افقد فی المہلکة فموتہ غالب فیحکم بہ کما اذا افقد فی وقت الملاقات مع العدو او قطاع الطريق او سافر علی المرض الغالب ہلاکہ او کان سفرہ فی البحر وما شہد ذلک حکم بموتہ لانه الغالب فی ہذہ الحاکلات وان کان احتمالین واحتمال۔ موتہ ناشئ عن دلیل لا احتمال حیاتہ لان ہذا الاحتمال کا احتمال ما اذا بلغ المفقود مقدار ما لا یعیش علی حسب ما اختلفوا فی مقدار نقل عن الغنیۃ انتہی ما فی جامع الفتاویٰ وافتی بہ بعض مشائخنا وقال انه افتی بہ قاضی زادہ صاحب بحر الفتاویٰ لکن لا یخفی انہ لا بد من مضي مدة طويلة حتی یغلب علی الظن موته لا بمجرد فقدہ عند ملاقات العدو او سفر البحر ونحوہ۔

رد المحتار ج ۳ مطلب فی الافتاء بمذہب مالک فی زوجۃ المفقود

اس قسم کی صورتوں کے علاوہ فقہ حنفی میں زوجہ مفقود کے واسطے اس کے سوا کوئی گنجائش نہیں کہ مفقود کے ہم قرن لوگوں کے ختم ہونے پر قاضی اس کی موت کا حکم کر دے اور بعد ازاں عورت عدت و فوات گزار کر نکاح کرے۔

لیکن امام مالکؒ نے چند شرائط کے ساتھ دین کی تفصیل عنقریب آتی ہے، ہر حال میں (یعنی ہلاک مٹنوں ہو یا نہ ہو) مفقود کی بیوی کو حکم حاکم کے بعد چار سال انتظار کر کے عدت گزارنے پر دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دیدی ہے، اور امام احمدؒ نے بھی مفقود کی بعض صورتوں میں چار سال کی مدت کو اختیار فرمایا ہے۔ (کافی المغنی ج ۹ ص ۱۲۳)

اور ہر چند کہ حنفیہ کا مذہب از روئے دلیل نہایت قوی اور غایت احتیاط پر مبنی ہے مگر فقہاء حنفیہ میں سے بعض متأخرین نے وقت کی نزاکت اور فتنوں پر نظر فرماتے ہوئے اس مسئلہ میں امام مالکؒ



کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ اور منتقیؒ نے قہستانیؒ کا (جو چوتھی صدی ہجری کے مشائخ حنفیہ میں ہیں) کا قول نقل کیا ہے: (وافقی یہ فی موضع الضرر رقباز۔ (ج ۳ ص ۳۶۲ مطلب قضاء القاضی علی ثلاثہ اقسام) اور ایک غرض سے اباب فتویٰ اہل ہند و بیرون ہند تقریباً سب نے اسی قول پر فتویٰ دینا اختیار کر لیا ہے اور یہ مسئلہ اس وقت ایک حیثیت سے فقہ حنفی ہی میں داخل ہو گیا ہے، لیکن جب تک عورت صبر کر سکے اس وقت تک اصل مذہب حنفی پر عمل کرنا لازم ہے، ہاں بوقت ضرورت شہداء کے مثلاً خرچ کا انتظام نہ ہو سکے یا بوجہ خوف معصیت کے بیٹھنا مناسب نہ ہو سکے تو اس وقت مذہب مالکیہ پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور ایسے ہی مواقع کے لیے یہ فتویٰ مرتب کیا گیا ہے، مگر کسی مسئلہ میں دوسرے امام کا مذہب لینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں اس امام کے نزدیک جو شرطیں ہوں ان سب کی رعایت کی جاوے۔ بلانی الدر المنختار من ان الحكم الملق باطل بالاجماع قال الشامي تحتہ مثاله متوضی سال من بدنه داولس امرأۃ ثم صلی فان صحت هذه الصلوة ملفقة من مذهب الشافعي والحنفي والتلفيق باطل فصحة منتفیه ۱ھ۔ وایضاً قال الشامي عن الشرنبلالی تحت قول الدر وان الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل۔ اتفاقاً وانہ يجوز له العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه مقلداً فيه غير ما مستجماً شرطه۔ (ج ۱ مطلب ۱۵۵۵ عن العمل بالشيعة) لہذا مسئلہ مفقود الخبر میں مالکیہ کی تمام شرائط کا معلوم کرنا لازم ہوا اور شامیؒ وغیرہ علماء احناف نے اس کے متعلق جو مذہب مالکیہ نقل کیا ہے وہ محض اجمال تھا اور مسئلہ کی پوری تیقح اور اس کے تمام قیود و شرائط علماء مالکیہ ہی سے معلوم ہو سکتے تھے اس لیے اس ضرورت کا احساس کر کے مالکی الذہب اباب فتویٰ کی خدمت میں مدینہ طیبہ زادہ اہل شرفاً و نوراً مفصل استفتاء بھیجا گیا، وہاں کے متعدد علمائے محققین نے نہایت تفصیل و توضیح کے ساتھ جوابات تحریر فرمائے، لیکن پھر ان میں کچھ شبہات باقی رہے اور بعض نئے سوالات پیدا ہوئے اس لیے مکرر ان حضرات کو تکلیف دی گئی مکرر جوابات کے بعد بھی کچھ اور سوالات کی ضرورت ہوئی تو سہ بارہ ان کی خدمت میں سوالات بھیج کر جوابات حاصل کئے، یہی علم مراسلت کتب خانہ مدرسہ امداد العلوم نقانہ بھون میں محفوظ ہے اور ان فتاویٰ کا مجموعہ آخر سالہ میں ملحق کر دیا گیا ہے، ان فتاویٰ کی جس جس عبارت سے ہمارے سوالات کا جواب ملتا ہے ان سب پر الفاظ سے نمبر شمار ڈال دیئے گئے ہیں اور جوابات مندرجہ ذیل ہیں، ان عبارات کے صرف حوالہ پر اکتفا کیا گیا ہے کیونکہ عوام کو تو عربی عبارات کی ضرورت نہیں اور اہل علم اس نمبر کے حوالہ سے آخر سالہ میں



استدلال کی عبارت خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں، اب سوالات اور جوابات اردو میں یہاں درج کیے جاتے ہیں:-

## سوالات

کیا فرماتے ہیں علمائے مالکیہ مسائل ذیل میں کہ:-

(اول) جو شخص مفقود الخبر (اللیتہ) ہو اور باوجود تحقیق و تفتیش کے اس کا حال معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مرگیا کیا اس کی زوجہ کے لیے حق ہے کہ وہ کسی طرح اپنے کو اس کی زوجیت سے نکال کر دوسرا نکاح کر سکے، اگر یہ حق ہے تو کیا اس کو کچھ مدت انتظار کرنے کی ضرورت ہے یا بلا مہلت اس کو اختیار ہے دیا جائے گا؟

(دوم) اگر مہلت دی جاوے گی تو اس کی ابتداء کب سے شمار ہوگی؟ مراقبہ اور خاصمہ کے وقت سے یا گم ہونے کے وقت سے یا حکم حاکم کے بعد سے؟

(سوم) کیا زوجہ مفقود فسخ نکاح میں خود مختار ہے یا قضاء قاضی شرط ہے اور صورت فسخ کی کیا ہوگی؟

(چہارم) اگر قضاے قاضی شرط ہے تو کیا قاضی پر بھی یہ بات لازم ہے کہ پہلے مفقود کی خود تفتیش و تلاش کرے جب اس کو مایوسی ہو جائے اس وقت زوجہ کو کوئی مہلت وغیرہ دے یا عورت اور اس کے اولیاء کا تلاش کر لینا کافی ہے؟

(پنجم) جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے ہندوستان وغیرہ تو وہاں اسکی کیا صورت کی جائے؟ (ششم) مفقود کا حکم دارالحرب اور دارالاسلام میں یکساں ہے یا مختلف؟ اگر مختلف ہے تو پھر ہندوستان جیسے ممالک جن میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں وہ دارالاسلام سمجھے جاویں گے یا دارالحرب؟ (اعینونا اعانکم اللہ تعالیٰ)

## جوابات

(جواب سوال اول) زوجہ مفقود کے لیے مالکیہ کے نزدیک مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے

کی دارالاسلام میں صورت یہ ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں مرقوم کرے اور بذریعہ شہادت شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا، اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملہ میں شہادت بالتسامع بھی کافی ہے یعنی شہرت عام کی بناء پر بھی شہادت دی جا سکتی ہے۔ کما فی المنتقی للباجی المالکی ص ۲۳ ج ۵ کتاب الاقصیۃ (فرع) واما النکاح ففی العتبۃ عن سحنون قال جل اصحابنا یقولون فی النکاح اذا استنشر خبرہ فی الجیران ان فلانا تزوج فلانة

وسمع الزفات فله ان يشهد ان فلانة زوجة فلان الخ) اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود  
 والا پتہ ہوتا ثابت کرے بعد ازاں قاضی خود بھی اس مفقود کی نفی پیش و تلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے  
 مایوسی ہو جائے تو عورت کو چار سال مزید انتظار کا حکم کرے، پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی مفقود  
 کا پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جائے گا، اور نیز ان چار سال کے  
 ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وقات گزار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار  
 ہوگا۔ اور اب چار سال گزرنے کے بعد دوبارہ قاضی کی عدالت میں درخواست دینا اور عدت وقات  
 کے لیے حکم حاصل کرنا مالکیہ کے نزدیک ضروری نہیں بلکہ قضائے قاضی صرف اول بار بوقت باجیل  
 ضروری ہے۔ كما صرح بذلك في شرح الدرر۔ (فتا ج ۱) حیث قال الخلیل فیئوجل  
 الحراربع سنين (الی قولہ) ثم اعتدت عدت الوفاة وسقطت بها النفقة ولا يحتاج  
 فیها الاذن، وقال الدرر یرتحتہ لادن من الحاکم لان اذنه حصل بضرب الاجل  
 اولاً م۔ ویأتی فی الروایة السالعة من فتوی العلامة محمد طیب بن اسحق مفتی  
 المالکیة بالمدينة المنورة۔ مگر احتیاط اس میں ہے کہ جب وہ چار سال جو قاضی نے مقرر کیے  
 تھے ختم ہو چکیں تو دوبارہ درخواست دے کر قاضی سے حکم بالموت بھی حاصل کر لیا جائے تاکہ مذہب  
 حنفیہ کی حتی التوسع رعایت ہو جائے لیکن جس جگہ قاضی وغیرہ کو دوبارہ مرافعہ دشوار ہو وہاں بغیر مرافعہ  
 دشوار ہو وہاں بغیر مرافعہ ثانی کے ہی عمل کرنے میں مضائقہ نہیں۔  
 یہ حکم مذکور تو دارالاسلام میں تھا اور دارالحرب میں زوجہ مفقود کا جہور مالکیہ کے نزدیک

عہ کیونکہ ان کے نزدیک مفقود کے تمام اہم عمروں کے ختم ہو جانے پر بھی حکم بالموت حاصل کرنا شرط ہے۔ کافی  
 شرح الدرر عن القنیة انه انما یحکم بموته بقضاء لانه امر محتمل فمال ینضم الیہ القضاء کا  
 یكون حجة ام اور مقتضائے قاعدہ احتیاط ہونے کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے کہ عورت کی  
 دوبارہ درخواست پر موت مفقود کا حکم کر کے عدت وقات گزارنے کا حکم دیا تھا۔ اور مسئلہ مفقود میں مالکیہ کے  
 مذہب کی اصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کا فیصلہ ہے پھر یہ معلوم اس جزو میں کیوں خلاف کرتے ہیں۔  
 فین عین کو قاضی کی طرف سے سال بھر کی مہلت ملنے کے باوجود بھی زوجہ عین کو اس سال کے گزر  
 جانے پر دوبارہ درخواست دینی پڑتی ہے اس میں حنفیہ کے ساتھ مالکیہ بھی متفق ہیں پس نہ معلوم  
 انہوں نے عین اور مفقود میں کیا فرق سمجھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲



تو وہی حکم ہے جو خنقیہ کے نزدیک ہے یعنی جب تک اس کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اس وقت تک اس کی بیوی کے لیے اس کے نکاح سے جدا ہونے اور دوسرا نکاح کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ کافی الروایۃ الثالثة من فتوی العلامة سعید بن صدیق مفتی المالیة بالمدينة الطاهرة زادها الله تعالى شرفا واجلالاً۔ اور بعض حضرات نے اس کی مدت طبعی عمر کے لحاظ پر متعین بھی کر دی ہے جس میں مختلف اقوال ہیں، بعض کے نزدیک نوے برس، بعض کے نزدیک پچیس برس، بعض کے نزدیک ستر برس وغیرہ۔ ولکن الاولی ان یفوض الی رای اهل الخبرة واهل العلم بحالہ من صحته وسقمه وقوته وضعفه مگر اشہب نے جو کہ امام مالک کے متنازعہ شاکر دوں میں سے ہیں اور فقہاء مالکیہ میں بلند پایہ مقام رکھتے ہیں (دار الحرب میں بھی زوجہ مفقودہ الخیر کا وہی حکم رکھا ہے جو دارالاسلام میں گزر چکا ہے۔ کما ذکرہ ابن رشد فی مقدماتہ (مدنۃ مٹاج ۲) حیث قال واما المفقود فی بلاد الحرب فحکمہ حکم الاسیر لا تنزوج امرأته ولا تقسم ماله حتی یعلم مرتہ او یأتی علیہ من الزمان مالا یحیی الی مثله فی قول اصحابنا کلہم حاشا اشہب فانہ حکم لہ بحکم المفقود فی المال والزوجة جميعاً اھ۔

(جواب سوال دوم) حاکم جو چار سال انتظار کے لیے مقرر کرے گا اس کی ابتداء اس وقت سے کی جاوے گی جس وقت حاکم خود بھی تفتیش کر کے پتہ چلنے سے مایوس ہو جائے اور قاضی کی عدالت میں پہنچنے اور اس کی تفتیش سے قبل خواہ کتنی ہی مدت گزر چکی ہو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ کافی اول الفتوی من العلامة سعید بن صدیق المالکی ویؤیدہ باوضو وجہ مافی الروایۃ العشرين من العلامة الموصوف۔

(جواب سوال سوم) زوجہ مفقودہ کسی صورت میں اس کے نکاح سے خارج ہوئے خود مختار نہیں بلکہ ہر حال میں قضائے قاضی شرط ہے۔ کما ہو مصرح فی الروایۃ العشرين من امام مالک رحمہ اللہ، اور صورت مرافعہ اور فسخ کی سوال اول کے جواب میں گزر چکی ہے۔

(جواب سوال چہارم) ہاں قاضی پر بھی ضروری ہے کہ صرف عورت اور اسکے اویا کی تفتیش اور ان کے بیان پر اکتفا نہ کرے بلکہ خود قاضی بھی تلاش کرائے اور تلاش کرنے کی صورت یہ ہے کہ قاضی و حاکم کو جہاں جہاں مفقود کے جانے کا غالب گمان ہو وہاں وہاں آدمی بھیجا جاوے۔ کافی شرح الدررید ۳۹۹ من حین العجز عن خبرہ بالبحث عنہ فی الاماکن التي یظن ذهابہ الیہا من البلد ان بان یرسل الحاکم رسولا بکتاب الحاکم ثلاث الاماکن مشتمل علی صفة الرجل وحرفته



ونسبہ لفتش عنہ فیہا ۱۴-۱۵ اور جس جگہ جانے کا گمان غالب نہ ہو صرف احتمال ہو وہاں اگر خط کو کافی سمجھے تو وہاں خطوط بھیج کر تحقیق کرے اور اگر اخبار میں شائع کر دینے سے خبر ملنے کی امید ہو تو یہ بھی کرے، الغرض تفتیش میں پوری کوشش اور جہد بلیغ کرے کمالا یحییٰ اور جب تلاش کے بعد پتہ ملنے سے مایوس ہو جائے اس وقت مذکورۃ الصد طریق پر چار سال مزید انتظار کا حکم کرے۔ کافی الروایۃ العشرین من فتویٰ العلامة سعید بن صدیق مفتی المالکیۃ بالمدينة المنورہ (نادھا اللہ شرفاً) اور تفتیش کے مصارف کی بابت فقہائے مالکیہ میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ عورت کے ذمہ ہے اور بعض نے کہا کہ بیت المال کے ذمہ ہے، اور بعض کے نزدیک تفصیل ہے کہ اگر زوجہ کے پاس مال ہو تو مصارف تفتیش اس کے ذمہ ہوں گے، کافی الروایۃ الخامس عشر من فتویٰ العلامة الفاضل اور جس جگہ بیت المال نہ ہو جیسے ہندوستان وغیرہ، اگر ان مواقع میں حکومت مصارف برداشت کرے تو بہتر ہے ورنہ مسلمانوں سے چندہ کر لیا جائے۔

(جواب سوال پنجم) جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے اسلامی ریاستوں کے علاوہ ہندوستان کے تمام شہروں کا حال ہے تو وہاں وہ حکام جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات کے تصفیہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور فیصلہ شریعت کے موافق کریں تو ان کا فیصلہ بھی قضائے قاضی کا قائم مقام ہو جاتا ہے جیسا کہ اس بُجز (دوم) کے مقدمہ میں مفصل گزر چکا ہے، اور اگر مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا اس کی عدالت سے فیصلہ شریعت کے مطابق نہ ہوتا ہو تو پھر مذہب مالکیہ کے موافق دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت پنچایت کر کے حسب بیان مذکور تحقیق کرے اور تحقیق کامل کے بعد فیصلہ کرے تو یہ فیصلہ بھی قضائے قاضی کے حکم میں ہو جائے گا لیکن پنچایت کا ان شرائط کے موافق ہونا ضروری ہے جو مقدمہ میں گزر چکی ہیں ہاں دیکھ لیا جائے۔

**تمتہ هذا الجواب** | اگر زوجہ مفقود ایسی جگہ چلی جاوے جہاں قاضی شرعی یا مسلمان حاکم موجود ہو اور وہ اس کے پاس مقدمہ دائر کرے تو اس کا فیصلہ بھی زوجہ مفقود کے لیے کافی ہے۔ فانہا اذا دخلت فی بلد القاضی دخلت

عہ و هذا لقول الثالث اعدل الا قایل عتدنا، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ  
عہ افسوس ہے کہ علامہ موصوف اس فتوے کی اشاعت سے قبل ہی رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ  
وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ ۱۲ منہ

تحت ولايته واما المفقود فالولاية عليه ليس بشرط كما لا يخفى، لكن اگر زوجہ مفقود یا زوجہ عنین تنہا کسی قاضی کے علاقہ میں چلی جائے تو قاضی کا فیصلہ معتبر نہ ہوگا بلکہ یہ ضروری ہے کہ بخون و عنین بھی اُس قاضی کے علاقہ میں ہوں۔

عہ اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ مفقود الخبر جس جگہ کا باشندہ ہے وہاں کے قاضی کی ولایت کو اس وقت تو اس پر ثابت نہیں مگر پیشتر اس کے اس پر ولایت تھی اس واسطے ولایتِ اصلہ کی بنا پر وہاں کے قاضی کی قضاء نافذ ہو سکتی ہے اور جس قاضی کی ولایت میں اول ہی سے نہ تھا اس کی قضاء نافذ نہ ہونا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نفاذ قضاء کے لیے ولایتِ حال شرط ہے ولایتِ سابقہ معتبر نہیں، پس سب جگہ کے قاضی مفقود کے بارہ میں یکساں شمار ہوں گے۔ وھذا لما فی رد المحتار ج ۲ ص ۵۱۵ باب الولی۔ مطلب لا یصح تولید الصغیر شیخا علی الصغیرات ص ۳۱۲ المجلد الثانی مطبع دراجیہ مراث العربی) تحت قول الدر صغیرۃ زوجت نفسها ولا ولی ولا حاکم ثمة توقف و نفذ باجارتها بعد بلوغها لان له مجیراً وهو السلطان۔ قوله ولا حاکم ثمة ای فی موضع العقد قوله توقف لهذا مبني على كفاية ذلك المكان تحت ولایت السلطان وان لم يكن تحت ولاية قاضٍ وعليه فبطلان العقد يتصور فيما اذا كان في دار الحرب او البحر او المفازة ونحو ذلك بخلاف القرى والامصار ويدل عليه ما في الفتح في فصل الوكالة بالنكاح حيث قال وما لا يجيز له ای ما ليس له من يقدر على الاجازة يبطل كما اذا كانت تحت حرة فزوجته الفضولی امة او اخت امرأته او خامسة او زوجة معتدة او مجنونة او صغیرة او یتیمہ فی دار الحرب او اذا المرکن سلطان ولا قاض لعدم من يقدر على الامضاء حالة العقد فوقع باطلاً۔ ۱۸۔ چونکہ اس روایت میں مجنونة او صغیرة فی دار الحرب عام ہے اس کو کہ وہ مجنونة یا صغیرہ اول ہی سے دار الحرب میں ہو یا پیشتر دارالاسلام میں تھی اور اب دار الحرب میں چلی گئی، اس عموم کی وجہ سے ثابت ہوگا کہ ولایتِ سابقہ کا اعتبار نہیں ورنہ اس مجنونة و صغیرہ کا جو دارالاسلام سے گئی ہو اعتبار ہوتا۔ ونیز قول الشامی ای فی موضع العقد اور ذلك المكان تحت ولایت السلطان کے لفظ سے واضح ہے کہ ولایت کے لیے سلطان و قاضی کے علاقہ میں ہونا شرط ہے، اور مالکیہ نے تو اس کی صاف تصریح کی ہے، چنانچہ شرح درر میں ہے (ولا یزوج) (القاضی) (امرأة) ای لا یتولی عقد نکاحها حیث لا ولی لها الا الحاکم (ریست بولاية) بان كانت خارجة عنها اذ لا ولاية علیها وان كان اصلها من اهلها۔ ۱۸ (ص ۲۹۹ جلد ۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲۸

(ماخوذ از حیلۃ ناجزہ از ص ۵۹ تا ص ۶۶)



رجواب سوال ششم) منفقود کا حکم دار الحرب اور دارالاسلام میں مختلف ہے جیسا کہ سوال اول کے جواب میں مفصل گزر چکا ہے۔

مگر علمائے مالکیہ کے فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان و مصر و شام وغیرہ ممالک کہ جن میں باوجود حکومت کافر مسلط ہو جانے کے شعائر اسلام ہنوز قائم ہیں ان سب میں منفقود کا حکم وہی ہے جو دارالاسلام میں ہے بلکہ جس دارالحرب میں شعائر اسلام بھی موجود نہ ہوں مگر وہاں مسلمانوں کو صلح وغیرہ کی وجہ سے آنا جانا اور تفتیش کرنا ممکن ہو تو اس دارالحرب میں بھی منفقود کا وہی حکم ہے جو دارالاسلام میں ہے پس اصل بنیاد مکان تفتیش ہے۔ اس لیے ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں جو علماء کا اختلاف ہے اُس کا اس مسئلہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا اور زوجہ منفقود کو ان ممالک میں چار سال کی مہلت کے بعد عدتِ دفات گزار کر نکاحِ ثانی کا اختیار دیدیا جاوے گا

کافی الروایۃ الخامسة للعلامة الفاضل ۱۰۰ والخامسة والعشرون للعلامة الطيب رحمه الله۔

**سوال :- ایک شخص نے کسی عورت سے باقاعدہ نامرد شخص کی بیوی کی علیحدگی کا مسئلہ نکاح کر لیا، شخصتی کے بعد عورت کو معلوم ہوا کہ خاوند حقوق زوجیت کی ادائیگی پر قادر نہیں، اب یہ عورت اگر خاوند سے علیحدگی حاصل کرنا چاہے تو از روئے شرع اس کی کیا صورت ہوگی؟**

**الجواب :-** جس عورت کا خاوند پیدا نشی طور پر یا کسی ضعف و کمزوری یا کسی بیماری کی وجہ سے جماع پر قادر نہ ہو فقہاء کی اصطلاح میں اس شخص کو عنین کہا جاتا ہے، ایسے شخص کیلئے بہتر یہی ہے کہ جب اس کو اپنی کمزوری کا یقین ہو جائے، یہاں تک کہ کہیں ایک دفعہ بھی جماع پر اس کو قدرت حاصل نہ رہی ہو، علاج و معالجہ سے بھی اس کو قوت کی بحالی ممکن نظر نہیں آتی ہو تو یہ شخص خود عورت کو طلاق دے کر فارغ کر دے تاکہ عورت عدت گزارنے کے بعد باقاعدہ دوسری جگہ نکاح کر کے سکون و اطمینان کی زندگی گزار سکے، اسی حالت میں اگر ایک دفعہ بھی خلوت صحیحہ ہوئی ہو تو خاوند کو حق مہر بھی ادا کرنا ہوگا۔

اگر خاوند باعزت طریقہ سے عورت کو آزاد کرنے پر تیار نہ ہو تو پھر عورت مجبور ہو کر اپنا مقدمہ کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں لے جاسکتی ہے، حاکم وقت تحقیق کے بعد اپنے صواب دیدی اختیارات بروئے کار لاتے ہوئے عورت کو فیخ نکاح کی ڈگری دے سکتا



ہے جو عورت کے حق میں طلاق بائن متصور ہوگی اور وہ عدت طلاق گزارنے کے بعد آزاد ہو کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن یہ اقدام بھی چند شرائط پر مبنی ہے، چنانچہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ان شرائط کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

پہلی شرط یہ ہے کہ نکاح سے پیشتر عورت کو اس شخص کے عنین ہونے کا علم نہ ہو پس اگر اس وقت علم تھا اور باوجود معلوم ہونے کے نکاح کیا ہے تو اب اس کو تفریق کا حق نہیں مل سکتا۔ لما فی الہندیۃ : ان علمت المرأة وقت النکاح انہ عنین لا یصل الی النساء لا یكون لها حق الخصومة۔ وفي الدر المختار: تزوج الا ولی او امرأة اخرى عالمة بعاله لا خيار لها علی المذهب المفتی به۔ بحرم المحيط خلافت الصحیح الخانیۃ - ( الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۵۲۴ الباب الثانی عشر فی العنین )

دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کیا ہو اور اگر ایک مرتبہ جماع کر چکا ہے اور پھر عنین ہو گیا تو عورت فسخ نکاح کا اختیار نہ ہوگا۔ لما فی الدر المختار: فلو جبت بعد الوصول الیہا۔ ( ج ۲ ص ۶۴۴ باب العنین ) مترۃ قال الشامی: قوله مرة وما زاد علیہا فهو مستحق دیانۃ لا قضاء بحر عن جامع قاضیخان ویاثم اذا ترک الدیانۃ متعقبا مع القدرة علی الوطی۔ ( باب العنین ج ۲ ص ۶۴۵ مطلب باب العنین وغیرہ )

تیسری شرط یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے اس وقت سے عورت نے اس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو مثلاً یہ نہ کہا ہو کہ جیسا بھی ہے اب تو میں اسی کے ساتھ زندگی بسر کروں گی کیونکہ اگر وہ اپنی رضا کے تصریح کر چکی ہو تو پھر اس کو مطالبہ تفریق کا حق نہیں رہتا ہاں محض سکوت سے اس جگہ رضا نہ

عہ یعنی زبان سے کہہ دیا ہو خواہ تنہائی میں یا کسی کے سامنے۔ کما یدل علیہ اطلاق ما لم تقل فی الروایۃ الاتیہ۔ اور تا جیل سے پیشتر بعد از تا جیل کما ہوا المصرح فی البدائع ونصہ ہذا فالنص ہو تصریح اسقاط الخیار وما یجری مجراہ سواء کان ذلک بعد تنجیر القاضی او قبلہ ۱۷ مختصر ۱۲ منہ

عہ بلکہ تقیل و مضاجعت وغیرہ افعال بھی موجب رضا نہیں۔ کما ہوا المصرح فی الدر عن الخانیۃ۔ ۱۲ منہ

سمجھی جائے گی۔ لما فی الدر المختار: فلو وجدته عینا او مجبوبا ولم تخصم زمانا لم یبطل حقها۔ قال الشامی قوله لم یبطل ای ما لم تقل رضیت بالمقام معه کذا قیده فی التاتارخانیة عن المحیط۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۶۱۷ باب العین وغیره۔ مطلب فی طبائع فصول النیة الاربع)

**پوٹھی شرط یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گزرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اُسی مجلس میں تفریق کا اختیار حاصل کرے، پس اگر اس مجلس میں اُس نے اپنے خاوند کے سامنے رہنا پسند کر لیا یا اس قدر سکوت کیا کہ مجلس برخاست ہو گئی خواہ اس طرح کہ یہ عورت مجلس سے اٹھ گئی یا اس طرح کہ قاضی مجلس سے کھڑا ہو گیا تو اب اُس کا اختیار باطل ہو گیا اب کسی طرح تفریق نہیں ہو سکتی۔**

لما فی الہندیة: فان اختارت زوجها واقامت عن مجلسها واقامها اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار بطل خيارها وكذا فی المحیط۔ (الفتاویٰ الہندیة ج ۱ ص ۵۲۷ الباب الثانی عشر فی العین)۔

و نیز مجلس برخاست ہونے اور عورت کے اٹھ جانے کے علاوہ اور صورتیں بھی ایسی ہیں جن سے مجلس بدل جاتی ہے اور اختیار باطل ہو جاتا ہے، مثلاً عورت کوئی دوسری گفتگو کرنے لگی یا نماز پڑھنے لگی، وغیر ذلک مما یدل علی الاعراض اور تبدل مجلس شامی باب تفویض الطلاق سے معلوم ہو سکتی ہے۔ والدلیل علی ان بطلان الخیار لایختص بقیامھا و قیام القاضی بل کل ما یدل علی الاعراض یبطل الخیار۔ قول الدر حیث قال لو وجد منها دلیل اعراض بان قامت الخ۔ لان هذا یدل علی ان القیام ذکر حیث ذکر تمثیلاً والمراد مطلق الاعراض، هذا ما عندنا والله اعلم بالصواب۔

**پانچویں شرط یہ ہے کہ عین کو سال بھر کی مہلت دینا اور سال گزرنے پر عورت کو اختیار دینا اور بعد ازاں اگر خاوند طلاق سے انکار کرے تو تفریق کر دینا وغیرہ یہ سب امور جن کا ذکر اوپر مفصل ہو چکا قضاے قاضی کے محتاج ہیں بَدَن حکم قاضی کے از خود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں۔**

کما فی رد المحتار تحت قول الدر: ولا عبرة بتأجيل غیر قاضی البلدة لان هذا مقدمة امر لا یکون الاعند القاضی وهو الفرقة فكذا مقدمة۔ والواجبة۔ رد المحتار ج ۲ ص ۶۲۶ باب العین وغیره مطلب فی عطف الخاص علی (الحیلة الناجزة ص ۱۲۹ تا ۱۳۰)



**سزا یافتہ قیدی کی بیوی کا حکم** | سوال :- اگر کسی شخص کو کسی جرم کی پاداش میں عدالت کی طرف سے عمر قید کی سزا ہو جائے تو اس

کی بیوی کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

**الجواب**، ایسے شخص کی بیوی تاحیات صبر کرے گی، اس لیے کہ اس شخص پر مفقود کی تعریف صادق نہیں آتی اس لیے کہ یہ مفقود کے حکم میں نہیں۔

لما قال الشيخ قطرأحمد العثماني رحمه الله: **يُشْتَبَهُ مَنْفَقُودٌ نَهَيْتُ** کیونکہ مفقود وہ ہے جس کی موت اور حیات کا علم نہ ہو اور اس شخص کی جگہ بھی معلوم ہے، حیات بھی معلوم ہے، لہذا یہ مفقود نہیں بلکہ تجتہہ ضار ہے۔۔۔۔۔ اس صورت میں امام مالکؒ کے نزدیک بھی وسعت نہیں، لہذا زید کی بیوی بدون زید کی طلاق یا موت کے کسی دوسرے شخص سے نکاح نہیں کر سکتی۔ (امداد الاحکام جلد ۲ ص ۱۸۱ کتاب الطلاق باب التفریق) ۱۷

**مُرتد کی بیوی کا حکم** | سوال :- اگر ایک مسلمان شخص دشمنان اسلام کے جال میں پھنس کر مرتد ہو جائے (العیاذ باللہ) تو ایسی حالت میں اس کی

بیوی کو کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

**الجواب** :- خاوند کے مُرتد ہو جانے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے لہذا عورت عدت گزارنے کے بعد آزاد ہو کر باقاعدہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

لما فی الہندیۃ: ارتداد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقة بغير طلاق في الحال - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۳۹ الباب العاشر فی نکاح الکفار) ۱۸

۱۷ قال الشيخ المفتی عزیر الرحمن: **مَنْفَقُودٌ** الخرج کا حکم دوسرا ہے اور جس کو مزاد یہاں شور دی گئی وہ مفقود الخیر نہیں اور اس کی زوجہ دوسرا عقد شوہر کی زندگی میں نہیں کر سکتی، اور مفقود الخیر وہ ہے جس کا نشان و پتہ اور موت و حیات کچھ معلوم نہ ہو اس کو ایک وقت مقرر پر شرعاً موت کا حکم دے دیا جاتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۲۷۹ کتاب الطلاق)

۱۸ قال العلامة الحصکفی: **وارتداد احد الزوجین فسخ فلا ینقص عدد عاقل بلا قضاء۔** (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۵ باب نکاح الکافر۔ مطلب القبی والمجنون لہا باہل لایقاع طلاہ للوقع) وَمِثْلُهُ فی الہدایۃ ج ۲ ص ۳۲۴ باب نکاح اهل الشرك۔



**متعنت کی زوجہ کا حکم** | سوال: جناب مفتی صاحب! میرا نکاح آج سے چھ سال قبل ہوا تھا، دو تین سال گزرنے کے بعد ہمارے گھر بلیو حالات خراب ہو گئے اور میرے شوہر نے مجھے میرے والدین کے گھر بھیج دیا اور آج تک میری خبر نہیں لی، میں اس مصیبت سے کیسے خلاصی حاصل کر سکتی ہوں؟

**الجواب:-** متقدمین علماء کے ہاں تو اس قسم کے عوارضات کی وجہ سے عدالت یا مسلمان حاکم نکاح فسخ کرنے کا مجاز نہیں لیکن متاخرین علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ عورت شرعی عدالت کی طرف رجوع کرے وہ اس کا حل نکالے گی۔

قال الشیخ مولانا اشرف علی تھانویؒ: صورت بالامین زوج کی حیثیت متعنت کی ہے جس کے بارے میں حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:- **الجواب:-** زوجہ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ حاصل کرے لیکن اگر باوجود کوشش کے (خلاصی کی) کوئی صورت نہ بن سکے تو پھر عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے، پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو جائے کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو ورنہ تفریق کر دیں گے، اس کے بعد بھی اگر وہ خاوند کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اسکے قائم مقام ہو طلاق واقع کر دے، اس میں کسی مدت کے انتظار و ٹہلت کی ضرورت نہیں۔

(الحیلة الناجزة مک حکم زوجة متعنت فی النفقة) ۱۷

**دیوث سے بیوی کی نجات کا طریقہ** | سوال:- اگر کوئی شخص دیوث ہو اور وہ اپنی بیوی سے زبردستی زنا کرواتا ہو تو

۱۷ قال المفتی عزیز الرحمنؒ ومفتی طفوالدینؒ: ایسی صورت میں کہ شوہر حقوق زوجیت ادا نہیں کرتا اور نفقہ نہیں دیتا اس کو لازم ہے کہ زوجہ کو طلاق دیدے، پس اس کو مجبور کیا جائے اور کرایا جائے کہ جس طرح ہو وہ طلاق دے دے، بدون طلاق کے عند الحقیقہ نفقہ وغیرہ نہ دینے کی وجہ سے زوجین میں تفریق نہیں ہو سکتی..... بعد کے علماء نے تفریق کی صورت نکالی ہے جو قاضی شریعت یا شرعی پنچایت کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ (ظفر)۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱ - ۲۲۶ کتاب الطلاق)

اس عورت کے لیے کیا حکم ہے؟ وہ کس طرح خاوند سے نجات حاصل کرے؟  
**الجواب:** ویسے تو ایک مرتبہ نکاح ہو جانے کے بعد عورت بدون طلاق کے شوہر سے آزاد نہ ہوگی لیکن صورت مسئلہ میں یہ عورت شرعی عدالت سے اس بارے میں رجوع کرے یا شرعی پنچایت کے پاس اپنا مقدمہ دائر کرے، عدالت زبردستی شوہر سے طلاق دلوائے گی یا خود نکاح فسخ کرے گی۔

لما قال الشيخ مفتی عزیز الرحمن ومفتی ظفر الدین: اس صورت میں جب تک اس لڑکی کا شوہر طلاق نہ دیوے اور عدت نہ گزر جائے اُس وقت تک اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا شرعاً درست نہیں ہے، دارالقضاء اور شرعی پنچایت کے ذریعے اس طرح کے مصائب سے عورت کو نکالا جاسکتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۰ ص ۲۳۱ باب التفريق) لہ

**سوال:** ایک شخص نکاح کرنے کے چند سال بعد  
**مجنون کی بیوی کے فسخ نکاح کا حکم** پاگل ہو گیا، علاج و معالجہ سے بھی کوئی فرق نہیں آیا، حالت جنون میں وہ بہت کچھ کرتا ہے حتیٰ کہ اس کی بیوی کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے، تو کیا یہ عورت اپنے مجنون خاوند سے اپنا نکاح بذریعہ عدالت فسخ کرا سکتی ہے یا نہیں؟  
**الجواب:** بشرط صدق و صحت سوال اگر اس عورت کا شوہر واقعی مجنون (پاگل) ہو اور وہ اچھے بُرے کی تمیز نہیں کر سکتا ہو اور جنون بھی اس حد تک ہو کہ بیوی کا اس کے ساتھ رہنا ممکن نہ ہو اور علاج و معالجہ سے بھی بات نہیں بنتی ہو تو اس عورت کو شرعاً اجازت ہے کہ اگر وہ اپنا نکاح شوہر سے فسخ کروانا چاہتی ہو تو عدالت کی طرف رجوع کرے، عدالت مکمل تحقیقات کے بعد اس کو نسخہ نکاح کی ڈگری جاری کر سکتی ہے جو اس کے لیے کارآمد ہوگی۔

لما قال الشيخ اشرف علی التھانوی: امام محمد کے نزدیک اس کو حق حاصل ہے کہ قاضی کے یہاں درخواست دے کہ تفریق کا مطالبہ کرے اور اپنے آپ کو مجنون کی زوجیت سے علیحدہ کرائے بشرطیکہ جنون اس درجہ کا ہو کہ اس کے ساتھ رہنا قدرت سے خارج ہو مثلاً اس سے قتل کا اندیشہ ہو الخ۔ (حیلة الناجزة ص ۵۲، ۵۳ حکم زوجہ مجنون)





## باب الايلاء

(ايلاء کے مسائل و احکام)

**بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھانا** | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا خدا کی قسم میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا لیکن چند دن کے بعد یہ شخص اپنی اس بات پر پشیمان ہوا، اب اس کو کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیئے؟

**الجواب :-** اگر یہ شخص چار ماہ تک اپنی قسم پر قائم رہتے ہوئے بیوی کے قریب نہ جائے تو بیوی خود بخود علیحدہ ہو جائے گی جس کی تحلیل کیلئے تجدید نکاح ضروری ہے، لیکن اگر اس مدت کے دوران بیوی کے قریب چلا جائے تو اس پر قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا۔

لما قال العلامة الحمصكي: فمن الصريح لوقال والله لا اقربك - قال ابن عابد بن؟  
ای بلا بیان مدّة اشارة الى انه كالموقت بمدة الايلاء لان الاطلاق كالتأبید  
(رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۳ باب الايلاء ۱۷)

**بیوی کے قریب نہ جانے کی مشروط قسم کھانا** | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی سے قسم میں تیرے قریب نہیں آؤں گا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اسی حالت میں اگر کئی سال گزر جائیں اور وہ شخص عورت کے قریب نہ جائے اور نہ اس کی بیوی اپنی سوکن کو راضی کرے تو اس سے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں یہ قسم ایلاء کے حکم میں ہے، اگر شرط کی موجودگی کے بغیر خاوند بیوی کے قریب گیا تو حانت ہو کر کفارہ قسم ادا کرنا واجب ہوگا، اور اگر اس قسم پر چار مہینے گزر گئے اور خاوند اپنی قسم پر قائم رہا تو عورت بوجہ ایلاء طلاق بائن سے جدا ہو جائے گی،

۱۷ وفي الهندية: الايلاء منع النفس عن قربان المنكوحة منعاً مؤكداً باليمين بالله مطلقاً  
او مؤقتاً بربعة اشهر - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۷۶ الباب السابع في الايلاء)  
ومثله في الهداية ج ۲ ص ۹۶ باب الايلاء -



جس میں دوبارہ تحلیل اور تجدیدِ نکاح کرنا ضروری ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: والمدّة اقلها المحرّة اربعة اشهر ثم قال ففى الحلف بالله وجبت الكفارة وفى غيره وجب الجزاء وسقط الايلاء لانتهاء اليمين والا يقربها بواحدة. انتهى وقال العلامة ابن عابدین: تحت هذا القول فلو مضت اربعة اشهر لا يقع الطلاق لان حال اليمين بالحنث سواء حلف على اربعة اشهر او اطلق او على الابد. وقال كذا لك بانك بواحدة لاحاجة الى انشاء تطليق او الحكم بالتفريق. (رد المحتار على الدر المختار ج ۲ ص ۵۹۳ باب الايلاء) لہ  
**ایلاء میں رجوع کیلئے بیوی کا انکار کرنا** | سوال :- اگر خاوند ایلاء میں مدت کے اندر رجوع کرنا چاہتا ہو لیکن بیوی اس سے انکار کر رہی ہو تو خاوند کو کیا کرنا چاہیئے تاکہ اس کا نکاح بحال رہے؟

**الجواب :-** ایلاء کی مدت کے دوران منکوحہ خاوند کے نکاح میں رہتی ہے ایسی حالت میں اگر خاوند رجوع کرنا چاہے اور عورت انکار کر رہی ہو تو منکوحہ (ناشرہ) نافرمان کے حکم میں ہے تاہم اس کے انکار سے نکاح پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، اگر خاوند عملی طور پر رجوع سے قاصر ہو تو زبانی طور پر ہی اس کا رجوع کافی ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: وكذا حبسها ونشوزها ففیئوة قوله بلسانه فتت اليها۔  
 رالد المختار على هامش رد المختار ج ۲ ص ۵۹۹ باب الايلاء) لہ



لہ وفى الہندیة: فان قربها فى المدّة حنث وتجب الكفارة فى الحلف بالله .... وان لم يقربها فى المدّة بانك بواحدة۔ (الفتاوى الہندیة ج ۱ ص ۲۷۶ الباب السابع فى الايلاء)  
 لہ وفى الہندیة: ولو عجز عن جماعها لرتقها او لكونها ممتنعة او كانت فى مكان لا يعرفها وهى ناشرة ففیئوة باللسان بان يقول فتت اليها۔

(الفتاوى الہندیة ج ۱ ص ۲۸۵ الباب السابع فى الايلاء۔ ثم الايلاء على اربعة اوجه)  
 ومثله فى تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق ج ۲ ص ۲۵۱ باب الرجعة۔

## باب اللعان

(لعان کے احکام و مسائل)

**لعان کا حکم | سوال :-** ایک شخص نے بیوی پر زنا کا الزام لگا کر والدین کے گھر بھیج دیا، عورت نے فیمینا سے تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کر لی، کیا اس کے بعد یہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** از روئے شرع بیوی پر زنا کی نہمت لگانے میں خاوند کیلئے چار گواہوں کا پیش کرنا ضروری ہے ورنہ اس پر حد قذف جاری کی جائے گی۔ تاہم ایسی حالت میں شریعت میں اس کے لیے خصوصی طور پر جو فتاویٰ موجود ہیں اس کو لعان کہا جاتا ہے جس میں خاوند قاضی کی عدالت میں چار بار قسم کھا کر اپنی صداقت ثابت کرے گا اور پانچویں بار یوں کہے گا کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو اس کے بعد پھر عورت بھی چار بار قسم کھا کر خاوند کی تکذیب اور اپنی صداقت ثابت کرے گی اور پانچویں بار یوں کہے گی کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کا قہر و غضب ہو اس سے لعان مکمل ہو جائے گا اور قاضی ان کے درمیان تفریق کر دے گا۔

اگر عدالتی فیصلہ اس حقیقت کا حامل ہو تو اس سے عورت کو آزادی مل سکتی ہے ورنہ صرف زنا کے تہمت لگنے سے عورت اپنی ناراضگی کی وجہ سے تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کرنے سے آزادی حاصل نہیں کر سکتی ہے۔

لما فی الہندیۃ : اذا قال لہا یا زانیۃ اوانت زنیۃ اورایتک تنرفی فانہ یجب اللعان۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۵ کتاب الطلاق باب الحادی عشر فی اللعان)  
وقال اللہ تعالیٰ : وَالَّذِينَ يَرْمُونَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَہُمْ شَہَدَۃٌ اَوْ اِلَّا اَنفُسُہُمْ فَشَہَادَةُ اَحَدٍ اَرْبَعُ شَہَدٰتٍ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَیْہِا اِنْ کَانَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝ وَیَدْرُؤُا عَنْہَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْہَدَ اَرْبَعُ شَہَدٰتٍ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ غَضَبَ اللّٰہِ عَلَیْہَا اِنْ کَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝  
(پہلے، سورۃ النور آیت ۶، ۷، ۸، ۹)

وفی الہندیۃ : واذا التعنافرق الحاکم بینہما ولا تقع الفرقة حتی یقضی بالفرقة

علی الزوج فیفارقتها بالطلاق۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۶ کتاب الطلاق الباب الحادی عشر فی اللعان) لے  
**لعان کے بعد دوبارہ نکاح کرنا** | سوال :- لعان کے ذریعہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ہو جانے  
 کے بعد بغیر حلالہ کے میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلق قائم  
 ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- لعان کی صورت میں چونکہ تفریق قاضی کی طرف سے ہوتی ہے اس لیے ان دونوں کے  
 درمیان دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا، آئیہ کہ خاوند اپنے آپ کو جھوٹا کہے تو اسے حد قذف لگا کر پھر  
 ان دونوں کے درمیان نکاح ہو سکتا ہے۔

قال العلامة المرغینانی: وتضمن الفرقاء تطليقة بائنة عند أبي حنيفة ومحمد  
 رحمهما الله لان فعل القاضى انتسب اليه كما فى العنين وهو خاطب اذا كذب به نفسه. الخ  
 (المهذبية ج ۲ ص ۲۹۷ کتاب الطلاق - باب اللعان) لے

**لعان کے بعد عدالت کا میاں بیوی میں تفریق کرنا** | سوال :- جب میاں بیوی میں  
 آپس میں لعان کر لیں تو کیا

دونوں کا نکاح خود بخود ختم ہو جائے گا یا حاکم وقت ان میں تفریق کرے گا؟  
 الجواب :- اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور اس کے پاس گواہ نہ ہوں  
 تو عند المطالبہ دونوں کا آپس میں لعان ضروری ہے، دونوں کا نکاح بسبب لعان خود بخود  
 ختم نہیں ہوگا بلکہ حاکم وقت، قاضی دونوں میں تفریق کرے گا اگرچہ دونوں اس پر

لے قال العلامة المرغینانی: واذا اتعالا تقع الفرقة حتى يفرق القاضى بينهما۔

(المهذبية ج ۲ ص ۲۹۷ کتاب الطلاق - باب اللعان)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۶۳۹ باب اللعان قبل مطلب الدعاء باللّٰعِنِ عَلَى مَعِيْنٍ۔

لے وفي الهنديّة: قال ابو حنيفة رحمه الله تعالى الفرقة الواقعة في اللعان فرقة

بتطليقة بائنة فيزول ملك النكاح وتثبت حرمة الاجتماع والتزوج ماداما

على حالة اللعان۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۶، ۵۱۵ کتاب الطلاق الباب الحادی عشر فی اللعان)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۶۳۹ باب اللعان قبل مطلب في

الدّعَاءِ بِاللّٰعِنِ عَلَى مَعِيْنٍ۔



راہی نہ ہوں۔

لما قال العلامة الحصكفي: وصفته ما نطق النص الشرعي به من كتاب وستة فان  
التعنا ولو اكثره بانت بتفريق الحاكم فيتوانتان قبل تقريقه الذي وقع اللعان  
عنده ويفرق وان لم يرضيا بالفرقة۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ م ۲۸۸ باب اللعان) ۱

**شوہر کا بیوی پر تہمت زنا سے انکار کرنا** | سوال :- اگر عورت کسی کے کہنے پر اپنے

شوہر کے خلاف تہمت زنا کا دعویٰ کرے

کہ میرا شوہر مجھ پر زنا کی تہمت لگاتا ہے جبکہ شوہر اس بات کا انکار کرتا ہو کہ میں نے کسی کو بھی  
کوئی ایسی بات نہیں کہی، تو کیا اس صورت میں دونوں کے درمیان لعان ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- شرعاً لعان اُسے کہا جاتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی پر ایسی تہمت لگائے جو کسی  
غیر منکوحہ میں موجب حد زنا ہو، چونکہ صورت مسئلہ میں لعان کی تعریف صادق نہیں آتی اور  
نہ اس میں شرائط لعان موجود ہیں اس لیے اس میں لعان نہیں ہوگا۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وسببه قذف الرجل زوجته قذفاً يوجب الحد  
في الاجنبية۔۔۔۔۔ فمن قذف بصریح الزنا في دار الاسلام زوجته الحبة بنكاح صحيح۔  
(الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ م ۸۰۶۰۸۵۲ باب اللعان) ۲

**دار الکفر میں بیوی پر تہمت زنا سے لعان لازم نہیں آتا** | سوال :- اگر کوئی شخص دار الکفر

مثلاً امریکہ یا لندن میں اپنی بیوی

۱۔ قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: تحت قوله وصفته ما نطق به النص فان  
التعنا بانت بتفريق الحاكم ولا تبين قبله! اي الحاكم الذي  
وقع اللعان عنده لو لم يفرق الحاكم حتى عزل او مات فالحاكم  
الثاني يستقبل اللعان عندهما۔ (البحر الرائق ج ۲ م ۱۱ باب اللعان)  
وَمِثْلُهُ فِي احوال الشخصية ۳۴۲ باب اللعان۔

۲۔ قال المفتي عزيز الرحمن: (قسم ایک سوال آپ بھی کیا تو فرمایا: ”حکم لعان دین صورت بحالت موجودہ بلا تحقیق شرائط لعان کردن  
درست نیست و حکم تفريق نافذ نیست و اگر کے فتویٰ دادہ است آن صحیح نیست برو عمل نباید کرد۔“

رفتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۱۰ م ۱۹۷۱ باب یازدہم لعان)

ہر زنا کی تہمت لگائے اور عورت بھی شوہر سے جدا ہونا چاہتی ہو تو کیا وہ بذریعہ لعان جہاں اختیار کر سکتی ہے؟  
**الجواب:-** فقہاء کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ زنا کی تہمت لگانے کا یہ معاملہ دارالاسلام میں ہو، دارالکفر میں ایسا نہ ہوگا، چونکہ صورتِ مسئلہ میں تہمتِ زنا کا معاملہ دارالکفر میں پیش آیا ہے اس لیے یہاں لعان نہ ہوگا۔

قال العلامة الحصكفي: ويشترط... كون القذف بصريح الزنا كونه في دار الاسلام. قال العلامة ابن عابدین: تحت (قوله دار الاسلام) اخرج داد الحرب - (رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۶) باب اللعان ۱۷۱  
**سوال:-** اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا شبہ ظاہر کرے پورے یقین سے نہیں کہتا ہو، تو کیا عورت کے مطالبے پر لعان ہوگا یا نہیں؟

**الجواب:-** لعان تب ہوگا جب شوہر بیوی پر صریح الفاظ سے زنا کی تہمت لگائے صرف شبہ کی صورت میں لعان نہیں اس لیے صورتِ مسئلہ میں صرف عورت کے مطالبے پر لعان نہیں کرایا جائے گا۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: فمن قذف بصريح الزنا في دار الاسلام - (رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۶) باب اللعان ۱۷۲



۱۷۱ نقل المفتی عزیز الرحمن: (اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا) 'لعان' کہیے چونکہ دارالاسلام کا ہونا بھی شرط ہے، لہذا صریح بدعتی کتب الفقہ - لہذا اس ملک میں لعان کی کوئی صورت نہیں ہے، اور جبکہ لعان نہیں ہے تو تفریق بھی نہ ہوگی۔  
 (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۰ ص ۱۹۹) باب یازدہم - لعان

۱۷۲ فی الہندیۃ: سببہ قذف الرجل امرأته قذفاً یوجب الحدی الا بجانب فیجب به اللعان بین الزوجین کذا فی النہایۃ: واذا قال لہا یا زانیۃ وانت زینت اورایتک تزین فانه یجب اللعان۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۱۵) الباب الحادی عشر فی اللعان

۱۷۳ مسئلۃ فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۰ ص ۱۹۸ باب اللعان۔

# باب الظہار

(ظہار کے مسائل)

سوال :- ایک شخص کا کسی بات پر اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا تو اس نے ظہار میں تشبیہ ضروری ہے | بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میری ماں خاموش ہو جاؤ" تو ان الفاظ سے اس شخص کے نکاح پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟

الجواب: بیوی کو "ماں" جیسے الفاظ سے مخاطب کرنا بذات خود سے بغاوت کے مترادف ہے اس لیے یہ الفاظ فقہاء کے نزدیک مکروہ ہیں، تاہم اداۃ تشبیہ نہ ہونے کی وجہ سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لما فی الہندیۃ: ولو قال لہانت اُمتی لایکون مظاهراً وینبغی ان یکون مکروہاً۔ الخ

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۵۰ کتاب الطلاق۔ الباب التاسع فی الظہار۔ الخ  
سوال :- اگر کسی شخص نے اپنی منکوحہ کو یہ کہہ دیا کہ "تو مجھ پر طلاق ہے" اور پھر متصل یہ بھی کہا کہ "اگر میں نے تیرے ہاتھ کا کھانا کھایا یا چائے پی لی تو تو میری بہن ہے" کیا ان الفاظ سے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب: ظہار کے مسئلہ میں اداۃ تشبیہ کا ہونا لازمی ہے، چونکہ صورت مسئلہ میں کوئی حرف تشبیہ نہیں ہے اس لیے "تو میری بہن ہے" کہنے سے نکاح پر کوئی برا اثر مرتب نہیں ہوگا تاہم ایسے الفاظ کہنا کراہت سے خالی نہیں، البتہ یہ کہنا کہ "تو مجھ پر طلاق ہے" سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی جس میں رجوع بالقول یا بالفعل کافی ہے۔

لما قال الحنفی: وان نوى بانت على مثل اُمتی براً او ظہاراً او طلاقاً صحت نیته ووقع مانوی وان

لم ینوشیئاً او حذف الکاف لغواً (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۲۶ باب الظہار۔ مطلب بلاغاً محمد رحمہ اللہ ص ۲)

اقال ابن نجیم: فعلم انه لا بد فی کونه ظہاراً من التصريح باداة التشبيه شرعاً (البحر الرائق ج ۳ ص ۹۸ باب الظہار۔ کتاب الطلاق)

وَمَثَلُهُ فِي رد المحتار ج ۲ ص ۶۲۶ باب الظہار۔ مطلب بلاغات محمد۔

لما قال المرغینانی: ولو قال انت علی حرام کأُمتی ونوى ظہاراً او طلاقاً فهو علی مانوی۔ (المبدیہ ج ۲ باب الظہار)

وَمَثَلُهُ فِي الہندیۃ ج ۵ ص ۵۰ کتاب الطلاق۔ الباب التاسع فی الظہار۔



**نہار میں عقل و بلوغ شرط ہے** | سوال :- کیا طلاق کی طرح نہار میں بھی منظر کا عاقل و بالغ ہونا ضروری ہے یا کہ صبی اور مجنون کا نہار بھی درست ہوگا؟

الجواب :- قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر تصرف کیلئے عاقل و بالغ ہونا شرط ہے تو طلاق کی طرح نہار میں بھی منظر کا عاقل بالغ ہونا لازمی ہے۔

وفي الهندية: من الشرائط ان لا يكون معتوها ولا مدھوشاً ولا مبرسماً ومعنى عليه ولا نائماً فلا يصح ظهارهؤلاء۔ (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۵۸ الباب التاسع في الظهار) ۱

**نہار میں بطور کفارہ کیا واجب ہوتا ہے** | سوال :- اگر کوئی شخص اپنی منکوتہ نہار کرے تو اس پر بطور کفارہ کیا اور کتنا لازم ہوگا؟

الجواب :- نہار کرنے سے بیوی شوہر پر اس وقت تک حرام ہو جاتی ہے جس وقت تک وہ کفارہ ادا نہ کرے، جس کے لیے دو ماہ مسلسل روزے رکھنا یا عدم استطاعت کی صورت میں ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، جس کے بعد بیوی اس کے لیے حلال ہو جائے گی۔

وفي الهندية: وحكم الظهار حرمة الوطء والدواعی الى غاية الكفارة۔  
والفتاوى الهندية ج ۵ ص ۵۸ باب الظهار) ۲

۱۔ قال العلامة ابو بكر الكاساني: منها ان يكون عاقلاً اما حقيقة او تقديرًا فلا يصح ظهار المجنون والصبی الذي لا يعقل لان حكم الحرمة وخطاب التحريم لا يتناول من لا يعقل۔ (رد اليعصناع ج ۳ ص ۲۳ فصل الشرائط فانواع بعضها)

۲۔ قال الشيخ الدكتور وهبة الزحيلي: تحريم الوطء بالاتفاق قبل التكفير كن عند الجمهور غير الشافعية تحريم جميع انواع الاستمتاع۔۔۔۔۔ الكفارة كما دل القرآن والسنة النبوية فيما سبق انواع ثلاثة: (۱) عتق رقبة سالمة من العيوب صغيرة او كبيرة ذكر او ام انثى (۲) صيام شهرين متتابعين (۳) اطعام ستين مسكيناً يوماً واحداً عدا روعشاء عند الخنفية۔

الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۷ ص ۶۰۴، ۶۰۵ المطلب الثالث  
[ اثر الظهار۔ المطلب الرابع كفارة الظهار ]

**تیرے قریب آؤں تو اپنی ماں کے قریب آؤں** | سوال :- ایک شخص نے غصے میں اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تیرے قریب آیا تو گویا میں اپنی ماں کے قریب آیا، تو کیا ان الفاظ سے طہار واقع ہوگا یا طلاق؟  
**الجواب :-** طہار میں اداۃ تشبیہ ضروری ہے اور طلاق مزیل نکاح کے الفاظ کہنا لازمی ہے، صورت مسئلہ میں چونکہ یہ الفاظ ان دونوں میں داخل نہیں اس لیے طہار یا طلاق واقع نہیں ہوگا۔

وفی الہندیۃ : ولو قال ان وطئتُک وطئتُ اُتی فلاشی علیہ ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۰۰ الباب التاسع فی الطہار )  
**اگر میں گھر واپس آؤں تو گویا ماں کے ساتھ زنا کروں** | سوال :- میاں بیوی کے مابین کسی بات پر تنازعہ ہو تو شوہر نے

چادر اٹھا کر کہا کہ اگر میں اس گھر میں واپس آؤں تو گویا میں اپنی ماں بہن سے زنا کروں ۔  
 شرعاً ان الفاظ کا کیا حکم ہے؟ یہ شخص مظاہر شمار ہوگا یا نہیں؟  
**الجواب :-** فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ طہار میں اداۃ تشبیہ ہونا ضروری ہے بغیر اس کے طہار نہیں ہوگا۔ چونکہ صورت مسئلہ میں اداۃ تشبیہ نہیں لہذا اس سے نہ طہار واقع ہوگا نہ طلاق۔

قال العلامة الحصکفی : تعریفہ شرعاً تشبیہ المسلم زوجته بمحرم علیہ  
 تابیداً ۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۹۲۴ باب الطہار )

۱۰ قال المفتی عزیز الرحمن : سوال :- زید نے اپنی منکوحہ کو لڑائی اور غصہ کی حالت میں کہہ دیا کہ اگر میں تجھ سے جماع کروں تو گویا اپنی ماں یا بہن سے کروں، ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا طہار؟  
**الجواب :-** عالمگیریہ میں ہے : ولو قال ان وطئتُک وطئتُ اُتی فلاشی علیہ ۔ الخ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں طلاق و طہار کچھ نہیں ہوا۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۰ ص ۲۱۲ کتاب الطلاق)

۱۱ قال المفتی عزیز الرحمن : اگر یہ کہا زوجہ کو کہ اگر میں تیرے گھر میں گھسوں تو اپنی ماں سے بد فعلی کروں تو یہ بھی لغو ہے، نہ طہار ہے نہ طلاق۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۰ ص ۲۱۳ باب الطہار)  
 وَمِثْلُہُ فِی بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۳ ص ۲۲۹ کتاب الطہار۔

**بیوی کا خاوند کو بھائی کہنے سے ظہار لازم نہیں آتا** | سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک دن میں ایک ڈاکٹر صاحب سے یہ سنا کہ اگر عورت اپنے شوہر سے یہ کہہ دے کہ تو میرا بھائی ہے تو اس سے ظہار واقع ہو جاتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی شرعاً عورت کے ان الفاظ سے ظہار لازم ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** شریعت اسلامی میں ظہار کا تعلق مرد سے ہے، عورت کے ایسے الفاظ کہتے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اس سے کچھ نہیں ہوتا۔

قال الشيخ المفتی عزیز الرحمن رحمہ اللہ : اس صورت میں نکاح قائم ہے عورت کے اس کہنے سے کچھ نہیں ہوا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۱۰ ص ۲۱۱ باب الظہار)۔

**بار بار ظہار کے الفاظ منہ سے نکلنے کا حکم** | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے ابھی کفارہ ادا نہیں کیا تھا کہ پھر اس قسم کے الفاظ منہ سے نکلے پھر تیسری بار بھی اسی طرح کیا اس شخص پر تین دفعہ کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا یا ایک بار ادا کرنے سے ذمہ فارغ ہو جائے گا؟

**الجواب :-** اگر کسی نے اپنی بیوی سے کئی بار ظہار کے الفاظ کہے اور اس دوران کوئی کفارہ ادا نہیں کیا ہو تو ایک بار کفارہ ادا کرنے سے ذمہ فارغ ہو جائے گا، اور اگر ایک بار ظہار کر کے کفارہ ادا کر دیا پھر ظہار کیا تو دوبارہ کفارہ ادا کرنا ہوگا اس سے پہلے ادا کیا گیا کفارہ کفایت نہیں کرے گا۔

لما قال الشيخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی : واذا كر الظهار من زوجة واحدة فعليه كفارة واحدة الا ان ظاهر ثم كفر ثم ظاهر بعدا لكفارة فعليه كفارة اخرى۔ (الفتاویٰ المرأة المسلمة ج ۲ ص ۸۲ باب الظہار)

۱۔ قال الامام ابو بكر الجصاص الرازی، قال اصحابنا لا يصح ظهار المرأة من زوجها وهما ملك والتوى والليت والمشافعي۔ (احكام القرآن للجصاص ج ۵ ص ۳۱ في ظهار المرأة من زوجها) ومثله في احكام القرآن للتمحانوی ج ۵ ص ۸ المسئلة الرابعة۔



”اگر تجھے رکھوں تو اپنی ماں کو رکھوں“ کہنے سے طلاق کا حکم | سوال :- اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ ”اگر تجھے رکھوں تو اپنی ماں کو

رکھوں“ کیا ایسے الفاظ کہنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

الجواب :- چونکہ ان الفاظ میں ادات تشبیہ نہیں ہے لہذا صورت مرقومہ میں ظہار نہیں اور طلاق یا قسم کا ہونا خاوند کی نیت پر موقوف ہے، اگر اس نے طلاق کا ارادہ کیا ہے تو طلاق واقع ہو کر تجدید نکاح کافی ہے، اور اگر قسم کی نیت تھی تو یہ الفاظ ایلا میں شمار ہو کر اس میں بھی تجدید نکاح کافی ہے۔  
قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله : فعلم انه لا بد في كونه ظهاراً من

التصريح باداة التشبيه شرعاً۔ (البحر الرائق ج ۴ ص ۹۸ باب الظهار) | سوال :- اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے کہ تم میرے دس مرتبہ ظہار سے کفارہ کا حکم | اوپر میری ماں کی طرح دس مرتبہ ہو تو کیا یہ شخص ایک مرتبہ

کفارہ دے گا یا دس مرتبہ کفارہ دے گا ؟

الجواب :- کسی بھی لفظ کی تعداد ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسا اتنی بار اس نے اس لفظ پر تلفظ کیا ہو، جیسے کوئی شخص طلاق دیتے وقت لفظ طلاق عدد کا ذکر کرے تو اتنی طلاق واقع ہو جاتی ہیں، لہذا یہاں (صوت مشولہ میں) بھی دس مرتبہ ظہار واقع ہو چکا ہے، اس لیے یہ شخص دس بار کفارہ دے گا۔

قال العلامة المحقق : لو قال ان تزوجتك فانت على كظهر اى مائة مرة فعليه لكل مرة كفارة۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ ص ۲۶۷ باب الظهار)



لہ وقال العلامة ابن الهمام رحمه الله : فعلم انه لا بد في كونه ظهاراً من التصريح باداة التشبيه شرعاً ومثله ان يقول لها يا بنتي اذيا اختي ونحوه وفي مثل اُمِّي اوصافي يتوى فان كان ينوى الطلاق وقع بائناً۔ (فتح القدير شرح الهداية ج ۴ ص ۹۱ کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة۔ باب الايلاء)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمَخْتَارِ ج ۲ ص ۶۲۶ کتاب الطلاق۔ باب الايلاء۔

## باب الخلع

### (خلع کے مسائل واحکام)

**سوال :-** ایک شخص اگر جبرگہ رنجائیت کے سامنے وعدہ کرے کہ میں فلاں تاریخ تک بیوی سے اتنی رقم لے کر اس کو آزاد کر دوں گا، لیکن اب وہ شخص وعدہ پورا نہیں کر رہا، کیا اس کا وعدہ خلع متصور ہو کر عورت آزاد ہو سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** خلع میں میاں بیوی کے درمیان باقاعدہ ایجاب و قبول کرنا ضروری ہے صرف خلع کے وعدہ سے عورت کو آزادی نہیں ملتی کیونکہ خلع ایک عہد اور انشاء کا نام ہے۔  
قال ابن عابدین: يقال خالعت المرأة زوجها مخالعة اذا افتدت منه فخلعها۔  
رد المحتار ج ۲ ص ۶۰۴ باب الخلع ہلہ

**سوال :-** اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ خلع کرنے پر آمادہ ہو اور اس کے پاس بدل خلع نہ ہو اور کوئی دوسرا شخص ہو اس عورت کے ساتھ آزادی کے بعد نکاح کا ارادہ رکھتا ہو وہ بدل خلع کی ذمہ داری سے اٹھائے تو کیا اس شخص پر بدل خلع کی ادائیگی لازم ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** بدل خلع کی ادائیگی کی ذمہ داری اگر کوئی اجنبی شخص اٹھائے تو خلع واقع ہو کر عورت بائن ہو جاتی ہے اور اجنبی شخص پر بدل خلع کی ادائیگی لازم ہے تاہم اس کے بعد اس عورت سے نکاح کرنا الگ معاملہ ہے جس کے وجود یا عدم وجود پر خلع کا وجود موقوف نہیں۔

لہ وفي الهندية: وكذا لو قالت طلقتنی بكذا فقال نعم فليس بشئ لانه وعد۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۲ ص ۲۸۸ الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ)

وقال ابن نجيم: وشرعاً علی ما اخترناه ازالة ملك النكاح المتوقفة علی قبولها

يلتظ الخلع اوما فی معناه۔ (البحر الوائق ج ۲ ص ۲۷۰ باب الخلع)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۳ ص ۱۵۲ فصل واما الطلاق علی مال فهو فی احكامه كالخلع۔

قال العلامة الحسكفي: فان خالعهما الاب على مال ضامن له — وقال: كخلع مع اجنبي۔  
قال ابن عابدین: تحت هذا القول، وحاصل الامر فيه انه اذا خاطب الزوج فان اضاف  
البدل الى نفسه يفيد ضمانه له او ملكه اياه كاخلعها بالف على او على اتى ضامن  
صح والبدل عليه۔ (الدر المختار على ما مشرد المختار ج ۲ ص ۲۱۸ باب الخلع، مطلب في خلع الفضولي م ۱۰)

**نافرمان عورت سے خلع کرنا** | سوال :- اگر کسی شخص کی بیوی نافرمان ہو اور والدین  
کے گھر مدتوں بلا وجہ بیٹھی رہتی ہو، خاوند کے بار بار  
مطالبہ پر اس کے پاس نہ آتی ہو، تو اگر خاوند ایسی نافرمان عورت سے خلع کر کے کچھ رقم وصول  
کرے تو کیا خاوند کے لیے اس رقم کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر عورت کی نافرمانی بلا وجہ ہو اور خاوند اس میں قصور وار نہ ہو تو خاوند کے  
لیے خلع کر کے رقم لینے میں کوئی حرج نہیں، اس حالت میں حق مہر سے زیادہ رقم بھی خلع میں وصول کی جاسکتی  
ہے، البتہ اگر خاوند کی کسی کمزوری کی وجہ سے بیوی نافرمان ہو تو خاوند کے لیے حق مہر سے زائد رقم لینا  
اگرچہ قضاء جائز ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں۔

قال العلامة الحسكفي: وكره تعديماً اخذ شيء ويلحق به الابرار عملها  
عليه ان نشر وان نشرت لا ولومنه تشوز۔ ايضاً ولو باكثر مما  
اعطاها على الاوجه فتح وصح الشمنى كراهة الزيادة وتعبير الملتقى  
لابأس به يفيد انها تنزيهية۔ (الدر المختار على صدر رد المختار ج ۳ ص ۲۲۲ باب الخلع م ۱۰)

له قال العلامة ابن نجيم المصري: وفي البزارية الكبيرة اذا خلعها ابوها واجنبي باذنهما جاز  
والمال عليها۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۹۱ باب الخلع م)  
ومثله في فتح القدير ج ۲ ص ۴۹ باب الخلع

له قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: تحت قوله وكره له اخذ شيء ان نشرت  
ان نشرت لا اي لا يكره له الاخذ اذا كانت هي الكراهة اطلقه فشميل لقليل  
والكثير وان كان اكثر مما اعطاها وهو المذكور في الجامع الصغير والمذكور في الاصل كراهة  
الزيادة على ما اعطاها ينبغي حمله على خلاف الاولى۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۹۱ باب الخلع م)



**خاوند کی رضامندی کے بغیر قاضی کو خلع کرانے کا حق نہیں** | سوال :- ایک شخص صحت مال کے اعتبار سے نیز دیگر اعتبارات

سے بھی معیوب نہیں لیکن اس کی بیوی نے عدالت میں اس کے خلاف خلع کا دعویٰ دائر کر رکھا ہے جبکہ خاوند تفریق پر راضی نہیں، تو کیا قاضی خاوند کی رضامندی کے بغیر تفریق یا خلع کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جب خاوند بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا، ہو تو اس صورت میں خاوند کی رضامندی کے بغیر قاضی کو خلع و تفریق کرانے کا حق نہیں، کیونکہ طلاق اور خلع میں سے رضاد زوج شرط ہے۔

قال العلامة الكاساني: وأما ركنه فهو الإيجاب والقبول لأنه عقد على الطلاق بعوض فلا تقع الفرقة ولا يستحق العوض بدون القبول۔

رد ألع الصنائع ج ۳ ص ۱۲۵ کتاب الطلاق۔ فصل في الخلع ۲

وقال الامام السرخسي رحمه الله: والخلع جائز عند السلطان وغيره لانه عقد يعتمد التراضي كسائر العقود وهو بمنزلة الطلاق بعوض وللزوج ولاية إيقاع الطلاق ولها ولاية الالتزام بالعوض۔ (المبسوط للشعبي الأئمة السرخسي ج ۶ ص ۱۴۳ باب الخلع ۲)۔

**بدل خلع کی مقدار** | سوال :- کیا بدل خلع کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ اگر حق مہر سے زائد مال سے خلع کیا جائے تو خاوند کے لیے اس زائد مال کا لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** بدل خلع کے لیے کوئی خاص مقدار متعین نہیں، مياں بیوی کی باہمی رضامندی سے جس مقدار پر بھی اتفاق ہو تو خلع سے بیوی آزاد ہو جائے گی، تاہم اگر اس طرح سے باہمی جدائی کا سبب خاوند کا معاندانہ رویہ اور انسانیت سوز سلوک ہو تو خاوند کے لیے حق مہر سے زائد رقم لینا مکروہ ہے ورنہ بصورت دیگر ناخوشہ (نافرمان) عورت سے حق نکاح کے عوض جو مقدار بھی مقرر ہو خاوند کے لئے لینے میں کوئی حرج نہیں۔

لما في الهداية: وان كان النشور منها كرهت له ان يأخذ منها أكثر مما

له وفي الهندية: وشرطه (أي الخلع) شرط الطلاق۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۸)

الباب الثامن في الخلع وصافي حكمه۔ الفصل الأول في شرائط الخلع وحكمه ما يتعلق.

ومثله في الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۶۶ باب الخلع۔

اعطاھا..... ولواخذ الزیادة جاز قضاہاً۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۸۳ باب الخلع) ۱۔

**سوال :-** اگر میاں بیوی کی طبیعتوں میں ایک دوسرے سے ناچاکی کی صورت میں خلع بہتر ہے | لگاؤ نہ ہو اور ہر وقت ناچاکی رہتی ہو اور حدود اللہ کی رعایت

نہ رکھنے کا قوی اندیشہ ہو اس صورت میں اگر عہدت خلع کرنا چاہے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** جب طبائع میں ایک دوسرے سے ہم آہنگی کے بجائے آپس میں نفرت پیدا ہو رہی ہو اور اس سے مختلف معاشرتی اور اخلاقی مسائل پیدا ہو رہے ہوں تو ان حالات میں اکٹھا رہنے کی بجائے بذریعہ خلع علیہ ہو جانا بہتر ہے۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ : فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا يَقِيمَا حَدُّوَدَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ (البقرة آیت ۲۲۰) ۲۔

**سوال :-** اگر ایک شخص اپنی بیوی کو کسی رقم کے عوض طلاق دینے پر آمادہ ہو تو اس کے نافذ ہونے کے لیے کن شرائط کی رعایت ضروری ہے؟

**الجواب :-** کسی نقد رقم یا جائیداد خواہ حق مہر ہو یا اس سے زائد پر خاوند بیوی کو طلاق دینا چاہے تو اس صورت میں چونکہ عورت مقررہ مال کی خاوند کو ادائیگی کی پابند ہوتی ہے اس لیے اس کی صحت عورت کی قبول پر موقوف ہے، عورت اگر قبول نہ کرے تو خاوند اس سے جبری طور پر مطالبہ نہیں کر سکتا اور نہ عورت خاوند کو مال کے عوض طلاق دینے پر مجبور کر سکتی ہے، ایسی طلاق بالمال خلع کے نام سے موسوم ہے جس میں اگر خاوند تین طلاق اکٹھی دے دے تو منکوحہ مطلقہ منغلظہ کے حکم میں ہوگی ورنہ خلع سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔

۱۔ وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : نعم یکون اخذ الزیادة خلاف الاولى۔

(رد المختار علی الدر المختار ج ۲ ص ۶۰۴ باب الخلع)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۶۹۵ باب الخلع۔

۲۔ قال الرغینانی : واذا انتشاق الزوجان وخافا ان لا یقیمَا حدود اللہ فلا بأس بان تفتدی نفسها

منہ بمال یخلعہا بہ۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۸۳ کتاب الطلاق، باب الخلع)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرْ الْمُخْتَارِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۶۰۶ باب الخلع۔

لما قال العلامة ابن عابدینؒ :- واما ركنه فهو كما في البدائع اذا كان بعوض الإيجاب

والقبول - رد المحتار ج ۲ ص ۶۰۶، ۶۰۵ باب الخلع ۱۱۱

**بیٹے کی طرف سے باپ خلع نہیں کر سکتا** | سوال :- ایک نابالغ لڑکے اور نابالغ لڑکی کا نکاح دونوں کے والدین نے بچپن میں کر دیا تھا

اب جبکہ لڑکی بالغ ہو گئی ہے اور لڑکا ابھی تک نابالغ ہے، دونوں میں ناچاقی پیدا ہو کر لڑکی باپ کے گھر چلی گئی ہے، بعد میں لڑکے کے والد نے لڑکی والوں سے بدل خلع تین سو روپے لیکر خلع کر لیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا نابالغ لڑکے کی طرف سے باپ کا کیا گیا خلع درست ہے؟ اور لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** نابالغ نہ خود خلع کا اہل ہے اور نہ ہی والد اس کی طرف سے خلع کر سکتا ہے لڑکی تاحال لڑکے کے نکاح میں ہے اور کسی دوسری جگہ اس کا نکاح جائز نہیں، لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد صحیح صورت حال سامنے آ سکتی ہے۔

لما فی الہندیۃ : اذا خلع الاب علی ابنه الصغیر لا یصح ولا یتوقف علی اجازتہ . کذا فی فتاویٰ قاضیخان : خلع السكران والمکرہ جائز و خلع الصبی یا طل -  
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۱۴ الفصل الثالث فی الطلاق بالمال) ۱۱۱

۱۱۱ وفي الہندیۃ : ولوراد الزوج علی حرف الجواب فقال طلقتک ثلاثاً باللف عندانی حنیفۃ یتوقف علی قبولها فان قبلت یقع الثلاث ویلزمها ألف وان لم تقبل بطل و علی قولہما یقع للثلاث باللف قبلت ۱۱۱ لا کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان -

{ الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۹۶ }  
{ الباب الثامن فی الخلع }

۱۱۲ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ : وقید بالاثنی ای فی متن الکنز لانہ لو خلع ابنہ الصغیر لا یصح ولا یتوقف خلع الصغیر علی اجازۃ الولی -  
(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۲ ص ۹۱ باب الخلع )  
ومثله فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۵۳۶ باب الخلع -



**خلع طلاق بائن کے حکم میں ہے** | سوال :- جناب مفتی صاحب! خلع فقہاء احناف کے ہاں طلاق ہے یا فسخ نکاح ؟

**الجواب :-** اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، احناف کثر اللہ سوادہم کے نزدیک خلع طلاق بائن کے حکم میں ہے جبکہ شوافع اس کو فسخ نکاح میں شمار کرتے ہیں۔

قال العلامة الحصكفي: وقع طلاق بائن في الخلع رجعي في غيره وقوعاً  
قال العلامة ابن عابدين: تحت قوله ربائن في الخلع (لانه من الكنايات الدالة على قطع الوصلة فكان الواقع به بائناً - رد المحتار ج ۲ ص ۶۰۹ باب الخلع) لہ

**ایجاب خلع کے بعد شوہر کا رجوع صحیح نہیں** | سوال :- خلع میں شوہر نے ایجاب کیا، رجوع کے الفاظ کہے مگر اس کے باوجود بھی عورت نے خلع قبول کر لیا تو کیا اس سے خلع لازم ہوگا یا شوہر کا رجوع صحیح ہے ؟

**الجواب :-** خلع چونکہ مرد کی جانب سے یمن ہے اور یمن میں شرعاً رجوع نہیں کیا جاسکتا، اس لیے صورت مسئلہ میں شوہر کا رجوع کرنا درست نہیں بلکہ عورت کے قبول کر لینے سے خلع نافذ عمل ہوگا، البتہ اگر ایجاب عورت کی طرف سے ہو تو شوہر کا رجوع کرنا صحیح ہے۔

قال العلامة الحصكفي: هو يمين في جانبه لانه تعليق الطلاق بقبول المال فلا يصح رجوعه عنه قبل قبولها ولا يصح شرط الخيار له ولا يقتصر على المجلس أي مجلسه وينتصر بقبولها على مجلس علمها وفي جانبها معاوضة بمال فصحة رجوع قبل قبوله وصحة شرط الخيار لها - (رد المحتار ج ۲ ص ۶۰۹ باب الخلع) لہ

لہ قال الشيخ وهبة الزحيلي: يقع به طلاق بائنة ولو بدون عوض اؤنية في رأى الحنفية والمالكية والشافعية في الواجب واحمد في رواية - (الفقه الاسلامي وادلته ج ۲ ص ۵۴۵ البحوث الخ م ۱ آثار الخلع) كوشة في المهندية ج ۱ ص ۲۸۸ الباب الثامن في الخلع وما في حكمه -

لہ قال الشيخ وهبة الزحيلي: وذهب ابو حنيفة الى ان الخلع قبل قبول المرأة يمين من جانب الزوج فلا يصح الرجوع عنه لانه علق طلاقها على قبول المال والتعليق يمين اصطلاحاً ويعتبر معاوضة بمال من جانب الزوجة لانها التزمت بالمال في مقابل اقتداء نفسها وخلاصها من الزوج -

(الفقه الاسلامي وادلته ج ۲ ص ۵۴۵ البحوث الثاني، صفة الخلع -

**خلع کے بعد تجدیدِ نکاح صحیح ہے** | سوال :- ایک شخص نے بیوی کے ساتھ خلع کیا، اب وہ دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا

ہے، تو کیا شرعاً تجدیدِ نکاح سے نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟  
**الجواب :-** احناف کے ہاں چونکہ خلع سے طلاق بائن واقع ہوتا ہے اور طلاق بائن کے بعد تجدیدِ نکاح سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے، لہذا اگر صورتِ مسئلہ میں صرف خلع ہوا ہو تو دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

قال العلامة الحصكفي: الواقع ولو بلا مال (وبالطلاق) الصريح على مال طلاق

بائن۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۰۸ باب الخلع) ۱۷

**بسی و مجنون کا خلع نافذ العمل نہیں** | سوال :- کیا بسی و مجنون وغیرہ کا خلع صحیح ہے جب وہ اپنی بیوی سے بعض حق مہر یا دیگر اموال کے بدلے

خلع کرے؟

**الجواب :-** خلع ایک قسم کی طلاق ہے اس میں ہر اس شرط کا ہونا ضروری ہے جو طلاق کیلئے ضروری ہو، چونکہ بسی و مجنون اور معتوہ کی طلاق شرعاً صحیح نہیں اسلئے ان کا خلع کرا بھی درست نہیں۔  
 وفي الهندية: وخلع القبي باطلٌ والمعتوة والمغى عليه ومن مرض بنزلة القبي في ذلك هكذا في المبسوط۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۸ الباب الثامن في الخلع) ۱۸



۱۷ وفي الهندية: وحكمه وقوع الطلاق البائن كذا في التبيين۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۸ الباب الثامن في الخلع وما حكمه)

وَمَثَلُهُ فِي تَبْيِينِ الْحَقَائِقِ ج ۲ ص ۲۶۷ باب الخلع۔

۱۸ قال الشيخ الدكتور وهبة الزحيلي: يشترط في الخلع ما يأتي (أ) أهلية الزوج

لايقاع الطلاق بان يكون بالغاً عاقلًا في رأى الجمهور۔۔۔۔۔ فكل من لا

يصح خلعه كالقبي والمجنون والمعتوه ومن أفل عقله لمرض أو كبر سن۔

(الفقه الإسلامي وأدلته ج ۲ ص ۲۹۰ البحث الثالث، شروط الخلع)

## باب العنین

### (نامرد کے مسائل و احکام)

**زوجہ عنین کا حکم** | سوال :- ایک لڑکی کا نکاح ایک لڑکے سے کر دیا گیا، شادی کے بعد معلوم ہوا کہ لڑکا تو عنین و نامرد ہے اور حقوق زوجیت ادا نہیں کر سکتا، علاج و معالجہ سے بھی کوئی افاقہ نہیں ہوا، لڑکی جو ان ہے شرعاً اس مسئلہ میں کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** اگر خاوند کے عنین ہونے کا علم نکاح سے قبل منکوحہ کو ہو نیز عورت نے اس کے نامرد ہونے پر علم حاصل ہونے کے بعد اس کے نکاح میں رہنے پر ضامنہ ظاہرہ کی ہو اور خاوند نے اس کے ساتھ ایک دفعہ بھی جماع نہ کیا ہو تو پھر قاضی یا مسلمان حاکم کے حکم سے خاوند کو علاج معالجہ کیلئے ایک سال کی مہلت دی جائے گی، ایک سال میں اگر وہ صحتیاب نہ ہو سکا تو عورت کے مطالبہ پر قاضی یا مسلمان حاکم دونوں کے درمیان تفریق کر کے نکاح فسخ کر دے گا، اور اگر قاضی یا حاکم فسخ نکاح کے لیے ملتزم نہ ہوں تو عورت خود بھی اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہے جب وہ اپنے نفس کو اس کے نکاح سے علیحدہ کرنے کے لیے اختیار حاصل کرے۔

لما قال ابن عابدین: ویکیفی اختیار نفسہا ولا یحتاج الی القضاء کثیراً لعل فیہ قیل وهو الاصل۔ کما فی غایۃ البیان وفی البدائع عن شرح مختصر الطحاوی ان الثانی ای عدم الاحتیاج الی القضاء ظاہر الروایۃ۔ (رد المختار ج ۲ ص ۶۲۷ باب العنین، مطلب فی طبائع فصول السنۃ الاربع)۔ یہاں یہ یاد رہے کہ علاج معالجہ کیلئے ایک سال کی مہلت قاضی یا حاکم ہی کے حکم سے جھگڑنے کے وقت سے مقرر کی جائے گی، کسی دوسرے شخص کے کہنے سے قبل از خصومت و تنازع تقرر کا اعتبار نہ ہوگا۔

قال ابن عابدین: وعید بتأجیل غیر قاضی البلد الواجبة ولا یعتبر تأجیل غیر الحاکم کاؤنٹا من کان۔ (رد المختار ج ۲ ص ۶۲۷ باب العنین، مطلب فی عطف الحاکم علی العام) وفی الد المختار: ویؤجل من وقت الخصومة۔ (ج ۲ ص ۶۲۷)

باب العنین) لہ

لہ قال المرغینانی: واذا کان الزوج عیناً اجل الحاکم سنۃ فان وصل الیہا فیہا والافرق بیتہما اذا طلبت المرأة ذلك۔ (المہدیۃ ج ۲ ص ۳۹۹ باب العنین وغیرہ) ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۵۲۳ الباب الثانی فی العنین۔



**ابتداء اور ضامنہ کی سے خیار باطل ہو جاتا ہے** | سوال :- اگر کوئی عورت ابتداء

آمدگی ظاہر کرے اور سال دو سال بعد شوہر سے الگ ہوتے کا دعویٰ عدالت میں دائر کر دے تو کیا اس عورت کو شوہر سے الگ ہونے کا شرعاً حق حاصل ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر کوئی عورت شادی کے بعد اپنے شوہر کو عینین پائے تو اس کو بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے مگر جب وہ ایسے شوہر کے ساتھ رہنے پر آمادگی ظاہر کر دے تو پھر اس کو تفریق یعنی فسخ نکاح کا حق باقی نہیں رہتا۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي : اشترط الفقهاء بشرطين لثبوت الحق في طلب التفريق بالعيب وهما..... (۲) الا يرضى بالعيب بعد العقد فان كان طالب التفريق جاهلاً بالعيب ثم علم به بعد ابدام العقد ورضى به سقط حقه في طلب التفريق - (الفقه الاسلامي وادلتها ج ۵) شروط التفريق بالعيب (۱)۔

**خیار فسخ کے ختم ہونے کی شرائط** | سوال :- اگر ایک عورت کو کسی طریقہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ جماع پر قادر نہیں اس کے باوجود

وہ اس کے ظاہر ہی حسن و جمال یا اس کے مال و دولت کے لالچ کی وجہ سے اس سے نکاح کر لے اور کچھ عرصہ کے بعد اس بنا پر تفریق کا مطالبہ کرے کہ شیخ جماع پر قادر نہیں ہے تو کیا اس عورت کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** علماء احناف کے ہاں شوہر میں عیب کی وجہ سے فسخ نکاح کیلئے چند شرائط ہیں۔ (۱) یہ کہ اس عورت کو شوہر کے اُس عیب کا علم نکاح سے قبل ہو۔ (۲) یہ کہ اس عورت کو شوہر کا یہ عیب نکاح سے پہلے معلوم ہو اور اس کے باوجود وہ اس سے نکاح کر لے تو پھر اس کو طلب تفریق (یعنی نکاح فسخ کرنے) کا کوئی حق نہیں۔ اسی طرح صورتِ مشولہ

لہ قال العلامة ابن نجيم : وان اختارته بطل حقه..... اشار ببطلانه باختياره الى انه لوفوق بينهما ثم تزوجها - ثانياً لم يكن لها خيار لوضاها بحاله كما لو تزوجته عالمة بحالته على المفق به - (البحر الرائق ج ۴ ص ۱۲۵ باب العتین)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلَى صَدْرِهِ الْمُخْتَارِ ج ۳ ص ۲۵۰ باب العتین -

میں بھی اس عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں ہے۔

لما قال الشيخ أبو زهرة: ويشترط للتفريق في العنة والجب والخصاء ثلاثة شروط أولاً: تكون عالمة بذلك عند العقد فإن علمت به عند العقد ورضيت فانه ليس لها الحق في طلب التفريق بسببه۔

(الاحوال الشخصية ص ۲۵۶ التفريق للغيب) ۱۔

**نحسی اور عنین کا حکم ایک ہی ہے** | سوال :- جناب مفتی صاحب! جس طرح عنین کے لیے بغرض علاج معالجہ ایک سال کی مہلت ہے تو کیا نحسی کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی یا بغیر مہلت کے ہی میاں بیوی میں تفریق کی جائے گی؟

الجواب :- عنین اور نحسی دونوں کو قاضی علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دے گا تاکہ وہ اس مدت میں اپنا علاج کرا کے جماع کے قابل ہو سکے، اور اگر اس کے باوجود وہ جماع کے قابل نہ ہو سکے تو ایک سال کے بعد دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔

لما قال الشيخ الامام أبو زهرة: أما العنة والخصاء فلا يحكم القاضي بالتفريق فيهما بمجرد طلبها وثبوت عدم قبولها بل لا بد من تأجيلها سنة ويثبت انه لم يقربها وذلك لان عمر رضى الله عنه أجل التفريق سنة عندما طليت امرأة التفريق لأن زوجها لم يقربها۔ (الاحوال الشخصية ص ۲۵۶ التفريق للغيب) ۲۔

۱۔ قال الشيخ وهبة الزحيلي: اشترط الفقهاء شروطاً لثبوت الحق في طلب التفريق بالغيب وهما (۱) الا يكون طالب التفريق عالماً بالغيب وقت العقد فان علم به في العقد وعقد الزواج لم يحق له طلب التفريق لأن قبوله التعاقد مع علمه بالغيب رضا منه بالغيب۔ (الفقه الاسلامي وادلته ج ۲ ص ۵۲۱ شروط التفريق بالغيب)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ عَلَى صَدْرِهِ دَرِّ الْمَخْتَارِ ج ۳ ص ۵ باب العنین۔

۲۔ قال العلامة ابن نجيم المصري: وأجل سنة لوعنينا أو خصياً وهو من نزع

خصيته وبقي ذكره۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۲ باب العنین)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ عَلَى صَدْرِهِ دَرِّ الْمَخْتَارِ ج ۳ ص ۲۹۶ باب العنین۔



**مقطوع الذکر کا حکم** | سوال :- اگر کوئی شخص محبوب ہو (یعنی جس کا آلہ تناسل بالکل نہ ہو) تو کیا اسے بھی ایک سال کی مہلت دی جائے گی یا نہیں؟

**الجواب :-** رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد اگر کسی عورت کا شوہر محبوب یا مقطوع الذکر ہو جائے تو اس کو مہلت دینے میں چونکہ کوئی فائدہ نہیں اور نہ وہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے جو مہلت دینے سے مقصود ہوتا ہے اس لیے محبوب کو مہلت دینے سے بے فائدہ دونوں کے درمیان قاضی یا جج تفریق کر دے گا۔

قال العلامة ابن نجيم المصري : وجدت زوجها مجبواً فرق في الحال وهو من استوصل ذكره وخصيته ..... وانما لصريو جل لعدم الفائدة۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۲ باب العنين وغيره) لہ

**عقیم مرد سے فسخ نکاح کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک شخص جماع پر تو قادر ہے لیکن ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق اس کے مادہ منویہ میں اولاد پیدا کرنے والے براہیم ختم ہو چکے ہیں جبکہ اس کی بیوی تندرست اور بچے پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، تو کیا عورت نکاح فسخ کر سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** کسی کو اولاد دینا یا نہ دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جس کو چاہے بچے عنایت فرمائے اور جسے چاہے نہ دے، براہیم کا ختم ہونا کوئی عیب نہیں اور نہ ڈاکٹری رپورٹ حکم قطعی ہے، لہذا جب کسی عورت کا خاوند نفس جماع پر قادر ہو تو اسے یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنا نکاح بذریعہ عدالت فسخ کر لے۔

لما قال العلامة المرغيناني : اذا كان الزوج عنيئاً اجل الحاكم سنة فان وصل اليها فيها والافرق بينهما اذا طلبت المرأة ذلك۔ (الهداية ج ۲ ص ۳۹۹ باب العنين)

لہ قال العلامة علاؤ الدین الحسینی رحمہ اللہ : اذا وجدت المرأة زوجها مجبواً او مقطوع الذكر فقط او صغيرة جداً كالزهر ..... فرق الحاكم بطلبها ..... بينهما في الحال ولو بالمحبوب صغيراً لعدم فائدة التأجيل۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۲۹۴ باب العنين)



## باب العدة

### (عدت کے مسائل)

**سوال:** بیوہ عورت کی عدت کا خاوند فوت ہو جائے اس کو دوسرا نکاح کرنے کے لیے کتنی مدت انتظار کرنا پڑے گا؟ کیا حمل کی وجہ سے عدت میں کمی بیشی ممکن ہے یا نہیں؟

**الجواب:** جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کے لیے چار ماہ دس دن عدت گزارنا ضروری ہے، عدت کے دوران دوسرا نکاح یا اس کی دیگر سرگرمیوں میں وابستہ رہنا ناجائز اور حرام ہے۔ اور جو عورت حاملہ ہو اس کی عدت وضع حمل پر موقوف ہے، چاہے ایک گھنٹہ بعد ہو یا نو مہینے لگ جائیں۔

وقال الله تبارك وتعالى: وَأُولَاتِ الْأَحْصَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق ۴)  
وأيضاً قال عز وجل: وَالَّذِينَ يُتَوَقَّؤْنَ مِنْكُمْ وَيَذُرُونَ أَنْزِلُوا إِتْرَابًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ  
أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا (سورة البقرة آیت ۲۳۲)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں: لا یحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تتحد على ميت فوق ثلاث إلا على زوج أربعة أشهر وعشراً۔  
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۸۷) باب وجوب الإحداد في عدة الوفاة وتحريمه في غير ذلك إلا ثلاثاً  
وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: تحت قول الحنفی، وضع جميع حملها  
ای بلا تقدیر بمدة سواء ولدت بعد الطلاق أو الموت بيوم أو اقل۔  
رد المحتار ج ۲ ص ۶۵۶ باب العدة ۱۷

۱۷ قال العلامة قاضي خان رحمه الله: فان كانت المعتدة عن الطلاق أو الموت حاملاً فعدتها بوضع الحمل۔ وفيه أيضاً وعدة الوفاة على الحرة أربعة أشهر وعشراً۔

(الفتاوى قاضي خان علی هامش الہندیہ ج ۱ ص ۵۵) باب العدة

ومثله في الہندیہ ج ۱ ص ۵۲۸-۵۳۳ الباب الثالث العشر في العدة۔

**مطلقہ قبل الدخول کی عدت** | سوال ۱۔ اگر ایک شخص نے قبل الدخول اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو کیا ایسی حالت میں مطلقہ پر عدت

گزارنا ضروری ہے؟

**الجواب:** ہمبستری یا خلوت صحیحہ سے قبل طلاق دینے کی صورت میں مطلقہ کے ذمہ عدت گزارنا واجب نہیں، لہذا طلاق سے جدا ہو کر اس کے فوراً بعد یا تاخیر سے بغیر کسی تحدید مدت کے دوسری جگہ نکاح کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

لما قال الله عز وجل: وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّتٍ تَعْتَدْنَ لَهَا۔ (سورة الاحزاب آیت ۴۹) ۱۔

**سوال ۲:** اگر کسی شخص نے اپنی نابالغ بیوی کو ہمبستری کے بعد طلاق دیا ہو تو اس کی عدت کیا ہوگی؟

**الجواب:** نابالغ عورت حیض نہ ہونے کی وجہ سے مہینوں کے اعتبار سے عدت گزارے گی لہذا تین ماہ گزر جانے کے بعد مطلقہ آزاد ہوگی، تاہم اگر دورانِ عدت حیض کا خون آنا شروع ہو گیا تو پھر عدت مہینوں کے بجائے حیض سے شمار ہوگی۔ قال الله تعالى: وَاللَّائِي يُمْسِنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ (سورة الطلاق آیت ۴) وفي الهندية: والعدة لمن لم تحض لصغرها وكبرها بلغت بالثبوت ولم تحض ثلاثة أشهر كذا في النقاية، وكذا لو رأت دمًا يومًا ثم لم ترفع عدتها بالشهور وهو الصيغ ولو رأت ثلاثة دمًا ثم انقطع عدتها بالحیض۔ الخ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۵۲۶ باب العدة) ۲۔

۱۔ لما قال العلامة الكاساني رحمه الله: وشرط وجوبها دای العدة)۔۔۔۔۔ الدخول وما يجري مجرا لدخول وهو الخلوة الصحيحة۔ (بداية الصنائع ج ۳ ص ۱۹۱ باب العدة۔ فصل ومنها ان يكون النكاح الثاني صحيحاً)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۵۲۶ الْبَابُ الثَّلَاثُ عَشَرُ فِي الْعِدَّةِ۔

۲۔ قال العلامة برهان الدين المرغيناني: وان كانت ممن لا تحيض من صغرها وكبرها وعدتها ثلاثة أشهر۔ (الهداية ج ۲ ص ۲۰۴ باب العدة)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۴ ص ۱۳۰ بَابُ الْعِدَّةِ۔

**معتدة عدت کہاں گزارے گی** | سوال :- عدت گزارنے والی عورت کیلئے عدت کے دوران خاوند کے گھر کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ

رہائش اختیار کرنا کیسا ہے ؟

**الجواب :-** معتدة کے لیے خاوند کے گھر سے نکلنا جائز نہیں، جس گھر میں اس کو طلاق ملی ہو یا خاوند وفات پا گیا ہو عورت وہاں پر ہی عدت گزارے گی، اس لیے کہ جس عورت کے اخراجات خاوند کے ذمہ ہوں اس کے لیے خاوند کے گھر سے کسی وقت نکلنا جائز نہیں ہے۔ البتہ متوفی عنہا زوجہا کے لیے دن میں اتنی ضرورت کے لیے نکلنا مرنقص ہے کہ جتنے وقت میں اپنی دنیاوی ضرورت پوری کرے لیکن رات کو لازمی طور پر شوہر کے گھر آنا ضروری ہوگا، تاہم اگر مکان کرایہ کا ہو اور بیوہ کے لیے کرایہ کا انتظام مشکل ہو تو پھر اس ضرورت کے تحت والدین کے گھر ایام عدت گزار سکتی ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ الا ان تغرج او ينهدم المنزل او تخاف انه داه او تخاف تلف مالها او لا تجد كرايا البيت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لا قرب موضع اليه۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۷۲ باب العدة)۔

**دوران عدت خاوند کے گھر رہنا ضروری ہے** | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو نین طلاق دی، اب دونوں دوبارہ آبادی کیلئے

حلالہ پر راضی ہیں لیکن عورت چونکہ حاملہ ہے جس کے لیے وضع حمل کے بغیر دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں، اس صورت میں یہ عورت کہاں سکونت اختیار کرے گی؟ کیا خاوند کے ہاں رہ سکتی ہے؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ کے مطابق اس عورت کے لیے دوران عدت خاوند کے گھر رہنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے، تاہم اگر نکاح سے قبل خاوند کی طرف سے کسی فسق و فجور کا خطرہ ہو تو

لہذا فی الہندیۃ: علی المعتدة ان تعتد فی المنزل الذی یضاف الیہا بالسکنی حال وقوع الفرقة او الموت، وقیہ۔ وان اضطرت الی الخروج من بیتہا.... فی عدة الوفاة فلا بأس عند ذلک

ان تنتقل.... الخ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۳۵ الباب الرابع عشر فی الحداد)

ومثله فی البحر الرائق ج ۴ ص ۱۵۴ فصل فی الاحداد۔



اس کے انسداد کے لیے خلوت سے اجتناب کرنا یا دیگر احتیاطی تدابیر کا اختیار کرنا ضروری ہے تاکہ زنا وغیرہ کے ارتکاب سے بچا جاسکے۔

قال العلامة الحصكفي: لهما ان يسكنا بعد الثلث في بيت واحد، اذا امريلتقيا التقاء  
الازواج ولهم يكن فيه خوف فتنه وفيه عن المجتبى الافضل الحيلولة بستر ولو فاستقأ ثامراً الخ  
(الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۷۵ باب العدة) ۱۷

**زنا کے ارتکاب سے عدت متاثر نہیں ہوتی** | سوال :- اگر مطلقہ مغلطہ سے خاوند باوجود  
اقرار حرمت کے دوران عدت زنا کرے

تو کیا اس سے عدت پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** مطلقہ مغلطہ سے اگر خاوند دوران عدت زنا کا ارتکاب کرے تو عدت جاری  
رہے گی اس سے عدت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لمافي السندية: واما المطلقة ثلاثاً اذا جامعها زوجها في العدة مع علمه انها  
حرام عليه ومع اقراره بالحرمة لا تستأنق العدة۔

والفتاوى السندية ج ۱ ص ۵۳۲ الباب الثالث لعشر في العدة ۲۷

**عورت کا خاوند کے گھر میں عدت گزارنے کی وجہ** | سوال :- طلاق ہو جانے کے بعد

گزارنے کا پابند کیوں گیا ہے؟ جبکہ عورت کسی دوسری جگہ بھی عدت گزار سکتی ہے؟

**الجواب :-** اگرچہ عورت پر یہ لازم نہیں کہ وہ طلاق سے معتدة ہونے کی صورت میں خاوند کے

۱۷ قال ابن نجيم: فلا بأس بان يسكنا في بيت واحد اذا كان عدلاً سواء كان اطلاق رجعيًا او بائناً او ثلاً ولا فضل  
ان يحال بينهما في البيت أو بستر الا ان يكون الزوج فاستقأ في حال موافقة ثقة تقدر على الحيلولة  
بينهما۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۴ باب العدة فصل في الاحداد)

ومثله في السندية ج ۱ ص ۵۳۵ الباب الرابع عشر في الاحداد۔

۲۷ قال العلامة ابن عايدین: لو وطئها بعد الثلاث في العدة بلاكاح عالماً بحرمتها لا تجب

عدة اخرى لانه زنا۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۶۱ باب العدة)

ومثله في الخانية على هامش السندية ج ۱ ص ۵۵۳ فصل في انتقال العدة۔

گھر میں رہے، لیکن عدت کے دوران چونکہ اس کا نکاح دوسری جگہ نہیں ہو سکتا، اس لیے شریعت نے اس کے اخراجات کا (متبادل انتظام نہ ہونے تک) خاوند کو ذمہ دار قرار دیا ہے، مزید برآں یہ بھی ممکن ہے کہ عورت حاملہ ہو اور بچہ کی ولادت تک عورت خاوند کے حق میں مجبوس رہے گی، اس لیے عورت کے لیے خاوند کے گھر کے علاوہ کوئی اور بہتر جگہ میسر نہیں اور طلاق رجعی کی صورت ممکن ہے کہ عورت کا خاوند کے گھر میں رہنا دوبارہ تعلقات کی بحالی کا ذریعہ ثابت ہو۔

قال العلامة الامام الكاساني: وانما تجب هذه العدة اى عدة الاقراء لاستمرار الرحم فوجبت العدة ليعلم بها فراغ الرحم وشغلها. وايضا قال: وانها تجب لاطهار الحزن بفوت نعمة النكاح. (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۱۹۱، ۱۹۲ کتاب الطلاق فصل واما العدة بالشهر فروعاً وفي الفصل قبله

**عدت کی کم از کم مدت** | سوال :- غیر حاملہ عورت طلاق کے بعد دعویٰ کسے کہ میری عدت گزر گئی ہے تو کتنی مدت میں اس کے قول کو اعتبار دیا جائے گا؟

**الجواب :-** صاحبین کے نزدیک ایسے دعویٰ کے لیے کم از کم ۳۹ دن کا ہونا ضروری ہے کیونکہ کم از کم تین حیض کے لیے نو دن اور دو طہر کے لیے تین ایام درکار ہوں گے تاہم عورت کی عادت کو مد نظر رکھتے ہوئے ۳۹ سے زائد ایام کے وقت فیصلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة الحصكفي: قالت مضيت عدتي والمدة تحتمله وكذبها الزوج قبل قولها والاحتمله المدة لا. وقال العلامة ابن عابدين: في هذا المقام وعندهما اقل مدة تصدق فيها الحرة تسعة وثلاثون يوماً ثلاث حيض بتسعة ايام وطهران بثلاثين -  
(رد المحتار ج ۲ ص ۶۶۵ باب العدة - مطلب في وطئ المعتدة بشبهة) ۲

۱۔ قال الشيخ الدكتور وهبة الزحيلي: "في بيان وجه العدة" براءة الرحم وصون النسب واعطاء الفرصة الكافية للزوج بعد الطلاق ليعود لزوجته المطلقة -

(الفقه الاسلامي وادلته ج ۷ ص ۶۲۴ باب العدة)

۲۔ قال العلامة برهان الدين المرغيناني رحمه الله: واذا قالت المعتدة انقضت عدتي وكذبها الزوج كان القول قولها مع اليمين -

(الهداية ج ۲ ص ۴۴ کتاب الطلاق - باب العدة)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۴ ص ۱۵۶ باب العدة - كتاب الطلاق -



**سوال :-** اگر ایک باہمی تعلقات منقطع ہونے کے باوجود مطلقہ کیلئے عدت ضروری ہے | عورت اپنے خاوند سے بھاگ کر کسی اور شخص کے پاس مدت دراز تک غیر شرعی سرگرمیوں میں ملوث رہی اور کئی سالوں تک اس کا خاوند سے رابطہ نہیں رہا، اسی حالت میں اگر خاوند اس کو طلاق دیدے تو کیا اس عورت پر عدت گزارنا ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جب تک منکوحہ کو خاوند سے طلاق نہ ملے تو میاں بیوی کی عرصہ دراز تک باہمی جدائی سے نکاح متاثر نہیں ہوتا، نکاح کی موجودگی میں عورت کے ہاں جو بچہ پیدا ہو تو بوجہ نکاح خاوند سے اس کا نسب ثابت ہوگا، اس حالت میں نسب کا انتقام معان پر موقوف ہے۔ بایں وجہ جب تک نکاح کی بقا زوال پر منتج نہ ہو تو عورت کے لیے عدت ضروری ہوگی، اگرچہ عرصہ دراز تک میاں بیوی کا رابطہ منقطع رہا ہو۔

قال الله تبارك وتعالى: وَالْمُطَلَّقاتُ يَتَرَتَّبْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (سورة البقرة آیت ۲۴۰)  
وقال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام: "الولد للقراش" (رواہ ابوداؤد ج ۳ ص ۳۱) عن عروۃ  
عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ۱

**سوال :-** ایک عورت اپنے خاوند سے عدت کی ابتداء زوال نکاح سے شمار ہوگی | چار سال تک جدا رہی اور ایک دوسرے سے کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی، اب جبکہ خاوند نے خلع کر دیا ہے تو کیا اس عورت پر عدت ہوگی یا نہیں؟  
**الجواب :-** صورت مرقومہ کے مطابق میاں بیوی کے ایک عرصہ تک علیحدہ رہنے کے باوجود ان کا نکاح باقی ہے، زوال نکاح چونکہ خلع کرنے یا طلاق دینے سے آتا ہے اس لیے یہ عدت زوال نکاح سے شروع ہو کر عورت پر عدت لازم ہے۔

لما قال علاؤ الدین المصنفی: ومبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت علی الفور۔

رد المحتار علی ہاشم المحتاج ج ۲ ص ۶۶۲ باب العدة - مطلب فی وطئ المعتدة بشبهة ۲

۱ قال المرغینانی: ویثبت نسب لد المطلقۃ النرجیۃ اذا جاء لسننہن واكثر ما لم تقر یا نقضاء عدتہا۔  
(الہدایۃ ج ۲ ص ۶۹۹ کتاب الطلاق - باب العدة - ومثله فی رد المحتار ج ۲ ص ۶۶۲ باب العدة - فصل فی ثبوت النسب -

۲ قال المرغینانی: وابتداء العدة فی الطلاق عقیب الطلاق - (الہدایۃ ج ۲ ص ۶۹۹ کتاب الطلاق - باب العدة -

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۵۳ کتاب الطلاق، فی الباب الثالث عشر فی العدة -



**عدت کے اندر رجوع بالقول کافی ہے** | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی لیکن بعد ازاں عدت کے آخری ایام میں رجوع کا ارادہ کیا، باہمی تعلقات کا سہارا لینے کی بجائے صرف دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا ہے، تو کیا شخص مذکور اب عورت کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** عدت گزرنے سے قبل خاوند کا رجوع معتبر ہے، عدت کے دوران رجوع کے لیے کسی عملی اقدام کی بجائے رجوع بالقول ہی کافی ہے، اس لیے دو گواہوں کے سامنے اس کے رجوع کو اختیار دے کر دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار سکتے ہیں۔

لما فی الہندیۃ : قال وجعۃ ان یراجعہا بالقول ولشہد علی رجعتہا شاہدین - الخ  
(افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۶۸ کتاب الطلاق، البنا السادس فی الرجعة و فیما تحل بہ المطلقۃ وما یتصل بہ)

**عدت کے دوران عورت کے حمل اخراجات کا خاوند ذمہ دار ہے** | سوال :- اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دے کر

فارغ کر دیا ہو، اب جبکہ خاوند اور مطلقہ کے باہمی تعلقات مراجعت یا تجدید نکاح سے نہیں بنتے ہوں تو عدت کے دوران مطلقہ کے اخراجات کا کون ذمہ دار ہوگا؟

**الجواب :-** مطلقہ مغفلہ ہو یا بائنا، عدت کے دوران اس کی خوراک، پوشاک اور رہائش کے حمل اخراجات خاوند کے ذمہ ہیں، اگر خاوند باہمی رضامندی سے ان اخراجات کی ادائیگی کیلئے تیار نہ ہو تو عورت حاکم وقت یا قاضی کے ذریعہ اس سے ان حقوق کے حاصل کرنے کا حق محفوظ رکھتی ہے۔

قال المرغینانی: واذا طلق الرجل امرأته فلمها النفقة والسكنی فی عدتہا رجعیاً کان اوبائناً۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۴۲۱ کتاب الطلاق - باب النفقة) ۱

۱۔ قال المرغینانی: والرجعة ان یقول راجعتک اوراجعت امرأتی۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۴۲۳ کتاب الطلاق، باب الرجعة) ومثله فی رد المحتار ج ۲ ص ۵۴۳ کتاب الطلاق، باب الرجعة۔

۲۔ قال ابن عیینہ: تحت قول الحنفی: "وتجب لمطلقۃ الرجعی البائن" لان النفقة تابعة للعدۃ وقید بالرجعی والبائن احتراز عما لو اعتق ام ولده۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۲۶ باب النفقة - مطلب فی نفقة المطلقۃ.....)

ومثله فی الہندیۃ : ج ۱ ص ۵۵۵ کتاب الطلاق، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة۔

**عَدَّتِ وفات میں عورت کا نان و نفقہ کس کے ذمہ ہے** | سوال :- عَدَّتِ وفات میں جہاں بیوہ کو عَدَّتِ گزارنا لازم ہے اس کے اخراجات کی ادائیگی کس کے ذمہ ہے ؟

**الجواب :-** منکوحہ کے اخراجات خاوند کے ذمہ ہوتے ہیں لیکن خاوند کی وفات سے باہمی تعلق منقطع ہونے کی وجہ سے خاوند سے یہ ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے، چنانچہ ورثاء سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا، عورت کو اپنے اخراجات خود برداشت کرنے ہوں گے۔ تاہم جہاں کہیں عورت اخراجات پورا کرنے سے قاصر ہو تو پھر عصبہ (رشتہ داروں) پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

قال برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ : ولا نفقة للمتوفی عنها زوجها۔

الہدایۃ ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الطلاق - باب النفقة

وقال ایضاً : والنفقة لكل ذي رحم محرماً إذا كان صغيراً فقيراً أو كانت امرأة بالغة فقيرة۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۲۲۵ کتاب الطلاق - باب النفقة) لہ

**ایام عَدَّتِ میں عورت کا پنشن کیلئے جانا** | سوال :- میرا شوہر فوت ہو گیا ہے اور مجھے ہر ماہ اپنی پنشن کے لیے اپنے متعلقہ دفتر جانا پڑتا ہے جبکہ دفتر والے میرے بغیر کسی اور کو پنشن نہیں دیتے، غربت و افلاس کی یہ حالت ہے کہ اس کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا، تو کیا میں دورانِ عَدَّتِ پنشن لینے کے لیے گھر سے باہر جاسکتی ہوں یا نہیں ؟

**الجواب :-** اگرچہ عورت کے لیے دورانِ عَدَّتِ گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے مگر ضرورتِ شدیدہ کو شریعتِ مطہرہ نے مستثنیٰ کیا ہے، اس لیے اگر آپ کا بغیر پنشن کے گزارہ نہیں ہوتا ہو تو آپ اس مجبوری کی وجہ سے پنشن لینے کے لیے جاسکتی ہیں

لہ قال المصنفی : لا نفقة لاحد عشر ا وعد منها معتدة موت۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۷۳)

باب النفقة، مطلب لا تجب علی الای نفقة زوجة ابنته الصغیر

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۵۵۸ کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات وفيه ستة

فصول، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة۔

مگر ضرورت پورا ہوتے ہی فوراً واپس آنا ضروری ہے۔

قال العلامة الحسکفی: وتعدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا ینخرجان منه الا ان تخرج او یتهدم المنزل او تخاف ان یتهدم او تلف مالها ولا تجد کراء البیت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لأقرب موضع الیہ۔ (الدر المختار علی صرر المختار ج ۳ ص ۵۳۶ فصل فی الحداد) ۱۷

**دوران عدت عورت کا ویزہ کے حصول کیلئے نکلنا** | سوال :- اگر غریب الوطنی میں کسی عورت کا شوہر فوت ہو جائے

اور دوران عدت عورت کو ویزہ لگوانے کی ضرورت پڑ جائے اور عورت کے جائے بغیر ویزہ لگوانا ممکن نہ ہو تو کیا یہ عورت دوران عدت ویزہ لگوانے کیلئے متعلقہ دفتر جاسکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب:** عدت طلاق کی ہو یا وفات کی دونوں کے دوران عورت کا بلا ضرورت شرعی کے گھر سے نکلنا جائز نہیں، البتہ اگر ضرورت اتنی شدید ہو کہ اُس کے جائے بغیر مسئلہ حل نہ ہوتا ہو تو اس مجبوری کی خاطر عورت گھر سے نکل سکتی ہے مگر رات کو گھر واپس آنا بہر حال ضروری ہے، لہذا صورتِ مسئلہ میں عورت ویزہ کے لیے دوران عدت جاسکتی ہے۔

قال العلامة الحسکفی رحمہ اللہ: وتعدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا ینخرجان منه الا ان تخرج او یتهدم المنزل او تخاف ان یتهدم او تلف مالها أو لا تجد کراء البیت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لأقرب موضع الیہ۔ (الدر المختار علی صرر المختار ج ۳ ص ۵۳۶ فصل فی الحداد) ۱۷

۱۷ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: فقالوا لا تخرج المعتدة عن طلاق او موت الا لضرورة لأن المطلقة تخرج للضرورة بحسبها لیلاً کان او نہاراً والمعتدة عن موت كذلك۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۳ فصل فی الحداد)

۱۸ ایضاً (حوالہ مذکورہ بالا)



**دارالحرب میں نو مسلم عورت کی عدت کا حکم** | سوال :- اگر کوئی غیر مسلم شادی شدہ

عورت دارالحرب میں مسلمان ہو جائے تو کیا یہ عورت عدت گزار کر کسی مسلمان مرد سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتی ہے تو عدت گزارنے کا کیا طریقہ ہوگا؟

**الجواب :-** جب کوئی غیر مسلم عورت دارالحرب میں مسلمان ہو جائے اور وہاں تاسنی شرعی نہ ہو تو اولاً تین حیض متدرجہ گزار کر پہلے شوہر سے آزاد ہو جائے گی اور پھر تین حیض عدت گزارنے کے بعد کسی مسلمان مرد سے اس کا نکاح صحیح اور درست ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: ولو اسلم احد هاتمه لم تبين حتى تعيض ثلاثاً وتمضي ثلاثة اشهر قبل اسلام الآخر. قال ابن عابدين: وهل تجب لعدة بعد مضي هذه المدة. رد المحتار ج ۲ ص ۶۲ باب نکاح الکافر لہ

**عدت و وفات کے دوران حج کے لیے جانا** | سوال :- جناب مفتی صاحب! میں نے اپنے بھائی کے ساتھ حج کے لیے داخلہ

کیا ہے اور منظوری بھی ہو چکی ہے کہ اس دوران میرے شوہر کا انتقال ہو گیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا میں اس حالت میں (عدت کے دوران) حج کی ادائیگی کے لیے جا سکتی ہوں؟

**الجواب :-** بیوہ عورت کا عدت کے دوران شرعاً بلا ضرورت شدیدہ کے گھر سے نکلنا جائز نہیں، البتہ جہاں جان و مال یا کسی اندام کے تلف ہونے کا خطرہ ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے نکلنا مخصص ہے۔ حج اگرچہ اسلامی فریضہ ہے مگر علی الفور نہیں، لہذا اگر داخلہ کرنے اور منظوری ہو جانے کے بعد رقم واپس مل سکتی ہو تو حج یا دیگر کسی بھی سفر کیلئے نکلنا جائز نہیں اور اگر رقم واپس ملنے کا امکان نہ ہو تو پھر مجبوراً سفر حج پر جانے میں کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة علاؤ الدین الحصكفي رحمه الله: لا يخرج من بيتها الا ان

لہ قال العلامة المرغینانی رحمہ اللہ: و اذا سلمت المرأة في دار الحرب وزوجها كافراً واسلم الحرب، وتحتها محوسية لم يقع الفرقة عليها حتى تعيض ثلاث حيض ثم تبين من زوجها.

(الهداية ج ۲ ص ۲۲۱ باب نکاح اهل الشرك)

وَمَثَلُهُ فِي شَرْحِ الْوَقَايَةِ ج ۲ ص ۶۱۱ يَابِ نِكَاحِ الرِّقِّيقِ وَالْكَافِرِ.

تخرج او ينهدم المنزل ..... فتخرج لا قرب موضع اليه۔

(الدرا المختار على صدر رد المحتار ج ۳ ط ۵۳۶ باب الحداد) لہ

**حیض نہ آنے کی صورت میں مطلقہ کی عدت کا حکم** | سوال :- اگر کسی عورت کو شوہر طلاق دیدے اور کئی ماہ سے اس کو حیض بھی

نہیں آ رہا ہو جبکہ عورت کی عمر بھی تقریباً ۲۵، ۲۶ سال ہے، تو اس عورت کی عدت کا کیا طریقہ ہوگا؟ کیا یہ عورت حیض آنے تک انتظار کرے یا تین ماہ بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟  
الجواب :- حنفیہ کے نزدیک مطلقہ کی عدت اصل بالاحیاض ہے، عدت بالاشہار ایسے کے اور صغیرہ کے ساتھ خاص ہے، اس لیے یہ عورت مدت ایساں تک انتظار کرے گی۔ مگر آج کل مجبوری کی وجہ سے متأخرین فقہاء نے امام ماکٹ کے قول "ایک سال تک انتظار کر کے دوسرا نکاح کرنے پر فتویٰ دیا ہے، تاہم اس قول پر عمل تب ہوگا جب علاج معالجہ کے بعد بھی حیض نہ آئے اور یہ دوسرا نکاح بھی باجائز قاضی و حاکم ہو۔

قال الشیخ اشرف علی التہانوی رحمہ اللہ حنفیہ کے نزدیک تو مدت ایساں تک انتظار حیض ضروری ہے اور مالکیہ کے نزدیک نو مہینے اور بقول معتد ایک سال وقت طلاق سے عدت ہے اور ضرورت کے وقت اس قول پر عمل جائز ہے۔ (امداد الفتاوی ج ۲ ص ۹۹ کتاب الطلاق، فصل فی العدة والرجعة) لہ

**عدت طلاق کے دوران شوہر کا انتقال ہو جانا** | سوال :- کسی عورت کو شوہر نے دو طلاقیں دیں، عدت کے دوران ہی

لہ قال الشیخ صدر الشریعة رحمہ اللہ : وتخرج معتدة بالموت فی الملکون رای التلیل والنہار) وتبیت فی منزلہا اذا لا تقعہا فتحتاج الی الخروج ..... وتعتد فی منزلہا وقت لفرقة والموت والطلاق الا ان تخرج او خاقت تلف مالہا والا نہدام۔

(شرح الوقایة ج ۲ ص ۱۵۳ باب العدة۔ کتاب النکاح)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۲ ص ۱۲۳ باب العدة۔ کتاب النکاح۔

لہ قال الشیخ وھبۃ الزحیلی : سنة كاملة لممتدة الطهر التي لم یحبثھا الحيض او جاءھا ثم انقطع ولم تبلغ سن الیاس۔ (الفقه الاسلامی وادلتہ ج ۴، الفصل الرابع فی العدة والاستبراء)



اس کا انتقال ہو گیا، تو اب یہ عورت کون سی عدت گزارے گی، عدت وفات یا عدت طلاق؟  
**الجواب:**۔ اس مسئلہ میں علماء اُمت کا اتفاق ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کی عدت کے دوران انتقال کر جائے کہ اس کی مطلقہ بیوی کی عدت، عدت طلاق سے عدت وفات میں تبدیل ہو جائے گی، لہذا یہ عورت عدت طلاق کی بجائے عدت وفات (چار ماہ دس دن) گزارے گی بشرطیکہ شوہر نے طلاق رجعی دی ہو۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي : اذا مات الرجل في اثناء عدّة زوجته التي طلقها طلاقاً رجعياً انتقلت بالاجماع من عدتها بالاقراء او الاشهر الى عدّة وفاة وهي اربعة اشهر وعشرة ايام سواء اكان الطلاق في حال الصحة ام في حال مرض الموت لان المطلقة رجعيّاً تعد زوجة ما دامت في العدّة وموت الزوج يوجب على زوجته عدّة الوفاة۔ (الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۲، مفصل الرابع في العدّة والاستبراء له

**سوال:**۔ اگر کوئی عورت زنا کی مرتکب ہو اور وہ اس حاملہ من الزنا عورت کی عدت

زنا سے حاملہ بھی ہو تو کیا ایسی عورت شادی کے لیے وضع حمل کا انتظار کرے گی یا نہیں؟ اور اگر حمل نہ ہو تو کیا اس عورت پر عدت ہے یا نہیں؟  
**الجواب:**۔ عدت کی مشروعیت ایک متفقہ مسئلہ کے تحت کے انقطاع کی صورت میں ہوتی ہے اس کے علاوہ کسی اور جگہ میں مشروعیت نہیں لہذا حاملہ من الزنا کیلئے کوئی عدت نہیں مگر شوہر جماع کرنے کے لیے ایک حیض تک انتظار کرے کہ کہیں حاملہ نہ ہو، اگر ہو تو وضع حمل تک جماع کرنا جائز نہیں۔

قال الكاساني: ولا تجب على الحامل بالزنا لان الزنا لا يوجب العدّة الا انه اذا تزوج امرأة وهي حامل من الزنا جاز النكاح عند ابی حنيفة ومحمد لا يجوز له ان يطأها ما لم تصنع لسلا يصير ساقياً مادة زرع غيره۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۱۹۳ فصل واما عدّة الحبل) ۲

قال المرغيناني: اما اذا كان رجعيّاً فعليها عدّة الوفاً بالاجماع۔ (الهداية ج ۲ ص ۴۲ باب العدّة)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۳ ص ۲۲۲ فُصِّلَ فِي بَيَانِ انْتِقَالِ الْعِدَّةِ وَتَغْيِيرِهَا۔

۲ قال ابن نجيم: وقد منان الحامل من الزنا لاعدتها عند ولادتها نكاحها لغير الزاني وان حرما الوطء ولما الكلام فيما اذا تزوجت على قول ابی حنيفة ومحمد وهي حامل من الزنا ثم طلقها او مات عنها فانها تعتد بوضع الحمل۔ (المرآة ج ۲ ص ۱۲۳ باب العدّة) — وَمِثْلُهُ فِي اِمْدَادِ الْاَحْكَامِ ج ۲ ص ۸۴۶ باب العدّة۔



**عدتِ وفات شوہر کے گھر گزارنا لازمی ہے** | سوال :- اگر کوئی عورت گھریلو ناپاکی کی وجہ سے میکے والدین کے گھر چلی جائے

اور وہاں وہ کئی سالوں تک ناراض بیٹھی رہے کہ اچانک اس کا شوہر فوت ہو جائے تو اب یہ عورت عدتِ وفات کہاں گزارے گی؟ والدین کے گھر میں یا شوہر کے گھر میں؟

**الجواب :-** عدتِ وفات ایک قسم کا سوگ ہے جو کہ شرعاً شوہر کے گھر میں گزارنا لازمی ہے، شوہر کا گھر عورت کا اپنا گھر ہے، میکے میں جانا اس کا اتفاقی حادثہ ہے لہذا یہ عورت عدتِ وفات شوہر کے گھر گزارے گی، تاہم اگر اس کا شوہر کے گھر رہنا باعثِ فتنہ و فساد ہو تو پھر اس مجبوری کی خاطر والدین کے گھر میں بھی عدتِ وفات گزارنا مخصص ہے۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی: تعتد فی المنزل یضاف الیہا بالسکنی حال وقوع الفرقة والموت ولہذا لو زارت اہلہا وطلقتہا زوجها کان علیہا ان تعود لی منزلہا فتعتد فیہ۔ (الہدایۃ علی صدر فتح القدیر ج ۴ ص ۱۶۶ باب العدۃ) لہ

**عدتِ وفات کے دوران عورت کا بیماری کی وجہ سے والدین کے گھر جانا** | سوال :- اگر کوئی عورت

عدتِ وفات کے دوران بیمار ہو جائے اور شوہر کے گھر میں اس کی تیمارداری کے لیے کوئی نہ ہو تو کیا اس مجبوری کی وجہ سے اس کے والدین علاج معالجہ کے لیے اسے اپنے گھر لاسکتے ہیں یا نہیں؟

**الجواب :-** عدتِ وفات کے دوران اگرچہ عورت کے لیے شرعاً شوہر کے گھر سے نکلنا جائز نہیں مگر اس میں ضروریاتِ مستثنیٰ ہیں، انہی ضروریات میں بیماری بھی داخل ہے، اس لیے اس مجبوری کی وجہ سے بیوہ عورت کے والدین کا اسے علاج کی غرض سے اپنے گھر لانا جائز ہے۔

لہ وفق الہندیۃ، علی المعتدۃ ان تعتد فی المنزل الذی یضاف الیہا بالسکنی حال وقوع الفرقة والموت.... ولو كانت زائرة اہلہا او كانت فی غیر بیتہا لامر حین وقوع الطلاق انتقلت الی بیت سکناہا بلا تاخیر۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۵۳۵ فصل فی الحداد)

ومثلہ فی البحر الرائق ج ۴ ص ۵۴۱ فصل فی الحداد۔

قال العلامة المحصن<sup>۲</sup>، وتعتد ان في بيت وجبت فيه الا ان تخرج او ينهدم المنزل او تغاف انهدامه او تلف ما لهما ولا تجد كراء البيت ونحو ذلك من الضرورة -  
 (الدرا المختار على هامش رد المحتار ج ۳ ص ۵۳۶ باب الحداد) لہ

**سوال:** اگر  
**ہر بیوی کے لیے عدت وقات اپنے اپنے گھر میں گزارنا لازمی ہے** کسی شخص کی

کی دو بیویاں ہوں اور ہر ایک کا مکان الگ الگ ہو اور شوہر کسی ایک بیوی کے مکان میں وفات پا جائے تو دوسری بیوی عدت وقات کہاں گزارے؟

**الجواب:** عورت جس گھر میں رہتی ہو وہ اسی گھر میں ہی عدت وقات و طلاق گزارے، حتیٰ کہ اگر یہ عورت اپنی سوکن کے ہاں اظہار تعزیت کے لیے گئی ہو تو واپس آکر عدت کے ایام اپنے ہی گھر میں گزارے۔

قال العلامة علاؤ الدین المحصن رحمہ اللہ: طلقت اومات وہی زائرة في غير مسكنها عادت اليه فوراً الوجوبه عليها وتعتدان اي معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه ولا يخرجان منه الا ان تخرج -

(الدرا المختار على هامش رد المحتار ج ۳ ص ۵۳۶ بالعدۃ فصل في الحداد) لہ

لہ قال العلامة ابن نجيم: (تحت قوله وتعتدان في بيت وجبت فيه الا ان تخرج او ينهدم) اي معتدة الطلاق والموت تعتدان في المنزل المضافات اليهما بالسكنى وقت الطلاق والموت ولا يخرجان منه الا للضرورة لما تلونا من الآية -

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۴ فصل في الحداد)

وَمِثْلُهُ فِي اِمْدَادِ الْفَتَاوَى ج ۲ ص ۴۸ كتاب الطلاق، باب العدة -

سے قال في الهندية: على المعتدة ان تعتد في المنزل الذي يضاف اليها بالسكنى حال وقوع الفرقة والموت، كذا في الكافي: لو كانت زائرة اهلها او كانت في غير بيتها لامر حيت وقوع الطلاق انتقلت الى بيت سكنها بلا تاخير -

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۳۵ الباب الرابع عشر في الحداد)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۱۵۴ فصل في الاحداد -

**حیض والی عورت کی عدت حیض سے ہے** | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو حالت رضاعت میں طلاق دی ہے جبکہ اس عورت کو رضاعت کی وجہ سے دو یا اس سے زائد ماہ تک حیض منقطع ہوتا ہے، اب اس عورت کے لیے عدت کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا تین ماہ عدت گزار کر نکاح تانی کر سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جن مستورات کو حیض تو آتا ہو مگر کسی عارضی وجہ سے بند ہو تو ان کے قے عدت بالا حیاض ہے اگرچہ تین چار سالوں میں پوری ہو جائے، چونکہ صورت مسئلہ میں رضاعت کی وجہ سے حیض عارضی طور پر بند ہے اس لیے اس عورت کو تین حیض آتے تک انتظار کرنا پڑے گا یہی اس کی شرعی عدت ہے۔

قال العلامة الحصکفی: وهي في حق حرة ولو كتابية تحت مسلم تحيض لطلاق ولو رجعية اذ فسخ جميع اسبابه بعد الدخول حقيقة اذ حكما... ثلاث حيض كوامل الخ۔ (الدر المختار علی مدرد المحتار ج ۳، باب العدة) ۵

**شوہر مرزائی یا عیسائی ہو جائے تو عورت پر عدت واجب ہے** | سوال :- اگر کسی عورت

کا شوہر عیسائی، قادیانی یا یہودی ہو جائے جس کی وجہ سے اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، کیا ایسی عورت پر عدت واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** شریعت اسلامی میں ہر اس جدائی پر عدت واجب ہے جو میاں بیوی کے مابین کسی وجہ سے آجائے، صورت مسئلہ میں چونکہ خاندان کے بوجہ غیر مسلم ہو جانے کے دونوں کے درمیان جدائی خود بخود آگئی لہذا اس عورت پر عدت لازمی ہے۔

قال في الہندیۃ: وان أُخبرت المرأة ان زوجها قد ارتد لہا ان تتزوج باخر بعد انقضاء العدة في رواية الاستحسان وفي رواية السير

لہ قال العلامة برہان الدین المرغینانی رحمہ اللہ: وهي حرة مدّت حیض فعدّتها ثلاثة اقراء، لقوله تعالى: وَالْمُطَلَّقاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ۔ (الہدایۃ ج ۲ مک ۱۱ باب العدة)

ومثله في شرح الوقایۃ ج ۲ ص ۱۴۴ باب العدة۔



لیس لها ان تتزوج قال شمس الأئمة السرخسی الا صمروا یدیه الاستحسان ۔

(افتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۳۲۳ الباب النکاح الکافر ص ۱۷)

**خلوت صحیحہ کے بعد عدت طلاق کا حکم** | سوال :- والدین نے ایک جگہ اپنے بیٹے کی شادی کر دی مگر بیٹا وظیفہ زوجیت ادا کرنے کے قابل نہ تھا صرف ایک رات بیوی کے پاس چلا گیا اور بغیر جماع کیے صبح باہر آکر گواہوں کے سامنے منکوحہ کو طلاق دے دی کیا اس عورت پر عدت واجب ہے یا نہیں؟  
الجواب :- خلوت صحیحہ (یعنی شوہر اور بیوی کا ایک کمرہ میں بلا کسی رکاوٹ و ممانعت کے ایک دوسرے کے ساتھ ملنا) ایک قسم کا جماع ہے اس لیے صورت مشولہ میں اس مطلقہ کے ذمے عدت طلاق گزارنا لازمی ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ : والخلوۃ بلا مانع حسی شرعی کا الوطی ولو کان الزوج مجبواً او عیناً او خصیاً او غشیاً ان اظهر حالہ فی ثبوت النسب وتاکد المهر والنفقة والسکنی والعدۃ۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۴ مطلب حکم الخلوۃ ص ۱۷)

**شادی شدہ حاملہ من الزنا کی عدت** | سوال :- اگر ایک شخص اپنی بیوی کو اس بات پر طلاق دے کہ وہ بدکردار ہے جبکہ یہ عورت زنا سے حاملہ بھی ہو تو اب یہ عورت تین حیض عدت گزارے گی یا وضع حمل تک انتظار کرے گی؟  
الجواب :- شریعت اسلامی نے عدت کی دو قسمیں مقرر کی ہیں (۱) جو عورت حاملہ نہ ہو

لہ قال العلامة برہان الدین المرغینانی :- ثم ان کان الزوج هو المرتد فلها کل المهر ان دخل بها ونصف المهر ان لم یدخل بها۔

(الہدایۃ ج ۲ ص ۲۳ فی فصل نکاح اہل الشریک)

وَمِثْلُهُ فی شرح الوقایۃ ج ۲ ص ۶۲ فی باب نکاح اہل الرقیق ۔

۲ قال فخر الدین قاضی خان : المہریتا کد بثلاث بالوطء ومواحد الزوجین وبالخلوة الصبیحة والخلوة الصبیحة ان یجتمعا فی مکان لیس هناك مانع یمنعہ عن الوطی حساً او شرعاً او طبعاً۔ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۳۹۶ فصل الخلوۃ وتاکد المهر) وَمِثْلُهُ فی الہندیۃ ج ۱ ص ۳۱۲ الفصل الثانی فیما یتاکد بہ المهر والمتعہ ۔

تو اس کی عدت بالاقراء ہے۔ (۲) جو عورت حاملہ ہو (اس بات سے قطع نظر کہ یہ حمل شوہر سے ہے یا کسی غیر سے) تو اس کی عدت وضع حمل تک ہے، لہذا صورتِ مسئلہ میں یہ عورت وضع حمل تک انتظار کرے گی۔

قال العلامة الحصکفی: والحامل مطلقاً ولوامة او کتابیة او من زنا تغد بالوضع۔  
قال ابن عابدین: اذا حبلت المعتدة وولدت تنقضي به العدة سواء كان من المطلق او من زنا۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۶۱۰ باب العدة) ۱

**عدتِ وفات میں جوؤں کی تلفی کیلئے شیمپو استعمال کرنا** سوال: جناب مفتی صاحب! میرے شوہر کی وفات کو

تقریباً دو ماہ ہو گئے ہیں اور مجھے سر میں جوؤں کی سخت شکایت ہے، کیا از روئے شرع جوؤں کی تلفی کے لیے ملنے والا شیمپو استعمال کر سکتی ہوں یا نہیں؟

**الجواب:** اگرچہ عدتِ وفات کے دوران معتدہ کے لیے زیب و زینت کرنا جائز نہیں مگر بعض حالات ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں جن میں ایک بیماری بھی ہے، اس لیے آپ جوؤں کو ختم کرنے کے لیے ایسی ادویات استعمال کر سکتی ہیں جن میں خوشبو نہ ہو، چونکہ جوؤں کی تلفی کے لیے ملنے والے شیمپو میں خوشبو ہوتی ہے اس لیے اس کا استعمال شرعاً جائز نہیں، تاہم اگر کوئی ایسا شیمپو ہو جو بغیر خوشبو کے ہو تو اس کا استعمال مرنخص ہے۔

قال الحصکفی: والذہن ولو بلا طیب کزیت خالص... الا بعد مراجع للجمع اذا الضرورات تبیح المحظورات۔ قال ابن عابدین: او تشکی رأسها فتدھن وتمشط بالاسنان الغلیظة المتباعدة من غیر ارادة الزینة لان هذا تداء ولا زینة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۰۱ فصل فی الحداد) ۲

۱۔ قال ابن نجیم: قوله للحامل وضعه ای عدة الحامل وضع الحمل لقوله تعالى: واولا الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن اطلقها فشمّل الحرة والامة المسلمة والکتابیة مطلقاً او متاركة فی النکاح لفاو ووطی بتشبهة والمتوفی عنها زوجها لا طلاق<sup>الایة</sup>۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۳ باب العدة) ومثله فی امداد الاحکام ج ۲ ص ۸۲۱ باب العدة۔

۲۔ قال ابن نجیم: قوله: الا بعد رمتعلق بالجمع لا بالذہن وحده فلم یسل الحریر للعکة والقمل ولها الا کتعال للضرورة۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۱ فصل فی الحداد)

ومثله فی امداد الفتاوی ج ۲ ص ۵۱۱ باب العدة والحداد۔



**عدتِ وفات میں چوڑیاں پہننا** | سوال :- کیا وہ عورت جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو وہ اس کے ہاتھوں میں ہوں تو ان کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس کے لیے چار ماہ دس دن زینب و زینت اور بناؤ سنگھار کرنا حرام ہے اس قسم کے مجملہ امور کو ترک کرنا ضروری ہے، چونکہ چوڑیاں پہننا بھی زینت ہی کی ایک قسم ہے اس لیے عدتِ وفات میں ان کو پہننا جائز نہیں اور اگر پہلے سے ہاتھوں میں ہوں تو ان کا اتارنا لازمی ہے۔

قال العلامة الحصكفي: بترك الزينة بحلی - قال ابن عابدین: ای بجميع انواعه من فضة وذهب وجواهر بحر - قال القهستاني: والزينة ماتتین به المرأة من حلی او كل - (رد المحتار ج ۲ ص ۶۱۷ فصل فی الحداد) لہ

**دیور کے خوف سے شوہر کا گھر چھوڑنے کا حکم** | سوال :- اگر کوئی معتدۃ الوقا اور اس کا نوجوان دیور دونوں ایک ہی گھر میں رہتے ہوں اور وہ کئی بار اس کی عصمت دری کی کوشش کر چکا ہو تو کیا یہ معتدۃ شوہر کا گھر چھوڑ کر اپنے والدین کے گھر جاسکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اپنی عصمت کی حفاظت کرنا ہر مسلمان عورت پر فرض ہے، اگر کسی جگہ معتدہ کو اپنی عصمت دری کا خوف ہو تو وہ اپنی عزت بچانے کیلئے مجبوراً شوہر کا گھر چھوڑ کر اپنے والدین کے ہاں جاسکتی ہے، لہذا صورتِ مسئلہ کے مطابق اگر معتدہ کیلئے دیور سے بچنے کا کوئی طریقہ ممکن نہ ہو تو اس کا اپنے والدین کے گھر جانا مقرر ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: والافضل ان یحال بینہما فی البیتوتۃ لسترالا ان یکون فاسقاً فیحال یا مرأة ثقة وان تعذر فلتخرج ہی خروجہ - (رد المحتار ج ۲ ص ۶۷۵ باب البعد)

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: وشمل لیس الحریر بجميع انواعه والوانه ولو اسود وجميع انواع الحلی من ذهب وفضة وجواهر زاد فی التتارخانیة القصب۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۱ فصل فی الحداد)۔

ومثله فی امداد الفتاوی ج ۲ ص ۵۱۲ کتاب الطلاق۔



# باب الحلالة

(حلالہ کے احکام و مسائل)

**سوال :-** مطلقہ منغلظہ سے دوبارہ صحبت کے لیے حلالہ کا سہارا لیا جانا ہے، شریعت مطہرہ کی رو سے یہ کہاں تک جائز ہے۔

**الجواب :-** طلاق ثلاثہ پر اقدام کرنا کسی ناقابل مصالحت حالات کی نشاندہی کرتا ہے اس لیے شریعت نے ایسے خطرناک اقدام پر میاں بیوی کے لیے آپس میں دوبارہ جمع ہونے کی تمام راہیں مسدود رکھیں **الایہ کہ وہ عورت کسی دوسرے خاوند سے جدا ہو کر اپنے روتہ پر نظر ثانی کر کے سابقہ خاوند کے ساتھ رہنے پر راضی ہو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ أَنْ يَكُونَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔** (البقرہ آیت ۲۲۰) ایسے حالات میں میاں و بیوی سے حلالہ پر اقدام کرنا مقصود نہیں اور نہ شریعت اس کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **لَعَنَ اللَّهُ الْمُحِلَّ وَالْمَحِلَّ لَهُ۔**

تاہم کسی دوسری جگہ نکاح کرنے سے عورت خاوند کے لیے حلال ہو جاتی ہے اس لیے اندریں حالت اگر کوئی راہ تلاش کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، ایسی حالت میں حلالہ کے بعد میاں بیوی دوبارہ نکاح کر کے نئی زندگی اختیار کر سکتے ہیں تاہم اس میں صرف نکاح کافی نہیں جب تک دوسرا خاوند بیوی سے ہمبستری نہ کرے۔

لما روى اننا قال عليه الصلوة والسلام: لا تحل للاول حتى تذاق عسيلة الآخر  
يذاق عسيلةها۔ (البداء ج ۱ ص ۳۲۳ کتاب الطلاق، باب المبتوتة لا يرمع اليها زوجها الخ)

**الحمد لله** قال المرغيناني: وان كان الطلاق ثلاثاً في الحرة او ثنتين في الامه لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بهانكح يطلقها او يموت عنها۔

(المهدية ج ۲ ص ۳۹۹ باب الرجعة، كتاب الملاق)

ومثله في رد المحتار ج ۳ ص ۲۹۹ باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة۔

**حلالہ کے نکاح میں وطی کے بغیر عورت شوہر اول کیلئے حلال نہیں ہو سکتی** | سوال :- اگر مطلقہ عورت

کسی مرد کے ساتھ نکاح کرے مگر وطی سے قبل اس کی وفات ہو جائے تو کیا یہ عورت شوہر اول کے ساتھ تجدید نکاح کر کے اس کے لیے حلال ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** حنفیہ کے نزدیک حلالہ کے نکاح میں وطی کرنا ضروری ہے بغیر وطی کے یہ عورت شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی، چونکہ موت قائم مقام وطی نہیں اس لیے شوہر ثانی کی وفات سے عورت شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہو سکتی ۔

قال العلامة ابن عابدین : لو مات عنها قبل الوطء لا يحل لها الاول .... لان الشرط هنا الوطء ۔ (رد المحتار جلد ۲ ص ۵۳۹ کتاب الطلاق - باب الرجعة) لہ

**حلالہ کے نکاح میں جماع کے لیے کنڈوم استعمال کرنا** | سوال :- اگر حلالہ کے نکاح میں وطی کے دوران

کنڈوم استعمال کیا جائے اور اس کے ساتھ مباشرت ہو تو کیا اس طریقے سے عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی یا نہیں ؟

**الجواب :-** حلالہ کے نکاح میں مشتبہی مرد کا ادخال ذکر ضروری ہے تاکہ دونوں کو کچھ لذت حاصل ہو انزال کرنا ضروری نہیں، لہذا اگر کنڈوم کے ساتھ وہی لذت حاصل ہوتی ہو تو یہ وطی (جماع) پہلے شوہر کے لیے محل بن سکتی ہے ورنہ نہیں ۔

وفي الهندية : اذا لم ذكره بخرقة وادخل فرجها فان وجد الحرارة تحل والا فلا ۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۴۲۳ الباب السادس في الرجعة ، فصل فيما تحل به) لہ

لہ قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله : والموت لا يقوم مقام الدخول في حق التحليل ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۵۶ کتاب الطلاق)

لہ قال العلامة طاهريت عبد الرشيد الانصاري رحمه الله : اذا لم ذكره بخرقة وادخل فرجها فان وجد الحرارة تحل والا فلا ۔ (خلاصة الفتاوى ج ۲ ص ۱۲۱ المجلس الثاني في المحلل)

**حلالہ کے نکاح میں بوقت جماع انزال کرنے یا نہ کرنے کا حکم** | سوال :- ایک شخص مثلاً زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق

دیدہ ہے اب وہ اس عورت سے دوبارہ نکاح کے لیے حلالہ شرعی کروانا چاہتا ہے، تو جس شخص سے وہ حلالہ کرواتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جماع کرتے وقت انزال کرے یا بغیر انزال کے بھی حلالہ ہو جائے گا کیونکہ وہ شخص حمل سے ڈرتا ہے؟ لہذا اس بارے میں شرعی حکم کی وضاحت فرمائی جائے؟

**الجواب :-** حلالہ شرعی میں ایلاج (دخول حشفہ) ضروری ہے اور وہ بھی منتشر حالت میں ہوتا کہ محل کو کچھ لذت بھی حاصل ہو جائے، البتہ انزال ضروری نہیں، جس شخص سے بھی حلالہ کرایا جائے اور وہ جماع کرتے وقت نفس دخول حشفہ کر کے بغیر انزال کے جماع ختم کر دے اور عورت کو طلاق دے دے تو اب یہ عورت عدت طلاق گزارنے کے بعد پہلے خاوند کے لیے حلال ہوگی۔

لما قال العلامة الحصكفي: وان لم ينزل لان الشرط الزوق لا الشيع قلت  
وفي المجتبى الصواب حلها بدخول الحشفة مطلقاً - (الدر المختار على هامش المحتار  
جلد ۲ صفحہ ۵۴۰ کتاب الطلاق - باب الرجعة) لے

**نابالغ سے حلالہ کرانے کا شرعی حکم** | سوال :- ایک نابالغ لڑکا جس کی عمر ابھی ۱۳، ۱۴ سال ہے لیکن وہ جماع کرنے پر قادر ہے

تو کیا اس کے حلالہ سے عورت شوہر اول کے لیے حلال ہو سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حلالہ کے لیے محل (حلالہ کرنے والے) کا نابالغ ہونا ضروری نہیں صرف جماع کرنے پر قادر ہونا ضروری ہے، اس لیے فقہاء کرام نے مراہق (قریب البلوغ لڑکے) کو جو جماع کرنے پر قادر ہو بالغ کے حکم میں داخل کیا ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں اگر یہ نابالغ جماع پر قادر ہے تو اس کا حلالہ کرنا صحیح ہے۔

لما قال العلامة الكاساني رحمه الله: وسواء كان الزوج الشافئ بائناً أو

لے وفي الہندیۃ: اما الانزال فليس بشرط للاحلال -

(الفتاویٰ الہندیۃ جلد ۱ صفحہ ۴۳۷ کتاب الطلاق فصل فیما تحل بہ المطلقۃ)



صبيًا يجمع فجامعها او مجنونًا فجامعها لقوله تعالى : حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔  
من غير فصل بيت زوج و زوج ولانه الصبي والمجنون يتعلق به احكام  
النكاح من المهر والتحریم كوطي البالغ العاقل۔

ر بدائع الصنائع ج ۳ ص ۸۹ فصل في ان يكون النكاح الثاني صحيحًا له

**دُبر میں جماع کرنے سے حلالہ کا حکم** | سوال :- اگر کوئی شخص حلالہ کے نکاح میں بیوی  
کے ساتھ قوم لوط والا عمل کرے (یعنی دُبر میں جماع

کرے) تو کیا اس سے یہ عورت زوجِ اول کے لیے حلال ہوگی یا نہیں ؟

**الجواب :-** حلالہ شرعی کے لیے ضروری ہے کہ اس میں جماع فی القبل ہو، دُبر میں جماع  
کرنا حلالہ کے لیے کافی نہیں، اور ویسے بھی یہ عمل کبیرہ گناہ ہے۔

کما فی الفتاویٰ القنیۃ : اذا اتاه فی دبرها لا تحل للاول۔

ر الفتاویٰ القنیۃ ص ۳ کتاب الطلاق۔ باب الرجعة

**موت قائم مقام وطی نہیں** | سوال :- جناب مفتی صاحب ! ایک عورت  
نے زوجِ ثانی سے نکاح کیا جبکہ زوجِ اول

اس کو طلاقِ مغلطہ دے چکا تھا، نکاح کے بعد زوجِ ثانی حقوقِ زوجیت ادا کئے بغیر  
فوت ہو گیا ہے، اب یہ عورت زوجِ اول سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا اسے  
یہ حق حاصل ہے اور یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں ؟

**الجواب :-** حلالہ کے نکاح میں شوہرِ ثانی کا اپنی منکوحہ سے جماع کرنا ضروری  
ہے صورتِ مسئلہ کے مطابق بدون جماع کئے موت وطی کا قائم مقام نہیں بن سکتی اسلئے  
یہ عورت زوجِ اول کے لیے حلال نہیں۔

لما قال العلامة ابن نجيم المصرى رحمه الله : والموت لا يقو مقام الدخول

له وفي الهندية : وفي الانفع الصبي المراهق في التحليل كالبالغ ..... فسر المراهق في الجامع  
الغیر فقال غلام لم يبلغ ومثله يجمع جامع امرأته وجب الغسل عليها واحلها  
على الزوج الاول ومعنى هذا الكلام ان تتحرك اليه وليستهي۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۴۳)  
ومثله في مجموعة الفتاویٰ دقاری ج ۲ ص ۲ کتاب الطلاق

فی حق التحلیل - (البحر الرائق ج ۲ ص ۵۶ کتاب الطلاق - باب الرجعة) لہ  
عورت کا قول کہ میں حلالہ کر چکی ہوں.... | سوال :- طلاق ثلاثہ کے بعد ایک عورت  
 اپنے میکے چلی گئی اور ایک سال کے  
 بعد پہلے شوہر کو پیغام دیا کہ میں حلالہ کر چکی ہوں لہذا میں آپ سے دوبارہ نکاح کرنا  
 چاہتی ہوں، تو کیا عورت کے اس طرح کہنے سے زوج اول کے لیے اس سے دوبارہ نکاح  
 کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- عورت کا صرف یہ کہنا کہ میں حلالہ کر چکی ہوں زوج اول سے دوبارہ  
 نکاح کی حلت کے لیے کافی نہیں، بلکہ زوج اول کو چاہیے کہ عورت کی بات کی خوب تحقیق کرے  
 اور اس سے جملہ کیفیات اور حالات کے بارے میں معلومات حاصل کرے، اگر وہ صحیح  
 معلومات دیا کرے اور وہ حلالہ کے لیے کارآمد بھی ہوں تو پھر اس صورت میں دوبارہ  
 اس عورت سے نکاح کرنا صحیح ہوگا ورنہ نہیں۔

لما فی القنیۃ ، لو قالت حللت لك او قال حلالہ کر دم لا یجمل لہ التزوج  
 ما لم یستفسرہا لاختلاف الناس فی کیفیۃ التحلیل وهو الصواب -  
 (القنیۃ ص ۸۲ کتاب الطلاق - باب الرجعة)

حلالہ کے نکاح میں دوسرے خاوند سے ہمبستری ضروری ہے | سوال :- کیا حلالہ کیلئے  
 کی گئی شادی میں دوسرے شوہر سے ہمبستری کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ہمبستری نہ کی جائے تو کیا عورت پہلے شوہر کے  
 لیے حلال ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- حلالہ کی شادی میں دوسرے شوہر سے ہمبستری کرنا شرط ہے، بغیر ہمبستری  
 کے یہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔  
 ہکذا فی الہدایۃ ج ۲ ص ۹۴ فصل فیما تحل بہ المطلقۃ - کتاب الطلاق۔

لہ قال العلامة ابن عابدین : ولومات عنها قبل الوط لا یحلہا  
 لاؤل ..... لات الشرط هنا الوط - (رد المختار ج ۲ ص ۵۳۹ کتاب الطلاق - باب الرجعة)  
 ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۴۳ کتاب الطلاق - فصل فیما یتعلق بہ المطلقۃ -

## باب ثبوت النسب

(ثبوت نسب کے مسائل و احکام)

قبل از وقت پیدا ہونے والے بچے کے ثابت النسب ہونے کا حکم | سوال :- اگر کسی کے ہاں شادی کے

چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو وہ ثابت النسب شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- شادی کے چھ ماہ یا اس سے زائد عرصہ کے بعد پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب شمار ہوگا البتہ چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب شمار نہیں ہوگا۔

قال في الهندية : وإذا تزوج الرجل فجاءت بالولد لأقل من ستة أشهر منذ تزوجها لم يثبت نسب له وإن جاءت به ستة أشهر فصاعداً يثبت نسب له اعترف به الزوج أو سكت - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۳۲ الباب الخامس عشر في ثبوت النسب) لہ

مانع حمل ادویات کے استعمال کا حکم | سوال :- مانع حمل ادویات کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کن حالات اور صورتوں میں ایسی ادویات استعمال کی جاسکتی ہیں؟

الجواب :- نکاح سے مقصد اولاد پیدا کرنا ہے اس لیے مانع حمل ادویات و آلات کا استعمال بعض جزئی صورتوں کے علاوہ شرعاً جائز نہیں اور خصوصاً رزق و وسائل معاش کے خوف کی وجہ سے تحدید نسل اسلامی احکامات سے متصادم ہے، تاہم اگر بعض حالات میں عورت کو حمل کی وجہ سے بیماری یا غیر فطری طریقہ ولادت (آپریشن وغیرہ) کی ضرورت پڑتی ہو یا اس کے مثل دیگر ضروریات شدیدہ کی صورت میں مانع حمل ادویات و آلات کا استعمال جائز ہے، یہاں تک کہ

لہ قال المحقق: أكثر مدة الحمل سنتان لخبر عائشة رضي الله عنها كما مروى عند الأئمة الثلاثة أربع سنين وأقلها ستة أشهر إجماعاً - (رد المحتار ج ۳ ص ۵۴۲ فصل في ثبوت النسب) ومثله في البحر الرائق ج ۴ ص ۱۵۴ باب النسب -



بعض مہلک بیماریوں کی صورت میں انقطاع رحم بھی مقرر ہے۔

وفی الفتاویٰ الاسلامیۃ .... بتحدید النسل محرم مطلقاً لما جاء فی الشریعة  
الغراء من النهی عن التبتل والتشدید فی ذلک والترغیب فی التزویج بالولود والودود  
فیکون حبس منع الحمل محرماً إلا فی حالات فردیۃ نادرۃ لا عموم لها کما فی حالة التی  
تدعو الحامل إلی ولادة غیر عادیة ویضطر معها إلی إجراء عملیة جراحیة لإخراج الولد  
وفی حالة ما إذا کان علی المرأة خطر من الحمل لمرض ونحوہ وھذا لا ینطبق علی حالة  
المرأة۔ (الفتاویٰ الاسلامیۃ کبار العلماء بالعربیۃ السعودیۃ ج ۲ ص ۳۷۷) لہ  
**اسقاط حمل کے جواز کا حکم** | سوال :- وہ کون سے اعذار و وجوہات ہیں جن کی بناء پر اسقاط حمل  
جائز ہو جاتا ہے؟

**الجواب :-** حمل کے چار مہینے پورے ہونے سے پہلے پہلے بعض اعذار معتبر فی الشرع کے  
ہوتے ہوئے اسقاط حمل جائز ہے اور اعذار نہ ہونے کے وقت جائز نہیں، اعذار معتبرہ جیسے  
ظہور حمل کے بعد دودھ منقطع ہو جائے اور خاوند دائیہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو یا عورت پر  
شدید بیماری کا غلبہ ہو یا غیر عادی طریقہ ولادت پیش آتا ہو، تاہم بعض اشد صورتوں میں جن میں  
ہلاکت یقینی ہو تو پھر چار ماہ کے بعد بھی اسقاط حمل کی گنجائش ہے۔

قال فی الہندیۃ، امرأة مرضعة ظہر بہا حمل وانقطع لبنہا وتخاف علی ولدہا الحلاک ولیس  
لأبی ہذا الولد سعة حتی یستأجر النضر یباح لها ان تعالج فی استنزال الدم ما دام نطفة أو مضغة  
أو علقۃ لم یخلق لہ عضو۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۵۶) الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات لہ

لہ قال ابن عابدین: وبکیرۃ أن تستفی لإسقاط حملہا وجاز لعذرہا المرضعة إذا ظہر بہا الحمل وانقطع  
لبنہا ولیس لأبی الصبی ما یستأجر بہ النظر ویخاف ہلاک الولد قالوا یباح لها ان تعالج  
فی استنزال الدم ما دام الحمل مضغة أو علقۃ ولم یخلق عضو وقد روا تلك المدة بمائة و  
عشرین يوماً وجاز لأنہ لیس بادی و فیہ صیانۃ الآدمی۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۶ کتاب الکراہیۃ)  
ومثله فی الہندیۃ ج ۵ ص ۳۵۶ الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات۔

لہ ایضاً (حوالہ مذکورہ بالا)

ومثله فی الفقہ الاسلامی وأدلئہ ج ۷ ص ۱۰۸ کتاب النکاح۔ الاستقاط۔

**ٹیسٹ بیوبے بی کی شرعی حیثیت** | سوال :- آجکل ایک خاص انجکشن کے ذریعے مادہ منویہ عورت کے رحم میں پہنچایا جاتا ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے، اولاد کے حصول کیلئے اس طریقہ کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟

**الجواب :-** سوال میں ذکر شدہ طریقہ جسے ٹیسٹ بیوبے بی یا تلقیح صناعی بھی کہتے ہیں مفاسد کثیرہ پر مشتمل ہونے اور فحاشی و بے دینی کا ذریعہ بننے کی وجہ سے باتفاق علماء برائے نہیں، تاہم اگر کسی بیباں بیوی کے ہاں اولاد پیدا نہ ہوتی ہو اور دونوں میں اولاد کیلئے مطلوبہ صلاحیت موجود ہو لیکن خاوند کسی وجہ سے اپنا مادہ منویہ بیوی کے رحم میں پہنچانے پر قادر نہ ہو یا عورت کے رحم میں امساک و استقرار کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے بچے کی پیدائش ممکن نہ رہے تو اس صورت میں مصنوعی نسل کشی کا یہ طریقہ جائز رہے گا بشرطیکہ مادہ منویہ عورت کے اپنے خاوند کا ہی ہو اور دونوں کی رضامندی ہو اور دونوں کے سامنے یہ عمل قرار پارہا ہو اور مستند مسلمان ڈاکٹر یہ طریقہ تجویز کرے۔

قال فی سئلونک فی الدین والحیاء : وقد قرر الفقهاء ان حمل المرأة بهذه الطريقة الصناعية يعد جريمة خلقية واجتماعية وجناية شرعية.... بل هناك من الفقهاء من قرآن هذه العلية فی معنى الزنى وتستوجب التعزیر والتأديب ولو لا صورة الجريمة فیها مستورة بعض الشيء لكان حکمها الجلد الذي شرعه الله للزانی اما اذا كانت هناك امرأة متزوجة برجل وهي سالحة للإنجاب وهو كذلك سالح للإنجاب ومن هذا الزوج لا يستطيع بسبب ما أن یدخل مادته التناسلية وتحقق فی رحم زوجته هو رأي الطب المستقيم أن هذا هو الطريق الوحيد والأيسر للحمل فلا مانع شرعاً من ذلك..... وهذه الحالة تكون نظرة التشريعية إلى التلقيح الصناعي بين الزوجين كمنظرهما في علاج الأمراض والعقل ونظرتها إلى استبعاد العثرة الزوجية الطبية بين هذين الزوجين - ريسئلونك فی الدین والحیاء ج ۱ ص ۱۷۱

له وقال الشيخ الوهبة الزحيلي : التلقيح الصناعي هو استدخال المني لرحم المرأة بدون الجماع فإن كان بماء الرجل لزوجته جاز شرعاً إذا لم يحد ورفيه.... وأما ان كان بماء رجل اجنبي عن المرأة لازواج بينهما فهو حرام لأنه بمعنى الزنا الذي هو إلقاء ماء رجل في رحم امرأة ليس بينهما رابطة زوجية ويعد هذا العمل أيضاً منافياً للمستوى الإنساني ومضارفاً للتلقيح في دائرة النبا<sup>ت</sup> والحيوان - ر الفقہ الاسلامی وأدلتہ ج ۳ ص ۵۵۹ المبحث الرابع - الاتليق الصناعي )



جماع کے وقت کنڈوم (ساتھی) کا استعمال کرنا | سوال :- کیا شادی شدہ آدمی کیلئے  
بوقت جماع کنڈوم (ساتھی) استعمال

کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- کنڈوم (ساتھی) کا حکم عزل کی طرح ہے اس لیے فی نفسہ جماع کے وقت  
کنڈوم کا استعمال مباح ہے مگر بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے بدون بیوی کی اجازت کے  
مکروہ ہے، تاہم اگر کوئی شرعی عذر ہو تو بلا اجازت عزل کرنے یا کنڈوم استعمال کرنے میں  
کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة الحصكفي: ويعزل عن المحرة باذنها لكن في الخائنة انه يباح في  
زماننا لفساده قال الكمال فليعتبر عذراً مسقطاً لاذنها۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ باب نکاح الرقيق) ۱۷

عزل کرنے کی شرعی حیثیت | سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک شادی شدہ آدمی کے  
لیے عزل کرنے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- عزل کرنا اگرچہ شرعاً جائز ہے مگر اس میں آزاد عورت (بیوی) سے اجازت  
لینا ضروری ہے، بغیر اجازت کے عزل کرنا مکروہ ہے۔

قال العلامة الحصكفي: ويعزل عن المحرة باذنها لكن في الخائنة انه يباح في زماننا لفساده  
قال الكمال فليعتبر عذراً مسقطاً لاذنها۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ باب نکاح الرقيق) ۱۷

خاوند کے مادہ تولید کا کسی اجنبیہ کے رحم میں نشوونما پانا | سوال :- جدید طریقہ تولید میں کبھی  
ایسا ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے مادہ

منویہ کو ملا کر ٹیوب کے ذریعہ کسی اجنبیہ کے رحم میں رکھا جاتا ہے اور یہ مادہ اس کے رحم میں

۱۷ و ۱۸ قال العلامة ابن نجيم المصري: لان العزل جائز عن امته نفسه بغير اذنها  
والاذن في العزل عن المحرة لها ولا يباح بغيره لانه حقها، وفي الخائنة ذكر  
في الكتاب انه لا يباح بغير اذنها وقالوا في زماننا يباح سورة الزمان۔ الخ

(البحر الرائق ج ۳ ص ۳ کتاب النکاح، باب نکاح الرقيق)

ومثله في الهداية ج ۲ ص ۳۱ باب نکاح الرقيق۔



نشوونما پر بچہ بن کر پیدا ہو جاتا ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ اس بچے کا نسب کس سے ثابت ہوگا اور اس اجنبیہ کی کیا حیثیت ہوگی؟

**الجواب :-** ثبوت نسب کے لیے ابتدائی وقت سے میاں بیوی کے نطفوں کا اختلاط ہونا کافی ہے، چونکہ صورت مسئلہ میں جدید طریقہ تولید میں ابتداءً میاں بیوی کا نطفہ مختلط ہو جاتا ہے اور اس اختلاط سے وہ ایک علقہ کی صورت اختیار کرتا ہے اور پھر کسی اجنبیہ کے رحم میں رکھا جاتا ہے، تو ثبوت نسب کے لیے اختلاط کی صورت تک یعنی علقہ بننے تک کا زمانہ کافی ہے، باقی یہ اجنبیہ ہونے والے بچے کے لیے بمنزلہ مرضعہ کے ہوگی، اُس کے حقیقی ماں باپ وہی میاں بیوی ہیں جن کا یہ نطفہ تھا۔

لما قال العلامة ابو بکر البکاسانی رحمہ اللہ : النسب الثابت بالنکاح لا ينقطع الا باللعان - (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۲۲۶ باب النسب)

**سوال :-** بعض یورپی ممالک میں جدید نظام تولید کے لیے اجنبیہ خواتین کے ارحام کو بطور اجارہ لیتے

ہیں، یعنی میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط کے بعد جب اس کی نشوونما کا مرحلہ آتا ہے تو بجائے بیوی کے رحم میں رکھنے کے کسی اجنبی عورت کو معاوضہ دے کر نشوونما کے لیے اس کے رحم کو استعمال کیا جاتا ہے، کیا یہ طریقہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگرچہ اس طریقہ سے ہونے والا بچہ اصحاب نطفہ سے منسوب ہوگا مگر اس ثبوت سے کسی اجنبیہ کے رحم کو بطور اجارہ لینا جائز نہیں ہوتا بلکہ شریعت مقدسہ میں اس قسم کی اشیاء صرف اپنے خاوندوں کے استعمال کے لیے جائز ہیں دوسروں کے لیے ان کا استعمال کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔

لما قال اللہ تبارک وتعالیٰ : نِسَاءُكُمْ حَرٰثٌ لَّكُمْ فَاَنْتُمْ اَحْرٰثُكُمْ اَنْیْ شَتُمُ - (سورة البقرة آیت ۲۲۳) لہ

لہ روی العلامة جلال الدین السیوطی : عن ابن سیرین و حسن بن زیاد لا یعار الفرج - (الدر المنثور ج ۶ ص ۵۵ سورة الشوری)

وَمِثْلُهُ فِی جَوَاهِرِ الْفَتَاوٰی ج ۱ ص ۲۰ یُسْتِیْوَبُ بِنِیْ کِیْ شَرْعِیِّ حِیْثِیَّتِ

سوال :- زید نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دیا

طلاق کے دو سال بعد پیدا ہونے والے بچے کا ثابت النسب ہونا

طلاق کے دو سال بعد بچہ پیدا ہوا، جب زید کو بچہ پیدا ہونے کی خبر پہنچی تو زید نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے، تو کیا یہ بچہ زید سے ثابت النسب ہو گا یا نہیں؟

الجواب :- طلاق رجعی کے بعد اگر عورت نے عدت گزر جانے کا اقرار کیا ہو اور اس کے بعد بچہ پیدا ہو تو اس بچے کا نسب زید سے ثابت نہیں ہو گا، البتہ اگر عورت نے قبل از ولادت عدت گزر جانے کا اقرار نہیں کیا ہو تو بچہ زید سے ثابت النسب تسلیم کیا جائے گا۔

لما قال العلامة القمى تاشي: (فيثبت نسب) ولد (معتدة الرجعي) ..... وان ولدت لأكثر من سنتين ..... ما لم تقر بمضي العدة والمدة تحمله وكانت الولدة رجعة لوفى الأكثر - (تموير البصار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۷۶ فصل في ثبوت النسب، مکتبہ شریعہ)

سوال :- کوئی شخص اپنی منکوحہ کے باپ کا بچے کے نسب سے انکار کرنا

اولاد سے انکار کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- منکوحہ سے اولاد کا نسب قوی ہے، اس کے ثبوت کے لیے

نہ تو کسی دعویٰ کی ضرورت ہے اور نہ خاوند کے انکار سے اس کی نفی ہو سکتی ہے، جو

جو بچہ بھی منکوحہ سے پیدا ہو وہ خاوند سے ثابت النسب ہو گا، تاہم اگر خاوند بیوی

کے پیدا ہونے والے کسی بچہ سے انکار کر کے لعان کرے تو پھر خاوند سے اس بچے کا

نسب ثابت نہیں ہو گا لیکن بعد ازاں میاں بیوی کی حیثیت سے دونوں کا اکٹھا رہنا مشکل

جس کیلئے یا تو خاوند بیوی کو طلاق دے گا یا پھر قاضی کو دونوں کے درمیان تفریق کرنی پڑے گی۔

لما قال العلامة ابن عابدین: حيث قسم القراش الى قوله وقوى وهو فراش

لما قال ابن الهمام: ويثبت نسب ولد المطلقة الرجعة اذا جادت به لسنتين أو أكثر

ما لم تقر بالنقصاء عدتها - (فتح القدير ج ۳ ص ۱۷۱ باب الحضاة)

ومثله في كنز الدقائق على هامش البحر الرائق ج ۴ ص ۱۵۶ باب ثبوت النسب۔



السنکوحۃ ومعتدة الرجعی فانہ فیہ لا ینتفی الا باللعان - (رد المحتار ج ۲ ص ۶۸۲ باب اثبوت النسب، کتاب الطلاق، مطلب الفرائض علی اربع مراتب) لہ

**سوال :-** جو بچہ زنا سے پیدا ہوا اس کا نسب کس سے ثابت ہو **ولد الزنا کا نسب** گا؟ کیا زانی اس کو اپنا بیٹا کہہ کر پکار سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** زنا سے پیدا ہونے والے بچے کا زانی سے نسب ثابت ہونا ممکن نہیں اور نہ ہی زانی اس کو بیٹا کہہ سکتا ہے۔ اگر مزنیہ کسی کے نکاح میں ہو تو زنا سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب مزنیہ کے خاوند سے ثابت ہوگا اور اگر کسی غیر شادی شدہ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو تو اس کی نسبت والدہ (مزنیہ) کی طرف ہوگی۔

لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام: الولد للفراش وللعاهر الحجر۔

رمشکوۃ ج ۱ ص ۲۸۱ باب اللعان۔ کتاب النکاح۔ فصل الاول ص ۲ لہ

**سوال :-** ایک شخص نے آزاد عورت سے زنا کیا، حاملہ ہونے کے بعد

اس شخص نے مزنیہ سے نکاح کر کے معاملہ کو دبا دیا، لیکن زنا سے جو بچہ پیدا ہوا اور شخص مذکور یہ اقرار کرے کہ یہ بچہ میری نطفہ سے ہے تو کیا اس سے نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** زنا سے نسب کبھی ثابت نہیں ہوتا، مذکورہ شخص کا دعویٰ نسب قابل التفات

لہ قال فی الہندیۃ :- قال اصحابنا لثبوت النسب ثلاث مراتب الاول النکاح الصیح وما ہو فی معنایہ من النکاح الفاسد والحکم فیہ انہ یثبت التسبب من غیر دعوة ولا ینتفی بمجرد التقی وانما ینتفی باللغان فان کان عن لالعان بینہما لا ینتفی نسب الولد۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۳۶، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، کتاب الطلاق)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى التَّاتَارِخَانِيَّةِ ج ۲ ص ۸۷ باب الثبوت النسب، کتاب الطلاق۔

لہ قال فی الہندیۃ :- اذا زنی رجل بامرأة فجاءت بولد فادعاه الزانی لم یثبت نسب منہ واما المرأة فیثبت نسب منہا۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۱۲ فی الفصل الثامن فی

دعوة الولد من الزنا وما فی حکمہ۔ کتاب الدعوی)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى التَّاتَارِخَانِيَّةِ ج ۱ ص ۵۴ فی الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، کتاب الطلاق۔



ہے، تاہم اگر نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو پھر قضاءِ ناکح سے نسب ثابت ہوگا اور اگر نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہو تو پھر اگر خادند یہ اقرار کرے کہ یہ بچہ میرا ہے اگرچہ نسب کے ثبوت کے لیے یہ اقرار مفید نہیں لیکن اس کے اقرارِ نسب سے یہ بچہ میراث لے سکتا ہے، جبکہ زنا کا اقرار کر کے بچے کے نسب کا دعویٰ کرنے سے نہ نسب ثابت ہو سکتا ہے اور نہ میراث میں حصہ مل سکتا ہے۔

قال في الهندية : ولوزني بامرأة فحملت ثم تزوجها فولدت له أن جاءت به لسته  
أشهر فصاعد ثبت نسبه إلا أن يدعيه ولم يقل أنه من الزنا ما أن قال إنه مني من  
الزنا فلا يثبت نسبه ولا يرث منه - ( الفتاوى الهندية ج ١ ص ١٥٥ ) في الباب الخامس عشر  
في ثبوت النسب - كتاب الطلاق ( ١ )

دائستہ کی اولاد کے نسب کا حکم

سوال :- ایک شخص نے کسی کی منکوحہ کو اغوا کر کے مدتوں سے اپنے پاس رکھا ہوا ہے جس سے اُس کے بچے بھی پیدا ہوئے ہیں جبکہ خاوند نے طلاق بھی نہیں دی ہے، ایسی حالت میں اس عورت کی اولاد کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

الجواب :- اغوا کنندہ کا منکوحۃ الغیر سے منافع لینا زنا ہے اور زنا سبب ثبوت نسب نہیں، ایسی داشتہ کنہ بچوں کا نسب خاوند سے ثابت ہوگا جن سے نفی کے لیے خاوند لعان کا ذریعہ اختیار کر سکتا ہے۔ ایسی عورت کو جب تک خاوند سے باقاعدہ آزادی نہ ملے تو مدتوں تک پاس رکھنے سے نہ تو اس سے نکاح جائز ہے اور نہ اس کی اولاد کا نسب ثابت ہوگا۔

٢٥٤  
 حديث النبي صلى الله عليه وسلم: الولد للفراش وللعاهر الحجر. (مشکوٰۃ ج ١ باب للعاهر کتاب النکاح)  
 وقال ابن عابدين: ما نكاح منكوحه الغير ومعتدته --- لأنه لو قيل لحد

الحق قال العلامة ابن السهام رحمه الله تعالى : وإذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بولد لاقل من ستة أشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسب له -

(فتح القدیر ج ۴ ص ۲۸۱ باب ثبوت القسب کتاب الطلاق)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ٢ ص ١٥٥ بَابُ ثَبُوتِ النَّسَبِ - كِتَابُ الطَّلَاقِ -

بجوازہ فلم یعتقد اصلاً۔ (رد المحتار ج ۲ منہ ۲ باب المحرمات کتاب النکاح) لہ  
 گھر سے نکال جانے کے بعد منکوحہ غیر مطلقہ | سوال :- زید نے اپنی بیوی کو کسی وجہ سے بغیر  
 کے ہاں پیدا ہونے والے بچہ کا حکم | طلاق دیتے اپنے گھر سے نکال دیا، دو سال  
 بعد اس مذکورہ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا،  
 خاوند نے اطلاع ملتے ہی انکار کیا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے، کیا اس کا یہ انکار شرعاً درست  
 ہے یا نہیں؟

الجواب :- منکوحہ غیر مطلقہ کے ہاں نکاح کے چھ ماہ پورے ہونے کے بعد جو بچہ  
 پیدا ہو خواہ زوج اس کا اعتراف کرے یا خاموشی اختیار کرے ہر حالت میں بچہ اس سے  
 ثابت النسب ہوگا، گویا گھر سے نکالے جانے کے بعد جب تک اس کے نکاح میں رہی  
 اس عرصہ میں پیدا ہونے والا بچہ خاوند سے ثابت النسب ہوگا تاہم اگر اس کو واقعی بچے  
 سے انکار کرنا مقصود ہو تو لعان کا طریقہ اختیار کر سکتا ہے جو اس کے لیے نسبت کے  
 انکار کے لیے مفید رہے گا۔

لما قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ : واذا تزوج الرجل امرأة فجاءت  
 بولد لاقل من ستة اشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسبہ..... وان جاءت به  
 لستة اشهر فصاعداً يثبت منه اعتراف الزوج او سكت..... فان حجد الولادة يثبت  
 بشهادة امرأة واحدة تشهد بالولادة حتى لو نفاه الزوج يلاعن لان نسب يثبت  
 بالقراش القائم۔ (الهداية ج ۲ منہ ۲ باب ثبوت النسب) لہ

لہ وقال امام فخر الدین حسن بن منصور رحمہ اللہ : الا وزجتي ولا يجوز نكاح  
 منكوحه الغير عند الكل۔ (فتاویٰ خانیتہ علی ہامش الہندیہ ج ۱ فی باب المحرمات کتاب النکاح)  
 وَمِثْلُهُ فِي الْبَعْضِ الرَّائِقِ ج ۳ منہ ۹۲ باب المحرمات کتاب النکاح۔

لہ قال فی الہندیۃ : واذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بالولد لاقل من ستة اشهر منذ  
 تزوجها لم يثبت نسبہ وان جاءت به لستة اشهر فصاعداً يثبت نسبہ منه اعتراف  
 به الزوج او سكت۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ منہ ۵۳۶ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب)  
 وَمِثْلُهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ منہ ۶۶۶ فصل فی ثبوت النسب۔ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب۔



خاوند کی طویل غیر حاضری میں بیوی کا حاملہ ہونا | سوال :- اگر ایک شخص چند سالوں سے سفر میں ہو اُس کی غیر حاضری میں

اس کی بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو اس کا نسب ثابت ہو گا یا نہیں ؟

الجواب : نسب کے ثبوت کے لیے نکاح اہم سبب ہے اس لیے نکاح کے موجودگی میں جو بچہ پیدا ہو تو وہ ثابت النسب ہوگا، صورت مرقومہ کے مطابق اگر خاوند کی طویل غیر حاضری میں بچہ پیدا ہوا ہو تو خاوند نفی کے لیے لعان کا طریقہ اپنا سکتا ہے۔

لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام: الولد للفراش وللعاهر الحجر۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۸۷ باب اللعان۔ کتاب النکاح)۔

مدت حمل | سوال :- بچہ زیادہ سے زیادہ کتنی مدت تک ماں کے پیٹ میں رہ سکتا ہے اور کم از کم کتنی مدت ماں کے پیٹ میں رہ کر صحیح و سالم پیدا ہو سکتا ہے ؟

الجواب :- حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے اور زیادہ سے زیادہ دو برس، یعنی کم سے کم چھ ماہ بچہ ماں کے پیٹ میں رہ کر صحیح و سالم پیدا ہو سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ دو برس تک بچہ ماں کے پیٹ میں رہ سکتا ہے، فقہ حنفی کی رو سے مدت حمل دو سال سے زائد نہیں ہو سکتی۔

لما قال العلامة مرغینانی: وأكثر مدة الحمل سنتان۔ لقول عائشة: الولد لا یبقی فی البطن

أكثر من سنتین ولو بطل مغزل وأقله ستة أشهر۔ لقوله تعالى: وحمله وفصاله ثلاثون شهراً ثم قال وفصاله فی عامین فبقی للحمل ستة أشهر۔ (الہدایہ ج ۲ ص ۲۱۱ باب ثبوت النسب)۔

کم از کم مدت حمل سے پہلے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا حکم | سوال :- ایک شخص نے کسی مطلقہ عورت سے نکاح کیا

لہ وقال ابن عابدین: حیث قسم الفراش علی أربع مراتب وقوی وهو فراش المنکوحۃ ومعدۃ الرجعی فانہ

فیہ لا یتقی الا باللعان۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۸۲ مطلب الفراش علی أربع مراتب)

ومیشاء فی الہندیۃ ج ۱ ص ۵۲۶ ابواب الخامس عشر فی ثبوت النسب۔

لہ وقال شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمر تاشی: وأكثر مدة الحمل سنتان لخبر عائشہ رضی اللہ

عنہا۔۔۔۔۔ وأقلها ستة أشهر إجماعاً۔ (تنویر الابصار علی هامش رد المحتار ج ۲ فصل فی ثبوت النسب)

ومثله فی الكنز الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۴ ص ۱۶۳ باب ثبوت النسب۔



عورت نے نکاح کے وقت اطمینان دلایا تھا کہ میرا حمل نہیں ہے اور میری عدت گزر چکی ہے، اس شخص نے عورت کے قول پر اعتماد کیا، اب صورتحال یہ ہے کہ نکاح کے پانچ ماہ بعد اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا، ایسی حالت میں یہ بچہ پہلے خاوند کا شمار ہوگا یا دوسرے کا؟

**الجواب:-** نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ کا پیدا ہونا اس شخص سے ممکن نہیں، جب اس عورت کے ہاں اقل مدت حمل سے قبل بچہ پیدا ہو تو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مذکورہ عورت نے کذب بیانی کا سہارا لے کر دوسرے شخص کے ساتھ دھوکہ سے نکاح کیا ہے اسلئے اس نکاح کا کوئی اعتبار نہیں اور بچہ پہلے خاوند سے ثابت النسب ہوگا، اور یہ شخص بچہ پیدا ہونے کے بعد دوبارہ نکاح کر کے اس عورت کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

لما فی الہندیۃ: واذا تزوجت المعتدة بزواج آخر ثم جاءت بولد ان جاءت به لاقل من سنتین منذ طلقها الاول او مات ولاقل من ستة اشهر منذ تزوجها الثاني فالولد الاول۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۵۳۸ باب الخامس عشر فی ثبوت النسب)۔

**سوال:-** اگر ایک شخص کے ہاں شادی کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو جائے تو کیا یہ بچہ ثابت النسب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر والد اس کے نسب سے انکاری ہو تو اس سے بچے کے نسب کی نفی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** نکاح کے بعد اقل مدت حمل یعنی چھ ماہ کے بعد جو بچہ پیدا ہو اس کا نسب باپ سے ثابت ہوگا اور اس کے لیے انکار کرنے کی گنجائش نہیں، نسب سے انکار کیلئے لعان کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ مفید اور بہتر نہیں۔

لما فی الہندیۃ: واذا تزوج الرجل امرأة فجاء بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم یثبت نسبہ وان جاءت به لستة اشهر فصاعداً یثبت نسبہ منه اعترف به الزوج او سکت فان جحد الودة یثبت بشهادة امرأة واحدة تشهد بالوکدة۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۵۳۶ باب الخامس عشر فی ثبوت النسب)۔

لما قال العلامة المرغینانی: واذا تزوج امرأة فجاءت بولد لاقل من ستة اشهر منذ یوم تزوجها لم یثبت نسبہ۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۲۰۹ باب ثبوت النسب)

ومثله فی فتح القدیر ج ۴ ص ۱۷۸ باب ثبوت النسب۔

۲۔ قال القمراشی: واقلها ستة اشهر اجماعاً فیثبت نسب۔ (تنویر الابصار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۷۶ باب ثبوت النسب)۔ ومثله فی کنز الدقائق علی ہامش البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۳ باب ثبوت النسب۔

**ثبوت النسب کے لیے مدت کا اعتبار وقت نکاح سے ہے** | سوال: ایک لڑکا جس کا نکاح

اپریل ۱۹۸۸ء میں ہوا اور لڑکی کی رخصتی ۸ جولائی ۱۹۸۸ء کو ہوئی، رخصتی کے تقریباً تین ماہ بعد لڑکی کے ہاں سسرال میں بچہ پیدا ہوا، اب سوال یہ ہے کہ کیا اس بچے کا نسب اس لڑکے سے ثابت ہوگا یا نہیں؟ جبکہ لڑکی اور لڑکا آپس میں خالہ زاد ہیں اور ان کا ایک دوسرے کے گھر آنا جانا بھی تھا۔

**الجواب:** صورت مذکورہ میں اگر نکاح واقعی اپریل ۱۹۸۸ء میں ہی ہوا ہو اور رخصتی جولائی ۱۹۸۸ء میں ہوئی ہو اور پھر جولائی سے تین ماہ بعد ستمبر میں بچہ پیدا ہو جائے تو اندریں صورت ثبوت النسب کے لیے مدت کا اعتبار نکاح کے وقت سے ہوگا رخصتی کے وقت سے نہیں۔ لہذا اگر نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا ہو تو یہ بچہ اس خاوند سے ثابت النسب ہوگا تاہم اگر خاوند اس سے انکار کرے تو اس کے لیے لعان کا ذریعہ اختیار کرنا ضروری ہے اور چھ ماہ سے کم مدت کی صورت میں بچہ ثابت النسب ہوگا۔

لما فی الہندیۃ: واذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بولدٍ لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم یثبت نسبہ وان جاءت بہ ستة اشهر فصاعداً یثبت نسبہ الخ وفیہ بعد اسطر:  
ولو جاءت لاقل من ستة اشهر من وقت النکاح لا یثبت الخ  
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۳۶، ۵۳۷) | باب الخامس عشر فی ثبوت النسب | ۱۷

۱۷ قال العلامة المرغینانی رحمہ اللہ: واذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بولدٍ لاقل من ستة اشهر منذ یوم تزوجها لم یثبت نسبہ لان العلق سابق علی النکاح فلا یكون منه وان جاءت بہ ستة اشهر فصاعداً یثبت نسبہ منه ..... لان القریش قائم والمدة تامة الخ

(الہدایۃ ج ۲ ص ۱۱۱ باب ثبوت النسب)

وَمِثْلُهُ فِي فتاویٰ قاضیخان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۵۵۸ فصل فی النسب۔



**سادات کا نسب اور سیدہ فاطمہؓ کی فضیلت** | سوال :- جناب مفتی صاحب! کئی دنوں سے

نسبت تو باپ کی طرف ہوتی ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد نہیں تھی تو سادات کا نسب کیسے باقی رہا؟ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو خود سید نہ تھے؟

**الجواب :-** یہ ٹھیک ہے کہ اسلام میں اولاد کا نسب باپ کی طرف ثابت ہوتا ہے، مگر سیدہ حضرت فاطمہؓ ازہر رضی اللہ عنہا کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی اولاد کی نسبت آپ کی طرف ہے اور آپ کے واسطے سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، آپ کے علاوہ کسی بھی عورت کو یہ شرف حاصل نہیں، اسی لیے آج سادات کا سلسلہ نسب دنیا میں قائم ہے۔

روی الحاکم عن جابر بن عبد اللہ عن التی صلی اللہ علیہ وسلم قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل بنی امی ینتمون الی عصبة الاولاد فاطمة فانا ولیہم

عصبتہم۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴۲ رقم حدیث ۱۵۰۱۳، کتاب الناقب۔ الباب ۱۲) لہ

**تین سال بعد پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا حکم** | سوال :- اگر کسی شخص کے انتقال کے تین سال بعد

اس کی بیوہ کے ہاں بچہ ہو جبکہ اس نے دوسری شادی بھی نہ کی ہو تو اس بچے کے نسب کے بارے میں شریعت متدبرہ کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ بچہ میت کی طرف منسوب ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** مفتی بہ رائے کے مطابق حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے، اس دوران جو بچہ پیدا ہو وہ ثابت النسب ہوگا، لیکن جو بچہ کسی کے انتقال کے دو سال بعد پیدا ہو جبکہ اس کی بیوہ نے دوسری شادی بھی نہ کی ہو تو وہ باپ سے ثابت النسب نہیں ہوگا، اس لیے صورت مسئلہ میں جو بچہ باپ کے مرنے کے تین سال بعد پیدا ہوا ہے وہ باپ سے غیر ثابت النسب ہے اس کو صرف ماں

لہ قال الشیخ المفتی عزیز الرحمن: روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گو نسب باپ کی طرف سے ثابت ہوتا ہے لیکن بنی فاطمہ اس سے مستثنیٰ ہیں، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا نسب حضرت فاطمہؓ کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے..... آئندہ کسی عورت کی جانب سے خواہ وہ سیدہ ہی کیوں نہ ہو نسب ثابت نہ ہوگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۱ ص ۵۷ باب ثبوت النسب)



کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

لما فی الہندیۃ : ولو فات عنہا قبل الدخول او بعدہ ثم جارت بولید من وقت الوفاۃ الی سنتین یثبت النسب منہ وان جارت بہ لاکثر من سنتین من وقت الوفاۃ لایثبت النسب - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۵ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب)۔

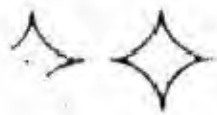
سوال :- جناب مفتی صاحب! یہاں بارہ سال کے لڑکے سے ثبوت نسب کا مسئلہ علاقہ غیر میں لوگ اپنے بچوں کی شادیاں

بہت کم سنی میں کر دیتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر کسی لڑکے کی عمر ۱۲، ۱۳ سال ہو اور اس کی بیوی کو حمل ہو جائے تو کیا حمل کا نسب اس لڑکے سے ہو گا یا نہیں؟

الجواب :- اگر لڑکا مراہق یعنی قریب البلوغ ہو جس کی ادنیٰ مدت عمر لڑکے کے لیے ۱۲ سال اور لڑکی کے لیے ۹ سال ہے تو اس سے حمل کا نسب ثابت ہو سکتا ہے ورنہ نہیں، لہذا صورت مسئلہ کے مطابق اس حمل کا نسب اس لڑکے سے ہو گا۔

قال الحصکفی: ولا نسب فی حالہ اذ لاماء للصبی نعم ینبغی ثبوته من المراہق احتیاطاً۔ قال ابن عابدین: (قوله اذ لاماء للصبی) ای فلا یتصور منہ العلوق وانما ثبت نسب ولد المشرقی من مغربیۃ اقامۃ للعقد مقام العلوق لتصورۃ حقیقۃ بخلاف الصبی کما فی البحر قوله نعم ینبغی) عبارة القح ثم یجب کون ذلک الصبی غیر المراہق اما المراہق فیحجب ان یتثبت النسب منہ - (رد المحتار ج ۲ ص ۸۳۲ باب العدة)

وقال ایضاً: واد فی مدته ای البلوغ له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنین فان راہقاً بان بلغا ہذا السن - (رد المحتار ج ۵ ص ۱۳۲ فصل فی بلوغ الغلام)۔



لہ قال الشیم: اما ابو زھرہ: الشرط الاول: ان یلزم تزوجیتہ ورمہ حمل فان کان صغیراً لای تصور الحمل لایثبت لان ہذا قریبۃ طعۃ علی ان الحمل لیس منہ وقد اتفق علی ذلک الائمۃ۔

(الاحوال الشخصیۃ ص ۳۸۹ القسم الرابع ثبوت النسب)

**بغیر حلالہ کے نکاح ثانی سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب** | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں

دیدیں پھر چند دنوں کے بعد دوبارہ بغیر حلالہ شرعی کے اس سے نکاح کر لیا، اس لیے کہ اس کو ایک غیر مقلد عالم دین نے تجرید نکاح کا فتویٰ دیا تھا، جبکہ یہ شخص حنفی مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نکاح ثانی سے ایک بچہ بھی پیدا ہوا ہے اس کے نسب کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ کے مطابق یہ نکاح ثانی شرعاً فاسد ہے، بغیر کسی تاخیر کے ان دونوں کو جدا ہو جانا چاہیئے، البتہ بچے کا نسب اپنے باپ سے ثابت ہے۔

لما فی الہندیۃ: ولو طلقھا ثلاثاً ثم تزوجھا قبل ان تلکح زوجاً غیرہ فجاءت منه بولید ولا یعلمان بفساد النکاح فالنسب ثابت وان کان یعلمان بفساد النکاح یتثبت النسب ایضاً عند ابی حنیفۃ، کذا فی التاتاریخانیۃ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵۸۵ الباب الخامس فی ثبوت النسب)

**عدت کے دوران سالی سے نکاح کرنا اور اس سے پیدا ہونے والے بچے کا حکم** | سوال :- ایک شخص نے اپنی

بیوی کو طلاق دیدی، طلاق کی وجہ یہ تھی کہ موصوف کی بیوی کو شک تھا کہ اس کے سالی سے ناجائز تعلقات ہیں اور اسی وجہ سے دونوں اکثر اوقات خلوت میں رہتے ہیں۔ اب یہ عورت حاملہ ہے اور اس کا شوہر سالی سے نکاح کر کے فرار ہو گیا ہے اور ان کے ہاں ایک بچہ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ تو کیا اس بچے کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ کے مطابق دوران عدت سالی کے ساتھ نکاح جائز نہیں اگر کر لیا جائے تو نکاح فاسد ہوگا جو واجب الفسخ ہے۔ جہاں تک بچے کا تعلق ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک نکاح فاسد سے پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب ہوتا ہے اس لیے اس بچے کا نسب اپنے باپ سے ثابت ہے۔ تاہم ان دونوں کے لیے زوجہ اول مطلقہ کی عدت ختم ہونے کے بعد دوبارہ نکاح

الحما قال العلامة عالم بن العلام الا تصاری، ولو طلقھا ثلاثاً ثم تزوجھا قبل ان تلکح زوجاً غیرہ فجاءت منه بولید ولا یعلمان بفساد النکاح فالنسب ثابت وان کان یعلمان بفساد النکاح یتثبت النسب ایضاً عند ابی حنیفۃ۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ ج ۵۸۵ کتاب الطلاق۔ الفصل التاسع والعشرون باب ثبوت النسب)





**سوال :-** ایک آدمی کے کسی عورت سے  
 مزنیہ کی بیٹی سے نکاح کے بعد پیدا ہوئی بچی کے نسب کا حکم  
 ناجائز تعلقات تھے جن کو برقرار رکھنے  
 سے یہ عورت کی لڑکی سے شادی کرنی اس کے بعد بھی ان کے تعلقات اسی طرح قائم رہے دو سال بعد  
 اس کی سہیلی کی پیدا ہوئی۔ اب سوال یہ ہے کہ اس بچی کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟ کیونکہ علاقے کے علماء  
 نے دوسو روپے کہا تھا کہ اس لڑکی سے تمہارا نکاح صحیح نہیں لیکن پھر بھی اس نے نکاح کر لیا اور یہ بچی پیدا ہوئی؟  
**الجواب :-** بشرط صحت سوال نہایت قبیح اور ناجائز تعلقات کے باعث اس عورت کی بیٹی اس مرد پر  
 اپنی بیٹیوں کی طرح حرام ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر محارم کے ساتھ نکاح کر لیا جائے تو وہ ولجب الفسخ  
 ہے مگر فاسد ہونے کے باوجود اولاد کا نسب باپ سے ہی ثابت ہوگا۔ اور عوام و خواص کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ  
 ان دونوں کو الگ کر دیں۔

لما فی الہندیۃ: رجل مسلم تزوج بمحارمہ فجنن باولاد یثبت نسب الاولاد  
 منه عند ابی حنیفۃؒ بخلافاً لہما یناء علی ان النکاح فاسد عند ابی حنیفۃؒ باطل  
 عندہما۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۴۷ باب ثبوت النسب) لہ

**سوال :-** ذات دشجرہ نسب بدلتا یا کسی دوسری قوم کی طرف اپنی  
 نسبت کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ایک مسلمان کیلئے اپنی ذات دشجرہ نسب بدلتا یا کسی دوسری قوم کی طرف  
 اپنی نسبت کرنا شریعت کی رو سے حرام اور گناہ ہے، حدیث شریف میں اس پر بڑی وعید  
 آئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نسب بدلنے والے آدمی پر جنت حرام ہے۔  
 عن سعد قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ادعی الی غیر ابیہ  
 وہو یعلم انہ غیر ابیہ فالجنتہ علیہ حرام۔ (مصحح البخاری ج ۱ ص ۱۸۱ کتاب الفرائض)

لہ قال العلامة ابن عابدینؒ نکاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد عندہ خلافاً  
 لہما۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۵۹ باب العدة - مطلب عدة المتکوحۃ فاسداً)

وقال ایضاً: قوله لانه نکاح باطل ای فالوطئ فیہ ذنا لا یثبت بہ النسب بخلاف  
 الفاسد فانه وطئ بشبهة فیثبت بہ النسب ولا تكون بالفاسد فراشاً لا  
 بالباطل۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۸۷ باب ثبوت النسب قبل باب الحضانه)

غیر کی منی کا انجکشن لگوانے سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا حکم | سوال :- ہمارے

آزاد کشمیر میں ایک آدمی جس کی شادی ہوئے پندرہ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے لیکن وہ خدا کی قدرت سے ابھی تک اولاد جیسی نعمت سے محروم ہے، اس نے اپنی جائیداد کا وارث بنانے کے لیے ایک کھیل کھیلا کہ شاید اس طرح میرے ہاں بیٹا پیدا ہو جائے، اس طرح اس نے اپنی بیوی کو کسی نامعلوم شخص کی منی کا ٹیکہ لگوایا جس سے وہ حاملہ ہو گئی، مقررہ مدت کے بعد اس کے ہاں بچی پیدا ہوئی جو کہ قدرتی نشوونما سے محروم اور ہر وقت بیمار رہتی ہے، اس کا قد بڑھنے کا عمل بہت سست ہے، بچی کی شکل بھی اس کے خاندان کے کسی فرد سے معمولی مشابہت بھی نہیں رکھتی اس بچی کی پیدائش کے بعد چھ سال تک اس کے ہاں کوئی بچی بچہ نہیں ہوا، واضح ہو کہ اس شخص کا باپ اپنے آپ کو اسلام کا بہت بڑا دعویٰ سمجھتا ہے اور کسی کا حق دبانے میں خدا برابر فرق نہیں کرتا، بینک کے سودی معاملات میں بڑی گہری دلچسپی رکھتا ہے، اُسے بھی اپنے بیٹے کی اس گھناؤنی حرکت کا بخوبی علم ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسے شخص کا اسلام میں کوئی مقام ہے؟ اگر ہے تو اس کی وضاحت فرمائیں؟ اور اگر وہ اسلامی حدود و قیود سے تجاوز کا مرتکب ہوا ہے تو قرآن و سنت کا اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ امید ہے کہ آپ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں گے۔

الجواب :- مذکورہ بالا طریقہ رائج کنکشن کے ذریعے سے اولاد حاصل کرنا حرام اور اسلامی اصولوں کے خلاف ہے تاہم اگر اس طرح تولید کا عمل مکمل کر لیا جائے تو نسب ثابت ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: الولد للفراش وللعاهر الحجر (الحديث) تو اس آدمی سے اس بچے کا نسب ثابت ہوگا اور وراثت اور رضاعت وغیرہ کے احکام جاری ہوں گے۔ ثبوت نسب کے لیے وطی کی فطری صورت ضروری نہیں، اس کے بغیر بھی اگر کسی طرح خاوند کا مادہ منویہ عورت کے رحم میں پہنچ جائے تو نسب ثابت ہو جائے گا، فقہاء کرام کی بعض عبارتوں سے اس کا اشارہ ملتا ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: البکر اذا جومت في مادون الفرج فحملت بان دخل الما في فرجها فلما قرب وان ولادتھا نزال عززتھا ببيضۃ او بحرف درہم۔ (ج ۲ ص ۱۱۷) ”کنواری لڑکی سے شرمگاہ کے باہر ہمبستری کی جائے پھر وہ حاملہ ہو جائے یا اس طور کہ (مرد کا) مادہ منویہ اس کی شرمگاہ میں



داخل ہو جائے اور جب ولادت کا وقت آئے تو انڈے یا درہم کے کونول کے ذریعے اس کا پردہ بکارت (کنوار پن) چاک کر دیا جائے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حرمت نسب کا حکم بھی ثابت ہو جائے گا یعنی ماں باپ دادا دادی وغیرہ کا سلسلہ نسب ٹھیک اسی طرح حرام ہو جائے جس طرح فطری توالد و تناسل کی وجہ سے ہوتا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ صورت عملاً زنا ہوگی اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد ولد الزنا، البتہ اس پر اسلامی ممالک میں زنا کی شرعی سزا نافذ نہیں کی جاسکتی، اس لیے کہ یہ سزا صرف ناجائز حمل پر ہی نہیں ہے بلکہ باہم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہونے پر ہے۔ (جدید فقہی مسائل جلد ۱۵۲ ص ۱۵۲)

مذکورہ بالا صورت میں اس آدمی کا کیا ہوا عمل جائز نہیں بلکہ حرام ہے، البتہ اس پر نسب وغیرہ کے احکام سب ثابت ہوتے ہیں خواہ اس نیچی کی شکل و صورت اس خاندان کے افراد مشابہ ہو یا نہ ہو۔ واللہ اعلم

**سوال :- ایک صاحب ۱۹۷۱ء کی چودہ پندرہ سال جدائی کے باوجود بچہ ثابت النسب**

پاک بھارت جنگ میں لاپتہ ہو گیا کئی سال تک اس کی موت و حیات کا کوئی اتر پتر نہ چل سکا، اب اس کے لاپتہ ہونے کے تقریباً چودہ پندرہ سال بعد اس کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس بچے کا نسب کس سے ثابت ہوگا، برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ کا جواب عنایت فرمائیں؟

**الجواب :-** اسلام نے ہر ممکن حد تک بچے کا نسب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ صورت مسئلہ میں اگرچہ بظاہر شوہر سے اثبات نسب مشکل نظر آتا ہے، مگر شریعت مطہرہ نے اس بچے کے نسب کو بھی ثابت کر دیا ہے اور اس کے لیے ایک قانونی دفعہ چھوڑی ہے کہ "الوالد للفراش والعاہر الحجر" (بخاری شریف) بچہ فراش کا تابع ہوگا اور زانی کے لیے صرف پتھر ہے۔ اسی قانون کے تحت صورت مسئلہ میں بھی اس بچے کا نسب اپنے باپ سے ثابت ہے اگرچہ وہ حقیقتاً نہیں ہے، اس کا نسب علاوہ لعان کے ختم نہیں ہوگا۔

لما فی الہندیۃ : والحکم فیہ انہ یشیت النسب من غیر دعوی لا ینتفی بمجرد النقی وانما ینتفی باللعان۔ (الفتاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۳ باب ثبوت النسب)



# مسائل شتی

(طلاق کے متفرق مسائل)

**سوال :-** جناب مفتی صاحب! میری اور میرے بھائی  
طلاق مغلظہ سے بچنے کے لیے حیلہ کے درمیان کچھ ناراضگی تھی، اب ہماری صلح ہو چکی ہے  
اور صلح کے وقت میں نے بھائی سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں نے قلال شخص کے ساتھ تعلقات رکھے تو  
میرا بیوی کو تین طلاق ہو، اب جرگہ مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں اس شخص کے ساتھ بول چال شروع کر دوں  
کیونکہ یہ شخص میرا قریبی رشتہ دار بھی ہے، اب اذروئے شرع مجھے کیا کرنا چاہیے؟ مجھے کوئی ایسی  
ترکیب بتائیں کہ ہماری بول چال بھی شروع ہو جائے اور بیوی پر طلاق بھی نہ پڑے؟

**الجواب :-** ویسے تو صورت مسئلہ میں تین طلاق مشروط بشرط ہیں، جب بھی شرط پوری  
ہو جائے تو طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔ اب اس سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ اولاً آپ اپنی  
بیوی کو ایک طلاق دے کر مجھدا کر دیں اور جب اس کی عدت ختم ہو جائے تو آپ اس شخص سے  
بول چال شروع کر دیں اور پھر دوبارہ عورت سے نکاح کر لیں، صرف اس صورت میں آپ  
کی بیوی طلاق مغلظہ کے وقوع سے بچ سکتی ہے ورنہ شخص مذکور کے ساتھ بول چال اور تعلقات  
شروع کرتے ہی آپ کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔

قال العلامة الحنفی: فعیلة من علق الثلاث بدخول الدان یطلقها واحد  
ثم بعد العدة تدخلها فتحل الیمین فینکحها۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار  
ج ۲ ص ۵۴۵ قبل مطلب اختلاف الزوجین فی وجود الشرط)

**سوال :-** اگر کسی عورت سے کوئی غلط کام ہو جائے  
مضارع کے صیغہ سے طلاق کا حکم اور اس کا شوہر بطور تنبیہ کے اسے یہ کہے کہ اگر تم نے  
آئندہ یہ کام کیا تو میں تجھے طلاق دے دوں گا، چند دنوں بعد اس عورت سے وہی کام سرزد ہو گیا  
تو کیا اس عورت پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر ائمہ کے اصول کے مطابق مضارع کے صیغے دو طرح کے ہیں، بعض ایسے  
صیغے ہیں جو حال کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور بعض صیغے مستقبل کے لیے استعمال ہوتے

ہیں، چونکہ صورتِ اولیٰ میں انشاء فی الحال اور انشاء فی الماضی ہے لہذا مضارع کے ان صیغوں کے ساتھ طلاق واقع ہو جائے گی اور صورتِ ثانیہ میں چونکہ اظہارِ ارادہ ہوتا ہے لہذا اس میں بغیر انشاء طلاق واقع نہ ہوگی۔ چونکہ صورتِ مسئلہ میں فقط اظہارِ ارادہ ہے اس لیے طلاق واقع نہ ہوگی۔

قال العلامة ابن عابدین: صيغة المضارع لا يقع بها الطلاق الا اذا غلب في الحال، كما صرح به الكمال ابن السهمام - (تنقيح الحامدية ج ۱ ص ۳۸ کتاب الطلاق)۔

**بلائیت طلاق بیوی کو ”دوسرا خاوند تلاش کر لو“ کے الفاظ کہنا** | سوال :- اگر کوئی شخص بیوی سے رٹائی جھگڑے کے دوران یہ کہے کہ ”جاؤ دوسرا خاوند تلاش کر لو“ مگر اس میں اس کی نیت طلاق کی نہ ہو تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** ”جاؤ دوسرا خاوند تلاش کر لو“ یہ طلاق کنائی کے الفاظ ہیں جو وقوع طلاق میں نیت یا دلالتِ حال و قرینہ و قیاس کے محتاج ہیں۔ چونکہ صورتِ مسئلہ میں اس آدمی کی نیت طلاق کی نہیں اس لیے طلاق واقع نہ ہوگی ورنہ بصورتِ نیت بیوی پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

وفي الهندية: وباتتعي الا زواج تقع واحدة بائنة ان نواها او اثنتين وثلاث ان نواها۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۵۵ الفصل الخامس في الكنايات)۔  
اور طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر یا عدت گزر جانے کے بعد تجدیدِ نکاح سے بیوی خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی حلالہ کی ضرورت نہیں۔

۱۔ قال الشيخ ظفر احمد العثماني: صيغة مضارع هي او مضارع سے وقوع طلاق نہیں ہوتا مگر جب مضارع بمعنی حال غالب ہو جائے تو فقہاء نے اس سے وقوع طلاق کی تصریح کی ہے۔ (امداد الاحکام جلد ۲ ص ۳۸۴ کتاب الطلاق)

۲۔ قال العلامة ابوالبركات النسفي رحمه الله: وغيرها بائنة وان نوى اثنتين وتصح نية الثلاث وهي بائن بئنة بتلة حرام۔۔۔۔۔ قومی ابتغى الا زواج۔

(کنز الدقائق علی هامش البحار الرائق ج ۳ ص ۳۰۲ باب الکنايات)

نافرمان بیوی کو طلاق دینا مستحب ہے | سوال :- ایک شخص کی بیوی فاحشہ اور  
نافرمان ہے، اب اگر یہ شخص اس کو طلاق  
دیدے تو گنہگار تو نہیں ہوگا؟

الجواب :- جو عورت اپنے شوہر کی نافرمان ہو اور اس کے حقوق میں کوتاہی کرتی ہو  
اور حدود شرعی کو بھی پامال کرتی ہو تو اس کو طلاق دینے سے شوہر گنہگار نہ ہوگا بلکہ ایسی عورت  
سے خلاص حاصل کرنا مستحب امر ہے۔

قال العلامة الحصكفي: وإيقاعه مباح وقيل الأصح خطره إلا الحاجة كريمة و  
كبر.... بل يستحب لو مؤذية أو تاركة صلوة غاية ومفاده أن لا اثم بمعاشرة  
من لا تصلى ويجب لوفات الامساك بالمعروف - قال ابن عابدین: تحت قوله و  
مؤذية) اطلقه فشمّل المؤذية له أو لغيره بقولها أو بفعلها. الخ  
رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۸ کتاب الطلاق (۱)

لڑکی پسند نہ آنے کی صورت میں طلاق دینے کا حکم | سوال :- والدین نے ایک جگہ میری  
لڑکی شادی کر دی، رخصتی کے بعد مجھے لڑکی  
پسند نہیں، تو کیا اب میں اس کو طلاق دے سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب :- طلاق دینا شوہر کی ملکیت ہے وہ جس وقت چاہے طلاق دے سکتا ہے  
مگر بلا عذر شرعی طلاق دینا کراہت سے خالی نہیں۔ صورت مسئلہ میں چونکہ طلاق کی صورت  
میں والدین کی نافرمانی بھی لازم آتی ہے اس لیے حتی الامکان طلاق دینے سے گریز کیا جائے،  
اور اگر باوجود کوشش کے نباہ ممکن نہ رہے تو پھر طلاق دینا مباح ہے۔

قال العلامة الحصكفي: وإيقاعه مباح عند العامة لا طلاق إلا بالكل وقيل قائله الكمال  
الأصح خطره أي منعه إلا الحاجة كريمة وكبره - (رد المحتار على المشرد المختار ج ۲ کتاب الطلاق) ۲

۱۔ و ۲۔ قال الشيخ وهبة الزحيلي: ذهب الحنفية على المذهب إلى أن إيقاع الطلاق مباح لا طلاق  
الآيات..... قال الكمال بن الهمام الأصم خطر الطلاق أي منعه إلا الحاجة كريمة وكبر  
ورجح. قال ابن عابدین: هذا الرأي وليست الحاجة مختصة بالكبر والرغبة بل هي  
أعم - رالفقه الاسلامي وادلتہ ج ۷ ص ۳۶۲ البحث الاول..... حکم الطلاق



**صرف طلاق کا خیال آنے سے طلاق نہیں ہوتی | سوال :-** اگر کسی شخص کے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہو کہ میری بیوی مجھ پر طلاق ہے جبکہ ابھی تک اُس نے زبان سے یہ الفاظ ادا نہیں کیے ہیں، تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

**الجواب :-** طلاق کے وقوع کے لیے الفاظ طلاق کا زبان سے ادا کرنا لازمی اور ضروری ہے، نفس طلاق کا خیال آنے سے طلاق نہیں ہوتی۔

قال العلامة ابن نجيم المصري: فقد افاد ان ركنه اى التطلاق اللفظ الدال على ازالة حل المحلّة - (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۵۲ کتاب الطلاق) لہ

**شک کی صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوں گی | سوال :-** اگر کسی شخص کو طلاق کی تعداد میں شک ہو جائے تو اس صورت میں اس شخص کی بیوی پر کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟

**الجواب :-** تعداد طلاق میں شک پڑ جانے چونکہ عدد اقل متیقن ہوتا ہے وہی واقع ہوگا حتیٰ کہ اس کو اکثر کا یقین ہو جائے، لہذا صورت مسئلہ میں بصورت شک دو طلاق واقع ہوں گی، تاہم اگر تین طلاق کا گمان زیادہ ہو تو تین ہی واقع ہوں گی۔

قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري: رجل حلف بالطلاق وشك المرء انّه طلق واحدة او ثلاثا فهي واحدة حتى يستيقن او يكون اكثر ظنه على خلافه - (خلاصة الفتاوى ج ۲ ص ۱۲ کتاب الطلاق) لہ

لہ قال الشيخ وهبة الزحيلي: يشترط بالاتفاق القصد في الطلاق وهو ارادة التلفظ به ولو لم ينوّه - (الفقه الاسلامي وادلته ج ۷ ص ۳۶۸ المبحث ما يشترط في الركن الثاني للطلاق القصد)

لہ قال الشيخ الدكتور وهبة الزحيلي: ومن شك في صفة الطلاق: انه طلقها رجعية او بائة يحكم بالرجعية لانها اضعف اطلاقين فكانت متيقنا بهما - (الفقه الاسلامي وادلته ج ۷ ص ۳۵۷ المبحث السادس الشك في الطلاق)

**مرض الموت کی طلاق سے حق وراثت ختم نہیں ہوتا** | سوال :- ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں بیوی کو طلاق دی، اسکے چند دن بعد وہ اس بیماری سے فوت ہو گیا تو کیا اس مطلقہ عورت کو خاوند کی میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** مرض الوفات میں طلاق دینے سے خاوند کے بارے میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شاید اس نے بیوی کو میراث سے محروم کرنے کے لیے یہ قدم اٹھایا ہو، اس لیے از روئے شرع مرض الموت میں طلاق دینے سے عورت کا حق میراث ختم نہیں ہوتا۔

لما فی الہندیۃ : الرجل اذا طلق امرأته طلاقاً رجعیاً فی حال صحته اوفی حال مرضه برضاها او بغير رضاها تم مات وهي فی العدة فانهما يتوارثان بالاجماع۔  
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۶۲ الباب الخامس فی طلاق المریض) لہ

**فاحشہ عورت کو طلاق واجب نہیں مستحب ہے** | سوال :- اگر ایک شخص کی بیوی آوارہ پابندی کو ایک بوجھ سمجھ کر ہمیشہ اس کی خلاف ورزی کرتی ہو یہاں تک کہ اس سے فسق و فجور میں مبتلا ہونے کا خطرہ بھی ہو تو ایسی حالت میں عورت کو طلاق دینا شرعاً کیسا ہے؟  
**الجواب :-** فاحشہ اور فاسقہ عورت کے بارے میں اس کے خاوند کو فکر مند ہونا چاہیئے اولین فرصت میں اس کی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہیئے، ممکن ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر کے فسق و فجور سے باز آجائے، لیکن اگر خاوند تمام تر کوشش کے باوجود اس کی اصلاح سے کُل طور پر ناامید ہو جائے تو پھر ایسی عورت کو طلاق دینا مستحب ہے تاہم واجب نہیں۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ : بل یستحب (ای الطلاق) لو مؤذیۃ او تارکۃ صلوة۔ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : اطلقہ فشل المؤذیۃ او لغيرہ بقولہا۔  
(رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۱ کتاب الطلاق) لہ

لہ قال العلامة ابن عابدین : الطلاق اذا کان رجعیاً فانہا ترثہ وکذا یرثہا لو ماتت فی العدة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۶۷ باب طلاق المریض)  
ومثله فی کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۴ ص ۴۲ باب طلاق المریض۔

وفيه كذا في موضع آخر لا يجب على الزوج تطبيق الفاجحة المختار على ما مشرد المختار  
ج ۲ ص ۳۱۸ فصل في المحرمات، مطلب فيما لو زوج المولى أمتة له

**طلاق کے لیے خاوند پر جبر کرنے کا حکم** | سوال :- کن صورتوں میں خاوند پر جبر و اکراہ کر کے طلاق حاصل کی جاسکتی ہے ؟

**الجواب :-** طلاق میں خاوند مستقل ہے، طلاق حاصل کرنے کے لیے اس پر جبر کرنا اس کے حقوق میں دخل اندازی کے مترادف ہے، تاہم لعان کی صورت میں جب خاوند طلاق نہ دے تو قاضی میاں بیوی کے درمیان تفریق کر سکتا ہے، ایسے ہی ظہار میں کفارہ کی ادائیگی یا طلاق دینے پر مجبور کر سکتا ہے۔

لما في الهندية : المظاهر اذا لم يكفر ورفع امره الى القاضي يجسه القاضي حتى يكفر او يطلق - (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۵۰۵ الباب التاسع في الظهار) له

**والدین کی رضامندی کے لیے بیوی کو طلاق دیتا** | سوال :- ایک شخص کی بیوی میں کوئی شرعی نقص نہیں کہ جس کی وجہ سے اُسے

طلاق دیدی جائے لیکن خاوند کے والدین اور بیوی کا آپس میں اکٹھا رہنا مشکل ہے، ایسی حالت میں کیا یہ شخص محض والدین کی رضامندی کے لیے بیوی کو طلاق دے سکتا ہے ؟

**الجواب :-** والدین کی رضامندی کے لیے بیوی کو قربان کرنا اگرچہ بیٹے کی فرمانبرداری کا اعلیٰ نمونہ ہے، لیکن ایسی حالت میں جبکہ عورت کا کوئی جرم بھی نہ ہو ایک عورت کی زندگی سے کھیلنا

له قال ابن نجيم المصري : وفي غاية البيان يستعيب طلاقها اذا كانت سليطة مؤدية  
او تاركة للصلاة - الخ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۴ کتاب الطلاق)

وفيه هكذا - وفي المجتبى من آخر الحظر والاباحة لا يجب على الزوج تطبيق الفاجحة  
ولا عليها تسريح الفاجر - (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۰ کتاب النکاح فصل في المحرمات)

له وقال العلامة الحسكي رحمه الله : وعليها ان تمنعه من الاستمتاع حتى يكفر  
وعلى القاضي الزامه به بالتكفير دفعا للضرر عنها. بحسب اوضار الى ان يكفر ويطلق -

(الدر المختار على هامش رد المختار ج ۲ ص ۶۲۶ باب الظهار)

ومثله في الفتاوى الحانية على هامش الهندية ج ۱ ص ۵۴۴ بالظهار - مطلب بلاغات محمد مندق



اور اس کو جدائی کی وادی میں دھکیلنا یا اپنے آپ کو جدائی کے ناقابل برداشت بوجھ کے نیچے دبانا کسی بڑے امتحان سے کم نہیں، عام معاشرہ میں حضرت عمرؓ جیسے والد کس کو نصیب ہوتے ہیں کہ جس سے ابن عمرؓ کے کردار کی توقع رکھی جاسکے، اس لیے والدین کی رضامندی کے لیے طلاق دینا اگرچہ جائز ہے لیکن حالات پر نظر رکھنے کے بغیر یہ اقدام کرنا کسی مصیبت کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔

قال الله تبارك وتعالى: فَلَا تَسْلُوْهُنَّ اُكُلَ الْبَيْلِ فَتَذَرُوْهُنَّ كَالْمُعَلَّقَةِ ط (النساء آیت ۱۲۹)  
وايضاً قال: وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا اَوْ مِنْ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوْا  
اٰيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا ط۔ (سورة البقرة آیت ۲۳۱) ۱۷

**سوال :-** اگر عدت کے دوران مطلقہ کے خاوند کا انتقال ہو  
**مطلقہ کی میراث کا حکم** جائے تو کیا مطلقہ معتدہ کو خاوند کی جائیداد میں ارث کا حق

مل سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر عورت کے مطالبہ پر خاوند نے طلاق ہو تو ایسی حالت میں مطلقہ حق وراثت سے محروم رہے گی اسکے علاوہ چونکہ معتدہ خاوند کے نکاح میں پابند رہتی ہے اس لیے اس کو میراث سے حصہ ملے گا اگرچہ عورت مطلقہ مغفلہ ہی کیوں نہ ہو۔

لما فی الہندیۃ: الرجل اذا طلق امرأته طلاق رجعیاً فی حال صحۃ او فی حال مرضہ برضاها او بغیر رضاها تمّ مات  
وہی فی العدة فانہما یتوارثان.... ولو طلقها طلاقاً بائناً او ثلاثاً تمّ مات وہی فی العدة  
فکذا لک عندنا ترث، الخ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۴۶۲) ابواب الخامس فی طلاق المریض ۱۷

۱۷ وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قال کانت تحتی امرأۃ اجتہا وکان عمر یکرہہا فقال لی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلقہا۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوۃ ص ۲۲۱ کتاب الطلاق)

وقال الشیخ عید الحق فی شرح ہذا الحدیث: ان کان الحق فی جانب الوالدین فطلاقہا  
واجب للزوم العتوق وان کان فی جانب المرأة فان طلقہا لرضاء الوالدین  
فہو جائز۔ (اللمعات شرح مشکوۃ)

۱۷ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری: اذا طلق المریض امرأته طلاقاً رجعیاً ورثت مادامت العدة  
وقیہ۔ ولو طلقها بائناً او ثلاثاً تمّ مات وہی فی العدة فکذا لک عندنا ترث۔

(الفتاویٰ التاتاریخانیۃ ج ۳ ص ۵۷۷) الفصل العشرون فی طلاق المریض کتاب الطلاق

ومثله فی من والمختار ج ۲ ص ۵۶۷ باب طلاق المریض۔

**بغیر رجوع کیے عدت گزرنے پر عورت جدا ہوگی** | سوال :- ایک شخص نے بیوی سے غصہ کی حالت میں کہا کہ ”تو مجھ پر طلاق ہے“ جبکہ اس وقت طلاق دینے کا ارادہ نہ تھا لیکن عورت کو ناچاقی کی وجہ سے کہہ دیا، اس کے بعد عورت والدین کے گھر چلی گئی، پانچ سال تک ان کے باہمی تعلقات نہیں رہے، اب وہ دونوں دوبارہ نکاح بحال کرنا چاہتے ہیں تو انہیں شرعاً کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟

**الجواب :-** تو مجھ پر طلاق ہے کے الفاظ صریح ہیں ایسے الفاظ میں نیت و ارادہ کی ضرورت نہیں اس کے بغیر بھی طلاق ہو جاتی ہے، صورت مذکورہ میں چونکہ ایک طلاق واقع ہو کر عدت گزر گئی ہے، اگرچہ عدت کے دوران خاوند کیلئے رجوع بالقول یا بالفعل کافی تھا لیکن رجوع کے بغیر عدت گزرتے سے عورت جدا ہو گئی ہے، اب دونوں باہمی رضامندی سے تجدید نکاح کے ذریعے دوبارہ اپنا گھر آباد کر سکتے ہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: والرجعی لا یزیل الملك الا بعد مضي العدة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۴۶ کتاب الطلاق، باب الرجعة)۔

**مطلقہ مغفلہ کا خاوند کے گھر رہنا** | سوال :- ایک شخص نے بیوی کو طلاق مغفلہ سے کر فارغ کر دیا ہے، حلالہ کے لیے تیار نہ ہونے کی وجہ سے اگر یہ عورت خاوند کے گھر میں بطور خادمہ کے رہے تو کیا یہ جائز ہے؟

**الجواب :-** اگر خاوند فاسق فاجر نہ ہو اور اس سے زنا کا خطرہ نہ ہو تو مطلقہ مغفلہ کا بطور خادمہ خاوند کے گھر میں رہنے میں کوئی حرج نہیں، تاہم پھر بھی احتیاط ضروری ہے تاکہ کسی قسم کی بے راہروی میں مبتلا نہ ہو۔

لما قال العلامة الحصکفی: سئل شیخ الاسلام عن زوجین افترا وکل منہما ستون سنة وبنیہما اولاد تتعذر علیہما مفارقتہم فیسکنان فی بیئتهم ولا یجتمعان

الحل العلامة اکل الدین الباری: فساد امت العدة باقية كانت ولاية الرجعة باقية واذا انقضت من غیر رجعة بانت۔ (العناية شرح الهدایة علی هامش فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۲ باب ایقاع الطلاق، کتاب الطلاق)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ شَرْحُ كِتَابِ الدَّقَائِقِ ج ۳ ص ۲۵۶ باب الطلاق۔



فی فراش ولا یلتقیان التقاء الا ذوا جہل لہما ذلک قال نعم۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۷۵ باب العدة کتاب الطلاق) لہ

**عدت گزرنے میں عورت کے بیان پر اعتماد کرنا** | سوال :- اگر کسی عورت نے یہ کہا کہ میرا خاوند فوت ہو گیا ہے اور اس کے بعد میری عدت گزر گئی ہے، تو کیا اس کے بیان کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر عورت کا بیان غلط ظن کا مفید ہو اور اس کے بیان میں سچائی کی طرف میلان زیادہ ہو تو اس سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں تاہم بہتر یہ ہوگا کہ عورت کے بیان کو معاشرہ کے حالات کے مطابق پرکھا جائے، قرآن خارجہ کا سہارا لیے بغیر شاید صرف اس عورت کا بیان ظن کے لیے مفید نہ بن سکے۔

لما فی الہندیۃ : ولوان امرأۃ قالت لرجل ان زوجی طلقنی ثلاثاً وانقضت عدتی فان کانت عادلة وسعه ان یتزوجہا وان کانت قاسقۃ تحری وعمل بما وقع علیہ تحریرہ کذا فی الذخیرۃ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۱۳ کتاب الطلاق۔ الباب الثالث عشر فی العدة) **نفاستہ کی عدت طلاق** | سوال :- ایک آدمی نے حالت نفاس میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اب یہ عورت عدت گزارنے کے بغیر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر عورت حیض کے آنے سے نا امید نہ ہو چکی ہو تو اس صورت میں اس پر

لہ فی الہندیۃ : اذا طلقها ثلاثاً او واحدة بائنة و لیس لہ الا بیت واحد فینبی لہ ان یجعل بینہما حاجباً حتی لا تقع الخلوة بیتہ و بیت الاجنبیۃ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۳۵ کتاب الطلاق۔ الباب الثالث عشر فی العدة)

وَمِثْلُهُ فی الخانیۃ علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۵۳۵ کتاب الطلاق۔ الباب الرابع عشر فی الحداد) **امہ قال العلامة الحسکفی :** وحل نکاح من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امہ فلان واعتقنی۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۹۸ کتاب الطلاق۔ باب العدة) وَمِثْلُهُ فی الفتاویٰ الخانیۃ علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۲۲۱ کتاب الطلاق باب العدة۔



تین حیض گزارنا لازم ہیں اور اگر سن ایسا کو پہنچنے کی وجہ سے حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہو تو اس صورت میں تین ماہ کی عدت گزارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، بہر حال عدت گزارنا ضروری ہے۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی: وإذا طلق الرجل امرأته وهي حادثة من حیض فعدتها ثلاثة اقراء۔ (الهدایة ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الطلاق۔ باب العدة) ۱

**نوسلم عورت کی عدت کا حکم** | سوال :- اگر ایک عورت اسلام سے مشرف ہو جائے اور اس کا خاوند اسلام قبول کرنے پر تیار نہ ہو تو یہ عورت اگر کسی مسلمان سے نکاح کرنا چاہے تو اس کی عدت کیا ہوگی؟

الجواب :- مسلمان عورت کا خاوند اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کر رہا ہو تو یہ عورت کسی غیر مسلم شخص کے نکاح میں نہیں رہ سکتی، اس لیے مسلمان حاکم یا قاضی خاوند کے اسلام لانے سے انکار کے بعد دونوں کے درمیان جدائی کا حکم صادر کرے گا جو عورت کے حق میں طلاق تھا ہوگی، ایک اسلامی ملک اور معاشرہ میں رہائش رکھتے ہوئے عورت کے لیے یہ زیادہ مناسب ہے کہ عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرے۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ: وإذا أسلمت المرأة وزوجها كافر عرض عليه الاسلام فان أسلم فهي امرأته وان أبى فرق القاضی بينهما و كان ذلك طلاقاً عند ابی حنیفة وعمرہ رحمہما اللہ تعالیٰ۔

(الهدایة علی صدقہ فتح القدیر مج ۳ ص ۲۸۸ کتاب النکاح۔ باب نکاح اہل الشک) ۲

۱۔ وفي الہندیة: وإذا طلق الرجل امرأته..... وهي من حیض فعدتها ثلاثة اقراء۔ (الفتاویٰ الہندیة ج ۱ ص ۵۲۶ کتاب الطلاق۔ باب الثالث عشر فی العدة)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّر الْمَخْتَارِ عَلَى هَامِش رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۶۵ کتاب الطلاق، باب العدة۔

۲۔ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: وإذا أسلم أحد الزوجین المجوسیین أو امرأة الکتابی عرض الاسلام علی الآخر فان أسلم فیها والابان ابی اوسکت فرق بينهما۔

(الدَّر الْمَخْتَارِ عَلَى هَامِش رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۲۲۲ باب نکاح الکافر)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۲۱۲ باب نکاح الکافر۔

تجھے طلاق دی، دی، دی سے تین طلاق کا حکم | سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی، دی،

دی، تو کیا اس سے ایک طلاق واقع ہوگی یا تین؟ جبکہ اس کی نیت، بھی تین ہی کی ہو؟  
الجواب: جب کسی آدمی کی نیت، ایسے الفاظ سے تین طلاق کی ہو تو اس سے تین طلاق واقع ہوں گی اور بدون حلالہ شرعی کے میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے حلال نہیں ہو سکتے۔

لما فی الہندیۃ، ولو قالت مرأطالق کُن، مرأطالق کُن، فقال کُرم، کُرم، کُرم، تطلق ثلاثاً وهو الاصح۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۳ ص ۳۸۲ کتاب الطلاق) | سوال: ایک شخص نے کئی آدمیوں کے سامنے ”نیت فلاں کو طلاق ہو“ کا شرعی حکم یہ کہا کہ اگر میں نے فلاں کو طلاق کیا تو فلاں کی بیٹی

اپنے سر کا نام لیا، کو طلاق ہو، چند دنوں بعد ہی اس نے وہی کام کر لیا، اب وہ شخص یہ کہتا ہے کہ ان الفاظ میں میں نے اپنی سالی کی نیت کی تھی بیوی کی نہیں، تو کیا شریعت مقدسہ کی رو سے موصوف کی بیوی کو طلاق ہو گئی ہے یا نہیں؟

الجواب: سورت مسورہ کے مطابق موصوف کا متعلقہ کام سرانجام دینے کے بعد اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی، قضاء اس کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں، دیا تھا اور معاملہ ہے۔

لما قال العلامة قاضی خان: وكذا قال بنت طالق ذكر اسم الاب ولحميذكر اسم المرأة وامراته بنت فلان وقال لها من به امرأتك لا يصدق قضاء وتطلق امرأتہ۔ (الفتاویٰ قاضی خان ج ۲ ص ۲۱۵ کتاب الطلاق)

لما قال العلامة اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ: الجواب: یہ زبان سے کہا ہے کہ میں نے طلاق دے دی، دے دی، دے دی اگر دمیرا کیا کرتی ہو الخ دیکھا جائے گا کہ اس کا مطلب کیا تھا، اگر مطلب یہ تھا کہ گواہ تک نہ دی تھی مگر اب دے دی تب تو تین طلاق واقع ہو گئیں، بدون حلالہ تجدید نکاح درست نہیں۔ الخ

(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۳ کتاب الطلاق)

**لفظ تلاق سے طلاق کے وقوع کا حکم** | سوال :- ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے طلاق دیدی ہے جبکہ اس کے شوہر کا کہنا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی بلکہ صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ میری بیوی کو تلاق ہو یعنی تار کے لفظ کہا ہے طلاق کے ساتھ نہیں، تو کیا لفظ تلاق سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- طلاق کے معاملہ میں اگر قایا لام کے کلمات کو کچھ تبدیل کر دیا جائے اور لام کا کلمہ اپنی حالت پر رہے تو اس سے قضاء طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح صورت مسئلہ میں بھی تلاق کے لفظ سے طلاق واقع ہو گئی ہے اور عورت کا دعویٰ صحیح ہے۔

قال العلامة الحصکفی: ویقع بهای بهذه اللفاظ ما بمعناها من الصريح ويدخل نحو طلاغ وتلاغ وطلاک۔ قال ابن عابدین، ومنه اللفاظ المصحفة وهي خمسة فزاد علی ما هنا تلاق۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۲۲۸ کتاب الطلاق، باب الصریح)۔

**طلاق نامہ میں بیوی کے باپ کا نام غلط لکھنا مانع وقوع طلاق نہیں** | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق نامہ ارسال کیا جس کا متن یہ ہے: کہ من مسمی محمد عمران بن محمد سلطان نے اپنی بیوی

سعیدہ بنت سعید الرحمن کو تین طلاق دیدی ہے، جبکہ سعیدہ کے والد کا نام عبدالرحمن ہے، تو کیا اس طلاق نامہ سے سعیدہ پر طلاق واقع ہو چکی ہے یا نہیں؟

الجواب :- جب طلاق میں کسی اضافت سے اپنی منکوہ کا قصد ارادہ ہو تو باپ کا نام غلط لکھا جانا مانع وقوع طلاق نہیں، اس لیے صورت مسئلہ میں محمد عمران کی بیوی سعیدہ تین طلاق مطلقہ غلیظہ ہو چکی ہے جو بدون حلالہ شرعی کے موصوف کے لیے حلال نہیں۔

ما فی الہندیۃ: قال امرأتہ عمرۃ بنت صبیح طالق وامراتہ عمرۃ بنت حفص

لہ قال العلامة ابن قیم: ومنہ اللفاظ المصحفة وهي خمسة تلاق وتلاغ وطلاک

وتلاک فیقع قضاء ولا یصدق الا اذا الشہد علی ذلک قبل التکلم۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۲ کتاب الطلاق، باب الصریح)



ولانية له لا تطلق..... وان نوى امرأته في هذه الوجوه طلقت امرأته في  
القضاء وفيما بينه وبين الله كذا في خزانة المفتيات۔

(الفتاوى الهنزية ج ۳ ص ۳۶۳ الفصل الاول في الطلاق المترك، مطلب اذ شك ان طلق الخ)۔  
کسی جاہل سے امرأتی طالق کے الفاظ کہلوانے کا حکم | سوال: ایک صاحب

کہا کہ تم یہ الفاظ کہو کہ امرأتی طالق، تو اس نے یہ الفاظ کہہ دیئے، حالانکہ یہ الفاظ کہنے والا  
نہ تو ان کے معانی کو جانتا ہے اور نہ اس کی نیت طلاق کی تھی، تو کیا اس سے طلاق  
واقع ہو گئی یا نہیں؟

الجواب:- الفاظ صریح میں اگرچہ نیت کی ضرورت نہیں تاہم وقوع طلاق کیلئے  
ضروری ہے کہ طلاق کی اضافت میں بیوی کا قصد و ارادہ ہو، اگر یہ شرط نہ پائی جائے تو طلاق  
واقع نہ ہوگی، لہذا بشرط صحت سوال صورت مذکورہ میں اس شخص کی بیوی پر طلاق واقع  
نہیں ہوئی۔

لما قال العلامة ابن عابدین، ولكن لا بد في وقوعه قضاء وديانة من قصد اضافة  
لفظ الطلاق اليها عالماً بمعناه ولم يصرفه الى ما يحتمله كما افاده في الفقه وحققه  
في التهرات اعمالو كرم مسائل الطلاق بعصرتها وكتب ناقلاً من كتاب  
امراتي طالق مع التلطف او على يمين غيره فانه لا يقع اصلاً ما لم يقصد  
زوجته وعمالو لقننته لفظ الطلاق فتلفظ به غير عالٍ بمعناه فلا يقع  
اصلاً على ما افق به مشائخ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۳ کتاب الطلاق)

تیرا میرا معاملہ ختم کہنے کے نکاح پر اثرات | سوال:- میاں بیوی کے مابین  
کسی وجہ سے تلخ کلامی پیدا ہو گئی  
تو شوہر نے بیوی کو مخاطب کر کے کہا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ، اسلئے کہ میرا اور تیرا معاملہ ختم

لما قال العلامة ابن نجيم، وكذا لو قال بنت فلان طالق ذكر اسم الاب ولحقه ذكر اسم  
المرأة وامراته بنت فلان وقال لمرأ عن امرأتى لا يصدق قضاء وتطلق امرأته۔  
(البحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۳، کتاب الطلاق، باب المترك)

ہو چکا ہے تو کیا ان دونوں کا نکاح برقرار ہے یا ختم ہو چکا ہے؟  
 الجواب :- میرا تیرا معاملہ ختم ہو چکا ہے یہ الفاظ طلاق کنائی کے ہیں، اگر شوہر نے  
 اس سے طلاق کی نیت کی ہو تو اس کی بیوی مطلقہ بائنہ ہو چکی۔ ہے درہ الفاظ لغوی ہیں۔  
 لما فی الہندیۃ : لم یبق بینی و بینک عمل و نوى یقع ۔

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات  
 اثبات طلاق کے لیے باپ کی گواہی کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب ایک

مسئلہ درپیش ہے کہ ایک عورت نے یہ  
 دعویٰ کیا ہے کہ اس کے خاوند نے اسے تین طلاق دی ہیں جبکہ اس کا خاوند اس بات کا  
 منکر ہے، عورت گواہی میں اپنے باپ اور ایک ہمسایہ کو پیش کرتی ہے، کیا اس گواہی  
 سے عورت کا دعویٰ طلاق درست ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- دعویٰ طلاق کے اثبات کے لیے دیگر مقدمات کی طرح دو گواہوں کا  
 ہونا ضروری ہے بشرطیکہ گواہوں میں کوئی ایسا گواہ نہ ہو جس کی گواہی سے اقربا پروری کی  
 تہمت لگ سکتی ہو۔ چونکہ صورت مسئلہ میں اثبات طلاق کا ایک گواہ عورت کا باپ ہے  
 جس کی گواہی اس دعویٰ طلاق کے اثبات کے لیے شرعاً درست نہیں لہذا ایک گواہ سے  
 دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا اس لیے عورت پر وقوع طلاق کا فیصلہ کرنا مشکل ہے، تاہم  
 اگر واقعاً ایسا معاملہ ہو چکا ہو تو عورت کسی اور ذریعہ رخلع سے شوہر سے جدائی اختیار  
 کر سکتی ہے۔

۴۶۹  
 لما فی الہندیۃ : لا تجوز شہادۃ الوالدین لولدہما۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ باب الشہادۃ) لہ  
 تعدد طلاق میں شک ہو تو | سوال :- اگر کسی شخص کو یہ شک پڑ جائے کہ اس نے  
 بیوی کو دو طلاق دی ہیں یا تین، تو کیا یہ شخص بیوی سے

رجوع کر سکتا ہے یا یہ کہ حلالہ شرعی لازمی ہے؟  
 الجواب :- اگر کسی شخص کو تعدد طلاق میں شک پڑ جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ

لہ قال المرغینانی: ولا شہادۃ الوالد لولدہ و ولد ولدہ ولا شہادۃ الولد  
 لابویہ ولا جدادہ والاصل فیہ قولہ علیہ السلام لا یقبل شہادۃ الولد لولدہ  
 ولا الوالد لولدہ ولا لموآتہ لزوجہا الخ۔ (الہدایۃ ج ۳ کتاب الشہادۃ، فصل من یقبل شہادۃ من یقبل)

کم عدد پر عمل کرے اس لیے کہ وہ یقینی ہے اس لیے صورتِ مسئلہ کے مطابق عورت پر دو طلاق واقع ہو چکی ہیں اور طلاقِ رجعی ہونے کی بناء پر آدمی رجوع کر سکتا ہے۔  
لما قال العلامة المحقق، ولو شك أطلاق واحدة أو أكثر منى على الأقل۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۳۸۳ باب الصرع پر لے

**رجوع میں بیوی کی رضامندی شرط نہیں** | سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی طلاقِ رجعی دے دی اب وہ اپنے اس اقدام پر نادم

اور پشیمان ہے، گواہوں کے سامنے اس نے رجوع کا اعلان کیا ہے لیکن بیوی نہیں مانتی وہ کہتی ہے کہ مجھے رجوع قبول نہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا عورت کی رضامندی کے بغیر خاوند رجوع کر سکتا ہے؟

الجواب: فقہ حنفی کی رو سے طلاقِ رجعی میں نکاح زائل نہیں ہوتا صرف عدویں کمی آتی ہے اس لیے خاوند کے رجوع کرنے کے لیے بیوی کی رضامندی شرط نہیں، منکوحہ راضی ہو یا نہ ہو لیکن جب خاوند باقاعدہ رجوع کرے تو دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔

لما فی الہندیۃ: واذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها في عدتها رضىت بذلك ولم ترض۔ (افتاویٰ الہندیہ ج ۳ کتاب الطلاق۔ الباب السادس فی الرجعة) ۲



لہ و فی الہندیۃ: عن محمد اذا شك في انه طلق واحدة او ثلثا فله ان يراجعها في عدتها رضىت بذلك ولم ترض۔ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۳ کتاب الطلاق۔ الفصل الثاني فی طلاق الصریح) ۳

۲ قال المحقق: وتصم الرجعة بتزوجها في العدة۔ وفيه: ان لم يطلق بائناً فان ابا بها فلا وان أبت۔ قال ابن عابدین: ای سوا رضیت بعد علمها او أبت۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۳۵ کتاب الطلاق۔ باب الرجعة)

و مثله فی فتح القدير ج ۲ ص ۳ کتاب الطلاق۔ باب الرجعة۔



سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک عورت موجودہ نج قاضی شرعی کے قائم مقام ہے | نے کسی مرد سے شادی کی، شادی کے چند ماہ

بعد شوہر نے بیوی کو نان و نفقہ دینا پھوڑ دیا، کئی بار علاقائی جرگوں کے ذریعے اُسے سمجھانے کے باوجود وہ لیت و لعل سے کام لیتا رہا، آخر کار عورت نے مجبور ہو کر عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر دیا، عدالتی حکم پر شوہر صرف ایک بار عدالت میں حاضر ہوا، اس کے بعد عدالتی اطلاع اور سمن کے باوجود عدالت میں حاضر نہ ہوا۔ آخر کار عدالت نے عورت کے حق میں تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کر دی۔ اب دریافت طلب امر یہ کہ :-

(۱) کیا موجودہ عدالتوں کے نج صاحبان قاضی شرعی کے قائم مقام ہیں یا نہیں؟  
(۲) کیا ان عدالتوں کے نج صاحبان بیوی کو نان و نفقہ نہ دینے والے شوہر کی بیوی کی درخواست پر اس کا نکاح فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- پاکستان کے فیملی لاء میں سے بعض کا تعلق قضاء قاضی کے ساتھ ہے بغیر اس کے وہ حکم تمام نہیں ہوتا، مگر قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ گورنمنٹ یعنی حاکم وقت کا مقرر کردہ ہو، بغیر حاکم کی اجازت کے کوئی شخص قاضی یا نج نہیں بن سکتا۔

قال الامام ماوردی: والثانی لان التقليد لا یصح الا من جهته وایضاً فتقید القضاء من جهته فرض یتعین علیہ - (ادب القاضی ج ۱ ص ۱۳۷)  
اگرچہ حکومت کسی فاسق و فاجر یا کافر کی ہی کیوں نہ ہو۔

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: فیہ دلیل علی جواز التقليد من الکافر المسلم الجائر بالاولی۔ (اعلاء السنن ج ۱۵ ص ۵۴ کتاب القضاء، باب صحت تقلد لقفا... الخ)

اسی طرح مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ: ”جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور شرعی قائدہ کے موافق فیصلہ کریں تو ان کا حکم بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔“ (جیلہ ناجزہ ص ۱۲۸ المرقومات للمنظومات)  
اس لیے موجودہ نج و مجسٹریٹ وغیرہ جو گورنمنٹ کی طرف سے ان احکامات کے اجراء کیلئے مقرر ہوں قاضی شرعی کے قائم مقام ہیں بشرطیکہ فیصلہ شرعی قواعد کے مطابق ہو۔

اسی طرح جو شخص بیوی کو باوجود وسعت کے نان و نفقہ نہ دیتا ہو اور نہ ہی اُسے طلاق دینے پر آمادہ ہو اور نہ خلع کرنا چاہتا ہو تو اگرچہ حنفیہ کے ہاں عورت کو نکاح کی تنسیخ کی

اجازت نہیں مگر بناء بر مجبوری متاخرین علماء نے مالکیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے، بشرطیکہ شوہر طلاق یا خلع سے بھی انکاری ہو اور نان و نفقہ بھی نہ دیتا ہو اور عورت کے نان و نفقہ کا کوئی متبادل انتظام بھی نہ ہو سکتا ہو، جیسا کہ صورت مسئلہ میں مذکور ہے کہ یا ریا سمجھانے اور وسعت کے باوجود شوہر بیوی کو نان و نفقہ نہیں دیتا اور طلاق وغیرہ سے کنارہ کشی کر رہا ہے تو عورت کو اختیار ہے کہ وہ اپنے اس مسئلہ کے حل کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے۔

اب اگر عدالت تحقق حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے عورت کو نسیخ نکاح کی ڈگری جاری کر دے تو یہ عورت شوہر کے نکاح سے آزاد ہو جائے گی اور عدت گزار کر جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

لما قال الشيخ وهبة الزحيلي : لا يجوز في مذهب الحنفية والامامية التفريق لعدم الانفاق، اجازة الائمة الثلاثة التفريق لعدم الانفاق ..... والمراجع لدى رأى الجمهور لقوة ادلتهم ودفعاً للضرر عن المرأة ولا ضرر ولا ضرار في الاسلام۔ (الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۷ ص ۵۱۲ کتاب الطلاق)

(وهكذا في الحيلة الناجزة ص ۷۲ حکم زوجہ متعنت)

برطانیہ میں شریعت کونسل کی طرف سے نسیخ نکاح کے فیصلے کی شرعی حیثیت | سوال: جناب مفتی صاحب!

یہاں برطانیہ کی شریعت کونسل نے ایک مقدمہ میں مدعیہ کے حق میں نسیخ نکاح کی ڈگری جاری کی ہے، اب آنجناب سے عرض ہے کہ قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں اس کی شرعی حیثیت سے آگاہ فرمائیں، اس مقدمہ کا پس منظر یہ ہے کہ:-

مستمنی صفدر زمان نے ۱۹۸۳ء دسمبر میں بی بی فاطمہ سے پاکستان میں شادی کی اور کچھ عرصہ بعد انگلینڈ آگئے، پانچ سال تک اچھے تعلقات رہے، اس کے بعد اُس نے ظلمانی بی بی فاطمہ کو گھر سے نکال دیا اور وہ اس وقت سے اب تک (تقریباً بارہ سال سے) بہن کے گھر بیٹھی ہوئی ہے، کوئی بھی اسے منانے نہیں آیا، اس دوران صفدر زمان نے دوسری شادی کر لی جس سے اس کی چار بیچیاں بھی ہو گئی ہیں، چونکہ صفدر زمان نے تو بی بی فاطمہ کو طلاق دینے پر تیار تھا اور نہ آباد کرنے کے لیے، مجبوراً بی بی فاطمہ نے شرعی کونسل برطانیہ میں دعویٰ دائر کر دیا، ایک سال تک کیس چلتا رہا، اس کے بعد شریعت کونسل نے بی بی فاطمہ کے حق میں نسیخ نکاح کی ڈگری جاری



کردی اور لکھ دیا کہ بی بی فاطمہ عدت گزار کر نکاح ثانی کر سکتی ہے۔

شریعت کونسل برطانیہ کے چیئر مین مفتی محمد اسلم صاحب ہیں، دیگر ممبران حضرات بھی علماء کرام ہیں، مفتی صاحب جمعیتہ علماء برطانیہ کے جنرل سیکریٹری بھی ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا محمد امداد اللہ قاسمی صاحب خطیب مسجد حمزہ برمنگھم فاضل بتوری ٹاؤن کراچی، مولانا حافظ محمد کین صاحب خطیب جامعہ مسیحی ہیڈنٹ ابن شاگرد حضرت غورخشتی رحمہ اللہ، مولانا محمد زمان صاحب فاضل جامعہ اشاعت القرآن مفروضہ اٹک بھی شریعت کونسل کے ممبر ہیں۔  
فیخ نکاح کے فیصلہ نقل حاضر خدمت ہے۔

(بی بی فاطمہ - یو کے - انگلینڈ)

**الجواب :-** اسلام نے کسی کو بھی دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنے کا کوئی حق نہیں دیا ہے چاہے وہ اس کا مملوک ہو یا منگوحہ ہو بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر کسی عورت کا شوہر ظالم ہو اور ہر وقت بیوی کو بلا وجہ زد و کوب کرتا رہتا ہو، سب و شتم سے اس کا جینا دُوبھر کر رکھا ہو، نان و نفقہ سے بھی پہلو تہی کرتا ہو، بیوی کو نہ تو اچھے طریقہ سے آباد کرتا ہو اور نہ اس کو چھوڑتا ہو۔ تو مذہب مالکیہ کے مطابق ایسی مجبور عورت اپنی گلو خلاصی کے لیے عدالت میں دعویٰ کرنے کا حق رکھتی ہے اور عدالت پوری تحقیقات اور کوشش کے بعد صلح نہ ہونے کی صورت میں عورت کو تیسخ نکاح کی ڈگری جاری کرنے کی مجاز ہے۔ تیسخ نکاح کی ڈگری ملنے کے بعد عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر کہیں شرعی عدالت نہ ہو یا دارالحرب ہو تو وہاں عہدہ کو بیچایت رجسٹر ہو کہ دیندار مسلمان ممبران پر مشتمل ہو سنبھال سکتی ہے اور اس کی طرف سے جاری کی گئی تیسخ نکاح کی ڈگری شرعی قوا کے مطابق مقبول ہوگی اور اس کا بھی وہی مقام ہے جو کسی شرعی عدالت کے فیصلے کا ہوتا ہے۔ فقہ حنفی میں بھی بناء بر ضرورت شدیدہ دوسرے مذہب پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ لہذا صورت مسئلہ کے مطابق برطانیہ میں شرعی عدالت کی عدم موجودگی کی وجہ سے وہاں کی شریعت کونسل (جو ایک گونہ بیچایت ہے) اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کرنے کی حقدار ہے اور اس فیصلہ نافذ العمل ہوگا۔ چونکہ بی بی فاطمہ کے نکاح کی تیسخ کا فیصلہ بھی اس ضرورت شدیدہ کے تحت ہوا ہے کہ اس کا شوہر مسیحی صفر زمان نہ تو صلح کے لیے تیار تھا اور نہ طلاق دینے پر آمادہ تھا، اور نہ اس کو اچھی طرح آباد کرنے کے لیے تیار تھا، اس لیے شریعت کونسل کا تیسخ کا یہ فیصلہ شرعاً



درست اور صحیح ہے، بی بی فاطمہ عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اس کا نکاح شوہر اول سے ختم ہو چکا ہے۔

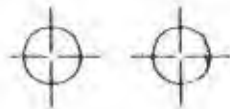
۱) لما قوله تعالى: وَلَا تَمْسُكُوهُنَّ ضَرَارًا لِّتَعْتَدُوا۔ (الآیہ) وقال الله تعالى: فَاِمْسَاكُكُمْ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيعُكُمْ بِاِحْسَانٍ (الآیہ) وان البقاء مع عدم الانفاق ضراره وامساك بغير معروف وكان حقا عليه ان يطلق زوجته ولما لم يقم بذلك وقد تعين عليه قام القاضي مقامه فيه۔

قال صلى الله عليه وسلم لا ضرر ولا ضرار وان الامساك مع عدم الانفاق ضراره وان الامساك مع عدم الانفاق مضاره وعلى القاضي ان يزيل الضرر بيفك تلك العقد الى اصبحت ضررا لا مصلحة فيهما۔ (الاحوال الشخصية لابي زهوي ص ۳۲۹) (۲) في مقدمات لابن رشد: ان تبين ان الضرر من قبل الزوج فوق بينهما بغير عدم تفرمه المرأة۔ (الاحوال الشخصية ص ۳۶۳) التفريق للضرر (۳)

۳) واجاز السالكية التفريق للشقاق والضرر ومنع للنزاع وحتى لا تصبح الحياة الزوجية جحيما وبلا۔ ولقولہ علیہ السلام لا ضرر ولا ضرار و بناء عليه ترفع المرأة امرها للقاضي فان اثبت الضرر او صرحه دعواها طلقها۔ (الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۲ المبحث الثالث التفريق للشقاق۔ الخ) (۴) اگر کسی جگہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا اس کی عدالت میں مقدمہ لے جانے کا قانوناً اختیار نہ ہو یا مسلمان حاکم قواعد شرعیہ کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو اس وقت مذہب امام مالک کے موافق جن کا اختیار کرنا بفرورت شدیدہ حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے، مسلمانوں کی جماعت کا حکم بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہو جائے گا اور اس کی صورت یہ ہے کہ محلہ یا بستی کے دیندار اور با اثر مسلمانوں کی ایک جماعت جس کا عدد کم از کم تین ہوں گے سامنے اپنا معاملہ پیش کیا جائے اور وہ جماعت اس معاملے کی تحقیق کر کے شریعت کے مطابق فیصلہ کر دے۔

(حیلۃ ناجزہ ص ۱۴۸-۳۲۲ المرقوم للمطلوبہ و تفریق بین الزوجین لحکم حاکم)

وہكذا فی اسلام کامل نظام طلاق ص ۲۰۹ تا ۲۱۱۔



## ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت

ہر دور میں سائنسی ایجادات نے کوئی نہ کوئی نیا مسئلہ پیدا کیا ہے علماء اُمت اور مفتیانہ کرام نے شرعی نقطہ نظر سے انہ ایجادات پر بحث و تحقیق کرتے ہوئے قرآن و سنت کے دلائل و شواہد کے ذریعے ان مسائل کو حل کرنے کے لئے پرمغز مقالے، مضامین اور کتابیں تحریر فرمائیں جن کو اپنے اور بیگانے سب نے تسلیم کیا۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی بھی انہ ہے سائنسی ایجادات کے کوشش ساز سے ہے جس میں انسانے تولید کے جدید (مگر جاسوز اور اخلاق باختہ) طریقے وضع کئے گئے ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ کے نائب مفتی حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب نے اس کے جملہ پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کے سبب جسے کو دارالعلوم کے ترجمانے ماہنامہ الحق نے اپنے اشاعت کے زینت بنایا۔ فتاویٰ اور فقہیہ مباحث کے مناسبت سے افادہ عام کے لئے فتاویٰ دارالعلوم حقانیہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ (از مرتب)

## ٹیسٹ پیو بے بی کی شرعی حیثیت

نیک اور صالح اولاد انسان کی زندگی کا سب سے قیمتی اور گہرا سرمایہ ہے، اولاد والدین کے لیے صرف دنیاوی عزت و افتخار کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ آخروی سعادت اور نجات کیلئے بھی بہترین توشہ ہے، اسلام میں اولاد کی زیادتی پر کوئی پابندی نہیں، افرادی قوت کے اضافہ کے لیے اسلامی تعلیمات میں نکاح کی بار بار ترغیب دلائی گئی ہے، پھر ایسی عورت سے نکاح کرنے کو ترجیح دی گئی ہے جو زیادہ بچے جنم کی صلاحیت رکھتی ہو۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

”تَزَوَّجُوا الْوُدَّ وَالْوَلَدُ فَاَنَّى مَكَانُكُمْ الْاُمَمُ۔ (ابوداؤد، نسائی)  
(ترجمہ) ”تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو اپنے خاوند سے محبت کرنے والی ہو جو زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو، کیونکہ میں دوسری امتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔“

یہی وجہ ہے کہ جب ضبط تولید (FAMILY PLANNING) کی تحریک چلی تو علماء حق نے اس بے مقصد اور بے فائدہ تحریک کی شدید مخالفت کی، بحیثیت مسلمان ہونے کے ہمارا عقیدہ ہے کہ اولاد کا دینا یا نہ دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ اسباب اور وسائل اور ذرائع کا حصول اور استعمال اپنی جگہ ضروری اور مسنون ہے مگر اولاد جیسی نعمت عظمیٰ کے حصول کا توقف اور دار و مدار مشیت الہی پر موقوف ہے، قرآن مجید میں اس حقیقت کو یوں واضح کیا گیا ہے:-

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَآءُ اُنْثٰى وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَآءُ الذَّكَوْرَ اَوْ يَزْوِجُهُمْ ذُكْرًا وَاُنْثٰى وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَآءُ عَقِيْمًا  
اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ (سورۃ الشوریٰ آیت ۲۴-۲۵)

(ترجمہ) ”اللہ ہی کی ہے سب سلطنت آسمانوں کی اور زمینوں کی، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے اور



یا ان کو جمع کر دیتا ہے یعنی بیٹے اور بیٹیاں دونوں دے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے، بیشک وہ بڑا جاننے والا اور بڑی قدرت والا ہے۔“

اس آیت کریمہ کے مطابق اولاد کے اعتبار سے افراد انسانی چند اقسام میں منقسم ہیں۔  
(ا) ایسے افراد جن کو اللہ تعالیٰ بیٹیاں دیتا ہے جیسا کہ انبیاء کرامؑ میں حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی صرف بیٹیاں تھیں، ان کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی تین یا دو بیٹیاں رہتی اور زعمورام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی دو ریا، صفویا، بیٹیاں تھیں۔

(ب) ایسے افراد جن کو بیٹے دے کر بیٹیوں سے محروم کرتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صرف بیٹے دیئے تھے، آپؑ کی کوئی بیٹی نہیں تھی۔ امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آٹھ بیٹے تھے۔ اسماعیل، اسحق، مدین، مدائن، نعتان، زمان، نعشیق اور شیوخ۔

(ج) ایسے افراد جن کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں دے کر دونوں نعمتوں سے نوازتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹیاں زینب، رقیہ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ اور تین یا چار بیٹے بھی عطا فرمائے، قاسمؓ، طاہرؓ و طیبؓ اور ابراہیمؓ۔

(د) آخر الذکر وہ قسم ہے جن کو اللہ تعالیٰ ہر دو نعمتوں سے محروم کر دیتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے انبیاء ہیں جو اولاد سے محروم رہے۔

اگرچہ نوع انسانی کی یہ تمام اقسام معاشرہ کے عام افراد میں پائی جاتی ہیں لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کے تذکرہ سے مقصد یہ ہے کہ نبی ہونے کے باوجود بیٹے یا بیٹی سے محروم ہونے میں یہ سبق ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے، وہ جس کو چاہتا ہے بیٹوں کے دائرے میں محبوس کر دیتا ہے تو وہ بیٹی کے لیے ترستا ہے اور کسی کی زندگی بھر میں صرف ایک بیٹی ہوتی ہے اور وہ بیٹے کے حصول کے لیے سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہوتا ہے لیکن سرتے دم تک اس کی یہ آرزو پوری نہیں ہوتی، عربی میں اسے ”عقیم“ اور اردو میں ”بانجھ“ کہتے ہیں۔

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام ممکنہ وسائل بروئے کار لانے کے باوجود اولاد کا نہ ہونا مشیت الہی

**بانجھ پن کے اسباب**

کا نتیجہ ہے، ممکن ہے کہ مہیاں اور بیوی میں ہر لحاظ سے (بچے کی پیدائش کی) صلاحیت موجود ہو لیکن جب اللہ تعالیٰ ہی نہ چاہے تو دنیا بھر میں گھومنے اور بہتر سے بہتر علاج کرانے کے باوجود محروم ہمیشہ کے لیے محروم ہی رہتا ہے۔

اس باطنی اور حقیقی سبب کے علاوہ ”اہل طبائع“ کے نزدیک کچھ ظاہری اسباب اور عوامل کا بھی اثر رہتا ہے، اگرچہ امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں اس کا سختی سے انکار کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ کسی کے نطفہ میں بچے کی پیدائش کی صلاحیت اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا نتیجہ ہے طبعی اسباب کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں، لیکن زیر نظر مسئلہ پر بحث کرنے کے لیے ہمیں ان طبعی اسباب کو مد نظر رکھنا ہو گا تاکہ اصل مسئلہ کے فہم و ادراک میں کوئی دشواری نہ رہے۔ جملہ ضروری اور موقوف علیہ امور اور وسائل و ذرائع کے اختیار کر لینے کے باوجود اولاد نہ ہونے کے چند عوارض ہو سکتے ہیں، مثلاً:-

(ا) ممکن ہے کہ مرد کے مادہ تولید یعنی نطفہ میں وہ صلاحیت ہی نہ ہو کہ جس سے بچہ پیدا ہو۔  
(ب) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قصور عورت کی طرف سے ہو، عورت میں قصور ہونے کے مختلف اسباب ہیں کبھی مادہ تولید میں صلاحیت نہیں ہوتی اور بعض اوقات مادہ تولید میں صلاحیت تو موجود ہوتی ہے لیکن ”رحم“ میں استقرار کی طاقت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے نطفہ مقررہ مدت تک ”رحم مادر“ میں نہیں رہ سکتا۔ انفرادی نقصان کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اگر اس بوٹے کے درمیان جدائی ہو جائے تو کسی ایک طرف کے ذی صلاحیت ہونے کی صورت میں کسی دوسرے ذی صلاحیت فرد سے رشتہ ہو جانے کے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ موجودہ دور میں یہ پہچان لیبارٹری ٹیسٹ کے ذریعہ آسانی سے ہو سکتی ہے۔

(ج) ممکن ہے کہ دونوں جانب قصور کی وجہ سے یہ جوڑا عمر بھر بچے کی نعمت سے محروم رہے، بوٹے کی تبدیلی کے باوجود کسی ایک طرف سے ثمر آور ہونے کی امیدیں بہت کم ہوتی ہیں۔

**بانجھ پن کے علاج کی ممکنہ صورتیں** | بانجھ پن کے علاج کی جدید صورت ”ٹیسٹ ٹیوب بے بی“ سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ اس سے بانجھ پن کی تمام

صورتوں کا علاج ممکن ہے کیونکہ اس طریقہ علاج کے باوجود کئی محروم جوڑوں کی ناامید کن غلط ثابت کر دیا ہے۔ ہمارے ہاں سب سے پہلے یہ تجربہ کیا ہوگی مرتبہ کامیاب ہوا ہے۔ گویا متعلقہ ڈاکٹروں کی شبانہ روز کوششوں کے باوجود اگر شواہد بیماریوں کا علاج کیا گیا ہے تو ان میں صرف دس افراد کے



بارے میں کامیابی ہوئی ہے اور باقی نوے فیصد کے بارے میں ناکامی ہوئی۔ اس قبل اندازے میں کامیابی سے یہ نشاندہی ہوتی ہے کہ بانجھ پن کی بعض صورتیں ابھی تک لا علاج ہیں۔ بہر حال مرد یا عورت کی جانب سے قصور کی صورت میں علاج کی چند صورتیں ہیں :-

(ا) مرد کے مادہ تولید میں ضعف کا علاج ہو جائے یا متضاد مادہ کی علیحدگی کے لیے علاج کیا جائے تاکہ اصلاح کے بعد اس سے مطلوبہ نتائج برآمد ہوں، از روئے شرع یہ عام علاجوں کی طرح ایک علاج ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

(ب) ایسا ہی عورت کے قصور کی صورت میں اگر مادہ تولید میں کوئی نقص ہو تو اس کی اصلاح کیلئے کوئی دوائی کھانا یا کھلانا جائز اور مشروع ہے۔

(ج) لیکن عورت میں نقص کی صورت میں اگر یہ نقص ”رحم“ میں ہو یعنی ”رحم مادر“ میں استقرار کی صلاحیت موجود نہ ہو تو اس صورت میں بھی اگر عورت کوئی ایسی دوائی کھائے جس سے رحم میں امساک اور استقرار کی صلاحیت پیدا ہو جائے، بظاہر یہ علاج بھی ممنوع نہیں بلکہ دوسری بیماریوں کے علاج کی طرح یہ بھی مشروع ہے۔

**ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا طریقہ علاج** | ”ٹیسٹ ٹیوب بے بی“ کے ذریعہ آخر الذکر بیماری کا علاج دریافت کیا گیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے مادہ تولید میں بچے پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہو لیکن ”رحم مادر“ میں امساک اور استقرار کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے بچہ پیدا نہ ہوتا ہو تو جدید تحقیقات کی روشنی میں یہ طریقہ علاج ایجاد کیا گیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے مادہ تولید کو ملا کر ایک خاص ترتیب کے بعد عورت کے بیٹ میں ایک خالی جگہ میں معمولی اپریشن کرنے کے بعد رکھ دیا جاتا ہے اور متعلقہ ضروریات پہنچانے کے بعد مقررہ مدت میں یہ مادہ تدریجی ادوار طے کرنے کے بعد مکمل بچہ بن جاتا ہے۔

روزنامہ مشرق کے میگزین ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء کے ایک جائزہ کی ”تجرباتی رپورٹ“ سے اس طریقہ علاج کی نشاندہی ہوتی ہے جیسا کہ اخبار لکھتا ہے :-

۱۹۷۹ء

”آج سے آٹھ سال قبل نیوزی لینڈ کی ایک ۲۷ سالہ عورت مارگریٹ نے مٹی میں پانچ پونڈ کی ایک تند سست بیچی کو جنم دیا، اس بچی کی پیدائش معمول کے مطابق نہ تھی، چونکہ اس عورت کا جسمانی نظام بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت سے عاری تھا اس لیے



اس کے شوہر کے نطفہ کو لیبارٹری میں ”ٹیٹیری ڈش“ تکنیک کے ذریعہ ”امبریو“ کی شکل دے کر اس کی پرورش اس کے بطن میں کی گئی جہاں اس بچے نے بغیر ”یوٹرس“ کی مدد کے تمام غذائیت حاصل کی اور پروان چڑھ کر اپنے دن پورے کیے، بچے کی پیدائش اپریشن کے ذریعہ ہوئی تھی۔“

یہ طریقہ علاج دن بدن متعارف ہو رہا ہے، ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا میں تین ہزار بچے ایسے ہیں جو اس جدید طریقہ تولید کی برکت سے پیدا ہوئے ہیں اور اب پاکستان بھی ان ممالک کی صف میں شامل ہو گیا ہے جو اس طریقہ تولید کے مطابق صفِ اول میں ہیں۔

بعض سادہ لوح احماب بھی عجلت پسندی میں بغیر کسی تحقیق کے حکم لگانے کے قائل ہیں، چنانچہ ہمارے چند معزز ڈاکٹروں کے حوالے سے چند روز قبل یہ خبر شائع ہوئی کہ :-

”ٹیسٹ ٹیوب بے بی کسی مرتبان یا ٹیسٹ ٹیوب میں نہیں بلکہ ماں کے خیم میں ہی پروان چڑھتی ہے اور اس کا نام ٹیسٹ ٹیوب نہیں ہونا چاہیے، یہ ایک جدید طریقہ علاج ہے اس کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے پر بحث کرتے کی کوئی ضرورت نہیں اگر یوں شتر بے مہار کی طرح علاج کو بھی چھوڑ دیا جائے تو معلوم نہیں فائدے کی جگہ اس کے نقصان کیا ہوں گے؟“

اگرچہ تجربہ کی رو سے اس جدید عمل تولید میں میاں بیوی کے مادہ تولید سے کام لیا گیا ہے لیکن کیا اس بات کی کوئی ضمانت موجود ہے کہ آئندہ بھی یہ عمل صرف میاں بیوی تک ہی محدود رہے گا؟ ہرگز نہیں! بلکہ بطور ترقی کے اس تجربہ کو اور بھی وسعت دی گئی ہے جس میں اب میاں بیوی کی تمیز باقی نہیں رہی بلکہ عمدہ اور حسین نسل کے تخم حاصل کئے جا رہے ہیں اور معلوم نہیں کہ آئندہ اس کو کہاں تک بچانے کا امکان ہے (العیاذ باللہ) اور اگر امکانی صورتوں کو مد نظر رکھ کر اس عمل کو دیکھا جائے تو اس کے بہت سے خطرناک نتائج کی نشاندہی بھی ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ یہ نتائج کسی وقت بھی محض امکان کی جگہ ایک حقیقت واقعہ کی صورت اختیار کر لیں۔ اب اصل مسئلہ کا حکم بیان کرنے سے قبل ایک مقدمہ بطور تہیہ پیش خدمت ہے :-

**سَدِّ ذرائع اور اسلام** | اسلامی نقطہ نظر سے کسی شے کے حکم میں اس کے اسباب و عوامل، طریقہ کار یا نتائج کا بہت زیادہ اثر رہتا ہے، اسلام کسی شے کی عارضی اور وقتی مصلحت کو دیکھ کر عجلت پسندی کے فیصلے کا حامی نہیں۔ اسلام چونکہ ابدی اور دائمی دین ہے اسلئے

اس میں موجودہ اور آئندہ ہر دور میں ہر حالت کی امکانی صورتوں کو مد نظر رکھ کر حکم دیا جاتا ہے، ممکن ہے کہ بہت سے امور بظاہر اچھے اور خوبصورت ہوں، ان میں کوئی قصور اور نقص نہ ہو لیکن اس ظاہری حسن کے باوجود اگر کوئی شے کسی دوسرے ناجائز کام کے لیے مقدمہ اور پیش خمیمہ ہو تو شریعت میں ناجائز کام کے لیے ذریعہ ہونے کی حیثیت سے اس کام کا درجہ بھی ناجائز کام کا ہو جاتا ہے، اُس دوسرے ناجائز فعل کی وجہ سے اس ذریعہ اور مقدمہ کو بھی حرام کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے فقہاء کرام کے ہاں یہ حکم ”سد الذرائع“ کے نام سے متعارف ہے، علماء کرام کے ہاں یہ معتبر ہے، خاص کر حنابلہ اور مالکیہ اس کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں، قرآن و حدیث کی رو سے اس قاعدہ کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔

**قرآن کریم کی رو سے قاعدہ کی وضاحت** | مثلاً صحابہ کرامؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شفقت اور توجہ دلاتے وقت

”رَاعِنَا“ کا لفظ استعمال کرتے تھے جس کا مقصد واضح تھا کہ یا رسول اللہ ہماری مصلحت کی رعایت فرمائیے، اس میں کوئی بے ادبی نہیں تھی، لیکن یہود اور منافقین اس لفظ کو بول کر اس سے ایسا معنی مراد لیتے تھے جو منصب نبوت کے مناسب نہیں تھا اور اس سے یہودیوں کو شرارت کے لیے ایک موقع ملتا تھا، اللہ تعالیٰ نے شرارت اور فساد کا پیش خمیمہ ہونے کی وجہ سے اس جائز لفظ کے کہنے پر پابندی لگا کر متبادل لفظ تجویز فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا - (سورة البقرة مکتا)  
(ترجمہ) ”اے ایمان والو! تم رَاعِنَا کا لفظ مت کہنا کرو اور اس کی جگہ لفظ انْظُرْنَا کہہ دیا کرو“

**حدیث سے قاعدہ کی وضاحت** | ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو قریش مکہ کے تعمیر کردہ بیت اللہ میں متعذد نقائص نظر آئے، آپ کو محسوس ہوا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں قریش مکہ نے اختیاری یا غیر اختیاری اسباب کی وجہ سے ایسے تصرفات کئے ہیں جو بناء ابراہیمی کے خلاف ہیں، چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:-

”میرا دل چاہتا ہے کہ موجودہ تعمیر کو منہدم کر کے اسے بالکل بناء ابراہیمی کی مطابق بنا دوں لیکن اس سے ناواقف عوام کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے اس لیے سر دست اس کو اسی حال پر چھوڑتا ہوں“



ظاہر ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر ایک اہم اور ضروری مسئلہ تھا لیکن ناجائز امور یعنی فتنہ و فساد کے لیے پیش خیمہ ہونے کی وجہ سے آپ نے قریش مکہ کی تعمیر کو اسی حالت پر چھوڑ دیا۔

اس قاعدہ کے ذہن نشین ہونے کے بعد اب ہم ”ٹیسٹ ٹیوب بے بی“ کے طریقہ علاج کے نتائج پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس طریقہ علاج کے معاشرہ پر مذہبی، اقتصادی اور معاشرتی لحاظ سے کیا اثرات پڑتے ہیں؟ اس سے معاشرہ کس حد تک متاثر ہوتا ہے؟ تاکہ مسئلہ واضح ہو سکے۔

**ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ نسب محفوظ نہیں رہتا** | اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو انسانیت کے لیے سب سے اہم مسئلہ تحفظ نسب

کہا ہے، دنیا باوجود ترقی کے آج اس میدان میں حیران ہے اور غیر ثابت النسب بچوں کی تعلیم و تربیت موجودہ دنیا کے لیے ایک عظیم مسئلہ ہے۔ اسلام ہی وہ واحد دین اور مذہب ہے جس میں تحفظ نسب کی مکمل ضمانت موجود ہے۔ زنا اور دواعی زنا کی حرمت اور ممانعت سے وہ تمام راستے مسدود ہو گئے ہیں جس سے نسب متاثر ہوتا ہو، لیکن مذکورہ طریقہ علاج کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں انسان کا نسب محفوظ نہیں رہ سکتا، کیونکہ اس عمل کا تجربہ اگرچہ ایک میاں بیوی کے مادہ تولید سے کیا گیا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کو صرف میاں بیوی تک محدود رکھا جائے گا۔ کیونکہ ایک خاوند کے نطفہ میں جب خود صلاحیت موجود نہ ہو اور مذکورہ طریقہ علاج میسر ہو تو اس میں مانع کیا چیز ہے؟ کہ ایک غیر شخص کے ذی استعداد نطفہ سے یہ کام لیا جائے اور یا ایک عورت کو یہ معلوم ہو کہ میرا خاوند ناقابل اور نالائق ہے تو ممکن ہے کہ اس کے نطفہ سے پیدا ہونے والا بچہ بھی باپ کی طرح نالائق اور ناقابل ہو اور عورت بہ نفس نفیس یا خاوند کے مشورہ سے حسین، قابل اور ماہر شخص کے نطفہ سے یہ مسئلہ حل کر سکتی ہے تاکہ اس سے پیدا ہونے والا بچہ قابل اور ذہین ثابت ہو۔ چنانچہ اس تجربہ سے کامیابی کے بعد ایک اخباری اطلاع ملاحظہ فرمائیے:-

”اجکل امریکن کیلی فورنیا کے علاقہ ”سکوڈیڈو“ میں سوپر گراہم نے عالی ظرف نطفوں کا ایک بینک قائم کیا ہے جس میں بڑے بڑے فنکار، سائنسدان، موسیقار، فلسفی اور بیشتر اعلیٰ صلاحیت کے حامل لوگوں کو تنخواہ پر رکھ لیا گیا ہے اور ان نطفوں کی تفصیل کٹیلاگ شائع کی جاتی ہے اور وہ ایسی ماؤں کی تلاش میں رہتے ہیں جن نطفوں کے لیے مختلف خصوصیات کی حامل ہوں جو ”امبریڈ“ سے اولاد پیدا کر کے اعلیٰ عقل و خرد کے لوگوں کی آبادی میں اضافہ کر سکیں“



ظاہر ہے کہ غیر کے نطفہ سے پیدا ہونے والا بچہ اگرچہ قضاء الاولاد للفراش وللعاهر حجر سے باپ کا بیٹا کہلائے گا لیکن خود جب اس بچے کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ میں اس شخص کے نطفہ سے نہیں ہوں میری پیدائش کے لیے مادہ تولید کسی غیر شخص سے حاصل کیا گیا ہے، تو یہ بچہ بھی اس کو باپ تسلیم نہیں کرے گا اور نہ دیا ننتہ یہ شخص باپ کہلانے کا مستحق ہے۔

**مادہ تولید کا مذموم کاروبار و زمرہ کا معمول بن جائے گا** | اگر اس عمل کو جاری رکھا گیا اور ان عالی ظرف نطفوں سے بچوں

کی پیدائش کے اس طریقہ کو آگے بڑھا دیا گیا تو ظاہر ہے کہ عوام الناس کے رجحان کو دیکھ کر نطفوں کا باقاعدہ کاروبار شروع ہو جائے گا، کیونکہ بغیر قیمت کے میسر نہ ہونے کی صورت میں خواہ مخواہ خرید کی ضرورت ہوگی، شریعت میں مال نہ ہونے کی وجہ سے بیع باطل ہے، لیکن عام انسان بھی طبعی طور پر اس مذموم کاروبار سے متنفر ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ خون کی خرید و فروخت کی طرح اس کو بھی بعض لوگ آمدنی کا ذریعہ بتالیں۔

**معاشرہ میں نکاح کی اہمیت ختم ہو جائے گی** | موجودہ دور میں ہر ایک معاشرہ کے اندر نکاح کے لیے خاص صورتیں موجود ہیں

زنا سے نفرت کے لیے مذہب، قانون یا فطرت ایک اہم سبب ہے۔ اگرچہ یورپی درندوں کے ہاں اخلاق سوز برائیوں کو قانونی تحفظ حاصل ہے لیکن پھر بھی زنا سے کچھ ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہوں گے۔ لیکن زیر نظر طریقہ علاج اپنانے سے نکاح کی یہ وقعت بھی ختم ہو جائے گی اور ایک نوجوان عورت کیلئے اس میں کون سی رکاوٹ ہے کہ وہ بغیر خاوند کے کسی غیر شخص کے نطفہ سے معاملہ ہو کر ماں بن جائے، بغیر خاوند کے حاصل ہونے والے بچے کو کنواری ماں اپنا بچہ سمجھے گی، اور یہ بچہ کل بڑا ہو کر اپنی پہچان کے لیے صرف ماں کی طرف نسبت پر اکتفا کرے گا، یوں اس کی بچے کی خواہش تو پوری ہو جائے گی جبکہ طبعی خواہشات کی تکمیل کے لیے غیر شرعی اور غیر فطری طریقے اپنائے جائیں گے اور نکاح کو زائد از ضرورت چیز سمجھا جائے گا۔

**افزائش نسل انسانی کے فارم** | جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے کہ ایک مرد کے نطفہ سے متعدد عورتیں حاملہ ہو سکتی ہوں تو پھر جس ملک کو افرادی

قوت کی ضرورت ہوگی اور جہاں افزائش نسل پر متعلقہ بوڑھوں کو انعام دیا جاتا ہے وہاں اس ضرورت کی تکمیل کے لیے ایک آسان نسخہ ہاتھ آجائے گا کہ اعلیٰ ظرف اشخاص کے نطفوں کو اکٹھا کر کے

ذی استعداد عورتوں کے مرغیوں، گائے اور بھیڑ بکریوں کی طرح فارم بنا کر بچے پیدا کر لئے جائیں گے، ایک ہی انجکشن سے نامعلوم کتنے بچے پیدا ہوں گے؟ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان فارمی نوزائیدہ بچوں سے قوم و ملک اور معاشرہ کی اصلاح کے لیے کیا امید کی جاسکتی ہے؟ جبکہ ایسے بچوں کا مستقبل تو درکنار خود افزائش نسل کا یہ طریقہ ایک فبیح حرکت ہے۔

ممکن ہے کہ اس سفر کی انتہا یہ نہ ہو بلکہ اس کے بعد ان فارموں کے لیے ذی استعداد عورتوں کی ضرورت ہوگی اور اس مقصد کے لیے رضا کار عورتوں کے میسر نہ ہونے کی صورت میں مطلوبہ عورتوں کو قیثا خریدنا پڑے گا۔ چنانچہ عورتوں کی خرید و فروخت کا ایک مذموم کاروبار شروع ہو کر مانہ جالبیت کی یاد تازہ ہوگی۔

**مرد بھی بچے پیدا کر سکیں گے** | جب ایک تطفہ بغیر رحم مادر کے تولیدی ادوار طے کر کے بچہ بن جانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور عورت کے پیٹ کے

ایک خالی حصہ سے یہ مقصد پورا ہوتا ہو تو پھر ممکن ہے کہ آئندہ اس عمل کا عورت کے پیٹ سے کوئی تعلق نہ رہے بلکہ مرد کے پیٹ میں بھی اس عمل کو جاری رکھ کر بچہ پیدا کیا جاسکے گا جیسا کہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے، تو مرد کے ماں بن جانے کی صورت میں دوسرے مسائل تو درکنار خود مرد کیلئے بھی یہ ذلت اور رسوائی کا مقام ہے۔ مزید برآں عورت طبعی طور پر بچے کی تربیت اور پرورش کی صلاحیت رکھتی ہے، ایک عورت بچے کی جو تربیت کر سکتی ہے مرد میں اس ذمہ داری اور بوجھ کو اٹھانے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ہو جائے یا نکاح قائم رہے حق حضانت یعنی بچوں کی تربیت کا حق عورت کو ہی حاصل ہے گا۔

فتاویٰ عالمگیری جلد ۱۱ میں ہے کہ میاں بیوی میں جدائی کے بعد بھی بچے کے لیے سات یا نو سال تک اور بڑے کیلئے تا بلوغ حق حضانت والدہ کو حاصل ہے۔ جبکہ مرد کے ماں بن جانے کے بعد دوسرے مسائل کے علاوہ ماں کی شفقت اور اس کے حق تربیت سے محروم رہ جائیں گے۔

**زنا کاری کا بند نہ ہونے والا دروازہ کھل جائے گا** | جب مرد خود بچے پیدا کرنے کا بوجھ اپنے کندھوں پر ڈال لے تو اس کو عورت کھ

ضرورت ہی کیا ہے گی، ایسے ہی جب ایک عورت خاوند کے بغیر بچے کو جنم دے سکتی ہے تو ایسی حالت میں وہ شادی کی ضرورت محسوس نہیں کرے گی، مرد اور عورت الگ الگ بچے پیدا کر لیں گے تو طبعی اور فطری خواہشات کی تکمیل کے لیے ناجائز ذرائع استعمال کریں گے اور پھر زنا اور لواطت کا ایک بند نہ ہونے والا دروازہ

کھل جائے گا جس سے پوری انسانیت کی ہلاکت اور بربادی یقینی ہے۔

انسان کا رشتہ بندروں اور کتوں سے جڑ جائے گا | جب اس جدید طریقہ تولید کو جاری رکھا گیا

منتهی نہ ہوئی تو عین ممکن ہے کہ انسانی مادہ تولید کسی بندریہ یا کتیا کے پیٹ کی خالی جگہ میں رکھ کر اس عمل کو پورا کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ انسانی نطفہ سے پیدا ہونے والا بچہ انسان ہی شمار ہوگا لیکن مانتا کا یہ پیارا رشتہ پھر بندروں اور کتوں کی نوع سے منسلک ہو جائے گا۔

سوچنے کا مقام ہے کہ یہ ترقی ہے یا تنزلی! کہ اشرف المخلوقات اور مخدوم عالم کسی کتیا یا بندریہ کا بچہ کہلائے۔

ان متعدد ناجائز اور غیر شرعی امور کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ تولیدی عمل از روئے شرع ناجائز ہے۔ اگرچہ موجودہ دور میں لوگ اسے علمی اور سائنسی ترقی سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں رسوائی اور تباہی کا پیش خیمہ ہونے کی وجہ سے آئندہ اس پر کنٹرول کرنا ایک مشکل مسئلہ ہوگا۔



## خاندانی منصوبہ بندی

عالم کفر مسلمانوں کے ایمانی قوت کے ساتھ ساتھ ان کے افرادی قوت سے بھی خائف ہے، ان دونوں کو ختم کرنے کے لیے یورپ نے خاندانی منصوبہ بندی کا غیر فطری طریقہ ایجاد کیا، اور اپنے اس منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لیے اس نے سبز باغ کے طوطے پر دسائے کے کئی، لذت کے تنگ، صحیح تعلیم و تربیت خصوصاً عورتوں کی صحت و غیرہ کا نعرہ لگایا، جبکہ اسے دلفریب نعرہ کے آڑ میں یہود و ہنود کا اصل مقصد مسلمانوں میں جنسی اختلاط کے ساتھ ساتھ ان کے ایمانی و افرادی قوت کو ختم کرنا ہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے خاندانی منصوبہ بندی کے خطرات اور نتائج پر انوکھے انداز میں روشنی ڈالی ہے، مولانا صاحب کے اس مضمون کو افادہ عام کے لیے فتاویٰ حقانیہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔ (مرتب)

## خانہ دانی منصوبہ بندی

### خطرات و نتائج

ایک خبر ہے کہ کمشنر ملی بلاننگ (خانہ دانی منصوبہ بندی) نے یہاں آباد ہیں اپنے نسلی افسروں کے ایک اجلاس میں اس بات پر سوچا ہے کہ وہ خانہ دانی منصوبہ بندی (ضبط ولادت) کی تحریک کو عوام میں پوری طرح مقبول کرانیں۔ ہم بقول ایک معاصر اس "باتنگ" پر ہنگامہ پر خاموش نہیں رہ سکتے۔ ضبط ولادت کی تحریک پر ملک کے سنجیدہ علمی و دینی حلقے ابتداء ہی سے اظہار ناراضگی کر رہے ہیں اور برابر اس تحریک کی مفرتوں پر معاشی، اخلاقی، شرعی و عقلی ہر پہلو سے روشنی ڈالی جا چکی ہے اور اب تک ڈالی جا رہی ہے۔ تاویل شہادت و تجربات کی روشنی میں مرتب کردہ اس تحریک کے عقلی و شرعی تجزیہ سے ہمیں کلی اتفاق ہے کہ اس ہم کایراہ راست اثر ہماری معاشرتی زندگی کی تدریجی پر ہوگا لذت پرستی اور عینیت پر راہ روی کی ساری رکاوٹیں ختم ہو کر ایک اسلامی ملک میں اخلاقی انا کی فحاشی بے حیائی اور دنیا کاری کا شجرہ خبیثہ خوب پروان چڑھے گا۔ ضبط ولادت کی غیر فطری کوششوں سے عورت و مرد کی جسمانی اور نفسیاتی صحت پر برا اثر پڑے گا۔ خانگی ذمہ داریوں اور اولاد کی تعلیم و تربیت سے سبکدوشی کے احساس سے نہ صرف شہوانی جذبات میں اضافہ ہوگا بلکہ پورا معاشرہ جو خانہ دانی کے مضبوط و مستحکم رشتوں پر استوار ہوتا ہے بگڑ جائے گا۔ گھریلو فرائض جن کے نبہانے پر اولاد ہی ایک فرد کو مجبور کر سکتی ہے اس سے فرار بہت آسان ہو کر معاشرہ باہمی حقوق سے گریزہ طلاق اور سناچائی کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔

## قومی خودکشی

ان لازمی نتائج و خطرات کے علاوہ ایک ایسا منصوبہ جو ہمارے مسلم معاشرہ کے شرعی و معاشی اور اخلاقی اقدار کے کسی پہلو سے بھی جوڑ نہیں کھا رہا موجودہ سنگین حالات میں جو بھارت جیسے عیار سامراج کے مقابلہ کی شکل ہمارے سامنے ہے ضروری ہے کہ اس منصوبہ کے اس ہلک پہلو پر بھی توجہ کی جائے جس کا خمیازہ ساری قوم و ملت کو بھگتنے کا اندیشہ ہے۔ اس وقت جب کہ ظاہری اسباب میں سماجی کامیابی کا تمام تردد و مدار اس ملک کی عدوی قوت اور افرادی اعداد پر ایسی سکیموں کو زیر بحث لانا بھی قومی خودکشی کے مترادف ہے جن سے تجدید نسل یا نسل کشی کی حوصلہ افزائی ہو۔

افراد قوت اور یورپ | یورپ نے جو اس لعنت کا اولین سرچشمہ اور داعی ہے انیسویں صدی کے آغاز سے اس تحریک کو اپنا یا مگر بالآخر اس زوال پذیر تہذیب پر عیاں ہوا کہ قلت آبادی کی اس تحریک نے اگر ایک طرف اسے اخلاق و شرافت سے عاری بنا دیا تو دوسری طرف اس پر واضح ہوا کہ قلت آبادی کے یہی ماسعی اس کی اجتماعی قوت کے انحلال اور سیاسی طاقت کے انحطاط کا باعث بن رہے ہیں۔ چنانچہ بعد از فرانی بسیار مغربی اقوام نے اپنا رویہ تبدیل کر لی فرائی کے مارشل پلان نے اسے اپنے ملک کے زوال کا بنیادی سبب قرار دیا۔ برطانیہ کے ایک مشہور ممبر اور امیر اسمیل رینڈالف چرچل نے شرح پیدائش کے گرنے کے خطرات سے ملک کو آگاہ کیا یہی حال یورپ کی دیگر اقوام کا ہے۔ فرانس، جرمنی اور اٹلی نے اسقاط حمل اور تجدید نسل کے تمام اقدامات کو سخت ترین جرم قرار دیا بلکہ ملک کی معاشی ترقیات کے متبادل انتظامات کے ساتھ ساتھ افزائش نسل کی برپائی کی اور کر رہے ہیں۔ چنانچہ سوڈن وغیرہ میں بچوں کی تعداد بڑھانے والوں پر ٹیکس کی شرح میں تخفیف کی گئی۔ اس وقت یہی پالیسی امریکہ اور یورپ کی تمام اقوام کی ہے۔ ان پر بالآخر یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ اس ایٹمی دور میں کسی ملک کے استحکام، سیاسی برتری اور بین الاقوامی اہمیت



کے اسباب میں کثرت آبادی کا بھی کافی دخل ہے۔ کوریا کی جنگ میں چین نے اور جنگ عظیم نے جاپان میں محض اپنی عدوی قوت سے دشمن کے منصوبوں کو بے اثر بنایا۔ آج ہمارے پڑوس میں چین اور روس کو جو سیاسی اقتدار اور تفوق حاصل ہے بالخصوص چین جو اپنی عظیم قوم ہی کے بل بوتے پر مغربی استبداد کے غرور و گھمنڈ کو چیلنج کر رہا ہے۔ اس میں کثرت آبادی کا بھی بڑا دخل ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ممالک اگر ایک طرف ملکی معیشت کی خوشحالی کے لئے قدرت کے عطا کردہ تمام وسائل اور ذرائع کو کام میں لا رہے ہیں تو دوسری طرف آبادی کے لحاظ سے اپنی تفوق اور برتری کو بھی برقرار رکھے ہوئے ہے۔ یہی حال ہمارے عظیم مسلم ملک انڈونیشیا کا ہے۔

سیاسی اور دفاعی ضرورت مغربی ممالک میں تکثیر آبادی کے مساعی کے باوجود مشرقی اقوام اور عالم اسلام کی شرح آبادی کی رفتار کی وجہ سے مغربی اقوام کو اپنی سیاسی قیادت خطرہ میں نظر آرہی ہے اور مغرب کی کوشش ہے کہ اپنی بین الاقوامی پوزیشن برقرار رکھنے کے لئے اسلامی اور مشرقی ممالک کی شرح اضافہ آبادی کو روکا جاسکے اور ان ممالک میں تحدید نسل اور ضبط ولادت کی تحریک پروان چڑھا کر انہیں اپنی موت آپ مار دیا جائے۔ ادھر ہماری فریب خوردگی کا یہ عالم کہ ہم اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں دام کا۔

طاؤروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

ان وجوہات سے تحدید نسل کا مسئلہ صرف اخلاقی اور معاشی باندھ ہی مسئلہ نہیں رہا بلکہ بین الاقوامی حالات نے اسے پاکستان اور عالم اسلام کے لئے سیاسی اور فلاحی مسئلہ بنا دیا ہے پھر ہمارا ملک جغرافیائی لحاظ سے ایسی پوزیشن میں ہے کہ ہماری چاروں طرف کی آبادی ہم سے تین گنا بلکہ آٹھ گنا تک زیادہ ہے۔ خود بھارت جس کے سامراجی عزائم کو جب تک خاک میں نہ ملا دیا جائے ہم لحظہ بھر اطمینان سے نہیں بیٹھ سکتے وہاں کی آبادی ساڑھے چار گنا زیادہ ہے۔

ایسے حالات میں عواقب و نتائج سے بے پرواہ ہو کر اس تحریک کے ڈھنڈورے پیٹنا رلو بیٹیز عامہ اور شان رزاقیت کے لئے چیلنج اور قومی و ملی موت کے مترادف ہے اور اسلامی و قومی تقاضوں

کو بالائے طاق رکھ کر اس تحریک کی سرپرستی اور اسے قوم میں مقبول بنانے کی دعوت دینا قومی ناعاقبت الہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

تعمیر و ترقی کا صحیح راستہ | ہماری دلی خواہش ہے کہ ملک کے حقیقی مفادات کی بنائے آئندہ ہر اس تحریک، منصوبہ اور تکمیل سے اجتناب کیا جائے جو ہمارے ملی اور قومی مفادات اور تقاضوں سے جوڑ نہ کھائے اور اگر مغربی تہذیب و تمدن کی تقلید میں ہم سے کچھ غلطیاں سرزد ہوئی ہوں تو عالیہ واقعات سے سبق لے کر انہیں حروف غلط کی طرح مٹا دیا جائے اور ہر اس علمی و عملی اقدام کو سختی سے روک دیا جائے جو ملت مسلمہ کے لئے دینی اور اخلاقی فتنوں کا سامان مہیا کرے جو اسلامی جمہوریہ اور اس کے بغور مسلمانوں کو دینی اقدار اور مجاہدانہ کردار سے دور ہٹائے اور جس سے اس عظیم قوم کی مومنانہ اور مجاہدانہ روح مجروح ہو۔ خواہ وہ خاندانی منصوبہ بندی کی تحریک ہو یا عوامی قوانین کی پرفریب شکل یا متحدہ ترقی اور فٹیشن کے فکر انگیز نام اور یا اسلامی ریسرچ و تحقیق کے نام پر تحریک دین کی تحریکیں۔ ہمارے خیال میں یہی وہ طرز عمل ہے جو ہمارے مستقبل کی تعمیر اور خوشحالی اور ملک کی بقا و سلامتی کا ضامن ہو سکتا ہے اور یہی وہ طرز حیات ہے جسے عالیہ واقعات کے نتیجے میں ہمارے لائق اور قابل احترام صدر مملکت محمد ایوب خان نے حسب ذیل الفاظ میں اشارہ فرمایا کہ:-

یہ تجربات گہرے اور ہمہ گیر ہیں کسی عارضی جوش و خروش کا نتیجہ نہیں اور نہ وقتی اور نہ گزرنے والی باتیں ہیں۔ ان واقعات نے ہمیں زندگی کے ہر میدان کے لئے ایک مستقل طریق عمل بخشا ہے اور یہی دراصل اسلام کا ضابطہ حیات ہے۔ انشاء اللہ اب یہی طریق عمل ہمارے آئندہ طرز فکر و عمل کے لئے مشعل راہ ہو گا۔ (نومبر ۱۹۵۷ء)

**منصوبہ بندی کا اخلاقی اور سماجی پہلو**

تحریک خاندانی منصوبہ بندی (منبط ولادت) کی ترویج میں ہمارے ملک کی پوری



میں سری مصروف عمل ہے۔ اقتصادی فوائد کے علاوہ اس کی اخلاقی اور سماجی خوبیوں کا پرچار بھی ہو رہا ہے۔ طرفہ متاثر یہ کہ نئے اسلام کی تخلیق کرنے والی ایک قیصری ادارہ تحقیقات اسلامیہ اور اس کے نام نہاد محققین کی ایک پوری کھیپ بھی قتل اولاد کی اس انسانیت کش تحریک کے ڈانڈے قرآن و سنت اور فقہاء اسلام کے اقوال سے ملانے میں مصروف ہے۔

اخبارات کے پورے ایڈیشن اور صفحے اس نسخہ شفاء کے پرچار کے لئے نکل رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس فکار خانہ میں اہل حق کی صدائے عزمت پر کوئی توجہ دے بھی تو کیسے؟ پھر بھی اہل حق علماء اپنے فریضہ احتساب کی بناء پر علماء بلا خوف و خشیت اس تحریک کے روحانی، سماجی اور سیاسی عواقب اور تباہ کن نتائج سے قوم کو آگاہ کر رہے ہیں۔ وہ قوم جو بلا تھجک یورپ کی ہیمانہ بھیڑ میں کودتی چلی جا رہی ہے۔ آج کی فرسٹ میں ہم اس ماہ کی دو ایک خبریں اخلاقی و سیاسی اور تحریک نسل کشی کے پرچار کرٹ والوں کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اس تحریک کے طبی پہلو پر اس خبر سے روشنی پڑتی ہے۔

"لندن کے ایک فریڈین نے کہا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی اور برتھ کنٹرول کے لئے جو انسدادی گولیاں استعمال کی جاتی ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ بعد ازاں مرد کی صحت پر اثر انداز ہوں اور مٹانے کی بیماری پیدا ہو جائے۔ ایسے کئی واقعات ہوئے ہیں (روزنامہ جنگ راولپنڈی، ۲ اکتوبر ۱۹۹۶ء)

"سورتوں کیلئے اس عمل کے بے شمار بیماریوں کا باعث ہونے کی خبریں بھی روزمرہ شائع ہوتی رہتی ہیں۔ برتھ کنٹرول کے سیاسی مضمرات کا اندازہ اس خبر سے ہوتا ہے کہ اس ماہ رومانیہ (ایک اشتراکی ملک) میں اسقاط حمل کو ممنوع قرار دینے کے لئے قانون نافذ کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں نافذ کئے جا رہے والے قانون کے تحت صرف شدید طبی ضرورت کے علاوہ اسقاط حمل کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی، ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۶ء)



اس سے قبل افرادی قلت اور قومی خودکشی کا تلخ تجربہ فرانس اور کئی دیگر ممالک کو ہو چکا ہے اور اس حماقت نے ان ممالک کی عظمت کو خاک میں ملا کے رکھ دیا ہے۔ رہا اس تحریک کا اخلاقی اور سماجی پہلو تو اس کا اندازہ آج یورپ کے ہر اس ملک سے لگایا جاسکتا ہے جہاں اخلاق و شرافت کے تمام بندھن لوٹ گئے ہیں اور صیہیہ بیجان کے طوفان میں انسان محض ایک "انسان نما بیڑیا" بن کر رہ گیا ہے۔ ذیل کے چند تازہ اعداد و شمار سے اس جہوانیت کا اندازہ لگائیے اور اس آئینہ میں اپنے ملک اور معاشرہ کے سیاہ مستقبل کی ایک جھلک بھی دیکھ لیجئے امریکہ میں صرف پچھلے ایک سال میں ۲۰ لاکھ ۵۰ ہزار طالبات کا اسقاط حمل کرایا گیا۔ (مجلتہ العربیہ کویت) خاندانی منصوبہ بندی کے آلات و ادویات نے جن لوگوں کو اس دھندہ سے چھٹکارہ دیا ہوگا۔ اس کا اندازہ آپ خود لگائیے۔ پھر مذکورہ تعداد بھی صرف طالبات کی ہے۔ انگلستان میں پچھلے ایک سال کے اندر ایک لاکھ ۲۴ ہزار ناجائز (عزانی) بچے پیدا ہوئے (العربیہ کویت) اور اس طرح حرامیوں کے اس لشکر نے "ضلال پیداوار" کا کوڑ پورا کر دیا۔ اب ایک ایسے ملک کا حال سمجھئے جو یورپ کا نہیں مشرق وسطیٰ کا ملک ہے اور جہاں کی تقریباً نصف آبادی مسلمانوں کی ہے۔ کویت کا مشہور رسالہ "العربی" رقمطراز ہے :-

بیروت میں ۸۰ فیصد طالبات شادی سے پہلے ہی صیہی تعلقات قائم کر لیتی ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ہمارے ہاں کے سرکاری حلقوں میں بھی اس تحریک کے ناجائز استعمال پر تشویش ظاہر کی گئی ہے جس کی خبریں اخبارات میں آچکی ہیں۔ انسان کے حقیقی رشد و ہدایت کی سچی اور لافانی کتاب قرآن مجید نے بہت پہلے "قتل اولاد" سے منع کرنے کے فوراً بعد زنا اور اس کے محرکات روک کر اس حقیقت کی نشاندہی کی ہے کہ قتل اولاد کی ہر شکل اور زنا و فحاشی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دونوں آیات کے باہمی تعاون سے عیاں ہے کہ پہلا جرم قتل اولاد دوسرے جرم (زنا اور فحاشی) کا محرک ہے۔ پڑھیے اور قربان جانیئے اس لافانی کتاب کے اعجاز سے ارشاد ربانی ہے۔

ولا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ خَشِيَةً اِمْلَاقًا  
 نَحْنُ نَرِزْقُهُمْ وَاَيَاكُمْ اَنْ قَتَلْتُمْ  
 اَوْرمت کرو قتل اپنی اولاد کو مفلسی کے  
 خوف سے۔ ہم ان کو بھی روزی دیں  
 گے اور تم کو بھی دیتے ہیں۔ بیشک  
 اولاد کو قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے

بنی اسرائیل ۳۱

اس آیت کے فوراً بعد ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ اِنَّهُ  
 كَانَ مِحْضَةً ط  
 اور زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو کیونکہ  
 زنا بڑی بے حیائی کی بات ہے  
 وَاَسَءُ سَبِيلًا ۳۲ اور بہت بری راہ ہے۔

نہ صرف اس مقام پر بلکہ دوسری جگہ انعام میں بھی قتل اولاد سے منع کرنے کے معاً  
 بعد نفاحتی اور بے حیائی کی نمایاں اور خفیہ تمام صورتوں سے روک دیا۔ اس انداز بیان سے  
 بھی صاف نمایاں ہے کہ دوسرا جرم (بے حیائی اور نفاحتی) پہلے جرم (قتل اولاد) برکت  
 کنٹرول کا لازمی اور طبعی رد عمل ہے۔ ارشاد ہے :-

وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ  
 نَحْنُ نَرِزُقُكُمْ وَاَيَاكُمْ وَلَا تَقْرَبُوا  
 الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا  
 وَمَا بَطْنٌ ع  
 اور مت قتل کرو اپنی اولاد کو غریبیت  
 کے سبب۔ ہم تم کو بھی رزق دیتے  
 ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائی کی  
 باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ۔ خواہ وہ

اعلائیہ ہوں یا پوشیدہ۔

آیت ۱۵۱۔ انعام